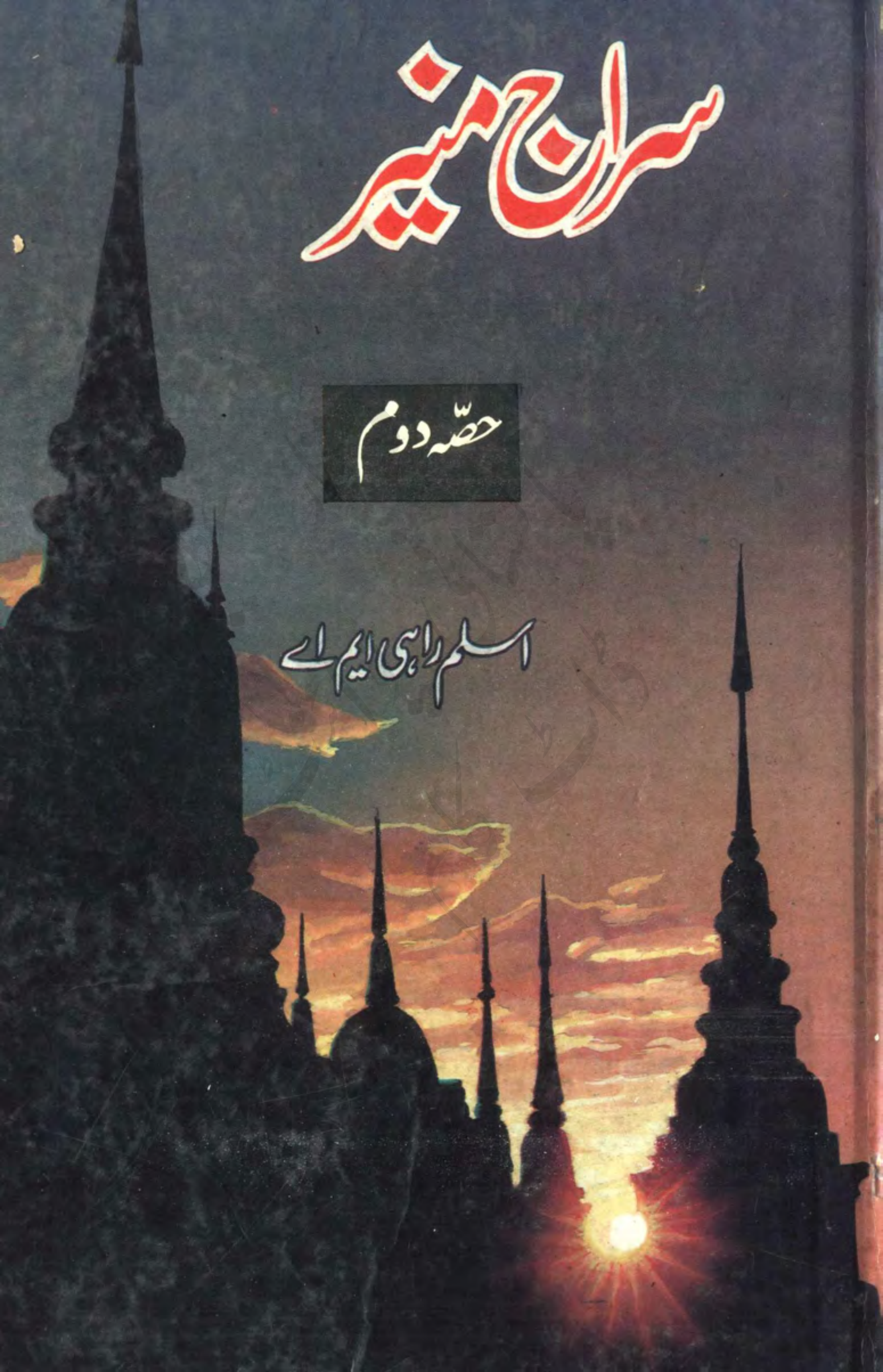
سراج منیر
حصّہ دوم
اسلم راہی ایم اے

بدر کے میدان میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ جب پڑاؤ کر چکے تو بنو اوس کے سعدؓ بن معاذ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ سے التماس کی ۔

" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم آپؐ کے لیے ایک سائبان تیار کرنا چاہتے ہیں کہ آپؐ اس میں تشریف رکھیں اور آپؐ کے پاس سواریاں تیار رہیں ۔ اس کے بعد ہم دشمن سے مقابلہ کریں ۔ پھر اللہ نے اگر ہمیں غلبہ عطا فرمایا اور ہم فتح نصیب ہوئے تو ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا ۔ اگر کوئی دوسری صورت پیش آئی تو آپؐ سوار ہو کر ان لوگوں میں شامل ہو جائیے گا جو آپؐ کے ساتھ آنے سے پیچھے رہ گئے ہیں اور آپؐ کی محبت میں ہم لوگ اُن سے بڑھ کر نہیں ۔ اگر انہیں یہ خیال ہوتا کہ جنگ کرنا ہوگی تو وہ پیچھے نہ رہ جاتے ۔ اللہ ان کے ذریعے سے آپؐ کی حفاظت فرمائے گا ۔ وہ آپؐ کے خیر خواہ رہیں گے اور آپؐ کے ساتھ ہو کر جہاد کریں گے "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعدؓ بن معاذ کی تعریف فرمائی اور اُن کے لیے بھلائی کی دُعا کی ۔ اس کے بعد آپؐ کے لیے سائبان بنایا گیا اور اس میں آپؐ تشریف فرما ہو گئے ۔

اس کے بعد قریش مکہ کا لشکر اور آگے بڑھا کہ مسلمانوں کے قریب فروکش ہو ۔ حضورؐ

نے جب قریش کے لشکر کو وادی میں آگے بڑھتے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا۔

"اے اللہ! یہ قریش ہیں۔ یہ اپنے فخر و غرور کے ساتھ آگئے ہیں یہ تیری مخالفت کرتے ہیں اور تیرے رسولؐ کو جھٹلاتے ہیں۔ یا اللہ! میں تیری اس مدد کا طالب ہوں جس کا تُو نے مجھ سے وعدہ فرما رکھا ہے۔ یا اللہ! آج صبح ان کو ہلاک کر دے۔"

جس وقت قریش عین مسلمانوں کے سامنے فروکش ہوئے تو قریش کے چند لوگ پانی کے اس حوض کی طرف آئے جو حضورؐ نے اپنے لشکر کے لیے بنوایا تھا۔ یہ لوگ اس لیے اس طرف آئے تھے۔ تاکہ اس حوض سے پانی پئیں اور ان میں حکیم بن حزام[1] بھی شامل تھے۔

حضورؐ نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "ان لوگوں کو پانی پینے دو۔"

پس ان لوگوں نے پانی پیا اور واپس چلے گئے۔

تھوڑی ہی دیر بعد قریش کے لشکر سے ایک اور جوان اسود مخزومی اٹھا۔ یہ ایک اکھڑ اور بد طینت شخص تھا اور اس جگہ آیا جہاں قریش کے لشکر کے سردار[2] بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان سرداروں کو مخاطب کر کے اس اسود مخزومی نے کہا۔

"میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ یا تو میں مسلمانوں کے حوض سے پانی پیوں گا۔ یا اسے توڑ ڈالوں گا اور یا اس کے لیے مر جاؤں گا۔"

جب وہ اسود مخزومی نکل کر مسلمانوں کے قریب آیا تو اس کی طرف حمزہؓ

---

[1] اس روز جس نے بھی اس حوض سے پانی پیا وہ جنگِ بدر میں ہلاک ہو گیا۔ سوائے حکیم بن حزام کے۔ جو اسلام قبول کرنے کے بعد جب کوئی قسم کھاتے تو کہا کرتے "اس ذات کی قسم جس نے مجھے بدر کے دن ہلاکت سے بچایا۔"

[2] جو سردار اور رؤسا قریش کے لشکر میں شامل تھے۔ وہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، الحارث بن عامر، طعیمہ بن عدی نضر بن حارث، زمعہ بن الاسود، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف (باقی صفحہ ۵۵۵ پر)



بن عبدالمطلب بڑھے۔ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ حمزہؓ نے اس پر ایسا وار کیا کہ اس کی ٹانگ پنڈلی کے درمیان سے کٹ گئی اور وہ حوض کے قریب اپنی سواری سے گر گیا۔ وہ رینگتا ہوا آگے بڑھا اور حوض میں داخل ہو گیا۔ شاید وہ اپنی قسم پوری کرنا چاہتا تھا۔ حمزہؓ نے آگے بڑھ کر پھر اس پر وار کیا اور حوض ہی میں اس کا کام تمام کر ڈالا۔

قریش کا لشکر جب مسلمانوں کے سامنے پڑاؤ کر چکا تو لشکر میں شامل رؤسا نے ایک شخص عمرو بن وہب کو مقرر کیا کہ وہ مسلمانوں کے لشکر کا اندازہ لگا کر آئے۔

پس عمرو بن وہب گیا۔ مسلمانوں کے لشکر کے گرد اس نے گھوڑا دوڑایا اور اندازہ لگانے کے بعد اپنے سرداروں کے پاس واپس آیا اور اطلاع دی کہ مسلمانوں کا لشکر تین سو سے کچھ کم کچھ زیادہ ہو گا۔ پھر عمرو بن وہب نے ایک اور تجویز پیش کی اور کہا۔ "اے رئیسانِ قریش! مجھے مہلت دو کہ میں اطراف میں اپنے گھوڑے کو دوڑا کر یہ اطمینان بھی کر لوں کہ مسلمانوں کی کوئی جماعت قرب و جوار میں چھپی ہوئی بھی ہے یا ان لوگوں کی مدد کے لیے کوئی اور لشکر بھی اس وادی کے آس پاس ہے یا نہیں۔"

قریش کے سرداروں نے جب اسے ایسا کرنے کی اجازت دی تو وہ بدر کی وادی میں دُور تک نکل گیا۔ پر اس نے کوئی چیز نہ دیکھی۔ پھر واپس آکر اس نے قریش کے سرداروں کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے اکابرِ قریش! میں نے اس وادی کے اطراف میں کوئی ایسی شے تو نہیں دیکھی جو مسلمانوں کے ساتھ ہماری اس جنگ میں مسلمانوں کے لیے کارآمد و مددگار ثابت ہو لیکن مسلمانوں کے لشکریوں کو دیکھ کر میرے دل اور میرے ذہن و ضمیر نے یہ ضرور پکار کر کہا کہ کچھ بلائیں ہمارے لیے موتوں کو اٹھا کر لا رہی ہیں۔ میں نے ایسا محسوس کیا۔ جیسے یثرب کی اونٹنیوں پر موتیں رکھی ہوئی ہوں۔"

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵۴) سہیل بن عمرو، عمرو بن عبدود تھے۔

"اے مکّہ والو! میں نے یہ بھی دیکھا کہ مسلمانوں کے لیے بجز ان کی تلواروں کے نہ کوئی حفاظت کا سامان ہے اور نہ ہی کوئی پناہ گاہ۔ پر اس کے باوجود میں یہ خیال کرتا ہوں کہ ان کا کوئی بھی لشکری تمہارے کسی شخص کو قتل کیے بغیر قتل نہ ہوگا۔ اور اے اکابرِ قریش! جب یہ مسلمان اپنی تعداد کے مطابق ہمارے جوانوں کو قتل کر دیں گے تو پھر ہمارے لیے جینے کا کیا لطف رہ جائے گا۔ اس کے بعد اگر وہ خود بھی مارے جائیں تو ہمیں کیا حاصل۔ ہمارے تو ہر گھر میں ماتم بچھا جائیں گے۔ میں نے تم لوگوں سے اصلیت کہہ دی ہے۔ اب تم لوگ جو چاہو فیصلہ کرو۔"

جب حکیم بن حزام نے یہ گفتگو سنی تو انہوں نے کچھ کر گزرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس مقصد کے تحت وہ قریش کے سردار عقبہ بن ربیعہ کے پاس گئے اور اسے مخاطب کر کے کہا۔

"اے ابو ولید! تو قریش کا رئیس اور سردار ہے اور قریش کے سب لوگ تیری بات مانتے ہیں۔ کیا تجھے اس بات سے کوئی رغبت ہے کہ آنے والے دور میں تیرا ذکرِ خیر رہے"؟

عقبہ بن ربیعہ نے ایک تجسس میں حکیم بن حزام کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "اے ابن حزام! کیوں کیا بات ہے اور تم مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو"؟

حکیم بن حزام نے کہا۔ "اے ابو ولید! مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ ترک کر دو اور مکّہ لوٹ چلو۔"

عقبہ بن ربیعہ نے کچھ سوچا پھر کہا "میں تیری بات ماننے کو تیار ہوں پر پہلے تو ابوجہل کے پاس جا اور اسے اس بات پہ آمادہ کر۔ کیوں کہ اس کے سوا مجھے کسی اور سے کوئی خدشہ اور ڈر نہیں ہے کہ اس معاملے میں کوئی لوگوں کے اندر پھوٹ ڈال دے۔"

عقبہ بن ربیعہ سے اس موضوع پہ گفتگو کرنے کے بعد حکیم بن حزام، ابوجہل کے پاس آئے اور اسے مخاطب کر کے کہا۔ "اے ابن ہشام! مجھے عقبہ بن ربیعہ نے تمہاری طرف یہ پیغام دے کر بھیجا ہے۔"

حکیم بن حزام کی یہ گفتگو سن کر ابوجہل بپھر گیا اور کہا۔ "واللہ! جب سے اس عقبہ بن ربیعہ نے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں کو دیکھا ہے



اس کا سینہ اور پھیپھڑے پھول گئے ہیں۔ وہ خوفزدہ ہو گیا ہے۔ واللہ! ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ ہم واپس جائیں۔ جب تک ہم میں اور محمّدؐ میں اللہ فیصلہ نہ کر دے۔ عقبہ بن ربیعہ نے جو کچھ کہا ہے اس وجہ سے کہا ہے کہ اس نے دیکھ لیا ہے کہ محمّدؐ اور اس کے ساتھی تعداد میں ہم سے بہت زیادہ کم ہیں اور ان میں اس کا بیٹا بھی شامل ہے۔"

حکیم بن حزام نے یہ باتیں واپس جا کر جب عقبہ بن ربیعہ سے کہیں تو اس نے خفگی کے اظہار میں کہا۔ "اس بزدل کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس کا سینہ اور پھیپھڑے پھولے ہیں، میرے یا اس کے"؟

آخر ابوجہل کی ہٹ دھرمی اور ضد کے باعث جنگ کی ابتدا ہوئی۔ مکہ والوں کی طرف سے عقبہ بن ربیعہ، اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اور بیٹا ولید میدان میں نکلے اور مسلمانوں کو مقابلے کے لیے انہوں نے للکارا۔ ان تینوں کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں دو بھائی عوف بن الحارث اور معوذ بن الحارث کے علاوہ عبداللہ بن رواحہ میدان میں اترے اور ان تینوں کا تعلق انصار سے تھا۔ جب وہ میدان میں آگے بڑھے تو عقبہ بن ربیعہ نے ان سے پوچھا "تم لوگ کون ہو"؟

اس استفسار پہ عبداللہ بن رواحہ بولے "ہم انصار میں سے ہیں"۔

اس جواب پہ عقبہ بن ربیعہ نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا "تم لوگ واپس لوٹ جاؤ۔ ہم انصار میں سے کسی کے ساتھ مقابلہ نہ کریں گے۔ ہمارے مقابلہ پر وہ آئیں جن کا تعلق بنی قریش سے ہو"۔

پھر عقبہ نے بلند آواز میں چلّاتے اور حضورؐ کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمارے مقابلے میں ان لوگوں کو بھیجو جو ہمارے ہم قوم ہوں۔ ان لوگوں سے تو ہمیں کوئی سروکار نہیں جو میدان میں ہمارے مقابلے پہ اترے ہیں"۔

اس پر حضورؐ نے عبداللہ بن رواحہ، عوفؓ اور معوذؓ کو واپس بلا لیا اور ان کی جگہ مقابلے کے لیے میدان میں حمزہؓ بن عبدالمطلب، علیؓ بن ابی طالب اور عبیدہؓ بن الحارث کو اتارا۔ حمزہؓ شیبہ بن ربیعہ سے مقابلہ کرنے کو آگے بڑھے اور اسے

مہلت بھی نہ دی کہ اس کا سر قلم کر کے رکھ دیا۔

اسی طرح علیؓ کا مقابلہ ولید بن عتبہ سے ہوا اور انہوں نے بھی ولید کے ساتھ سامنا ہوتے ہی اسے موت کے گھاٹ اُتار کر رکھ دیا تھا۔ تاہم عبیدہؓ بن الحارث جو عمر میں سب سے بڑے تھے وہ عقبہ کے مقابل آئے اور عقبہ کے ایک وار سے اُن کا پاؤں کٹ گیا اور نلی کا گودا بہہ نکلا۔ اتنے میں حمزہؓ اور علیؓ ان کی مدد کو پہنچ گئے اور عقبہ کا خاتمہ کر کے عبیدہؓ بن الحارث کو اُٹھا کر اپنے لشکر میں واپس لے گئے۔ جس وقت یہ مقابلہ ہوا اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ لشکر گاہ میں اپنے لیے بنے سائبان کے اندر تشریف فرما تھے۔

ان انفرادی مقابلوں کے بعد عام جنگ کے لیے دونوں عساکر اپنی اپنی صفیں سیدھی کرنے لگے تھے۔ حضورؐ کے دستِ مبارک میں اس موقع پر ایک تیر تھا۔ جس سے آپ صفیں سیدھی کر رہے تھے۔

صفیں درست کرتے ہوئے آپؐ انصار کے ایک شخص سوادؓ بن غزیہ کے پاس آئے۔ وہ اپنی صف سے کچھ آگے بڑھے ہوئے تھے اور ایسا انہوں نے شاید عمداً اور جان بوجھ کر کیا تھا۔ حضورؐ نے ان کے پیٹ میں وہ تیر چبھویا جو آپؐ کے ہاتھ میں تھا اور فرمایا۔ "اے سواد! برابر ہو جاؤ۔"

اس پر سوادؓ نے حضورؐ کو مخاطب کر کے کہا۔ "یا رسول اللہ! آپؐ نے تیر چبھو کر مجھے تکلیف دی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حق و عدل کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ آپؐ مجھے اس کا بدلہ لینے دیں۔"

اس پر حضورؐ نے اپنا شکم مبارک کھول دیا اور فرمایا۔ "اچھا! بدلہ لے لو۔"

آپؐ کا شکم مبارک کھلتے ہی سوادؓ بن غزیہ فوراً حضورؐ سے لپٹ گئے اور آپؐ کے شکم مبارک کو بوسہ دیا۔

سواد کی اس حرکت پر حضورؐ نے پوچھا۔ "اے سواد! کس بات نے تمہیں ایسا کرنے پر اُبھارا؟"



سواد بن غزیہ کہنے لگے۔ "یا رسول اللہ! جنگ کے جو حالات اس وقت ہمیں درپیش ہیں وہ تو آپؐ ملاحظہ فرما ہی رہے ہیں۔ اس لیے میں نے سوچا کہ اس جنگ کے بعد ہو سکتا ہے زندگی رہے یا نہ رہے۔ اس لیے آپؐ سے آخری ملاقات ایسی ہو کہ آپؐ کی جلد مبارک سے میری جلد مَس کرے۔"

سواد بن غزیہ کی اس گفتگو پر حضورؐ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور سواد بن غزیہ کے لیے دعائے خیر کی۔

اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد حضورؐ دوبارہ اس سائبان کی طرف پلٹے جو اُن کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس موقع پر صرف ابوبکر صدیقؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ اس سائبان میں حضورؐ ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ داخل ہوئے۔ پھر حضورؐ نے اپنے رب کے حضور دعا فرمائی۔

"یا اللہ! اگر تُو نے آج اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر تیری پرستش نہ کی جائے گی۔"

اس دُعا کے بعد جب خداوند کی طرف سے مدد و نصرت کی نوید دی گئی تو آپؐ ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ سائبان سے باہر آئے۔ حضورؐ کو سائبان سے نکلتے دیکھ کر سماکؓ نے اندازہ کر لیا تھا کہ اب جنگ کی ابتدا ہو گی۔ لہٰذا اپنے گلے میں لپٹا ہوا ایک سُرخ عمامہ اس نے اپنے سر پر باندھ لیا تھا۔ اپنے دشمنوں کے ساتھ مقابلے میں تو اکثر وہ اپنے سر پہ سُرخ پٹی باندھا کرتا تھا۔ پر جنگِ بدر کے روز اس نے سر پر سُرخ عمامہ باندھ لیا تھا۔ یہ اس بات کی نشانی تھی کہ وہ جان کا نذرانہ پیش کرنے کو تیار ہے۔

جس وقت حضورؐ سائبان سے نکلے۔ اسی وقت قریش کی طرف سے کسی نے تیر مارا۔ جو عمر فاروقؓ کے آزاد کردہ غلام کو آ کر لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ یہ مسلمانوں کے لیے پہلا مقتول تھا۔ اسی وقت بنی نجار کا ایک شخص حارثہ بن سراقہ پانی پی رہا تھا۔ ایک تیر اسے آ کر لگا اور وہ بھی شہید ہو گیا۔

اس موقع پر بنی سلمہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص عمیر بن الحمام اپنے ان

دو ساتھیوں کے جنگ میں کام آنے سے بے حد متاثر ہُوا - اس وقت اس کے ہاتھ میں چند کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہا تھا -

دو مسلمانوں کے شہید ہو جانے کے بعد وہ چلّایا اور بلند آواز میں اس نے کہا " آہا ! کیا میرے اور جنت کے درمیان بس اتنا ہی فاصلہ ہے کہ مَیں ان لوگوں کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں - پھر اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کھجوریں پھینک دیں - اپنی تلوار سنبھالی - دشمنوں کی صفوں میں گھس گیا اور ان کا خون کرتا ہُوا شہید ہو گیا -

اس کے بعد حضورؐ نے چند کنکریاں اُٹھائیں اور دشمن کی صفوں کی طرف پھینکتے ہوئے آپؐ نے فرمایا - " شَاهَتِ الْوُجُوْهُ " (چہرے بگڑ جائیں)

پھر حضورؐ نے اپنے لشکر کو حملہ آور ہونے کا حکم دیا - اس کے ساتھ ہی دونوں لشکریوں کے درمیان عام جنگ کی ابتداء ہو گئی تھی - اس عام جنگ کے دوران بڑے بڑے عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعات دیکھنے کو ملے -

جنگ سے قبل حضورؐ نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا تھا کہ وہ جنگ کے دوران مکّہ کے ابو البختری کو قتل نہ کریں کیونکہ حضورؐ کے قیام مکہ کے دوران وہ لوگوں کو آپؐ پر زیادتی کرنے سے روکا کرتا تھا اور نہ کبھی حضورؐ کو اذیت دی اور نہ ہی ایسی بات کہی جو کبھی آپؐ کو بُری لگی ہو - اسی ابو البختری نے اس نوشتے کے خلاف آواز اٹھائی تھی جو قریش نے بنو ہاشم اور بنو مُطلب کے خلاف لکھا تھا -

اس جنگ کے دوران ابو البختری کا سامنا انصارِ مدینہ میں سے ایک شخص المجذرؓ بن زیاد سے ہُوا - اس وقت ابو البختری کے ساتھ اس کا ایک ساتھی اور ہمرکاب جنادہ بن ملیحہ بھی تھا - اس موقع پر المجذرؓ نے ابو البختری کو مخاطب کر کے کہا - " ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے قتل سے منع کر رکھا ہے - لہذا تم ایک طرف ہو تا کہ مَیں تمہارے ساتھ والے کافر پر حملہ آور ہوں "-

اس پر ابو البختری نے کہا - " تم میرے اس ساتھی پر بھی حملہ آور نہ ہو "-

المجذرؓ نے بھڑک کر کہا - " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تجھ اکیلے



کے لیے حکم صادر فرمایا تھا کہ تجھے قتل نہ کیا جائے - پر ہم تیرے اس ہمرکاب کو تو نہ چھوڑیں گے -"

ابو البختری بولا - " واللہ ! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا - ہم دونوں مل کر مریں گے - تا کہ مکّہ کی عورتیں میرے متعلق یہ نہ کہیں کہ اپنی جان بچانے کی خاطر مَیں نے اپنے ہمرکاب کو چھوڑ دیا "-

المجذرؓ[1] نے جب دیکھا کہ اَب بجز دونوں کے ساتھ ساتھ ٹکرا جانے کے کوئی چارہ کار نہیں ہے تو وہ رجز پڑھتا ہُوا حملہ آور ہُوا اور اس کا یہ حملہ ایسا زوردار تھا کہ اس نے ابو البختری اور اس کے ساتھی دونوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا -

دوسرا عبرت خیز واقعہ جو جنگِ بدر کے دوران پیش آیا وہ حضرت بلالؓ کی وجہ سے تھا - جب جنگِ بدر میں کفارانِ مکّہ کو شکست ہو گئی تو اس جنگ میں عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے مکّہ کے مشہور رئیس اور سردار اُمیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کو گرفتار کر لیا - اچانک بلالؓ کی نظر پڑ گئی کہ عبدالرحمٰن بن عوف کے ہاتھوں امیہ بن خلف گرفتار ہو گیا ہے تو وہ اس کی طرف بھاگے - کیونکہ یہ امیہ بن خلف وہی تھا جو مکّہ میں بلالؓ کو اسلام قبول کرنے کی بنا پر اذیتیں دیا کرتا تھا -

وہ شخص جب ریت خوب گرم ہو جاتی تو بلالؓ کو ننگی پیٹھ کے بل اس جھلستی اور تپتی ریت پر لٹا دیتا اور پھر بلالؓ کے سینے پر بھاری پتھر رکھ کر کہتا - تم دو کاموں میں سے ایک کام ضرور کرو گے - یا تو اسی حالت میں ریت پر پڑے رہو گے ، یا محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین چھوڑ دو گے "-

جواب میں بلالؓ اَحد ، اَحد پکارتے ہوئے کفر اور باطل سے بیزاری کا

---

[1] جنگ کے بعد المجذر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گزارش کی - " یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا - مَیں نے بہت کوشش کی کہ ابو البختری قید ہو کر بچ جائے لیکن اس نے جب جنگ کے (باقی صفحہ ۵۶۲ پر)

اظہار کر دیا کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن عوف کے قریب جا کر اور امیہ بن خلف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بلالؓ نے بلند آواز میں کہا۔" یہ کفر کا سرکردہ امیہ بن خلف ہے اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا ہے۔ اگر یہ بچ گیا تو میں نہ بچوں گا۔"

ابن عوف نے پوچھا۔" اے بلالؓ! تم میرے ان دونوں قیدیوں سے متعلق کیا کہتے ہو۔"

بلالؓ نے پھر کہا۔" اگر یہ بچ گیا تو میں نہ بچوں گا۔"

پھر وہ بلند آواز میں چلانے لگے۔" اے انصار اللہ! یہ کفر کا سردار امیہ بن خلف ہے۔ اگر یہ بچ گیا تو میں نہ بچوں گا۔"

بلالؓ کی اس پکار پر مسلمانوں نے امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کو کنگن کی طرح گھیر لیا اور پھر ان پر تلواریں برسا کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ اس طرح بلال نے اپنے اس دشمن سے انتقام لے لیا جو ان کی مکی زندگی میں ان کے لیے تکالیف اور مصائب کھڑے کرنے والا تھا۔

اس جنگ میں تیسرا بڑا واقعہ ابوجہل سے متعلق پیش آیا۔ ایک مسلمان جوان معاذ بن عمرو نے لوگوں سے سنا کہ اس جنگ میں کوئی ابوجہل تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہ سن کر معاذ بن عمرو نے تہیہ اور عزم کر لیا کہ وہ اس جنگ میں ابوجہل ہی کو اپنا ہدف بنائے گا۔ لہٰذا جنگ کے دوران مردانہ وار یلغار کرتے ہوئے وہ ابوجہل کے پاس جا پہنچے اور اس پر وار کیا جس سے ابوجہل کی آدھی پنڈلی کٹ کر رہ گئی۔ اتنے میں ابوجہل کا بیٹا وہاں آگیا اور اس نے معاذ بن عمرو پر حملہ آور ہو کر ان کا ایک ہاتھ ہی کاٹ دیا۔ پر چونکہ کھال پوری طرح نہ کٹی تھی لہٰذا ہاتھ کٹ جانے کے باوجود ان کے جسم کے ساتھ ہی لٹکتا رہا اور اسی حالت میں وہ جنگ کرتے رہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۱) سوا کوئی بات نہ مانی تو میں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔



اور جب جنگ کے دوران یہ کٹا ہوا اور لٹکتا ہوا ہاتھ ان کے لیے تکلیف کا باعث بننے لگا تو انہوں نے اس کٹے ہوئے اور لٹکتے ہوئے ہاتھ پر اپنا پاؤں رکھا اور اسے کھینچ کر اپنے جسم سے علیحدہ کر دیا۔

معاذ بن عمرو سے اپنی پنڈلی کٹوانے کے بعد ابوجہل میدان میں لنگڑا پڑا ہوا تھا کہ معوذ بن عفرا اس کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے اس پر اپنی تلوار کا ایک بھرپور وار کیا اور اسے مردہ سمجھ کر اور وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ اتنے میں جنگ بند ہو گئی۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور کفار مکمل طور پر مغلوب ہو گئے تو حضورؐ نے ابوجہل کی لاش تلاش کرنے کا حکم دیا۔

عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل کو ڈھونڈ نکالا۔ اس وقت وہ زندہ تو تھا پر اپنی جان کنی کی حالت میں تھا۔ ابوجہل چونکہ عبداللہ بن مسعود کو بھی مکہ میں اذیت پہنچایا کرتا تھا اور ایک بار اس نے عبداللہ بن مسعود کو مکے بھی مارے تھے۔

عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل کی گردن پر پاؤں رکھا اور پوچھا۔" اے دشمنِ خدا! کیا اللہ نے اس جنگ میں تجھے ذلیل و رسوا کر کے نہیں رکھ دیا۔" اس پر ابوجہل نے انتہائی غضب کی حالت میں عبداللہ بن مسعود کی طرف دیکھا۔ پھر نفرت اور گھمنڈ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے عبداللہ بن مسعود کو مخاطب کر کے کہا۔

" اے بکریوں کے ذلیل چرواہے! تو بہت اونچی جگہ چڑھ گیا ہے۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ اس جنگ میں آج گردشِ زمانہ کس کے حق میں ہے۔"

عبداللہ بن مسعود نے بلند آواز میں کہا۔" اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں۔" اس کے بعد انہوں نے اپنی تلوار بلند کی اور ابوجہل کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ پھر اس کا کٹا ہوا سر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ ابوجہل کو اس حالت میں دیکھ کر حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔

○

مکہ میں جب یہ خبر پہنچی کہ کفارانِ قریش کے بڑے بڑے سرداروں میں سے اکثر جنگِ بدر میں کام آگئے ہیں اور کچھ قیدی بنا لیے گئے ہیں تو مکہ کے گھر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی تھی۔

اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور حضورؐ کا چچا ابولہب اس عبرتناک صدمے کو برداشت نہ کر سکا اور عدسہ کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ پھر اس بیماری کے باعث اس کی حالت ایسی بُری ہوئی کہ اس کے گھر والوں نے بھی اسے چھوڑ دیا۔ کیونکہ انہیں چھوت لگنے کا ڈر ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ جنگِ بدر کے صرف سات دن بعد ابولہب مر گیا۔

مرنے کے بعد تین روز تک کوئی اس کے پاس نہ آیا اور اس کی لاش یونہی پڑی رہی۔ یہاں تک کہ جب لاش سڑ گئی اور بُو پھیلنے لگی تو لوگوں نے اس کے بیٹوں کو طعنے دینے شروع کیے تو انہوں نے کچھ حبشیوں کو اُجرت دے کر اپنے باپ کی نعش اٹھوائی۔

ان حبشیوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے ابولہب کی لاش کو دھکیل کر اس گڑھے میں ڈال کر اسے اُوپر سے مٹی اور پتھروں سے ڈھانک دیا۔ یوں ابولہب بھی عبرت و ذلت کی موت مر گیا۔

بدر کی شاندار فتح کے بعد حضورؐ نے عبداللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہ کو مدینۃ النبیؐ روانہ کیا تاکہ لوگوں کو فتح کی خوش خبری سنائیں۔ یہ لوگ جس وقت مدینہ میں داخل ہوئے اس وقت مدینہ کے لوگ حضورؐ کی بیٹی اور عثمان غنیؓ کی بیوی رقیہؓ کی تدفین سے فارغ ہوئے تھے۔ رقیہؓ بیمار تھیں اور ان ہی دنوں فوت ہوئی تھیں۔ اس کے بعد حضورؐ نے خود بھی اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف کوچ کیا۔

آپؐ کے ساتھ ڈسن کر چوالیس قیدی اور مالِ غنیمت بھی تھا۔ راستے میں مالِ غنیمت تو آپؐ نے جنگ [illegible] میں حصہ لینے والوں میں تقسیم کر دیا تاہم قیدیوں کو مدینہ لاکر صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد ان قیدیوں سے رہائی



کر انہیں رہا کیا جانے لگا۔

جنگِ بدر میں جو لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی بنے ان میں حضورؐ کے داماد اور آپؐ کی بیٹی زینبؓ کے شوہر ابوالعاص بھی شامل تھے۔ یہ خدیجہؓ کے بھانجے تھے۔ نبوّت سے پہلے زینبؓ کی شادی ان سے ہو چکی تھی اور یہ شادی خدیجہؓ کی خواہش پر ہوئی تھی کیوں کہ وہ ابوالعاص کو بیٹے کی طرح چاہتی تھیں۔

اس شادی کے موقع پر خدیجہؓ نے اپنی بیٹی زینبؓ کو ایک ہار بھی دیا تھا۔ جب حضورؐ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا تو آپؐ کی سب بیٹیاں تو آپؐ پر ایمان لے آئیں لیکن ابوالعاص مشرک ہی رہا۔

جب فدیہ دے کر قیدی رہا کرائے جانے لگے تو زینبؓ نے بھی اپنے شوہر ابوالعاص کی رہائی کے لیے مکّہ سے اپنا وہ ہار بھیجا جو شادی کے موقع پر انہیں ملا تھا۔

جب یہ ہار آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ اسے دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے اور صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے آپؐ نے فرمایا "اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو میری بیٹی زینبؓ کی خاطر اس کے اسیر شوہر کو رہا کر دو اور اس کے ہار کو اسے واپس لوٹا دو۔ جب سب لوگ بخوشی اس پر تیار ہو گئے تو آپؐ نے ابوالعاص کو چھوڑ دیا۔ ہار اسے واپس کر دیا اور یہ بھی کہا کہ وہ زینبؓ کو مکہ سے مدینہ بھیج دے۔

رہا ہونے کے بعد ابوالعاص مکہ پہنچا تو زینبؓ کو اس نے حضورؐ کے پاس مدینہ روانہ کر دیا اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد ابوالعاص نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

○

یمن میں اپنے کام کی تکمیل کے بعد ابی حقیق، خویلہ اور لمیس مدینۃ النبیؐ کی طرف کُوچ کر گئے تھے۔ وہ راستے میں پڑنے والی سراؤں میں قیام کرتے ہوئے اور اپنے سفر کو آرام دہ اور پرسکون بناتے ہوئے مدینہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ایک روز صبح ہی صبح انہوں نے ایک سرائے سے کُوچ کیا۔ اس روز گرمی بھی کچھ غیر معمولی تھی اور دوپہر سے پہلے ہی سورج کی سُرخ آگ نے زمین کا سینہ جھلسا

کر رکھ دیا تھا۔ اس موقع پر حسین خویلہ اپنے اُونٹ کو مہمیز لگا کر ابی حقیق کے قریب لائی۔ تھوڑی دیر تک اپنے جُبّے کی سنہری پٹی سے کھیلتے ہوئے وہ ابی حقیق سے کچھ کہنے کو سوچتی رہی پھر بولی اور کہا۔

"اے میرے باپ! یہ اسلام قبول کرنا آپ کو کیسا لگا"؛

ابی حقیق تھوڑی دیر تک بڑی شفقت اور پدرانہ محبّت میں خویلہ کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا "اے خویلہ! میری بیٹی! میں نے بڑی تحقیق اور تجسّس و جستجو کے بعد اسلام قبول کیا ہے۔ ہر سمت سے اس کی حقانیت کو پرکھ کر اور ہر جہت سے اس کی سچائی کو جان کر اسے سینے سے لگایا ہے"۔

"اے میری بیٹی! اسلام قبول کرنے کے بعد میں اپنے آپ کو ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے مجھے گھٹا ٹوپ اندھیروں کے اندر سے روشنی کی ایک کرن اور دنیا کے اس شور و غوغا کے اندر سروں کی مانند ایک دلکش و خوشگوار آواز مل گئی ہو۔ پہلے مذہب کے معاملے میں میری حالت چراگاہوں کی ویرانی جیسی تھی۔ اب میں اپنے لیے رُوحوں کی تسکین محسوس کر کے اپنے لیے صدیوں کے ویران اندھیروں کے اندر دنیا کو مال مال کر دینے والا ایک پیغام سن رہا ہوں"۔

ابی حقیق جب خاموش ہُوا تب خویلہ نے اسے مخاطب کر کے کہا "اے میرے باپ! آپ نے سچ کہا۔ اسلام ایک ایسا آفاقی اور عالمگیر دین ہے جس میں دیسی بدیسی گورے، کالے، امیر و غریب اور دوست و دشمن سب کے لیے برابر کے حقوق ہیں ہر مذہب و ہر ملت والا اس میں داخل ہو کر فروغ و فلاح پا سکتا ہے"۔

ابی حقیق نے مسکراتے ہوئے خویلہ کی طرف دیکھا پھر کہا "تُو درست کہتی ہے میری بیٹی! اسلام نفرت کے گھور اندھیروں، کٹر پن و تنگ نظری اور محرومی و مایوسی کو محبت و الفت میں تبدیل کرتا ہے۔ بے شک یہ دین نفرت کے زہر کو پیار کے امرت میں تبدیل کرتا ہے"۔

ابی حقیق کی یہ باتیں سن کر خویلہ دُھلے ہوئے آلو بخارے جیسی خوشگوار اور



شور مچاتی آبشاروں جیسی پُرکشش ہو گئی تھی۔

اس موقع پر وہ ابی حقیق سے پھر کچھ کہنا چاہتی تھی کہ خاموش ہو کر رہ گئی۔ کیوں کہ راستے کے کنارے ریت کے ٹیلوں کی اوٹ سے چھ سوار اچانک نمودار ہوئے اور ان کی راہ روک کھڑے ہوئے تھے۔

یہ راستہ روکنے والے چھ جوان ابی حقیق کے بیٹے سلام کی ہدایت پر عبیل بن جاثر کی سرکردگی میں وہاں آئے تھے۔ یہ عبیل بن جاثر خیبر میں سلام کے بعد ابی حقیق کی زمین اور باغات کی نگرانی کرنے والا تھا۔ ابی حقیق اسے اچھی طرح جانتا تھا لیکن وہ سب چونکہ اپنے چہروں کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ اس لیے ابی حقیق انہیں پہچان نہ سکا تھا۔

جب انہوں نے راہ روکی تو ابی حقیق اور ملیس دونوں نے ایک ساتھ اپنی تلواریں کھینچ لی تھیں۔ اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے خویلہ بے چاری کی حالت زندگی کے دشت، محرومیوں کی آنچ، بستی بستی، صحرا صحرا روتے بادل اور قبروں پر ٹمٹماتے دِیوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر فکر گیری کے گھمبیر سائے پھیل کر بکھر گئے تھے اور وہ بے چاری بجھی بجھی شام کی طرح سہمی سہمی دکھائی دینے لگی تھی۔ پھر اس نے ابی حقیق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے میرے باپ! کاش اس موقع پر سماک ہمارے ساتھ ہوتا تو اکیلا ہی ان سب کو اُلٹ کر رکھ دیتا"۔

اس موقع پر ابی حقیق نے صرف شفقت آمیز انداز میں خویلہ کی طرف دیکھا تھا۔ پر اس کی بات کا جواب نہ دیا تھا۔ پھر اس نے سامنے دیکھتے ہوئے اور راستہ روکنے والوں کو مخاطب کر کے پوچھا "تم لوگ کون ہو؛ کیوں ہماری راہ تم لوگوں نے روکی ہے اور ہم سے کیا چاہتے ہو"؛

عبیل بن جاثر نے کڑک دار اور کھردری آواز میں ابی حقیق کو مخاطب کر کے پوچھا "پہلے یہ کہو تم کون لوگ ہو اور کس دین سے تمہارا تعلق ہے"؛

ابی حقیق بولا۔" ہم لوگ مدینہ کے رہنے والے ہیں اور ہم مسلمان ہیں"۔

اس پر عبیل بن جاثر نے کہا۔" اگر تم لوگ مسلمان ہو تو پھر صحرا کی اس ریتلی اور پُراسرار پٹی میں ابھی تمہارا خاتمہ کر دیا جائے گا"۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک ساتھ اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر آگے بڑھایا اور حملہ آور ہوئے۔ ابی حقیق اور لمیس دونوں نے ان کا مقابلہ کیا لیکن وہ ان سے نمٹنے میں ناکام رہے اور انہوں نے دونوں پر تلواریں برسا کر انہیں موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ جب کہ خویلہ بے چاری اپنے اُونٹ پر بیٹھی رو رہی تھی۔

ابی حقیق اور لمیس کو ٹھکانے لگانے کے بعد ان سب نے اپنے چہروں سے نقاب ہٹا دیئے تھے۔ پھر عبیل بن جاثر نے خویلہ کو مخاطب کر کے کہا۔" ہم تمہیں خیبر لے جا رہے ہیں۔ راستے میں اگر تم نے شور و غل اور چیخ و پکار کرنے کی کوشش کی تو ہم تمہاری گردن کاٹ کر رکھ دیں گے"۔

خویلہ خاموش رہی اور اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ عبیل بن جاثر نے اس بار اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے وہاں سے کُوچ کرنے کا حکم دیا۔ پھر وہ لوگ خویلہ کے اُونٹ کو اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے وہاں سے کُوچ کر گئے تھے۔ ابی حقیق کا اُونٹ اور لمیس کا گھوڑا بھی وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

خیبر کے قریب جا کر انہوں نے اپنی رفتار سُست کرنے کے علاوہ خویلہ کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ پھر وہ اس وقت خیبر میں داخل ہوئے جب رات پوری پوری طرح چھا گئی تھی۔ اور فضاؤں میں تاریکیاں پھیل گئی تھیں۔ پھر اندھیروں کی آڑ میں وہ خیبر میں ابی حقیق کی حویلی میں داخل ہوئے۔ باقی لوگ باہر ہی رہے جب کہ عبیل بن جاثر وہاں ٹھہری ہوئی ایک خاتون کو اپنے ساتھ لے کر خویلہ کو حویلی کے ایک تہہ خانے میں لے گیا۔ وہاں جا کر خویلہ کی آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی اور ایک تہہ خانے میں خویلہ کو بند کر دیا گیا۔ پھر عبیل بن جاثر کے کہنے پر وہ عورت تہہ خانے میں داخل ہوئی اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشعل سے اس نے تہہ خانے کی دیواروں سے لٹکتی دو مشعلوں کو روشن کر



دیا تھا اور ایسی ہی ایک مشعل اس نے تہہ خانے کے سامنے والی گلی میں روشن کر دی تھی۔

خویلہ نے دیکھا وہ تہہ خانہ کافی بڑا تھا اور دو کمروں پر مشتمل تھا۔ جس کے اندر طہارت خانہ بھی تھا۔ وہاں پانی کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ تہہ خانے کے ایک کونے میں چھت پر ایک کافی بڑا روشن دان سا تھا۔ جس پر لوہے کا موٹا جال لگا ہوا تھا۔ شاید وہ تہہ خانے میں روشنی اور ہوا کے لیے تھا۔ اور وہاں سے آسمان کو بھی دیکھا جا سکتا تھا۔ پھر عبیل بن جاثر نے خویلہ کو مخاطب کر کے کہا۔

" اے بنتِ ابی حقیق! میرا نام عبیل بن جاثر ہے۔ ایک بات یاد رکھنا اگر تُو نے کسی موقع پر ساز باز کر کے اس تہہ خانے سے بھاگ نکلنے کی کوشش کی تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گی۔ ہاں اس تہہ خانے کی اسیری سے رہائی ممکن بھی ہے"۔

خویلہ نے جھٹ پُوچھ لیا۔" وہ کیسے؟"

عبیل بن جاثر بولا۔" اس رہائی کے لیے تمہیں دو شرطوں کو پورا کرنا ہوگا"۔

خویلہ نے تیزی میں کہا۔" وہ دو شرطیں تو کہو"۔

عبیل نے جواب دیا۔" پہلی شرط یہ ہے کہ تم اسلام سے تائب ہو کر دوبارہ یہودیت اختیار کر لو اور دوسری شرط یہ ہے کہ میرے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہو جاؤ۔ تم آج ہی یہ دونوں شرائط پُوری کر دو تو میں آج ہی تمہاری رہائی کا سامان کر سکتا ہوں"۔

عبیل بن جاثر کی یہ گفتگو سُن کر خویلہ کی حالت سمندر کے شور، اُجڑے راستے اجنبی رات، ٹُوٹنے والے ستارے کے انتظار اور گہرائیوں میں ڈوب جانے والے خوابوں کی سی ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر اس کی آنکھوں میں برقِ مبین، شعلہ ایمان اور قلزم صد رنگ جیسے جذبے رقص کر گئے۔ اس کے ساتھ ہی عبیل کے مُنہ پر اس نے زور سے تھوک دیا اور ساتھ ہی اس نے تیر برساتی آواز میں کہا۔

" اے جاثر کے بیٹے! سُن! میرا دین اسلام ہے جس کے لیے مَیں اپنی جان

تک بھی نچھاور کر سکتی ہوں۔ یثرب کے ایک شیر دل جوان سے میری منگنی ہو چکی ہے۔ میں اس کی امانت ہوں اور جب تک صدائے اسرافیل بلند نہیں ہوتی، میں اس جوان کی وفادار اور جان نثار بن کر رہوں گی۔ تمہاری یہ دو شرائط ماننے کے بجائے میں زندہ رہنے پر موت کو ترجیح دوں گی۔"

"اے عبیل! میرے اس منگیتر کا نام سماک بن خرشہ ہے۔ اس کی قامت طویل و بلند بھالے جیسی ہے۔ وسیع و عریض اس کی چھاتی اور اس کا تنِ گلرنگ میں اپنوں کے لیے نرمی کا پیغام دیتے ہیں۔ پر اے ابنِ جاثر! اپنے دشمنوں کے لیے وہ اندھیروں کا آسیب، بے کراں ریگ زاروں پر دستک دینے والی آندھی، تپا ہوا گرد دوں اور انگارہ زمین ہے۔ وہ میری تلاش ضرور شروع کرے گا اور جس روز اسے خبر ہو گئی کہ میں ان تہہ خانوں کے اندر ہوں تو پھر سُن رکھو اس روز وہ کوچے کوچے طویل صدیوں کو سمیٹتی آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گا اور پھر اس کے سامنے تم رہو گے نہ تمہارے ساتھی اور نہ ہی یہ تہہ خانے۔"

عبیل نے کوئی جواب نہ دیا اور پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس بوڑھی عورت نے عبیل کے جانے کے بعد کہا۔ "میرا نام امیشا ہے۔ میں ابھی تمہارے لیے کھانا لے کر آتی ہوں۔ میرا کمرہ یہاں سے قریب ہی ہے۔ جب کسی شے کی ضرورت ہو تو آواز دے دیا کرنا میں پہنچ جاؤں گی۔" اس کے ساتھ ہی امیشا وہاں سے چلی گئی تھی۔

○

شام ہو رہی تھی۔ سورج غروب ہونے کو مغربی افق کی طرف جھک گیا تھا اندھیرے دروازوں پر دستک دینے اور تاریکیاں چوکھٹوں پر سر پٹخنے کی تیاریاں کرنے لگی تھیں۔ پچھم کی کالی گھٹاؤں کی طرف سے آتی ہوائیں۔ کھلے ریگستانوں کو اپنی آغوش میں لینے لگی تھیں۔

ایسے میں سماک اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوا اپنے گھر میں داخل ہوا۔ اسے



دیکھتے ہی ربیطہ نے شکووں سے بھرپور آواز میں کہا۔ "آپ اتنی دیر سے کہاں رہ گئے تھے۔"

سماک بولا۔ "میں ابو قیس کے پاس تھا اور وہیں سے آتی دفعہ اپنی بکریاں بھی ہانک لایا ہوں۔"

ربیطہ نے اس بار دُکھیا لہجے اور گلوگیر سی آواز میں کہا۔ "آج صبح ہی سے مجھے ایک فکر لگی ہوئی ہے جس نے مجھے نڈھال اور غمزدہ کر کے رکھ دیا ہے۔"

سماک نے چونک کر پوچھا۔ "کیسی فکر؟"

سماک کے اس استفسار پر ربیطہ کی حالت اندھیروں کی کوکھ کے گیت اور فاصلوں میں ڈھلتی رات جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر سماک کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے لرزتی کانپتی سی آواز میں کہا۔

"میں آج صبح سے خویلہ سے متعلق بڑی پریشان ہوں۔ گزشتہ رات میں نے اس سے متعلق ایک ہولناک خواب دیکھا۔ بس اسی خواب نے مجھے مفلوج اور فکرمند بنا رکھا ہے۔ اب تک تو میں نے اس خواب کو آپ سے چھپائے رکھا لیکن اب یہ خواب میرے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا ہے۔

ربیطہ کی اس گفتگو پر سماک بکریاں باندھنا بھول گیا۔ وہ ربیطہ کے قریب آیا اور کمال شفقت اور نرمی میں اس نے کہا۔ "ربیطہ! ربیطہ! یہ تم کیسی گفتگو کر رہی ہو تم نے کیسا خواب دیکھا اور کیوں تم نے اس خواب کو مجھ سے اب تک چھپائے رکھا۔" اب میں بکریوں کو بعد میں باندھوں گا پہلے مجھے وہ خواب کہو جو تم نے خویلہ سے متعلق دیکھا ہے۔

ربیطہ نے بڑے دکھ اور غم میں کہا۔ "میں نے خویلہ کو عجیب حالت میں دیکھا ہے۔ آہ اس کی حالت نے مجھے مغموم اور ملول کر کے رکھ دیا ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ کوئی بے انت اور بے کراں صحرا ہے جس کے اندر ریگ زار اُڑ رہے ہیں۔ ہر طرف نیم اندھیرا اور آخر شب کا سناٹا تھا۔ صحرا کی وہ ریتلی زمین اس

وقت بڑی اسرار آمیز ہو رہی تھی اور اس صحرا کے اندر میں نے خولیہ کو دیکھا کہ وہ سر اور پاؤں سے ننگی صحرا کے اندر دھکے کھاتی پھر رہی ہے ۔ اس کا لباس بھی پھٹ رہا تھا اور وہ ہاتھ بلند کر کے بار بار آپ کو آوازیں دیتی تھی اور مدد کے لیے پکارتی تھی آہ میں نے دیکھا خولیہ نسلوں کی بے ہمتی جیسی ویران اور صدیوں کی بربادی جیسی داس تھی ۔ اس کی ظاہری اور باطنی کیفیت خزاں کے طوفانوں جیسی ہو رہی تھی ۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اندھیروں کے تیز جھکڑوں اور جبر و تشدد کے خنجروں کا شکار ہو گئی ہو ۔ کاش میں یہ خواب نہ دیکھتی ۔ کاش میں خولیہ کو اس حالت میں نہ دیکھتی ۔ یہ خواب تو میری حالت بھی ویران کر کے رکھ دے گا ۔"

ریطہ سے یہ خواب سُن کر سماک بھی پریشان اور ویران سا ہو گیا تھا ۔ تھوڑی دیر تک وہ سر جھکا کر کھڑا سوچتا رہا ۔ پھر بولا ۔" ریطہ ! ریطہ ! واقعی یہ ایک ہولناک اور پریشان کُن خواب ہے ۔ پر تم اسے حقیقت کی طرح نہ لو ۔ خواب پھر خواب ہی ہے ۔ بہر حال تم فکر مند نہ ہو ۔ میں کل ابو قیس سے بات کروں گا ۔ وہ میری غیر موجودگی میں تمہارا خیال رکھیں گے ۔ جب کہ میں کل یمن کی طرف روانہ ہوں گا اور خولیہ کی خیریت معلوم کروں گا ۔" سماک کی گفتگو سے ریطہ کو کسی قدر ڈھارس ہوئی اور بولی ۔" ہاں ہمیں ضرور اس کا پتہ کرنا چاہیے اس لیے کہ ———"

ریطہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی ۔ کیونکہ بیرونی دروازے پر دستک ہوئی تھی ۔ سماک نے جب آگے بڑھ کر دروازہ کھولا ۔ تو ایک سوار اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے باہر کھڑا تھا ۔ سماک کو دیکھتے ہی اس نے پوچھا ۔" اگر میں غلطی پر نہیں تو تم ہی سماک بن خرشہ ہو ۔"

سماک نے فکر مندی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔" ہاں میں ہی سماک بن خرشہ ہوں ۔"

اس سوار نے اپنے گھوڑے کی خرجین سے ایک مہمیز اور ایک رکاب نکالتے ہوئے کہا ۔ ذرا ان دونوں چیزوں کی طرف غور سے دیکھو ۔ کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟"



سماک نے وہ مہمیز اور رکاب لے لی ۔ انہیں اُلٹ پلٹ کر غور سے ان کی طرف دیکھا اور کہا ۔" میں ان دونوں چیزوں کو نہیں پہچانتا ۔" اتنی دیر تک ریطہ بھی بیرونی دروازے کے پیچھے کھڑی ہو کر ان دونوں کی باتیں سُننے لگی تھی ۔

اس اجنبی سوار نے اس بار پوچھا ۔" اے ابن خرشہ ! کیا تم کسی ایسے جوان کو جانتے ہو جس کا نام لمیس ہو اور جو بنی نضیر کے رئیس ابی حقیق کا غلام ہو ۔"

سماک چونک کر بولا ۔" ہاں لمیس کو تو میں جانتا ہوں ۔ تم تھوڑی دیر رکو میں اپنے دیوان خانے کا دروازہ کھلواتا ہوں ۔ پھر آرام سے بیٹھ کر اس موضوع پر بات کرتے ہیں ۔"

اس سوار نے کہا ۔" میں جلدی اور عجلت میں ہوں ، میں بیٹھوں گا نہیں ۔ سنو ! ہمارا تجارتی کارواں یمن سے ارضِ شام کی طرف روانہ ہوا تھا کہ راستے میں ہم نے دو لاشیں پڑی ہوئی دیکھیں ۔ ہم نے جب ان کا جائزہ لیا تو اُن میں سے ایک جو بوڑھا تھا وہ تو مر چکا تھا اور دوسرا ابھی زندہ تھا ۔ پر اس پر غشی طاری تھی ۔ شاید صحرا کے اس حصے میں کوئی ان پر حملہ آور ہوا تھا ۔ کیونکہ اسی جگہ سے ہمیں یہ ایک مہمیز اور رکاب بھی ملی تھی اور میرا اندازہ ہے کہ یہ مہمیز اور رکاب ان لوگوں کی ہے جو وہاں ان پر حملہ آور ہوئے ہوں گے اور حملے کے دوران یہ کُھل کر گر گئی ہوں گی ۔"

ہاں لمیس نام کا وہ جوان جس میں ابھی زندگی کے آثار تھے اور جو بے ہوش ہو چکا تھا اسے ہم نے سنبھالا دیا اور پانی کے چھینٹے دے کر اسے ہم ہوش میں لائے ۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اس کا نام لمیس اور مرنے والے دوسرے بوڑھے شخص کا نام ابی حقیق ہے ۔ اس نے ہم پر یہ بھی انکشاف کیا کہ صحرا کے اس حصے میں چھ سوار ان پر حملہ آور ہوئے تھے ۔ وہ اپنے چہروں کو ڈھانپے ہوئے تھے ۔ لہٰذا وہ انہیں پہچان نہ سکے ۔ اس لمیس نے ہمیں تمہارا پتہ دیا تھا اور تمہارے نام اس نے صرف یہ پیغام دیا تھا کہ وہ حملہ آور ہونے والے چھ جوان خولیہ کو اُٹھا کر لے گئے ہیں ۔ اس کے بعد لمیس نے دم توڑ دیا اور ہم نے اسے اور مرنے والے دوسرے ساتھی یعنی ابی حقیق کو وہیں دفن کر دیا تھا ۔ بس میں یہی پیغام تم تک پہنچانے آیا ہوں ۔ میرا کارواں اس وقت تمہارے اس

شہر سے باہر خیمہ زن ہے۔ اب میں اس کی طرف جاؤں گا۔"

سماک نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ "شام ہو رہی ہے۔ یہ میزبانی کے آداب کے خلاف ہے کہ تم کھانا نہ کھا کر جاؤ۔"

اس اجنبی نے اپنے گھوڑے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں ضرور تمہاری میزبانی کو قبول کرتا اور تمہارے پاس رکتا۔ پر اس کاروان میں میری بیوی بھی شامل ہے اور وہ بڑی بے چینی سے کھانے پر میرا انتظار کر رہی ہوگی۔"

سماک نے اس کے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور وہ اجنبی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ سماک سر جھکائے گھر میں داخل ہُوا۔ دروازے کے قریب ہی تھا کہ ربطہ اوٹ سے نکل آئی۔ سماک کو مغموم اور پریشان حال دیکھ کر وہ بیچاری پگھل کر رہ گئی تھی۔ پھر ربطہ نے سماک کو ڈھارس دینے کی خاطر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرم آواز، دھیمے لہجے اور دلکش و خوشگوار لَے میں کہا۔

"میں آپ سے اس اجنبی کی گفتگو دروازے کی اوٹ میں رہ کر سُن چکی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ آپ ابی حقیق و لمیس کے مارے جانے اور خویلہ کے اُٹھائے جانے پر اُداس اور مغموم ہیں۔ کاش میں آپ کے دُکھ سمیٹ سکتی۔ کاش خویلہ، ابی حقیق اور لمیس یمن کی طرف نہ گئے ہوتے ——"

سماک نے غور سے ربطہ کی طرف دیکھا۔ پھر اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اس نے کہا۔ "میں ان کے لیے اُداس اور مغموم ضرور ہوں"۔ پھر سماک نے اپنے ہاتھ میں پکڑی مہمیز اور رکاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں مایوس نہیں ہوں اس لیے کہ مجھے اُمید ہے کہ ان دونوں چیزوں کی مدد سے میں ان چھ جوانوں کو تلاش کرنے میں ضرور کامیاب ہوں گا اور جس روز وہ مجھے مِل گئے تو میں ابی حقیق اور لمیس کو قتل کرنے اور خویلہ کو اُٹھائے جانے کا ان سے ایسا انتقام لوں گا جو ان کے لیے عبرت بن کر رہ جائے گا۔

ربطہ! ربطہ! میں کل کا دِن تیاری کروں گا اس کے بعد میں ان چھ قاتلوں کی



تلاش میں نکلوں گا۔"

ربطہ بے چاری نے سماک کا ذہن بانٹنے اور اسے تسلی دینے کی خاطر کہا۔ "آپ کو بھُوک لگی ہے۔ پہلے کھانا کھاتے ہیں"۔

سماک نے ربطہ کی ہاں سے ہاں ملائی۔ "ہاں، تم کھانا تیار کرو۔ اتنی دیر تک میں بکریوں کا دُودھ نکالتا ہوں۔"

ربطہ جلدی جلدی مطبخ میں کھانا تیار کرنے لگی۔ جب کہ سماک بکریوں کا دُودھ نکالنے لگا تھا۔

جب جنگِ بدر میں اہلِ مکّہ کو شکست ہوئی اور مسلمان اس جنگ میں فتح مند رہے تو مدینہ میں یہودی قبیلے بنو نضیر کا کعب بن اشرف بڑا سیخ پا ہُوا۔ پہلے تو اس نے مسلمانوں کی فتح اور اہلِ مکّہ کی شکست کو قبول کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ پھر جب میدانِ جنگ سے زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ مسلمانوں کے لیے فتح کی خوشخبری لے کر آئے اور کعب بن اشرف کو یقین ہو گیا کہ اس جنگ میں واقعی مسلمان غالب اور کفارانِ مکّہ مغلوب رہے ہیں۔ تب اس نے جل کر اور اپنے باطن کی بھڑاس نکالنے کی خاطر لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"اگر یہ حقیقت ہے کہ اہلِ مکّہ کے بڑے بڑے سردار مُحمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے ساتھیوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں تو پھر رُوئے زمین پر زندہ رہنے کے بجائے شکم زمین میں دفن ہو جانا بہتر ہے"۔

پھر یہ کعب بن اشرف مکّہ چلا گیا۔ وہاں لوگوں کو حضورؐ کے خلاف ابھارنے لگا اور کفارانِ مکّہ کے جو افراد جنگِ بدر میں کام آ گئے تھے ان کے مرثیے کہہ کر مسلمانوں کے خلاف مکّہ میں انتقام اور نفرت کی فضا پیدا کرنے لگا تھا۔

مکّہ میں مسلمانوں کے خلاف انتقام اور نفرت کی فضا پیدا کرنے کے بعد کعب بن اشرف مدینہ میں داخل ہُوا اور یہاں اس بدبخت نے مختلف مسلمان عورتوں سے



متعلق عاشقانہ اشعار کہہ کر انہیں تکلیف پہنچانے کا سلسلہ شروع کیا۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "کعب بن اشرف کی خبر لینے کو کون حامی بھرتا ہے"۔

حضورؐ کی یہ پکار بنی عبدالاشہل کے محمد بن مسلمہ نے سُنی تو حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کی۔ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں آپؐ کی خاطر اس کے لیے تیار ہوں اور اس کعب بن اشرف کو قتل کر ڈالتا ہوں"۔

اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ "اگر تمہیں اس پر قدرت حاصل ہو تو پھر ایسا ہی کرو"۔

کعب بن اشرف چونکہ رؤسائے یہود میں سے تھا اور مسلمانوں کے خلاف اس نے نفرت اور زہریلی باتوں کا سلسلہ بھی شروع کیا ہُوا تھا۔ لہٰذا اس نے مدینہ میں اپنی حفاظت کا انتظام بھی خُوب کر رکھا تھا۔ اس کے انہی انتظامات کی خاطر اسے قتل کرنے کے لیے محمد بن مسلمہ نے اپنے دوستوں میں سے سلکان بن سلامہ، عباد بن بشر، حارث بن اوس اور ابو عبس بن جبر کو بھی اپنے ساتھ مِلا لیا۔ پس ان پانچوں نے مِل کر فیصلہ کیا کہ کعب بن اشرف کو جلد از جلد اور ہر صورت میں قتل کر دیا جائے۔

ان پانچوں میں سے جو سلکان بن سلامہ تھا اس کی کُنیّت ابو نائلہ تھی اور یہ کعب بن اشرف کا دُودھ شریک بھی تھا۔ لہٰذا پانچوں نے آپس میں مشورہ کرنے اور لائحہ عمل طے کرنے کے بعد سب سے پہلے سلکان بن سلامہ ہی کو کعب بن اشرف کی طرف روانہ کیا۔ یہ سلکان بن سلامہ کعب بن اشرف کی حویلی میں اس کے پاس آئے اور اسے مخاطب کر کے کہا۔

"اے میرے ہم شیر! تیرے پاس مَیں ایک ضرورت کے تحت آیا ہوں۔ اگر تو میری اس ضرورت کو راز میں رکھنے کا عہد کرے تو مَیں کہوں"۔

جب کعب بن اشرف نے راز رکھنے کا عہد کیا تب سلکان بن سلامہ نے سرگوشی اور رازداری میں اس سے کہا۔ "اے میرے ہم شیر! یہ مُحمّدؐ کا یہاں اِس شہر میں آنا تو ہمارے لیے ایک مصیبت بن گیا ہے۔ عرب ہمارے دُشمن ہو گئے ہیں۔ ہماری

راہیں منقطع ہو گئی ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے بچے برباد ہو رہے ہیں۔ ہماری جانوں پر آ بنی ہے۔ غرض ہم خود اور ہمارے بچے ایک بہت بڑی آفت اور مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔"

سلکان بن سلامہ (ابو نائلہ) کی اس گفتگو سے کعب بن اشرف بڑا خوش ہوا۔ بڑی نرمی، بڑی اپنائیت اور بڑی ہی خوشگواری میں اس نے سلکان بن سلامہ کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے ابو نائلہ! بخدا میں تو پہلے ہی کہا کرتا تھا کہ یہ شخص تم لوگوں کو بھوکوں مار دے گا اور میں تو تم لوگوں کو اس شخص کی نسبت سے پہلے بھی آگاہ کرتا رہا ہوں۔"

سلکان بن سلامہ نے جب دیکھا کہ کعب بن اشرف خوب نرم ہو رہا ہے۔ تب اس نے کہا۔" اے میرے ہم شیر! دیکھ، میرے ساتھ میرے چار اور دوست بھی ہیں جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ہو رہے ہیں۔ لہٰذا اپنے ان بدترین حالات میں تم سے میں گزارش کرتا ہوں کہ تم کچھ غلہ ہمارے ہاتھ فروخت کرو۔ ہم تیرے پاس کچھ نہ کچھ رہن رکھیں گے اور تیرے بھروسے کے قابل کام کریں گے لیکن غلہ دیتے وقت تم ہم پر کچھ احسان بھی کرنا۔"

ابو نائلہ کی ساری گفتگو سننے کے بعد کعب بن اشرف نے غور سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔" اے ابو نائلہ! کیا تم لوگ اس غلے کے بدلے میں اپنے بچوں کو میرے پاس رہن رکھو گے؟"

کعب بن اشرف کی اس بات پر ابو نائلہ کو غصہ تو بہت آیا۔ مگر وہ پی گئے اور دوبارہ سنبھل کر بولے۔

"اے میرے ہم شیر! کیا تو ہمیں ہمارے قبائل میں بدنام و رسوا کرنے کا عزم کیے ہوئے ہو۔ دیکھو ہم تمہارے پاس اپنے بچے نہیں بلکہ اپنے ہتھیار رہن رکھیں گے۔ ان ہتھیاروں کے بدلے تو ہمیں غلہ دینا۔ پھر جس قدر رقم تو کہے گا وہ ہم تمہیں ادا کر کے اپنے ہتھیار تم سے چھڑا لے جائیں گے۔ لہٰذا اگر تو رضامندی کا اظہار کرے



تو میں اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤں تاکہ وہ اپنے ہتھیار لے کر آئیں اور تیرے پاس جمع کرا کر غلہ حاصل کریں۔"

کعب بن اشرف کی شاید موت اسے پکار رہی تھی۔ اس نے کہا۔" ہاں مجھے یہ پیش کش قبول ہے۔ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہتھیار لا کر میرے پاس رہن رکھو اور ان کے عوض مجھ سے غلہ حاصل کر لو۔"

کعب بن اشرف کا جواب سن کر ابو نائلہ خوش ہو گئے اور اس معاملے کو اور صاف اور بے ضرر بنانے کی خاطر انہوں نے پھر کعب بن اشرف سے کہا۔" اے ہم شیر! تو اٹھ کر اپنے لڑکے اور اپنے محافظوں سے بھی اس معاملے کی تفصیل کہہ دو۔ یہ نہ ہو۔ ہم جب ہتھیار لے کر حویلی میں داخل ہوں تو وہ کوئی غلط تاثر لیں اور اس بنا پر کوئی بدمعاملگی پیدا ہو جائے۔

کعب بن اشرف مسکرایا اور بولا۔" اے ابو نائلہ! تم فکرمند نہ ہو۔ میں اپنے آدمیوں سے یہ سارا معاملہ کہہ دیتا ہوں۔ لہٰذا کوئی بھی تم لوگوں کے راستے رکاوٹ نہ بنے گا۔"

اس طرح ابو نائلہ مطمئن ہو کر کعب بن اشرف کی حویلی سے نکل گئے۔ ابو نائلہ نے کعب بن اشرف سے یہ معاملہ طے کر کے دراصل بڑی دانشمندی اور فراست کا ثبوت دیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ان کے ساتھی ہتھیار باندھ کر کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے آئے تو اس کے محافظ روکیں گے اور اس طرح کعب بن اشرف کو قتل کرنے میں ناکامی ہو گی۔ لیکن ہتھیاروں کے بدلے غلہ لینے کے بہانے وہ اپنے ہتھیاروں سمیت کعب بن اشرف کی حویلی میں داخل ہو کر اپنا مقصد حاصل کر سکتے تھے۔ لہٰذا کعب بن اشرف کے پاس سے اٹھ کر ابو نائلہ اپنے ساتھیوں کی طرف گئے اور انہیں کعب بن اشرف کے ساتھ ہونے والی گفتگو سے آگاہ کر دیا۔

اس وقت شام ہو گئی تھی اور اندھیرا پھیل گیا تھا۔ اس معاملہ کی اطلاع حضورؐ کو بھی کر دی گئی تھی۔

جب یہ پانچوں ساتھی اپنے ہتھیار سجا کر کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے نکلے تو حضورؐ بھی اُن کے ساتھ نکلے ۔ وہ چاندنی رات تھی اور ان لوگوں کے ساتھ حضورؐ بقیع الفرقد تک تشریف لائے ۔ یہاں پر حضورؐ نے ان لوگوں کے لیے دُعا کی اور فرمایا ۔" اللہ کے نام پر چلے جاؤ ۔ اے خدا ! ان کی اعانت فرما ۔"

اس کے بعد حضورؐ واپس تشریف لے گئے ۔ یہ پانچوں ساتھی کعب بن اشرف کی قلعہ نما حویلی میں آئے اور دروازے پر دستک دی ۔ کعب بن اشرف نے نئی نئی شادی کی ہوئی تھی اور اس وقت وہ اپنی اس نئی بیوی کے پاس تھا ۔

جب دروازے پر دستک ہوئی تو کعب بن اشرف کی بیوی نے اسے مخاطب کر کے کہا ۔" یہ جو حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی ہے اس سے مجھے خطرے کی آواز آتی ہے ۔ تم ایسے شخص ہو جس کے دشمن بہت ہیں لہٰذا دروازہ نہ کھولو ۔ اس پر ابو نائلہ نے دستک کے ساتھ پھر دروازہ کھولنے کی آواز لگائی ۔

کعب بن اشرف' ابو نائلہ کی آواز پہچان گیا تھا ۔ لہٰذا اپنی بیوی کو تسلّی دیتے ہوئے اس نے کہا ۔" دستک دینے والا یہ شخص ابو نائلہ ہے ۔ اس سے مجھے کوئی خطرہ نہیں ۔ اس لیے کہ یہ میرا ہم شیر ہے اور پھر مرد تو وہ ہے جو اگر نیزہ بازی کے لیے بھی بلایا جائے تب بھی قبول کرے ۔"

اس کے ساتھ ہی کعب بن اشرف اُٹھ کر حویلی کے بیرونی دروازے کی طرف گیا ۔ اس کے محافظ بھی چوکس ہو گئے تھے ۔ وہ بھی دروازے کی طرف بڑھے تھے کہ کعب بن اشرف نے انہیں روکتے ہوئے کہا ۔" تم لوگ رہنے دو ۔ یہ ابو نائلہ ہے اس سے میرا ایک معاملہ طے ہو چکا ہے ۔ اسی کام کے لیے یہ اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا ہو گا ۔"

محافظ واپس اپنی آرام کی جگہوں کی طرف چلے گئے ۔ کعب بن اشرف نے جب دروازہ کھولا تو سامنے ابو نائلہ کھڑا تھا اور اس کے ساتھ اس کے ساتھی بھی تھے ۔ کعب بن اشرف کو دیکھتے ہی ابو نائلہ بولا ۔



" اے ابن اشرف ! یہ میرے ساتھ میرے ساتھی ہیں ۔ جن کا میں نے ذکر کیا تھا ۔ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے متعلق تمہارے ساتھ ایک رازدارانہ گفتگو بھی کرنا چاہتے ہیں کیا یہ ممکن نہیں کہ تم ہمارے ساتھ شعب العجوز تک چلو ۔ وہاں بیٹھ کر ہم نئے موضوع پر گفتگو کر لیں گے ۔ اس کے بعد میرے دو ساتھی سارے ہتھیار تمہاری حویلی میں پہنچا دیں گے اور ان ہتھیاروں کے بدلے کل ہم تم سے آ کر غلّہ لے جائیں گے ۔"

کعب بن اشرف مان گیا اور ان کے ساتھ ہو لیا ۔ غرض سب ٹہلتے ہوئے شعب العجوز[1] کے پاس جا کر ابو نائلہ نے کعب بن اشرف کے بالوں کو ہاتھ لگایا اور بالوں کو لگی خوشبو کی طرف اشارہ کر کے ابن اشرف سے کہا ۔" اے ہم شیر ! آج کی رات سے بڑھ کر میں نے خوشبوئیں مہکنے والی کوئی رات نہیں دیکھی ۔ اے ابن اشرف ! تمہارے بالوں کو لگی خوشبو نے اس رات کو مہکا کر رکھ دیا ہے ۔' ابو نائلہ کی گفتگو سے کعب بن اشرف خوش ہو گیا ۔

پھر ایک دم ابو نائلہ نے کعب بن اشرف کو بالوں سے پکڑ لیا اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا ۔" اے رفیقانِ من ! یہ وہی کعب بن اشرف ہے جو اہلِ مکہ کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور انتقام کی آگ بھڑکاتا رہا ۔

اے گروہِ عرب ! یہ وہی کعب بن اشرف ہے جو مسلمان عورتوں کو بدنام کرنے کی خاطر عشقیہ اشعار کہتا رہا ۔ اے میرے بھائیو ! یہ وہی کعب بن اشرف ہے جسے قتل کرنے کے لیے ہمیں حضورؐ کی طرف سے حکم مل چکا ہے ۔ آؤ اس چاندنی رات میں اس دشمنِ خدا' دشمنِ رسولؐ اور دشمنِ دین کا خاتمہ کر دیں ۔

ابو نائلہ کی یہ گفتگو سننے کے بعد ان کے ساتھی محمد بن مسلمہ نے اپنے لباس کے اندر سے بہت بڑی چھُری نکالی اور کعب بن اشرف کی ناف کے قریب گھونپ کر اس نے اس کا کام تمام کر دیا تھا ۔ اس کے بعد ان لوگوں نے حضورؐ کو کعب بن اشرف کے قتل کی اطلاع کر دی ۔

---

[1] آبادی سے باہر ایک جگہ

دوسرے روز کعب بن اشرف کے قتل کے باعث مدینہ کے یہودیوں میں خوف و ہراس پھیل گیا تھا ۔ کسی نے بھی کعب بن اشرف کے قتل پہ احتجاج نہ کیا اور ہر ایک کو اپنی جان کا خوف لگ گیا تھا ۔

○

دوسری طرف جب ابوسفیان اپنے تجارتی کاروان کو لے کر مکہ میں داخل ہوا ۔ اور اسے یہ اطلاع ہوئی کہ بدر کے میدان میں کفارِ مکہ کو عبرت ناک شکست ہوئی اور مسلمان غالب و فتح مند رہے ہیں تو ابوسفیان نے منت مانی کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ نہ کرے گا اس وقت تک سر نہ دھوئے گا ۔"

پھر اپنی قسم پوری کرنے کے لیے ابوسفیان مکہ کے دو سو جنگجو سواروں کے ساتھ نکلا اور مسلمانوں سے انتقام لینے کی خاطر مدینہ کی طرف روانہ ہوا ۔ اس نے نجد والا راستہ اختیار کیا ، اور جبل ثیب[1] سے ہوتا ہوا مدینہ کی طرف بڑھا تھا ۔

صبح کے قریب یہ لوگ مدینہ شہر کے نواح میں یہودی بستیوں کے قریب پہنچے ۔ پھر ایک محفوظ جگہ ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں کو روک دیا اور اندھیرے کی اوٹ میں یہ بنو نضیر کی بستی کی طرف گیا اور یہودی قبیلے بنو نضیر کے ایک رئیس حیّ بن اخطب کے گھر پہ دستک دی ۔

حیّ بن اخطب کو جب خبر ہوئی کہ ابوسفیان دستک دے رہا ہے تو اسے خدشہ ہوا کہ ضرور کوئی مسلمانوں کے خلاف لائحہ عمل مرتب کرنا چاہتا ہوگا ۔ لہٰذا وہ ڈر گیا اور دروازہ نہ کھولا ۔

حیّ بن اخطب سے مایوس ہو کر ابوسفیان بنو نضیر کے سردار سلام بن مشکم کے دروازے پر آیا اور دستک دی ۔ سلام بن مشکم نے دروازہ کھول دیا اور ابوسفیان کی میزبانی کی ۔ یہاں دونوں میں رازدارانہ گفتگو ہوئی اور سلام بن مشکم نے مسلمانوں کی خبریں ابوسفیان تک پہنچانے

---

[1] یہ سلسلہ کوہ مدینہ سے تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر ہے ۔



کا وعدہ کیا ۔ اس کے بعد سلام بن مشکم کے ہاں سے نکل کر ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور اپنے ساتھیوں میں سے چند چیدہ چیدہ جوان علیحدہ کیے ۔

ان جوانوں کی مدد سے ابوسفیان نے ایک نخلستان میں آگ لگا دی ۔ اب صبح ہو گئی تھی ۔ اس وقت انصار میں سے دو اشخاص اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے ۔ ابوسفیان نے ان دونوں کو قتل کرا دیا ۔ اس کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوسفیان بڑی تیزی سے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا ۔

حضورؐ کو جب خبر ہوئی کہ ابوسفیان نے یہ حرکت کی ہے تو آپؐ نے ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ ابوسفیان کا تعاقب کیا لیکن اب دیر ہو چکی تھی اور ابوسفیان بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا ۔

○

سماکؒ اپنے لائحہ عمل کے مطابق ابی حقیق اور ملیس کو قتل کر کے خویلہ کو اٹھا لے جانے والے ان جوانوں کی تلاش میں نہ نکل سکا تھا ۔ ایک تو ابوسفیان کے اس حادثے کے باعث اسے حضورؐ کے ساتھ نکلنا پڑا تھا ۔ دوسرے ان دنوں یہودیوں کے قبیلے بنی قینقاع کا واقعہ پیش آ گیا ۔

ہوا یوں کہ ایک مسلمان عورت اپنا کچھ سامان بیچنے بنی قینقاع کے بازار میں گئی ۔ ایک سنار کے پاس اس نے اپنا سامان بیچ دیا ۔ اس موقع پہ اس یہودی سنار نے اس مسلمان خاتون کو اپنا چہرہ بے نقاب کرنے کو کہا ۔ جب اس خاتون نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو اس یہودی نے اس خاتون سے یہ شرارت کی کہ جس پلو سے اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا اس خاتون کی نظر بچا کر اس نے اس کا دوسرا پلو اس کی پشت پر اس نشست سے باندھ دیا جس پر وہ بیٹھی ہوئی تھی ۔

جب اپنے سامان کا معاملہ طے کر کے وہ خاتون اٹھنے لگی تو پلو پشت کی طرف بندھا ہونے کی وجہ سے وہ چادر ہی اس کے سر سے اتر گئی جس سے اس نے اپنے آپ کو ڈھانپ رکھا تھا ۔ اس طرح اس کا چہرہ ننگا ہو گیا ۔ اس موقع پر شرارت کرنیوالے

یہودی نے زوردار قہقہہ لگایا اور وہاں پر جو دوسرے یہودی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی اس عورت کی ہنسی اُڑائی اور ٹھٹھہ مذاق کیا۔

اس موقع پر ایک مسلمان جوان بھی وہاں کھڑا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ اس یہودی سنار نے ایک مُسلمان خاتون کے ساتھ ایسی بدتمیزی کی ہے تو وہ اس مکروہ فعل کو برداشت نہ کر سکا۔ اس خاتون کے ساتھ شرارت کرنے والے یہودی پر وہ حملہ آور ہُوا اور اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔

ایسا ہونے کے بعد بنی قینقاع کے یہودی بھُوکی گِدھوں اور ہوس پرست بھیڑیوں کی طرح اس مسلمان جوان پر ٹوٹ پڑے اور پے در پے اس پر حملے کر کے اسے شہید کر دیا۔

مسلمانوں کو جب خبر ہوئی کہ کس طرح بنو قینقاع کے یہودیوں نے ایک مسلمان عورت کا تمسخر اُڑایا اور ایک مسلمان جوان کو شہید کر ڈالا ہے تو مسلمان بھڑک اُٹھے اور حضورؐ سے گزارش کی کہ بنی قینقاع کے خلاف جہاد کا اعلان کیا جائے۔

بنی قینقاع نے چونکہ مسلمان عورت کو تنگ کر کے اور ایک مسلمان جوان کو شہید کر کے اِس معاہدہ کو توڑا تھا جو حضورؐ کی سرکردگی میں یہود اور مسلمانوں کے درمیان طے پایا تھا۔ لہذا حضورؐ نے بنی قینقاع کا محاصرہ کر لیا۔

لگاتار پندرہ دِن تک بنو قینقاع کا محاصرہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ بنی قینقاع نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس دوران بنی قینقاع پر ایسا خوف و ہراس طاری ہوا کہ ان میں سے کوئی بھی مسلمانوں کے مقابلے پر نہ آیا۔ یہاں تک کہ سارے یہودیوں نے مسلمانوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور حضورؐ کے احکامات کے مطابق ان سب کی مُشکیں باندھ دی گئیں۔ حضورؐ ان سب کو قتل کر دینا چاہتے تھے لیکن عبداللہ بن ابی آڑے آیا اور اس نے سفارش کر کے ان لوگوں کو چھڑا لیا۔ یہاں تک کہ حضورؐ نے ان لوگوں کو جلاوطن کرنے کا حکم دے دیا۔ پھر عبادہ بن صامت کی سرکردگی میں بنی قینقاع کے یہودیوں کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا۔

ان یہودیوں پر قابو پانے کے بعد ان کی املاک کو مسلمانوں میں بطور



مالِ غنیمت تقسیم کر دیا۔ اس کے علاوہ یہاں سے مسلمانوں کو اسلحہ اور آلاتِ کشاورزی بھی کافی تعداد میں ہاتھ لگے۔ یوں بنی قینقاع کو ان کے کیے کی سزا مِل گئی تھی۔

سُورج طلوع ہوئے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ مدینہ کے گلی کوچوں میں ساحلوں کی ٹھنڈک لیے خوش لمس ہَوا چل رہی تھی۔ شبنموں کے بازار میں سورج کی کرنوں کا دخول شروع ہو گیا تھا۔ صبح دم پیڑوں کی جھُولتی ٹہنیوں اور نئی پھوٹتی کونپلوں کی بدمست خوشبو ذہن کے ذرے ذرے، جسم کے عضو عضو اور دِل کے گوشے گوشے میں سرایت کرنے لگی تھی۔ باغوں کے لالہ زاروں سے گزر کر آتی ہوائیں طبیعت کے عملی پہلو اور باطنی کیفیت کو اُجاگر کرنے لگی تھیں۔

ایسے میں سماک مدینہ کے بازار میں چلتا ہُوا آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ مہمیز اور رکاب تھی جس کی مدد سے وہ ان چھ جوانوں کا پتہ لگانا چاہتا تھا جو ابی حقیق اور لمیس کو قتل کر کے خوبلہ کو اُٹھا کر لے گئے تھے۔ پھر سماک ایک زین ساز کی دکان میں داخل ہوا اور اپنے ہاتھ میں پکڑی مہمیز اور رکاب اس نے اس زین ساز کو دکھاتے ہوئے پوچھا۔

' اے میرے محترم! کیا آپ مجھے بتا سکیں گے کہ یہ مہمیز اور رکاب مدینہ میں کس زین ساز کے ہاں کی بنی ہوئی ہے"۔

وہ بوڑھا زین ساز تھوڑی دیر تک غور و انہماک سے ان دونوں چیزوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اپنا فیصلہ دیتے ہوئے اس نے کہا۔" اے سماک بن خرشہ! یہ جو رکاب ہے یہ تو ایک عام سی رکاب ہے اور یہ ہر جگہ بنتی اور بکتی ہے۔ ایسی رکاب مدینہ، مکہ، نجد، یمن اور خیبر سبھی جگہ بنتی اور بکتی ہے لیکن یہ مہمیز بہرحال عام نہیں ہے۔ کیوں کہ اس قسم کے نمونے کی مہمیز خیبر کے علاوہ اور کہیں بنتی ہی نہیں لہذا میں وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ مہمیز جس پر کندہ کاری کا کام کیا ہُوا ہے۔ خیبر کے علاوہ کہیں اور نہیں بنتی۔ لہذا اس طرح کی مہمیز

سے متعلق تم مزید معلومات فراہم کرنا چاہتے ہو تو اس کی خبر یقینی طور پر خیبر کے علاوہ تمہیں اور کہیں سے مل ہی نہیں سکتی "۔ اس زین ساز کا جواب سن کر سماک خوش ہو گیا پھر وہ اس دکان سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سماک اپنے گھر میں داخل ہوا۔ وہ روحوں کی تسکین اور آرزوؤں کے خزانے جیسا پُرسکون اور خیالات کی قربتوں جیسا خوش تھا۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر ربیطہ بھی خوش ہو گئی تھی اور جب سماک اس کے قریب آیا تو ربیطہ نے چہکتی ہوئی آواز میں پوچھا " اللہ کرے آپ ایسے ہی خوشگوار اور خوش طبع رہیں جس طرح اس وقت ہیں۔ کیا آپ کی اس خوشی اور اطمینان کی کوئی وجہ ہے"۔

سماک نے اور زیادہ خوش ہوتے ہوئے کہا "تمہارا اندازہ درست ہے ربیطہ! میں واقعی خوش اور شادماں ہوں اس لیے کہ میں دشمنوں کی مہمیز سے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنے میں کامیاب رہا ہوں۔ اس مہمیز کی ساخت کا تعلق خیبر سے ہے اور مجھے اُمید ہے کہ قاتلوں کا تعلق بھی خیبر ہی سے ہے "۔

ربیطہ! ربیطہ! میں ابھی اور آج ہی خیبر کی طرف جاؤں گا اور ان قاتلوں کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ مدینہ میں اسلام آجانے کے باعث اب حالات پہلے جیسے نہیں رہے۔ اب تم خالد کے ساتھ اپنی اس حویلی میں اکیلی بھی رہو، تو کوئی ڈر اور خطرہ نہیں ہے۔ تاہم میری غیر موجودگی میں تم دن کے وقت اپنے گھر ہی رہنا اور رات کو ابوقیس کے ہاں چلی جایا کرنا۔ وہاں ابوقیس اور رجانہ کی موجودگی میں تمہارا دل لگا رہے گا"۔

ربیطہ نے سماک کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر دونوں مل کر تیاری کرنے لگے تھے۔ ننھا خالد مطبخ کے ساتھ والے کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا۔ سماک نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی۔ خوراک کا توبرہ بھر کر زین کے ساتھ باندھ لیا۔ اپنی ڈھال، کمان اور تیروں سے بھرا ترکش بھی اُس نے زین سے لٹکا لیے تھے۔ پھر اس نے زرہ پہنی، سر پر خود جمانے کے بعد اُوپر عمامہ باندھ لیا۔ اتنی دیر تک ربیطہ نے



گھوڑے کی چرمی خرجین میں زادِ راہ ڈالنے کے علاوہ پانی کا مشکیزہ بھی زین سے باندھ دیا تھا۔

پھر ربیطہ بھاگی بھاگی ایک کمرے کی طرف گئی اور سماک کے کچھ فالتو اور دُھلے ہوئے کپڑے لا کر اس نے خرجین میں ڈال دیے تھے۔ اتنی دیر تک سماک دوسرے کمرے میں گیا اور گہری نیند سوئے اپنے بیٹے خالد کو پیار کرنے لگا تھا۔ پھر وہ باہر آیا اور ربیطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا " ربیطہ! ربیطہ! میرے ذمے اس وقت دو اہم کام ہیں۔ ایک ان چھ قاتلوں کی تلاش اور دوسرا کام بنو عامر کے پہلوان عمرو بن عبدود کے بھائی وائلہ بن عبدود سے انتقام لینا ہے۔ جس نے اپنے آدمی اس وقت میرے پیچھے لگائے تھے جب میں اور تم دونوں طائف سے مدینہ کی طرف آرہے تھے اور مجھے اُمید ہے کہ میں اپنے ان دونوں کاموں میں کامیاب و کامران رہوں گا"۔

پھر سماک نے اپنا گھوڑا کھول کر اس کی باگ پکڑی، ایک میٹھی اور الوداعی نگاہ اس نے ربیطہ پر ڈالی اور حویلی سے باہر نکل کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگا دی تھی۔ ربیطہ بے چاری اس وقت تک دروازے پر کھڑی ہو کر اسے دیکھتی رہی جب تک وہ دکھائی دیتا رہا۔ اس موقع پر وہ بچاری سوچوں کی سیڑھیوں اور دُکھ کی دیمک لگی چوب جیسی اُداس ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر سر جھکائے اس نے دروازہ بند کر لیا اور اندر چلی گئی تھی۔

○

خیبر میں داخل ہونے کے بعد سماک کہیں رُکے بغیر سیدھا ایک زین ساز کی دکان میں داخل ہوا۔ دکان کے مالک کے پاس اس وقت دو گاہک اس سے مصروفِ گفتگو تھے۔ لہٰذا سماک ایک طرف کھڑا ہو کر ان کے جانے کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ دونوں گاہک چلے گئے۔ تب سماک دکان کے مالک کے پاس آیا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی مہمیز اسے دکھاتے ہوئے پوچھا " اے میرے بزرگ! کیا آپ مجھے بتا سکیں گے کہ یہ مہمیز خیبر میں کس زین ساز کے ہاں کی بنی ہوئی ہے"۔

دکان کا وہ مالک بوڑھا یہودی تھوڑی دیر تک اس مہمیز کو اُلٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ پھر کوئی فیصلہ کرتے ہوئے بولا۔ "یہ مہمیز ہے تو خیبر ہی کی بنی ہوئی۔ کیوں کہ اس میں کوئی شک نہیں لیکن اسے دیکھ کر یہ بتا دینا مشکل ہے کہ یہ کس کے ہاں کی بنی ہوئی ہے کیونکہ خیبر میں ہمارے علاوہ زین سازی اور اس سے متعلقہ سامان کی تین اور دکانیں بھی ہیں۔

پھر اس بوڑھے یہودی نے ذرا غور سے سماک کی طرف دیکھا اور دوبارہ بولا۔

"تم مجھے اجنبی اور دُور سے آئے لگتے ہو اور شاید میں یہ اندازہ لگانے میں حق بجانب ہوں کہ اس مہمیز کے مالک نے کوئی جرم کیا ہے۔ جس کی بنا پر تمہیں اس کی تلاش ہے"۔

اس بوڑھے یہودی کے اندازے کو تسلیم کرتے ہوئے سماک نے کہا۔ "آپ کا اندازہ درست ہے۔ معاملہ واقعی کچھ ایسے ہی ہے"۔

اس بار اس یہودی نے کھُل کر کہا۔ "اگر معاملہ ایسا ہے تو پھر سنو۔ اس مہمیز کی مدد سے تم اس مجرم کو تلاش کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤ گے"۔

سماک نے چونک کر پوچھا۔ "وہ کیسے؟ ذرا تفصیل سے بتائیں"۔

اس بوڑھے نے پھر مہمیز کو غور سے دیکھنے کے بعد کہا۔ "اس مہمیز میں ایک ایسا عیب ہے جس کی بنا پر اس مہمیز کے مالک کا پتہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے"۔

پھر اس بوڑھے نے سماک کو اپنے قریب بلایا اور اُنگلی سے اس مہمیز کے اندرونی حصے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ادھر غور سے دیکھو، یہ مہمیز کسی موقع پر دُہری ہو گئی تھی اور پھر ضربیں لگا کر سیدھی کی گئی ہے اور اس کے اندرونی حصے میں ضربوں کے نشانات واضح ہیں۔ اس انداز میں کبھی کوئی مہمیز دُہری نہیں ہوتی۔ یہ ایک غیر معمولی معاملہ ہے جس کی وجہ سے اس کا بنانے والا جان لے گا کہ یہ کس کے لیے بنائی گئی تھی۔ لہٰذا اب تم اسی بازار میں سیدھا آگے چلے جاؤ۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اس بازار میں ایسی تین دکانیں اور ہیں اور ان تینوں میں سے کوئی ایک ضرور اس مہمیز کے مالک کی طرف تمہاری نشاندہی کر دے گا۔

اس کی گفتگو سن کر سماک خوش ہو گیا۔ مہمیز اس سے لے لی۔ اس کا شکریہ ادا



کیا اور دکان سے نکل گیا۔

اس کے بعد سماک اس بازار کی دوسری دکان میں گیا لیکن اس کے مالک نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس مہمیز کے مالک کو نہیں جانتا۔ جس وقت سماک تیسری دکان میں داخل ہوا اس وقت اس دکان کے مالک کا لڑکا اس کا کھانا لے کر آیا تھا۔ سماک اس احتیاط کے تحت کہ کہیں وہ کھانا نہ شروع کر دے فوراً اس کے سامنے آیا۔ ہاتھ میں پکڑی ہوئی مہمیز اس کے سامنے کی اور پوچھا۔ "کیا آپ مجھے بتا سکیں گے کہ خیبر میں یہ مہمیز جو کہیں گر گئی تھی کس کی ہے"۔

اس زین ساز نے اس مہمیز کو دیکھا پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ مہمیز تو ہماری ہی بنائی ہوئی ہے۔ پر یہ اندازہ لگانا کیونکر ممکن ہے کہ یہ کس کی ہے"۔

سماک فوراً اس کی رہنمائی کرتے ہوئے بولا۔ "یہ مہمیز کسی وجہ سے دُہری ہو گئی تھی لہٰذا اس کے اندرونی حصے میں ضربیں لگا کر اسے درست کیا گیا ہے۔ لہٰذا میرا اندازہ ہے کہ آپ جان سکیں گے یہ کس کی ہے"۔

وہ زین ساز چونک سا پڑا اور تجسس آمیز انداز میں اس نے سماک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "واہ! تُو نے کیا عمدہ یاد دہانی کرائی ہے۔ یہ مہمیز تو جبیر بن ساعدہ کی ہے۔ وہ ایک بار اپنے گھوڑے سے پتھر پر گر گیا تھا جس کے باعث یہ مہمیز دُہری ہو گئی تھی اور پھر میں نے ہی اسے یہ سیدھی کر کے دی تھی"۔

سماک کا چہرہ پرسکون ہو گیا۔ پھر اس نے گہری دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا "یہ جبیر بن ساعدہ کون ہے؟"

اس زین ساز نے غور سے سماک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ جبیر بن ساعدہ ایک پُرجوش یہودی نوجوان ہے۔ یہ عجیب جانبازی و فداکاری کا مظاہرہ کرنے والا جوان ہے۔ یہ عقل و فکر، خیالات اور ایجادی صلاحیتوں کے قفل کھول دینے والا جوان ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اخلاق و سیرت کا کچھ اچھا نہیں۔ فوراً منفی مقاصد اور حریص دنیا میں مبتلا ہو جانے والا جوان ہے۔ اپنے دشمنوں پر یہ جوان آل

طوفان کی طرح حملہ آور ہوتا ہے اور اپنے عدو کے تن کو گھاؤ گھاؤ کر کے امیدوں کو اندیشوں میں بدل کر رکھ دیتا ہے"۔

وہ زین ساز کہتے کہتے رُکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ "اے اجنبی! مَیں نہیں جانتا تو کون ہے اور کدھر سے آیا ہے۔ پر مَیں تمہیں ایک مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ اس جبیر بن ساعدہ سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر تیری اس سے عداوت ہے تب بھی اس سے پہلو تہی کر جانا کہ وہ اپنے مخالفوں پر نمو کی بے کل تحریک اور اُٹھتی گرتی لہروں کے شور کی طرح نازل ہوتا ہے اور اپنے مخالفوں کو تشنہ لبی اور آمری نحوست میں ڈبو کر رکھ دیتا ہے۔ ایسا نہ ہو اس خیبر شہر میں تُو اس سے ٹکرائے اور وہ تیرے سامنے گونجوں کے چکراتے لہراتے بھنور کی طرح آ کے تیرا چہرہ پتھرا دے اور تیرے نفس نفس میں آگ بھر کر رکھ دے"۔

سماک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اے میرے بزرگ! تو غلط سمجھا ہے گو اس جبیر بن ساعدہ سے میری کوئی دشمنی نہیں۔ پر تو اس کی ایسے تعریف کر رہا ہے گویا وہ انسان نہیں کوئی مافوق البشریت مخلوق ہو"۔

اس زین ساز نے معذرت طلب انداز میں کہا۔ "یہ مَیں نے جبیر بن ساعدہ کی تعریف نہیں کی بلکہ حقیقت بیان کی ہے"۔

سماک نے اس بار بات کا رُخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم میرے لیے نشاندہی کر سکو گے کہ جبیر بن ساعدہ کے گھر تک جانے کے لیے مجھے کدھر کا رُخ کرنا چاہیے۔ مَیں اس سے ملنا چاہتا ہوں"۔

اس زین ساز نے اس بار گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا بیٹا مجھے کھانا دینے آیا ہے۔ اب یہ واپس جائے گا۔ تم اس کے ساتھ چلے جاؤ۔ یہ تمہیں جبیر بن ساعدہ کے گھر تک پہنچا دے گا۔ سماک چُپ چاپ اس لڑکے کے ساتھ ہو لیا۔

بازار سے ملحقہ دو چار گلیوں سے گزرنے کے بعد وہ لڑکا سماک کو لے کر ایک کھلی شاہراہ کے کنارے ایک حویلی کے سامنے رُک گیا اور سماک کو مخاطب کر کے کہا۔ "یہ سامنے



والی حویلی جبیر بن ساعدہ کی ہے"۔

سماک نے آگے بڑھ کر اس حویلی کے دروازے پر دستک دی جب کہ زین ساز کا بیٹا وہاں سے چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھے نے دروازہ کھولا۔ سماک نے فوراً اسے مخاطب کر کے کہا۔ "مَیں وادی القریٰ سے آیا ہوں اور ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں جبیر بن ساعدہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ تھوڑی دیر کے لیے اسے باہر نہ بھیجیں گے"۔

اس بوڑھے نے کہا۔ "مَیں جبیر کا باپ ہوں۔ جبیر ان دنوں گھر پر نہیں ہے۔ چند یوم ہوئے وہ کچھ تجارتی مال لے کر ارضِ شام کی طرف ایک قافلے کے ساتھ گیا ہے"۔

سماک نے پھر پوچھا۔ "کب تک لوٹے گا"۔

بوڑھا پھر بولا۔ "اس کی واپسی کے لیے کوئی بات تو نہیں کی جا سکتی۔ ویسے میرا اندازہ ہے کہ اس کی واپسی پر کچھ ماہ لگ سکتے ہیں"۔

اس بوڑھے کی گفتگو سُن کر سماک کچھ پریشان اور ملول ہو گیا تھا۔ قریب کھڑے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے اس نے کہا۔ "مَیں جبیر سے ملنے پھر کبھی آ جاؤں گا"۔

اس نے ساتھ ہی اس بوڑھے نے حویلی کا دروازہ بند کر دیا۔ سماک اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور مدینہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

ابوسفیان نے مسلمانوں سے جنگِ بدر کا انتقام لینے کی خاطر برق رفتاری سے کام شروع کیا اور ایک لشکر ترتیب دینا شروع کیا ۔ تاکہ مسلمانوں کے ساتھ ایک اور جنگ کے ذریعے سے جنگ بدر کا داغ دھو ڈالا جائے ۔

اس نے مکّہ کے گرد و نواح کے قبائل کو بھی اس جنگ میں شامل ہونے کی ترغیب دی ۔ یہاں تک کہ اس نے مکّہ کے بہترین شاعر ابوعزہ کو بنوکنانہ کی طرف روانہ کیا ۔ تاکہ یہ اپنے اشعار کے ذریعے سے بنوکنانہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اکسائے اس ابوعزہ نے ایسا ہی کیا ۔ بنوکنانہ کو اپنے اشعار کے ذریعے ترغیب دی اور وہ اس جنگ میں شرکت کرنے پر آمادہ ہوگئے ۔

بہر حال ابوسفیان نے اپنا لشکر تیار کرنے کے بعد مدینہ کی طرف پیش قدمی شروع کی ۔ تاکہ مسلمانوں سے جنگ بدر کا انتقام لیا جا سکے ۔ مدینہ پہنچ کر اس کے لشکر نے جبل عینین پر پڑاؤ کیا ۔

حضورؐ کو بھی کفارانِ مکہ کی ان جنگی تیاریوں اور پھر کوچ کی خبر مل گئی تھی ۔ اسی دوران اس سلسلے میں آپؐ نے ایک خواب بھی دیکھا ۔ پھر آپؐ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا ۔ ”میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور میں نے اس خواب میں کچھ گائے بیل دیکھے جو ذبح کیے جا رہے تھے اور میری تلوار پر ایک دندانہ بھی پڑ گیا اور



میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط درّہ میں داخل کر لیا ہے ۔“

پھر لوگوں کو مخاطب کر کے آپؐ نے فرمایا ۔ ”اے لوگو! تم جانتے ہو کہ ابوسفیان اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچ چکا ہے ۔ اگر تمہاری رائے یہ ہو کہ ہم لوگ مدینہ میں ٹھہریں اور کفار نے جس جگہ پڑاؤ کر رکھا ہے وہ وہیں پڑے رہیں تو یہ بات خود ان کے لیے ٹھیک نہ ہوگی ۔ کیونکہ انہوں نے بہت غلط مقام پر پڑاؤ کیا ہے ۔ پھر وہ اگر آگے بڑھ کر شہر پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ہم اپنا دفاع کر سکیں گے ۔“

منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے کلی طور پر حضورؐ کی اس رائے سے اتفاق کیا کہ مدینہ میں رہ کر کفارانِ مکہ کا مقابلہ کیا جائے لیکن وہ مسلمان جو کسی وجہ سے جنگِ بدر میں حصّہ نہ لے سکے تھے انہوں نے اصرار کیا کہ شہر سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے ۔ تاکہ کفار یہ خیال نہ کریں کہ ہم بزدلی یا کمزوری کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہر میں محصور ہو گئے ہیں ۔

اس تجویز کے خلاف عبداللہ بن ابی نے بولتے ہوئے کہا ۔ ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مدینہ میں ٹھہر کر مقابلہ کرنا ہی درست ہے ۔ باہر نکل کر حملہ نہ کیجیے ۔ میں جانتا ہوں کہ جب کبھی بھی مدینہ سے باہر نکل کر غنیم پر حملہ کیا گیا تو شکست ہی کا مُنہ دیکھنا پڑا اور جب مدینہ پر حملہ آور ہوا تو اس نے شکست کھائی ۔ اس لیے کفارانِ مکہ کو ان کی حالت پر چھوڑ دیجیے ۔ اگر وہ اپنی جگہ پڑاؤ ڈالے رہے تو وہ جگہ خود اُن کے لیے قید خانہ ثابت ہوگی اور اگر انہوں نے مدینہ میں داخل ہو کر حملہ کرنے کی کوشش کی تو مرد اُن سے زوردار مقابلہ کریں گے ۔ جب کہ عورتیں اور بچے چھتوں سے ان پر پتھر برسائیں گے ۔ ایسی صورت میں انہیں ناکام و نامراد لوٹنا پڑے گا ۔“

حضورؐ خود بھی مدینہ کے اندر رہ کر دفاع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن لوگوں کے لگاتار اصرار پر کہ دشمن کا باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے ۔ حضورؐ جمعہ کے روز دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے نکلے ۔ جس وقت آپؐ اپنے ایک ہزار کے لشکر

کے ساتھ مدینہ سے نکل کر شوط کے مقام پر آئے تو یہاں پر عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"حضورؐ نے دوسروں کی بات مان لی پر میری نہ مانی۔ لوگو! مَیں نہیں سمجھ سکا کہ اس طرح ہم اپنے آپ کو موت کا لقمہ کیوں بنائیں"۔

غرض جن لوگوں کے دلوں میں شک وشبہ اور نفاق تھا انہوں نے عبداللہ بن ابی کا ساتھ دیا۔ اس طرح یہ ابن ابی لشکر کا تقریباً ایک تہائی حصّہ لے کر علیحدہ ہو گیا اور واپس مدینہ چل دیا۔

اس موقع پر عبداللہؓ بن عمر بن حرام نے ان منافقین کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے میری قوم! مَیں تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ خداوند نے اپنی قوم اور اپنے نبیؐ کو یوں دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ کر چلے جانے سے منع فرمایا ہے"۔

جب منافقین میں سے کسی نے ان کی بات نہ سُنی اور وہ لوگ عبداللہ بن ابی کے ساتھ واپس جانے لگے۔ تب عبداللہؓ بن عمر نے انہیں پھر مخاطب کر کے کہا۔

"اے دشمنانِ خدا! اللہ تم لوگوں کو اپنی رحمت سے محروم رکھے۔ خدائے بزرگ و برتر بہت جلد اپنے نبی کو تم جیسے لوگوں سے بے نیاز کر دے گا۔ پھر تم جیسے لوگوں کی کبھی ضرورت محسوس نہ کی جائے گی"۔

اس موقع پر جب کہ عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا گیا تھا تو کسی نے حضورؐ کو مشورہ دیا کہ اس جنگ میں مدینہ کے دفاع کے لیے ہمیں اپنے یہودی حلیفوں سے مدد لینی چاہیے کہ آخر ان کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہو چکا ہے"۔

حضورؐ نے فرمایا "اس کی ضرورت نہیں ہے"۔ پھر آگے بڑھ کر جبل اُحد کی ایک گھاٹی میں جا اُترے۔ آپؐ نے اس جگہ اپنے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا، اور ہدایت فرمائی کہ جب تک مَیں حکم نہ دوں جنگ کی ابتداء نہ کی جائے۔

سب سے پہلے آپؐ نے پچاس تیر اندازوں کو ایسی گھاٹی پر مقرر کیا۔ جہاں سے اسلامی لشکر پر پشت کی طرف سے حملہ آور ہوا جا سکتا تھا۔ عبداللہؓ بن جبیر کو ان پچاس



تیر اندازوں کا امیر مقرر کیا اور انہیں ہدایت فرمائی کہ اس گھاٹی کے ذریعے اسلامی لشکر کی پُشت پر حملہ آور ہونے والوں کو تیر اندازی سے روک کر رکھ دینا۔ تاکہ دشمن پشت کی طرف سے حملہ آور نہ ہو سکے اور یہ کہ اس جنگ کے حالات ہمارے موافق رہیں یا مخالف بس تم لوگ اس گھاٹی کو نہ چھوڑنا۔ اپنی جگہ پر جمے رہنا اور تمہاری سمت سے ہماری پشت پر دشمن کی یورش نہ ہونے پائے۔

جس وقت آپؐ اپنے لشکر کو مخاطب کر رہے تھے اس وقت آپؐ کے ہاتھ میں دو تلواریں اور ایک جھنڈا تھا۔ جھنڈا تو آپؐ نے مصعبؓ بن عمیر کو عطا فرمایا اور انہیں اپنا علم بردار مقرر کیا۔ اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی دو تلواروں میں سے ایک تلوار جو کافی بڑی، وزنی اور خوب چوڑے پھل کی تھی وہ آپؐ نے فضا میں بلند کی اور اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

مَنْ یَاخُذُ ھٰذَ السَّیفَ بِحَقِّہٖ

(کون ہے جو اس تلوار کو لے اور اس کا حق ادا کرے)

آپؐ کی اس پکار پر بہت سے لوگ اُٹھے تاکہ آپؐ سے وہ تلوار حاصل کریں لیکن آپؐ نے تلوار اپنے ہاتھ میں تھامے رکھی اور کسی کو نہ دی۔

پھر دوبارہ آپؐ نے وہی پکار دی۔ دوبارہ کچھ لوگ اُٹھے اور تلوار حاصل کرنا چاہی۔ پر کسی کو بھی آپؐ نے وہ تلوار عطا نہ کی۔ پھر تیسری بار آپؐ نے جب ویسے ہی پکارا تو سماکؓ بن خرشہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ پہلے اپنے سر پر رکھے خود پر اس نے وہی سرخ عمامہ باندھا جو وہ لڑائی اور جنگ کے موقع پر باندھا کرتا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا۔ غور سے آپؐ کی طرف دیکھا۔ پھر نہایت انکساری اور عاجزی میں پوچھا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس تلوار کا حق ادا کرنے سے آپؐ کا کیا مطلب ہے"۔

حضورؐ نے فرمایا۔ "اے ابو دجانہ! اس تلوار کا حق ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس تلوار سے کسی مسلمان کو قتل نہ کیا جائے اور کوئی کافر بھاگ کر اس تلوار

سے بچنے بھی نہ پائے اور میری اس تلوار سے دین کے دشمنوں کو ایسا مارا جائے کہ یہ تلوار ٹیڑھی ہو کر رہ جائے"۔ اس پر

اس پر سماکؓ کی چھاتی تن گئی ۔ اس کی حالت موجوں کے تلاطم، بپھرے ہوئے بحر اور لہر لہر لپکتے شعلوں جیسی ہو گئی ۔ اس کی اس حالت اور کیفیت سے لگتا تھا، جیسے اسے فطرت کو زبوں کرنے اور شامِ الم کا زور توڑنے کو پیدا کیا گیا ہو۔ پھر سماکؓ بولا اور کہا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو پھر میں سماک بن خرشہ آپؐ کی اس تلوار کا حق ادا کروں گا"۔

حضورؐ نے اپنی وہ تلوار سماکؓ کو دے دی ۔ حضورؐ کا اپنی تلوار عطا کرنا سماکؓ کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز تھا ۔ پھر سماکؓ نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں عہد کرتا ہوں کہ اس تلوار سے میں اپنے دین کے دشمنوں پر دُکھ کا جاڑا، لمحوں کا طوفان اور سناٹوں کی گونج بن کر نازل ہو جایا کروں گا"۔

پھر سماکؓ حضورؐ سے تلوار لے کر دونوں لشکروں کے درمیانی حصے میں آیا اور خوب چھاتی نکال کر اور اکڑ کر چلنے لگا ۔

سماکؓ کی طرف دیکھتے ہوئے حضورؐ مسکرائے اور فرمایا ۔ "گو اکڑنا، تننا اللہ کو پسند نہیں لیکن ابو دجانہ کی یہ چال خداوند کے ہاں ناپسندیدہ نہیں"۔

اس موقع پر سماک کے دوست قطبہ بن عامر اور خبیب بن لیساف دونوں بھاگتے ہوئے سماک کے پاس آئے ۔ پھر قطبہ نے سماک کو مخاطب کر کے کہا ۔ "سماک! سماک! میرے دوست! میرے بھائی! قسم خداوند کی ہمارے لشکر میں تم سب سے زیادہ خوش قسمت اور سعادت مند ہو کہ حضورؐ کی یہ تلوار تمہارے حصے میں آئی ہے"۔

سماک نے اپنا ایک ہاتھ قطبہ اور دوسرا خبیب کے شانے پر رکھتے ہوئے کہا ۔ "اے میرے دونوں بھائیو! میرے عزیزو! دیکھنا اب میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تلوار کا حق کیسے ادا کرتا ہوں"۔ پھر سماک ایک طرف ہٹ کر



اپنے جسم پر اپنی زرہ درست کرنے لگا تھا ۔ اتنے میں ایک طرف سے زبیرؓ بن عوام آئے ۔ وہاں آکر رکے ۔ پھر انہوں نے قطبہ اور خبیب کو مخاطب کر کے کہا ۔

اے میرے رفیقو! حضورؐ نے جو تلوار ابو دجانہ کو دی ہے دوسرے مسلمانوں کی طرح اس تلوار کی خواہش اور تمنا میں نے بھی کی تھی ۔ میں نے تو ابو دجانہ سے بھی پہلے اس تلوار کی خواہش ظاہر کی تھی ۔ اور پھر میں قریشی ہونے کے ساتھ ساتھ حضورؐ کی پھوپھی صفیہ کا بیٹا یعنی حضورؐ میرے ماموں کے بیٹے اور میں ان کا پھوپھی زاد ہوں ۔ اس بنا پر مجھے قوی اُمید تھی کہ وہ تلوار مجھے عطا کی جائے گی لیکن حضورؐ نے کسی خاص وجہ اور مصلحت کے تحت یہ تلوار تم دونوں کے دوست ابو دجانہ کو دے دی ہے ۔ اب اس جنگ کے دوران میں ابو دجانہ پر نگاہ رکھوں گا اور دیکھوں گا کہ وہ حضورؐ کی اس تلوار کا حق کیسے اور کس طرح ادا کرتا ہے ۔ تاہم حضورؐ کا سماکؓ بن خرشہ کو اپنی تلوار عطا کرنا بلاوجہ نہیں اور اس سے سماکؓ کی عزت و تکریم میں بھی اضافہ ہوا ہے"۔

زبیرؓ ابن عوام کے خاموش ہونے پر خبیبؓ بولا ۔ "اے ابن عوام! میں اور میرا یہ دوست قطبہؓ بن عامر بچپن ہی سے اس کے ساتھی اور رفیق چلے آرہے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم دونوں سے بہتر سماکؓ بن خرشہ کو کوئی نہیں جانتا ۔ حضورؐ نے جو سب کو چھوڑ کر اپنی تلوار سماکؓ بن خرشہ کو عطا فرمائی ہے تو یہ عطا کوئی بلاوجہ نہیں ہے ۔ ہم جانتے ہیں سماکؓ بن خرشہ لوگوں میں آرزوؤں کے خزانے جیسا ہر دلعزیز خواہشوں کے افسانے جیسا پسندیدہ اور صدیوں پرانے رشتوں جیسا جانا پہچانا ہے وہ اپنی ذات میں آزادی اور جرأت مندی کی ایک مکمل تحریک ہے ۔ وہ آگ کی لپٹوں جیسا جفاکش اور وحشت بھری تنہائیوں جیسا دلیر ہے ۔ وہ جب کسی پر حملہ آور ہوتا ہے تو ایسا لگتا ہے گویا اِک بحرِ انقلاب اُبل پڑا ہو۔

وہ اپنے مقابل کے تاریک دل کے اندر ریزہ ریزہ کرتی بربادی، تحلیل کرتی گونجیں اور سینے میں کھولتا کرب اور دہکتی آگ بھر کر رکھ دیتا ہے ۔ وہ جب جنگ کے لیے اپنے سر پر سُرخ پٹی باندھتا ہے تو پھر اپنے دشمنوں پر وہ خزاں کے طوفانوں

کی طرح نزدل کرتا ہے اور دشمنوں کے چہروں کی رنگت تانبا بنا کر رکھ دیتا ہے۔ اس کی طبیعت میں ایک کھوج ایک تجسّس ہے۔ اس کے ذہن میں صبر و تسلیم ہے، اس کے دِل میں زندگی کی تڑپ اور صبح کی انگڑائیوں جیسے شوق کے سلسلے ہیں۔ خبیبؓ ذرا رکا پھر دوبارہ کہتا چلا گیا تھا۔

"اے ابنِ عوام! ہم دونوں کا ابودجانہ کے ساتھ برسوں کا سنگ ہے۔ اپنے دشمنوں کے لیے یہ کڑی دھوپ کی اذیت اور برق و شعلہ کی لپک بن جانے والا جوان ہے اور اپنے رفیق و احباب کے لیے یہ منزلوں کی گرد اور خلوص کے رابطے کا کام دیتا ہے۔ حضورؐ نے جو سب کو چھوڑ کر سماکؓ ہی کو اپنی تلوار عنایت فرمائی ہے تو اس کی بھی کوئی وجہ ہے۔"

زبیرؓ بن عوام نے خبیبؓ کی باتوں سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ "تم درست کہتے ہو خبیب! حضورؐ نے سب کو چھوڑ کر اپنی تلوار سماک کو بلاوجہ نہیں دی۔ اب اس جنگ کے دوران میں سماکؓ بن خرشہ کا تعاقب کروں گا اور دیکھوں گا کہ وہ حضورؐ کی عطا کہ وہ اس تلوار کا حق کیسے ادا کرتا ہے۔"

سماکؓ چونکہ اپنی زرہ درست کر کے واپس اپنی جگہ پر آ گیا تھا۔ لہٰذا زبیرؓ بن عوام مزید کچھ کہنے کے بجائے وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

○

دونوں لشکروں نے اپنی اپنی صفیں درست کیں اور جنگ کی ابتداء ہونے لگی۔ ابوسفیان جو کفار کے لشکر کا سالارِ اعلیٰ تھا اس نے اپنے لشکر کو دو حصّوں یعنی میمنہ اور میسرہ میں تقسیم کیا۔ میمنہ کا سالار خالد بن ولید کو مقرر کیا گیا جب کہ میسرہ کی کمانداری عکرمہ بن ابی جہل کو دی گئی تھی۔

حضورؐ نے اپنے لشکر کے سواروں کا سردار زبیرؓ بن عوام کو اور اپنا علمبردار مصعب بن عمیر کو مقرر کیا۔ بہرحال جنگ کی ابتدا ہو گئی۔ سنسناتے تیر اور کوندتی تلواریں فضاؤں کو شور انگیز اور زندگی کی بے کراں مسافتوں کو قطع کرنے لگی تھیں۔ ہر شے خاک د



زمین [illegible] گئی تھی۔ تمتماتی دھوپ کے گہرے گرم بوسوں کے درمیان حق اور باطل، [illegible] یہاں ایک دوسرے کے ساتھ برسرِپیکار ہو گئے تھے۔

اس جنگ کے دوران زبیرؓ بن عوام سماکؓ پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے دیکھا۔ سماکؓ دشمنوں کی صفوں کے اندر گھس گیا تھا اور کفار میں سے جو بھی اس کے سامنے آتا تھا اس کا صفایا اور خاتمہ کر کے رکھ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ زبیرؓ بن عوام نے دیکھا کہ کفارِ مکہ میں سے بھی ایک ایسا ہی شخص تھا جو مسلمانوں کا صفایا کرتا ہُوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ سماکؓ اور وہ کافر دو ایسی قوتیں ہوں جو مٹیالے رنگ کے دریا کی روانی کی طرح آگے بڑھ رہی ہوں۔ اس موقع پر زبیرؓ بن عوام نے اپنی اس دُعائیہ خواہش کا اظہار کیا کہ کاش یہ دونوں قوتیں آپس میں ٹکرائیں اور وہ یہ دیکھیں کہ کون کس پر بھاری رہتا ہے۔

زبیرؓ بن عوام کی یہ خواہش اور دُعا قبول ہوئی اس لیے کہ چند ہی ساعتوں بعد پے بہ پے مسلمانوں کو کاٹنے والا وہ کافر و مشرک جس نے اپنے چہرے کو ڈھانپ رکھا تھا اور زبیرؓ بن عوام اسے پہچان نہ پا رہے تھے عین سماک کے سامنے آ کھڑا ہُوا۔ اس صورتِ حال پر زبیرؓ بن عوام بے حد خوش اور مطمئن تھے کہ دیکھیں کون کس کو زیر کرتا ہے۔

اس کافر نے سماکؓ کے سامنے آ کر اور اسے مخاطب کر کے کہا۔ "میں دُور سے تجھے لڑتے ہوئے دیکھ چکا ہوں تُو نے ہمارے کافی جوانوں کو نقصان پہنچایا ہے اب میں اس لیے تیری طرف آیا ہوں کہ تجھ سے مقابلہ کر کے تیرا خاتمہ کروں تاکہ تو ہمارے لشکر میں مزید پیش قدمی کر کے اور زیادہ نقصان اور خون ریزی کا باعث نہ بنے دیکھ میرے ہاتھوں مرنے سے قبل بتا تُو کون ہے۔ تیرا نام کیا ہے اور کس قبیلے سے تیرا تعلق ہے۔ تاکہ میں یہ جان سکوں کہ میں نے مسلمانوں کے کس جنگجو کو آگے بڑھنے سے روکا اور پھر اس کا کام تمام کر دیا۔"

مکہ کے اس جوان کی گفتگو سے سماکؓ کے چہرے پر گرم ہواؤں کی تمتماہٹ

کے سے اثرات ظاہر ہوگئے تھے۔ پھر اپنی گونجتی آواز میں سماکؓ نے مکّہ کے اس جوان کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے شیطان کے گماشتے سُن! میرا نام سماکؓ بن خرشہ ہے۔ میری کنیت ابودجانہ اور میرا تعلق بنو ساعدہ سے ہے۔ مکّہ کے اس جوان نے پھر پوچھا۔ اس لشکر میں تیری کیا حیثیت ہے۔" سماک نے فخریہ انداز میں کہا۔ "میرے لیے زندگی اور دنیا کا یہی سب سے بڑا انعام ہے کہ میں اپنے رسولؐ کے سب سے ادنیٰ خادموں میں سے ایک ہوں۔ مکّہ کے اس جوان نے اس بار فیصلہ کن انداز میں کہا۔" تو پھر اے اپنے رسولؐ کے ادنیٰ خادم تیار ہو جا۔ اس میدان میں تیری حالت میں درد کے رابطوں، زخموں کے پیوند اور اجل کے سیاہ خانوں جیسی کر کے تیرا خاتمہ کر کے رکھ دوں گا۔"

سماک نے اپنے سامنے اپنی تلوار لہرائی پھر اسے مخاطب کر کے کہا۔ "اے موت کے منتظر جوان! میرے ہاتھ میں اس وقت جو تلوار ہے۔ یہ میرے رسولؐ کی عطا کردہ ہے۔ سن! بدی کے گماشتے! تلوار میرے رسولؐ کی ہو اور تو اس پر غالب و فوزمند رہ جائے۔ قسم اس خداوند کی جو قسمتوں کے فیصلے کرنے والا ہے۔ یہ انہونی اور ناممکن بات ہے۔ یہ تلوار تم پر آگ کے شعلے اور بحرِ انقلاب کی طرح نازل ہو گی اور تیرا حلیہ بگاڑ کر رکھ دے گی۔

دیکھ اے جوان! اگر تو میرے سامنے ایک آہنی دیوار بھی بن جائے تب بھی یہ تلوار تجھے کاٹ کر ہی رہے گی۔ مکہ کے اس جوان نے چند ساعتوں تک غور سے سماک کی طرف دیکھا پھر کہا۔

"اے ابودجانہ! تیری گفتگو کا انداز میرے لیے یقیناً نیا اور اجنبی ہے۔ مَیں تو مکہ کے ان جوانوں میں سے ہوں جو بحر سے موتی، آگ سے شعلہ، ابر سے آب صفا اور شہد کے اندر سے قند نکال لینے کا فن جانتے ہیں۔ دیکھ میں جب تم پر حملہ آور ہوں گا تو وقت کے فاصلے تم پر تمام ہو جائیں گے اور تیرے اطراف میں تیری موت و مرگ کے شعلہ فشاں رنگ پھیل بکھر جائیں گے۔ مَیں ان جوانوں میں سے ہوں



جو امن میں انگبیں اور جنگ میں آتش بن کر سامنے آتے ہیں۔

سماک نے اپنی ڈھال پر اپنی گرفت مضبوط کی اپنی تلوار کو اپنے سامنے لہرایا اور کہا۔ دیکھ! تو مجھ پر حملہ آور ہو۔ مَیں اور میری تلوار خود ہی تمہیں بتا دیں گے کہ تیری کیا حیثیت ہے"۔

مکہ کا وہ جوان آگے بڑھا اور سماکؓ پر حملہ آور ہُوا۔ سماکؓ نے بڑی آسانی سے اس کا وار اپنی ڈھال پر روک دیا۔ پھر سماک دستِ کوزہ گر، موجِ رواں برق و شعلہ کی لپک کی طرح مضطرب و خونبار انداز میں مکہ کے اس جوان پر حملہ آور ہُوا اور اپنے پہلے ہی وار میں اس پر موت طاری کر کے رکھ دی تھی۔ کیونکہ سماکؓ کے وار کو پوری طرح روک نہ سکا تھا اور سماک کی تلوار اسے گہرا زخم لگاتی چلی گئی تھی سماک کے موت طاری کر دینے والے اس ہولناک وار کے باعث مکہ کا وہ جوان اِک کرب و الم میں مبتلا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کا چہرہ زرد، جسم لاغر اور آنکھیں افسردہ ہونے لگی تھیں۔

سماکؓ نے بدلتے موسم کے تیز دھارے کی طرح اسے مخاطب کر کے پھر کہا۔ "اے شرک کے گرویدہ! ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مصحفِ یزدان کی عملی صورت ہیں اور ان پر ایمان لانے کے بعد ہم فخرِ یزداں اور معراجِ آدم بن کر رہ گئے ہیں۔ دیکھ میرے لہو کی گردش تپ کر آمادہ ہو گئی ہے۔ اگر تو اپنا دفاع کر سکتا ہے اور اپنے آپ کو بچا سکتا ہے تو بچا دیکھ"۔

ایک بار پھر سماک سات سمندروں کے طوفان، عذاب رتوں کے گرم لمحوں، نفرت کی گہری رات اور صاعقہ بردار کی طرح آگے بڑھا اور اس پر حملہ آور ہوا۔ اس بار سماک کا وار ایسا ہولناک اور مشکل ترین تھا کہ مکہ کا وہ جوان اسے سمجھ ہی نہ سکا اور سماک نے اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

زبیرؓ بن عوام جو یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے چلّا کر کہا۔ "اے ابودجانہ! قسم خداوند کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ تو نے

اپنے آقا کی تلوار کا حق کیا خوب ادا کیا ہے "۔

مکہ کے اس جوان کا خاتمہ کرنے کے بعد سماکؓ آگے بڑھ گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے سامنے مکہ کا مشہور حبشی غلام صواب آ کھڑا ہوا تھا۔

جنگِ اُحد کفار کی طرف سے دو نامور حبشی غلام شامل ہوئے تھے۔ ایک حبشی جو مکہ کے سردار جبیر بن مطعم کا غلام تھا جو جنگ کے دوران حربہ پھینک کر ہلاک کرنے میں بڑی مہارت اور قدرت رکھتا تھا۔

جنگِ بدر میں جبیر بن مطعم کا چچا طعمہ بن عدی مارا گیا تھا اور جبیر بن مطعم وحشی کو جنگِ اُحد میں اس لیے اپنے ساتھ لایا تھا تاکہ جنگ کے دوران یہ حضورؐ کے چچا حمزہؓ پر حربہ پھینک کر انہیں ہلاک کرے اور اس طرح جبیر بن مطعم اپنے چچا کا انتقام لینے میں کامیاب ہو۔

دوسرا حبشی غلام جو جنگ اُحد میں شامل ہوا وہ صواب تھا۔ یہ مکہ کے ایک رئیس ابوطلحہ کا غلام تھا۔ جس وقت اس صواب اور سماک کا آمنا سامنا ہوا اس وقت کفارانِ مکہ کے لشکر کا علم اسی صواب کے ہاتھ میں تھا۔ وحشی کی طرح یہ صواب بھی حربہ پھینک کر ہلاک کرنے میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔

سماک کو اپنی طرف آتے دیکھ کر صواب چونک گیا کیونکہ یہ سماکؓ کے عزم و ہمت سے خوب آگاہ تھا۔ کیونکہ یثرب شہر میں اس کی موجودگی ہی میں سماکؓ نے حجاز کی سرزمین کے سب سے نامور پہلوان عمرو بن عبدود کو اپنے سامنے زیر کیا تھا۔ لہذا سماکؓ کو دیکھتے ہی صواب نے اپنے حربے کو تولا اور پھر تاک کر سماکؓ کو مارا۔

سماکؓ بھی اس کی طرف سے چوکس تھا لہذا صواب کے حربے کو اپنی ڈھال پر روک کر اس نے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا تھا پھر آگے بڑھ کر اس نے صواب پر حملہ کیا۔ اپنے پہلے وار میں سماکؓ نے اس حبشی غلام صواب کے دونوں ہاتھ کاٹے اور دوسرے وار میں اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔ پھر سماک طوفانی انداز میں کفار



کے لشکر میں گھستا چلا گیا تھا۔

اس جنگ میں حضورؐ کے چچا حمزہؓ نے بھی بڑے بڑے سورماؤں کو زیر کیا۔ کفار کے جنگجو ارطاۃ بن عبد شرحبیل کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد جب وہ سباع بن عبد العزّٰی پر حملہ آور ہوئے تو حبشی غلام وحشی بھی ان کی تاک میں لگ گیا اور جس وقت حمزہؓ نے سباع بن عبد العزّٰی پر حملہ آور ہو کر اس کا کام تمام کیا۔ عین اسی وقت بے خبری کی حالت میں وحشی نے اپنا حربہ حمزہؓ کو دے مارا۔ جو ان کی ناف کے اُوپر کے حصّے میں پیوست ہُوا اور آپ شہید ہو گئے اس کے بعد کفار کے لشکر میں سے ہندہ بنتِ عتبہ حرکت میں آئی۔ اپنا ہار، بُندے اور آویزے اُتار کر انعام کے طور پر اس نے وحشی کو دے دیئے اور حمزہؓ کے ناک، کان کاٹ کر ان زیورات کی جگہ پہن لیے۔

ہندہ کے علاوہ کفار کے لشکر میں شامل کچھ دوسری عورتوں نے بھی ایسا ہی کیا اور جنگ میں کام آنے والے مسلمانوں کے اعضاء کاٹ کر ان کے ہار اور پازیب وغیرہ بنا کے پہننے کا گھناؤنا اور مکروہ فعل کیا۔

جس وقت جنگ اپنے عروج پر تھی تو زبیرؓ بن عوام نے اپنے سواروں کے ساتھ کفار کے لشکر کے اس حصّے پر جس کے سالار خالد بن ولید تھے ایسا زوردار حملہ کیا کہ خالد بن ولید کو انہوں نے اپنے لشکر سمیت پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ زبیرؓ بن عوام کے سامنے سے پسپا ہونے اور شکست اُٹھانے کے بعد کفار کے لشکر میں شامل عورتیں اپنے دامن سنبھال سنبھال کر اپنی جانیں بچانے کے لیے بُری طرح بھاگنے لگی تھیں اور کفار کا لشکر بھی مسلمانوں کے مقابلے سے ہٹ کر تتر بتر ہونا شروع ہو گیا تھا۔ یہ ایک عبرتناک شکست تھی جس کا سامنا کفارانِ مکہ کو کرنا پڑا تھا۔

اُحد کی گھاٹی کے وہ مسلمان سوار جنہیں حضورؐ نے عبدؓ اللہ بن جبیر کی سرکردگی میں وہاں مقرر کیا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ حالات کچھ بھی ہوں تم لوگ اس گھاٹی

کو نہ چھوڑو گے ۔ کیونکہ اس گھاٹی کے ذریعے سے اسلامی لشکر کی پُشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا جا سکتا تھا۔

گھاٹی کے ان مسلمان سواروں نے جب دیکھا کہ کفار کو مکمل طور پر شکست ہو گئی ہے اور مسلمان لشکری آگے بڑھ کر مالِ غنیمت سمیٹ رہے ہیں تو انہوں نے جانا کہ اب خطرے کی کوئی بات نہیں کیونکہ کفار کو شکست ہو گئی ہے ۔ لہٰذا وہ بھی گھاٹی چھوڑ کر اپنے لشکر میں جا شامل ہوئے ۔ اس گھاٹی کے خالی ہوتے ہی خالد بن ولید کی نظریں اس پر جم گئیں ۔ حالانکہ وہ شکست کھا کر پیچھے ہٹ چکے تھے لیکن گھاٹی کو خالی دیکھتے ہی وہ اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھے ۔ اس گھاٹی کو انہوں نے عبور کیا اور اسلامی لشکر کی پشت پر نمودار ہو کر زوردار حملہ کر دیا ۔

خالد بن ولید کے یوں پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے پر مسلمانوں کے لشکر میں ایک انتشار اور بدنظمی برپا ہو کر رہ گئی تھی ۔ خالد بن ولید کی کمانداری میں پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے والے لشکر کے علاوہ کفار کے دیگر لشکریوں نے بھی جب دیکھا کہ خالد بن ولید نے پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر مسلمانوں میں ایک افراتفری کا عالم برپا کر دیا ہے تو وہ بھی پلٹے اور سامنے کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور تیروں کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں پر پتھر بھی برسانے لگے تھے ۔

اس افراتفری کے عالم میں کفار میں سے ایک شخص عتبہ بن وقاص حضورؐ پر حملہ آور ہوا ۔ جس سے آپؐ کا سامنے والا دانت ٹوٹ گیا اور آپؐ کا چہرہ مبارک اور لب زخمی ہو گئے اور آپؐ ایک پہلو پر گر گئے اور اس حملے میں آپؐ کے خود کی دو کڑیاں آپؐ کے رخسار مبارک میں گھس گئی تھیں ۔

اس موقع پر آپؐ نے فرمایا ۔ " وہ قوم کیونکر فلاح پا سکتی ہے جو اپنے نبیؐ کے چہرے کو خون سے رنگین کر رہی ہے ۔"

حضورؐ کے زخمی ہو کر گرنے کے ساتھ ہی عتبہ بن وقاص نے بلند آواز میں کہا " سنو سنو (خاکم بدہن) محمدؐ کو قتل کر دیا گیا ہے ۔"



اسی موقع پر کفار میں سے ایک شخص ابن قمیئہ نے مصعبؓ بن عمیر پر حملہ آور ہو کر انہیں شہید کر دیا اور چونکہ مصعبؓ بن عمیر شکل و شباہت میں حیرت انگیز طور پر حضورؐ سے مشابہ تھے لہٰذا اس ابن قمیئہ نے بھی شور کرنا شروع کر دیا (خاکم بدہن) " میں نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے "۔

لیکن مسلمانوں میں سے کعب بن مالک نے حضورؐ کو گرتے ہوئے دیکھ لیا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ کفارانِ مکہ حضورؐ سے متعلق اس نوع کی خبریں پھیلا کر مسلمانوں میں انتشار اور بددلی پیدا کرنا چاہتے ہیں ۔ لہٰذا انہوں نے بلند آواز میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا ۔ " اے مسلمانو ! تمہارے لیے خوش خبری ہو ، حضورؐ زندہ ہیں اور یہاں موجود ہیں "۔

زمین پر گرنے کے بعد حضورؐ اُٹھے ۔ اس وقت کفار کے حملہ آوروں نے آپؐ کا ایک طرح سے گھیراؤ کر رکھا تھا اور آپؐ کے اطراف میں وہ بڑی خونریز جنگ کر رہے تھے ۔ اس موقع پر حضورؐ نے پکار کر کہا ۔ " کون ہے جو میرے لیے اپنی جان کو فروخت کرے گا "۔

آپؐ کی اس پکار پر عمارہؓ بن یزید پانچ انصاریوں کے ساتھ حضورؐ کی طرف لپکے اور ان کفار کی طرف لپکے جو لڑتے لڑتے حضورؐ کے گرد حصار تنگ کرتے جا رہے تھے ۔

عمارہ بن یزید حضورؐ کی حفاظت اور مدافعت میں کفار پر انتہائی سرفروشی اور جاں نثاری سے حملہ آور ہوئے یہاں تک کہ یہ پانچوں کے پانچوں شہید ہو گئے ۔

اتنی دیر تک سماکؓ بن خرشہ ، قطبہؓ بن عامر ، سعدؓ بن ابی وقاص ، ابوعبیدہؓ بن جراح ، مالکؓ بن سنان ، علیؓ بن ابی طالب ، طلحہؓ بن عبیداللہ اور اُم عمارہؓ بنت کعب آپؐ کے اطراف میں جمع ہو گئے اور آپؐ کا گھیراؤ کرنے والے کفار کو وہاں سے مار بھگایا ۔ یہاں تک کہ یہ لوگ کفار کے حملہ آوروں کو دھکیل کر پیچھے لے گئے ۔ اس موقع پر کفار نے ایک دوسری چال چلی اور دور سے آپؐ پر تیروں کی بارش کر دی ۔ اس موقع پر

حضورؐ کی حفاظت اور مدافعت میں سب سے پہلے سماکؓ بن خرشہ اور سعدؓ بن وقاص حرکت میں آئے ۔ سماکؓ بھاگ کر حضورؐ سے لپٹ گیا جب کہ سعدؓ بن وقاص دشمنوں پر تیر برسانے لگے تھے ۔

جس وقت سماکؓ حضورؐ کو دشمن کی تیراندازی سے بچانے کے لیے حضورؐ سے لپٹ گیا تھا ۔ اس وقت اس نے اپنی پشت پر حضورؐ کی حفاظت میں بے شمار تیر کھائے ۔ اور چونکہ وہ اپنے جسم پر زرہ پہنے ہوئے تھا لہٰذا وہ تیر اس کے لیے زیادہ نقصان دہ ثابت نہ ہوئے ۔

حضورؐ نے جب دیکھا کہ سماکؓ نے ان سے لپٹ کر انہیں دشمن کے تیروں سے محفوظ کر دیا ہے تو آپؐ اپنے قریب پڑے تیر اٹھا اٹھا کر سعدؓ بن ابی وقاص کو دیتے جاتے اور ساتھ ہی ساتھ ان سے فرماتے "میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں تیر چلاتے جاؤ" یہاں تک کہ کفار کی طرف سے تیراندازی بند ہو گئی اور تیر برسانے والے میدانِ کارزار میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے لگے ۔

اس موقع پر مالکؓ بن سنان حرکت میں آئے اور حضورؐ کے چہرہ مبارک سے بہنے والے خون کو چوس ڈالا تاکہ خون بہنا بند ہو جائے ۔

اس کے بعد ابو عبیدہؓ بن جراح آگے بڑھے اور حضورؐ کے رخسار میں جو خود کی دو کڑیاں پیوست ہو گئی تھیں انہیں اپنے دانتوں کی مدد سے نکالنے لگے ۔ جب انہوں نے ایک کڑی نکالی تو اُن کا سامنے کا ایک دانت ٹوٹ کر گر گیا اور جب دوسری کڑی نکالی تو ان کا دوسرا دانت بھی نکل گیا ۔ اس طرح انہوں نے اپنے دو دانت تو گنوا دیئے لیکن حضورؐ کے رخسار میں پیوست لوہے کی کڑیاں نکال دیں ۔ اتنی دیر تک مسلمان سنبھل چکے تھے اور حملہ آور کفار کو دھکیل کر پیچھے لے گئے تھے اور جب انہیں یہ خبر ملی کہ حضورؐ سے متعلق اُٹھنے والی خبر ایک جھوٹ تھا اور یہ کہ حضورؐ زندہ ہیں اور ان کے اندر موجود ہیں تو اس انکشاف سے ان کے حوصلوں میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا تھا ۔ انہوں نے دشمن پر اس تیزی سے تیر اور پتھر پھینکے کہ ابوسفیان



اور ان کے لشکریوں کو پہاڑ کے دوسری جانب بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا ۔

اس وقت ابوسفیان ایک بار پھر اس پہاڑ پر نمودار ہوا اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے پوچھا ۔ "کیا تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں ؟"

حضورؐ نے منع فرما دیا کہ کوئی اس کا جواب نہ دے ۔

آخر ابوسفیان نے دوسری بار یہ سوال کیا اور جب دوسری بار بھی اسے کوئی جواب نہ ملا تو اس نے تیسری بار پوچھا اور جب تیسری بار بھی اسے کوئی جواب نہ ملا تو ابوسفیان نے اپنی پشت پر اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہا ۔

"محمدؐ بن عبداللہ ضرور مارے گئے ۔ زندہ ہوتے تو ضرور مجھے جواب دیا جاتا ۔"

اس پر عمرؓ بن خطاب نے ابوسفیان کو جواب دیتے ہوئے کہا ۔ "اے دشمنِ خدا ! تو جھوٹا ہے ۔ اللہ نے ان سب کو زندہ اور محفوظ رکھا جو تیری ذلت کا باعث ہوں گے ۔"

اس پر ابوسفیان نے اپنے بڑے بُت ہبل کی فتح مندی کا نعرہ مارا ۔ جواب میں حضورؐ کے کہنے پر مسلمانوں نے اللہ کی بزرگی و برتری کا نعرہ بلند کیا ۔

پھر ابوسفیان نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا ۔ "ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارے لیے کوئی عزیٰ نہیں ۔"

حضورؐ کی ہدایت پر مسلمانوں نے پھر ابوسفیان کو جواب دیتے ہوئے کہا ۔ "اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں ہے ۔"

اس کے بعد ابوسفیان نے نعرہ بلند کیا ۔ "اے ہبل ! سربلند ہو ۔"

اس کے جواب میں حضورؐ نے عمرؓ بن خطاب کو مخاطب کر کے فرمایا ۔ "عمرؓ کھڑے ہو کر اس کا جواب دو اور کہو" اللہ بزرگ و برتر ہے ۔ ہمارے تمہارے درمیان کوئی برابری نہیں ۔ ہمارے مقتول جنت میں اور تمہارے جہنم میں جائیں گے ۔"

جب عمر فاروقؓ نے اُٹھ کر یہ بات ابوسفیان سے کہی تو ابوسفیان نے عمرؓ کو

مخاطب کر کے کہا "اے عمرؓ ! اِدھر میرے پاس آؤ اور میری بات سنو !"

اس پر حضورؐ نے عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اس کے پاس چلے جاؤ اور سنو وہ کیا کہتا ہے"۔

عمرؓ جب ابوسفیان کے پاس گئے تو ابوسفیان نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا۔ "اے عمرؓ ! مَیں تمہیں خداوند کی قسم دلاتا ہوں۔ سچ سچ کہو کیا ہم لوگوں نے (خاکم بدہن) محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے"۔

عمرؓ نے جواب دیا۔ "نہیں بالکل نہیں۔ وہ تو ہمارے درمیان زندہ و سلامت ہیں اور تمہاری یہ ساری باتیں سُن رہے ہیں"۔

ابوسفیان پھر بولا اور کہا "میرے لشکر کے رئیس ابن قمیۃ نے مجھے یہ خبر دی تھی کہ اس نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے۔ لیکن مَیں تمہیں ابنِ قمیۃ سے زیادہ سچا اور دیانت دار سمجھتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم لوگوں کے درمیان زندہ ہیں"۔

اس کے بعد عمرؓ بن خطاب ابوسفیان کے پاس سے واپس چلے گئے۔ تب ابوسفیان نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "مسلمانو ! کچھ لوگوں نے تمہارے مقتولین کے جسمانی اعضاء کاٹے اور ان لوگوں کا مثلہ کیا۔ قسم خداوند کی مَیں نے ان لوگوں کو ایسا کرنے کو نہیں کہا۔ اب مَیں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے جاتا ہوں اور تم لوگوں کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ سال پھر ہماری تمہاری جنگ ہوگی۔

اس کے بعد ابوسفیان کوہستان کی اس چوٹی سے اُتر گیا اور مکہ کی طرف کُوچ کرنے لگا۔ اس موقع پر حضورؐ نے علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جا کر کفارانِ مکہ پر نِگاہ رکھو کہ وہ کیا کرتے ہیں اور آئندہ کیا کرنے والے ہیں۔ اگر انہوں نے گھوڑوں کو ساتھ لیا ہو اور خود وہ اونٹوں پر سوار ہوں تو سمجھ لینا کہ اب وہ مکہ پلٹ رہے ہیں اور اگر اس کے برعکس وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوں اور اونٹوں کو خالی ساتھ لیں تو سمجھ لینا کہ وہ مدینہ کا قصد کرنے والے ہیں اور قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں



میری جان ہے۔ اگر انھوں نے مدینہ کا رُخ کیا تو مَیں خود اُن کی طرف بڑھ کر ضرور ان لوگوں کے ساتھ لڑوں گا اور ہاں جو کچھ تم دیکھو۔ جب تک میرے پاس نہ آؤ کسی اور سے نہ کہنا"۔

علیؓ جب کفارانِ مکہ کی طرف گئے تو انہوں نے دیکھا وہ اپنے اونٹوں پر سوار ہو گئے تھے اور گھوڑوں کو خالی ساتھ لے لیا تھا تو آپؓ سمجھ گئے کہ کفار مکہ کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ لہٰذا آپؓ نے حضورؐ کو جا کر اس کی اطلاع کی۔ بہرحال ابوسفیان اپنے لشکر کے ساتھ مکہ کی طرف کُوچ کر گیا۔

ابوسفیان کے اپنے لشکر کے ساتھ لوٹ جانے کے بعد آپؐ نے اپنے شہداءؓ کی تکفین کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے آپؐ اپنے چچا حمزہؓ بن عبدالمطلب کی لاش کے پاس آئے اور جب آپؐ نے دیکھا کہ ان کے چچا کے اعضاء کاٹ کر لاش کی بے حرمتی کی گئی ہے تو آپؐ کو سخت غصّہ اور رنج ہوا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آپؐ سنبھلے۔ اس دوران آپؐ کے پھوپھی زاد زبیرؓ بن عوام آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے مخاطب کر کے انہوں نے کہا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ایک بات میرے دِل کی پھانس بنی ہوئی ہے۔ مَیں آپؐ سے اس کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں"۔

حضورؐ نے فرمایا، "کہو، کیا بات ہے ؟"

زبیرؓ بن عوام نے کہنا شروع کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! جو تلوار آپؐ نے سماکؓ بن خرشہ کو دی تھی۔ اس تلوار کا مَیں بھی طلب گار تھا اور مَیں نے بھی آپؐ سے وہ تلوار مانگی تھی۔ مگر مَیں محروم رہا اور ابودجانہ کو یہ تلوار مل گئی۔ اس پر میرے دِل میں یہ خیال گزرا کہ مَیں آپؐ کی پھوپھی صفیہؓ کا بیٹا ہوں، قریشی ہوں اور اس کے علاوہ مَیں نے ابودجانہ سے پہلے تلوار طلب کی تھی۔ مگر مجھے پھر بھی نہ ملی اور ابودجانہ کو دے دی گئی۔ لہٰذا مَیں نے تہیّہ کر لیا کہ مَیں دیکھوں گا ابودجانہ اس تلوار کا حق کیسے ادا کرتا ہے اور اس جنگ کے دوران کیا کارنامے کر کے دکھاتا ہے۔

سو اس جنگ میں ابو دجانہ کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لیے میں اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔"

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے دیکھا ابو دجانہ نے اپنے سر پر اپنا سرخ عمامہ درست کیا۔ پھر دشمنوں کے لشکر کی طرف منہ کر کے اس نے بلند آواز میں کہا۔ "میں وہی ہوں جس سے میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں کے قریب پہاڑ کے دامن میں عہد و پیمان لیا۔ میں کھڑے ہو کر آخری صف تک برابر مقابلہ کرتا رہوں گا اور اپنے رسول کی تلوار کو برابر چلاتا رہوں گا۔" اتنا کہنے کے بعد ابو دجانہ سرفروشانہ انداز میں دشمن کی صفوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔"

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری نگاہیں ابو دجانہ کا تعاقب کرتی رہیں۔ میں نے دیکھا جو بھی ابو دجانہ کے سامنے آتا وہ اس کا خاتمہ کر دیتا تھا۔ مشرکوں میں ایک ایسا جوان بھی میں نے دیکھا جو ہمارے آدمیوں کا صفایا کرتا آگے بڑھ رہا تھا۔ اور کسی کو نہ چھوڑتا تھا اور ہر کسی پر سخت ترین حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ابو دجانہ اور وہ خونخوار مشرک جوان ایک دوسرے سے قریب ہوتے جا رہے تھے۔

اس موقع پر میرے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے۔ "اے میرے اللہ! ان دونوں میں مڈبھیڑ ہو جائے۔" خدا کا کرنا ایسا ہی ہوا کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے مقابل آ گئے۔ دونوں طرف سے تلواریں چلنے لگیں۔ اس مشرک جوان نے ابو دجانہ پر ایک ہولناک وار کیا لیکن ابو دجانہ نے کمال مہارت اور سبک رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس مشرک کے وار کو روک دیا۔ پھر ابو دجانہ نے اس مشرک جوان پر حملہ کیا جسے وہ جوان روکنے میں ناکام رہا اور ابو دجانہ کا یہ وار ایسا وار تھا کہ ابو دجانہ نے اس جوان کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا تھا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے بعد ابو دجانہ نے اپنے سامنے آنے والے بڑے بڑے سرکشوں کو زیر کیا اور آپ کی عطا کی ہوئی تلوار کا حق خوب ادا کیا۔



پر اس موقع پر کفار کی طرف سے ایک ایسا جوان سماک کے سامنے آگیا جو اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھا اور کفار کے لشکریوں کو تیزی سے ہمارا قتال کرنے کے لیے اکسا رہا تھا۔ ابو دجانہ اس جوان کے پاس گیا۔ اس پر وار کرنے کے لیے اپنی تلوار بلند کی۔ پھر نہ جانے اسے کیا ہوا کہ ابو دجانہ نے اس جوان پر وار نہ کیا اور اسے نظر انداز کر کے اور اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا اور کفار کے دیگر جوانوں کے ساتھ الجھ گیا۔ پس ابو دجانہ کے اس فعل نے میرے ذہن میں ایک خلجان برپا کر رکھا ہے۔ آخر جب ابو دجانہ نے اس کافر نوجوان پر تلوار اٹھا بھی لی اور اس پر حملہ آور ہونے کا قصد بھی کر لیا تو پھر کیا وجہ ہوئی کہ اس پر حملہ آور ہونے کا ارادہ ترک کر دیا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بس میں یہی جاننا چاہتا ہوں۔ ورنہ سماکؓ بن خرشہ نے آپ کی عطا کردہ تلوار کا حق ایسا ادا کیا کہ میں خود اگر اس کی جگہ ہوتا تو ایسا نہ کر پاتا۔"

اس پر حضورؐ نے زبیرؓ بن عوام کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اے ابن عوام! تم سماکؓ بن خرشہ کو بلاؤ۔ اس سے پوچھ لیتے ہیں کہ اس نے آخر کیوں اپنے سامنے آنے والے اس کافر نوجوان پر حملہ نہیں کیا اور کیوں اسے چھوڑ دیا۔"

زبیرؓ بن عوام فوراً اٹھ کر سماکؓ بن خرشہ کو بلا لائے۔ حضورؐ نے سماکؓ بن خرشہ کو اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ جب وہ وہاں بیٹھ گیا تب حضورؐ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا۔ "اے ابو دجانہ تو نے اس جنگ میں میری دی ہوئی تلوار کا خوب حق ادا کیا۔

اس جنگ میں زبیرؓ بن عوام کی نگاہیں تیرے تعاقب میں تھیں۔ اس کا کہنا ہے کہ اس جنگ کے دوران تو نے دشمن کا خوب قتال کیا۔ پر ایک موقع پر کفار میں سے ایک ایسا جوان تیرے سامنے آیا جو اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھا تم نے اس پر وار کرنے کے لیے اپنی تلوار بلند بھی کی پھر اسے اس کے حال پر چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ بس یہ ابن عوام یہ جاننا چاہتا ہے کہ آخر تو نے حملے کا قصد

کرنے کے بعد اس جوان کو کیوں چھوڑ دیا ۔ حالانکہ اس پر حملہ آور ہو کر تم اس کا خاتمہ کر سکتے تھے ۔

حضورؐ کے اس استفسار پر سماک کے لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی ایک نگاہ اس نے زبیرؓ بن عوام پر ڈالی پھر کہنا شروع کیا ۔

" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! جس وقت میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں کے خلاف جنگ کر رہا تھا تو اس موقع پر میری نگاہ ایک ایسے جوان پر پڑی جو اپنے لشکریوں کو ہمارے خلاف جنگ کرنے پر بُری طرح اُکسا رہا تھا ۔ میں نے اس نیت سے اس کا رُخ کیا کہ اس کا خاتمہ کر دوں تاکہ یہ ہمارے خلاف اُکساہٹ پیدا نہ کر سکے ۔ لہٰذا میں اس جوان کا خاتمہ کرنے کے لیے تیزی اور غصّے کی حالت میں اس کی طرف بڑھا ۔

جب میں نے اس کا سر قلم کرنے کے لیے اپنی تلوار بلند کی تو وہ بلبلانے لگا اور مِنت وزاری کرنے لگا ۔ ساتھ ہی اس نے اپنا چہرہ بھی ننگا کر دیا ۔ یا رسولؐ اللہ ! میں نے دیکھا وہ عورت تھی جو کفار کی طرف سے جنگ میں حصّہ لے رہی تھی ۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اور آگے بڑھ گیا ۔ میں نے سوچا اپنے رسولؐ کی تلوار سے ایک عورت کو کیا ماروں ۔ اس سے تو ایک پُر وقار تلوار کو پاک رکھنا ہی بہتر ہے ۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میں آپؐ کی دی ہوئی تلوار ایک عورت پر نہ اُٹھانا چاہتا تھا ۔"

سماکؓ کا جواب سُن کر حضورؐ نے پہلے تحسین آمیز انداز میں سماکؓ کی طرف دیکھا ۔ پھر آپؐ استفہامیہ انداز میں زبیرؓ بن عوام کی طرف دیکھنے لگے تھے ۔

زبیرؓ بن عوام بھی سماکؓ کے اس جواب سے ایسے متاثر ہوئے کہ انہوں نے سماکؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بلند آواز میں کہا ۔" اے ابو دجانہ ! بخدا تو نے کیا احسن طریقے سے اپنے آقاؐ کی تلوار کا حق ادا کیا ہے اور ——————

زبیرؓ بن عوام کہتے کہتے خاموش ہو گئے ۔ کیوں کہ ان کی ماں اور حضورؐ کی پھوپھی صفیہؓ



بنت عبد المطلب اس طرف آ رہی تھیں ۔ اس موقع پر حضورؐ نے فوراً زبیرؓ بن عوام کو مخاطب کر کے کہا ۔" زبیرؓ ! زبیر ! فوراً آگے بڑھو ، اپنی ماں سے ملو اور کسی طرح انہیں واپس کر دو ۔ اس جنگ میں جو کچھ ان کے بھائی حمزہؓ کے ساتھ گزری ہے اگر اسے انہوں نے دیکھ لیا تو انہیں سخت تکلیف اور رنج و ملال ہو گا اور میں ایسا نہیں چاہتا ۔

زبیرؓ اُٹھ کر اپنی ماں کے سامنے آئے اور انہیں مخاطب کر کے کہا ۔" اے میری ماں ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے ہیں کہ آپ واپس گھر چلی جائیں "۔

صفیہؓ نے دکھ بھری آواز میں کہا ۔" میں واپس کیوں جاؤں مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کے اعضاء کاٹے گئے ہیں اور ان کا مثلہ کیا گیا ہے ۔ پر یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں ہوا ہے ، اور جو کچھ ہُوا ہے ۔ خدا نے چاہا تو میں ضبط سے کام لوں گی ۔ اور صبر کر لوں گی ۔

زبیرؓ پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ماں کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی وہ کہہ سُنائی ۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ۔" اچھا انہیں آنے دو "۔

صفیہؓ آگے بڑھیں ، اپنے بھائی حمزہؓ کی لاش کو دیکھا اور بڑی ہمت اور صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا ۔ اس کے بعد حضورؐ نے شہداء کی تدفین کا کام شروع کر دیا تھا ۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد حضورؐ ابھی حمراء الاسد کے مقام پر ہی تھے کہ بنو خزاعہ کا ایک شخص کہ جس کا نام معبد تھا حضور کی خدمت میں حاضر ہُوا ۔

بنو خزاعہ سے تعلق رکھنے والے مشرک بھی چونکہ حضورؐ کے خیر خواہ اور ہمدرد تھے ۔ لہٰذا اس معبد نے اس جنگ میں مسلمانوں کے نقصان پر افسوس کیا ۔ پھر وہ معبد وہاں سے کُوچ کر گیا تھا ۔

مکہ کی سمت جاتے ہوئے راستے میں روحاء کے مقام پر اس معبد کی ابوسفیان کے ساتھ مڈبھیڑ ہو گئی جو اس وقت وہاں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا ۔ ابوسفیان چونکہ معبد کو جانتا تھا ۔ لہٰذا اسے مخاطب کر کے کہا ۔" اے معبد ! تو یثرب

کی طرف سے آرہا ہے۔ تو نے دیکھا ہوگا کہ ہم نے مسلمانوں کے بہترین آدمیوں، قائدین اور اشراف کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔ لہٰذا میں نے سوچا ہے کہ اُحد سے مکہّ کی طرف کُوچ کرتے وقت میں نے عجلت اور جلد بازی سے کام لیا ہے۔ میں نے اپنے لشکر کو یہاں اس لیے روک دیا ہے تاکہ پھر یثرب کی طرف پلٹوں اور مسلمانوں کا مکمل استیصال کرکے رکھ دوں تاکہ یہ لوگ آئندہ ایک قوت بن کر ہمارے سامنے نمودار نہ ہوں۔ اے معبد! تو بھی یثرب کی طرف سے آرہا ہے۔ بول اس معاملے میں تُو کیا کہتا ہے"۔

معبد چونکہ حضورؐ اور مسلمانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ تھا۔ لہٰذا ابوسفیان کو مخاطب کرکے اس نے کہا۔" اے ابوسفیان! محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ جس کی مثال اب تک دیکھنے میں نہیں آئی۔ تمہاری تلاش اور تمہارے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ تم لوگوں پر سخت تاؤ کھائے ہوئے ہیں اور مدینہ کے وہ لوگ بھی ان سے آن ملے ہیں جو کسی نہ کسی وجہ سے اس جنگ میں حصّہ نہ لے سکے تھے اور تمہارے خلاف ان میں ایسا غصّہ اور غضب موجزن ہے۔ جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا"۔

اس پر ابوسفیان نے معبد کو مخاطب کرکے کہا۔ اے معبد تیرا بُرا ہو، یہ تُو کیا کہتا ہے؟"

معبد نے پھر ابوسفیان کا دل ہلا دینے والا جواب دیتے ہوئے کہا۔" اے ابوسفیان! خدا کی قسم! مجھے اُمید ہے کہ اب مسلمانوں کے لشکر کو دیکھے بغیر تم یہاں سے کُوچ نہ کر پاؤ گے۔ کیونکہ وہ تیزی سے اس طرف بڑھ رہے ہیں"۔

اس کے بعد معبد نے حضورؐ، مسلمانوں اور حضورؐ کے لشکر کے بارے میں ابوسفیان کے سامنے چند اشعار پڑھے جن سے ابوسفیان کے حوصلے پست ہوگئے اور اس نے جلد از جلد مکہّ کی طرف کُوچ کر لینے کا عزم کر لیا۔

مکہّ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ابوسفیان کو قبیلہ عبدالقیس کا ایک کارواں



ملا۔ ابوسفیان نے ان سے پوچھا۔" کہاں کا ارادہ ہے؟"

انہوں نے جواب دیا۔" مدینہ کا"

ابوسفیان نے پوچھا۔" کیا تم میرا ایک پیغام محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچا دو گے اور اگر تم میرا یہ کام کرو گے تو عکاظ پہنچنے پر میں تم لوگوں کو کشمش دوں گا"

جب اُن لوگوں نے حامی بھر لی تب ابوسفیان نے انہیں مخاطب کرکے کہا۔ جب تم ان سے ملو تو مسلمانوں کو خبردار کرنا کہ ہم نے تمہارے باقی لوگوں کا بھی استیصال کرنے کے لیے تمہاری طرف دوبارہ آنے کا عزم کر رکھا ہے"

عبدالقیس کے ان لوگوں نے جب یہ پیغام حضورؐ تک پہنچایا تو جواب میں آپؐ نے فرمایا۔" ہمیں اللہ کافی ہے اور وہی ہمارا نگہبان ہے"۔

حضورؐ کو جب یہ خبر ملی تھی کہ اُحد سے ایک بار روانہ ہونے کے بعد ابوسفیان دوبارہ لوٹ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے تو آپ اپنی جماعت کے ساتھ اس کے تعاقب میں نکلے لیکن ابوسفیان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کُوچ کر چکا تھا۔

جنگِ اُحد کے بعد ایک روز حضورؐ، ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور علیؓ کرم اللہ وجہٗ کے ساتھ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کی طرف گئے۔ بنو نضیر مدینہ شہر سے باہر اپنے باغات اور گڑھیوں میں آباد تھے۔ دراصل حضورؐ بنی نضیر کی طرف اس لیے گئے تھے کہ ان کے ساتھ مل کر بنو عامر کے ان اشخاص کی دیت کے بارے میں تعاون حاصل کریں جو غلط فہمی میں ایک مسلمان عمرو بن اُمیہ کے ہاتھوں مارے گئے تھے اور چونکہ بنو عامر اور بنو نضیر آپس میں حلیف تھے لہٰذا یہ معاملہ طے کرنے کے لیے حضورؐ بنو نضیر کی طرف تشریف لے گئے تھے۔

بنو نضیر کے یہودیوں کو جب خبر ہوئی کہ حضورؐ ان کے قبیلے میں تشریف فرما ہوئے ہیں تو انہوں نے حضورؐ کے خلاف ایک انتہائی گھناؤنا کام کرنے کا تہیہ کیا۔ بنو نضیر کے سرکردہ لوگ آپس میں مل بیٹھے اور باہم مشورہ کرتے ہوئے ان میں سے کچھ نے دوسروں کو مخاطب کر کے کہا۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس حالت میں پھر کبھی نہ پاؤ گے کہ وہ یوں ہمارے قبیلے میں وارد ہوں۔ دیکھو وہ اس وقت ہمارے قبیلے میں ہیں اور ایک دیوار کی ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ لہٰذا کون ہے جو اس مکان کی چھت پہ چڑھے جس کی دیوار سے ٹیک لگا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیٹھے ہوئے ہیں اور وہاں چھت



پر سے ان پر ایک بھاری اور وزنی پتھر لڑھکا کر پھینک دے۔ تاکہ وہ اس سے ہلاک ہو جائیں۔"

یہودیوں میں سے ایک شخص عمرو بن حجاش بن کعب نے یہ کام کر گزرنے کا بیڑا اٹھا لیا اور اس کام پر لبیک کہا۔ یہ کہہ کر ابن حجاش اس مکان کی چھت پر چڑھ گیا جس کی دیوار سے ٹیک لگا کر حضورؐ تشریف فرما تھے۔

ابن حجاش نے جس وقت حضورؐ پر پتھر گرا کر آپؐ کو نقصان پہنچانا چاہا تو وحی کے ذریعے اس خطرے سے آپؐ کو پہلے ہی سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا قبل اس کے کہ ابن حجاش پتھر گرانے کا اپنا کام کر گزرتا، حضورؐ اس دیوار کے پاس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ابوبکرؓ، عمرؓ اور علیؓ کو لے کر مدینہ شہر کی طرف چلے گئے۔ مدینہ شہر میں داخل ہو کر جب اس واقعہ کا ذکر آپؐ نے اپنے اصحابؓ سے کیا تو صحابہ کرامؓ اُٹھ کھڑے ہوئے تاکہ یہودیوں کو ان کی اس گھناؤنی سازش کی سزا دی جا سکے۔ تاکہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہ کر سکیں۔

حضورؐ نے ایک لشکر کی صورت میں صحابہ کرام کو ساتھ لیا اور بنو نضیر کی طرف بڑھے۔ بنو نضیر کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ اپنے قلعوں میں بند ہو گئے۔ آپؐ نے لگاتار چھ روز تک یہودیوں کے قبیلے بنو نضیر کا محاصرہ کیے رکھا۔ اس دوران بنو خزرج کے منافقوں کا ایک گروہ حرکت میں آیا۔ اس گروہ میں عبداللہ بن ابی، ودیعہ، مالک بن ابو نوفل اور کچھ دیگر منافق شامل تھے۔

ان لوگوں نے بنو نضیر کو یہ پیغام بھجوایا کہ تم اپنی جگہوں پر جمے اور ڈٹے رہو ہم تم لوگوں کو بے یار و مددگار نہ چھوڑیں گے۔ اگر تم لوگوں سے قتال کیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر مقابلہ کریں گے اور اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ یہاں سے نکل کھڑے ہوں گے۔

منافقین مدینہ کی طرف سے مدد اور حمایت کی یقین دہانی پر بنو نضیر کے حوصلے اور بلند ہو گئے اور اپنے قلعوں کے اندر وہ محصور پڑے رہے۔

لیکن خداوند نے منافقوں کے دِل میں ایسا رعب بھر دیا کہ وہ بنو نضیر کی مدد کرنے کی جرأت نہ کر سکے ۔ اب حضورؐ سے یہ درخواست کی جانے لگی کہ بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا جائے اور ان کا خون نہ بہایا جائے اور شرط یہ ہوئی کہ وہ اسلحہ اور ہتھیاروں کے سوا ایک اونٹ پر جو سامان لے جا سکیں وہ ساتھ لے جائیں۔

حضورؐ نے اس درخواست کو منظور فرما لیا ۔ لہٰذا بنو نضیر کو حکم دے دیا گیا کہ ان میں سے ہر خاندان ایک اُونٹ پر جس قدر سامان لاد سکے وہ لاد کر مدینۃ النبیؐ سے نِکل جائے۔

یوں بنو نضیر کو مدینۃ النبیؐ سے نکال دیا گیا اور ان میں سے کچھ لوگ خیبر اور دیگر ارضِ شام کی طرف ہجرت کر گئے ۔ سلام بن ابی حقیق کے علاوہ یہودیوں کے دوسرے سردار کنانہ بن ربیع اور حییّ بن اخطب بھی خیبر کی طرف چلے گئے تھے ۔

بنو نضیر اپنا جو سامان مدینہ میں چھوڑ کر چلے گئے تھے اس میں سے کچھ سامان آپؐ نے علیحدہ کر کے رکھ دیا اور باقی سارا سامان آپؐ نے ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جو مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے ۔ پھر آپؐ نے سماکؓ بن خرشہ[1] اور ایک دوسرے انصاری سہیلؓ ابن حنیف کو طلب کیا اور جو سامان آپؐ نے علیحدہ کر کے رکھا تھا وہ آپؐ نے ان دونوں میں بانٹ دیا ۔ اس طرح مدینہ سے بنو نضیر کی جلاوطنی اپنے انجام کو پہنچی ۔

حضورؐ سے سامان لینے کے بعد سماکؓ جب اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا ، تو راستے میں اسے بنو غطفان کا اپنا دوست نعیم بن مسعود مل گیا ۔ سماکؓ کو دیکھتے ہی وہ اپنے گھوڑے سے اُتر گیا ۔

سماکؓ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے چل رہا تھا کیوں کہ گھوڑے کی پیٹھ پر

---

[1] یہ سماکؓ بن خرشہ اور سہیلؓ کی خوش بختی تھی کہ انصار میں سے صرف ان دونوں ہی کو بنو نضیر کے اس مال سے حِصّہ مِلا ۔



اس نے وہ سامان لاد رکھا تھا جو اسے حضورؐ کی طرف سے مِلا تھا ۔

سماکؓ رک گیا ۔ گھوڑے کی باگ اس نے چھوڑ دی اور آگے بڑھ کر اس نے نعیم بن مسعود کو گلے لگا لیا تھا ۔ علیحدہ ہونے کے بعد نعیم نے سماکؓ کے گھوڑے پر لدے سامان کی طرف اشارہ کر کے پوچھا ۔ " یہ تم نے اپنے گھوڑے پر جو اتنا سارا سامان لاد رکھا ہے یہ کہاں سے لائے ہو ؟"

سماکؓ نے چھاتی تانتے ہوئے کہا ۔ " یہ مجھے میرے آقاؐ اور رسولؐ نے دیا ہے ۔ بنو نضیر کے مدینہ سے نِکل جانے کے بعد ان کا سامان جو یہاں رہ گیا تھا اس میں سے یہ حضورؐ نے مجھے دیا ہے ۔"

نعیم بن مسعود نے سماکؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔ " سماکؓ ! سماکؓ ! تم خوش بخت ہو جو حضورؐ کی صحبت میں رہتے ہو اور حضورؐ تمہارا اس قدر خیال رکھتے ہیں ۔ مَیں دیکھو اسلام قبول کرنے کے باوجود اپنے قبیلے بنو غطفان کے اندر اس کا اظہار نہیں کر سکتا ۔ اس لیے کہ بنو غطفان میں ابھی تک میرے علاوہ کسی نے اسلام قبول نہیں کیا ۔ لہٰذا اپنی جان کی سلامتی اور حفاظت کے لیے مجھے اپنا قبول اسلام مخفی اور پوشیدہ رکھنا پڑ رہا ہے ۔"

سماکؓ نے نعیم کا بازو پکڑتے ہوئے کہا ۔ " آؤ گھر چلیں ۔ وہاں بیٹھ کر سکون سے گفتگو کرتے ہیں ۔"

نعیم نے کہا ۔ " مَیں اب فوراً یہاں سے کُوچ کروں گا ۔ مَیں تمہارے گھر کی طرف سے ہی آ رہا ہوں ۔ مَیں نے تمہارے دروازے پر دستک دی تھی ۔ تمہارے ننھے سے بیٹے نے ہی دروازہ کھولا اور اپنی معصومیّت بھری آواز میں کہا ۔ " ابی گھر نہیں ہیں ۔" وہ ماشاءاللہ بڑا خوب صورت ، بڑا پیارا اور تیز و ہوشیار بچّہ ہے ۔ مَیں اندازے سے ہی بنو نضیر کی طرف آیا کہ تم ادھر ہی ہو گے ۔ لہٰذا یہاں تم سے ملاقات ہو گئی ۔"

" سنو ! سنو ! سماک ! مَیں تمہارے پاس ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آیا ہوں ۔"

سماکؓ نے چونک کر پوچھا۔ "کون سا اہم کام؟"

نعیم بن مسعود نے ایک بار غور سے سماک کی طرف دیکھا۔ پھر استفہامیہ انداز میں اس نے پوچھا۔ "اے ابودجانہ! کیا تم بنو عامر کے وائلہ بن عبدود سے انتقام لینا چاہتے ہو۔ جس نے تمہاری اور تمہاری بیوی بچے کی جان لینے کے لیے اپنے مسلح آدمی اس وقت تمہارے پیچھے لگائے تھے۔ جب تم طائف سے مدینہ آ رہے تھے"۔

سماک نے معنی خیز انداز میں نعیم بن مسعود کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں ضرور وائلہ بن عبدود سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ پر یہ تو بتاؤ۔ وہ اس وقت ہے کہاں؟"

نعیم نے اس بار رازدارانہ انداز میں کہا۔ "سنو ابودجانہ! وائلہ بن عبدود کل ہماری بستی میں داخل ہوا۔ وہاں ہمارے قبیلے میں اس کے کچھ عزیز ہیں جن کے ہاں وہ ٹھہرا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ اس کے دو ساتھی بھی ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں اور پوری معلومات ان سے حاصل کی ہیں۔ وہ کل ہماری بستی سے شام کے قریب نکلیں گے اور مجھے امید ہے کہ وہ تینوں کسی قریبی بستی کے اندر رات کو چوری چکاری کی کوئی واردات کرنا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ ان کی باتوں سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔ اب بولو تمہارا کیا ارادہ ہے ان کے بارے میں؟"

سماکؓ نے بڑی خوداعتمادی میں کہا۔ "میں ان سے ضرور انتقام لوں گا"۔

نعیم نے پوچھا۔ "اس کے لیے تم کس کس کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ گے"؟

سماک نے تعجب میں کہا۔ "میں کسی کو بھی اپنے ساتھ نہ لاؤں گا بلکہ اکیلا ہی ہوں گا"۔

نعیم نے اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "ان تین کے مقابلے میں تم اکیلے کا جانا مناسب نہیں۔ اپنے کسی ساتھی سنگی کو بھی ساتھ لے کر جاؤ۔ میں نے سن رکھا ہے کہ عمرو بن عبدود کا یہ بھائی وائلہ بن عبدود بڑا طاقتور اور زوردار انسان ہے اور میں نے سن رکھا ہے کہ اپنے دشمنوں پر آتش زنی وخونریزی اور آدم بیزار آسیب کی طرح حملہ آور ہوتا ہے۔ سنا ہے اپنے دشمنوں پر وہ اس طرح ٹوٹتا ہے جیسے بھیڑیے لومڑیوں



کے بھٹ میں گھس جاتے ہیں۔ لہذا میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ ان تینوں کے مقابلے میں اکیلے نہ جاؤ۔ اپنے دو یا کم از کم ایک ساتھی کو تو ضرور ہی اپنے ساتھ لے کر جاؤ"۔

سماک نے پُراعتماد آواز میں کہا۔ "تم میرے اکیلے پن کو فراموش کر دو۔ تم دیکھو گے کہ میں اکیلا ان تینوں پر ان کی زیست کا بوجھ اتارنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ تم صرف میرے ساتھ یہ لائحہ عمل طے کرو کہ مجھے اب مزید کیا کرنا چاہیے۔

نعیم بن مسعود نے تحسین آمیز نظروں سے سماک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "سماک! سماک! تمہارے یہ جذبے قابلِ ستائش ہیں۔ میں جانتا ہوں تم اپنے دشمنوں پر صاعقہ آسمانی بن کر گرنے اور اس پر بے روک آندھی اور بے تحاشہ طوفان کی طرح حملہ آور ہونے کا گُر جانتے ہو۔ خدا کرے کہ ان سے اپنا انتقام لیتے وقت تم انہیں منحوس ستارے جان کر ان کے دامن وجان کو تار تار اور انہیں خبیث ارواح جان کر ان کی زندگیوں کو ان کے خون میں ڈبو سکو"۔

"اے ابودجانہ! سنو! کل شام سے تھوڑی دیر قبل وہ ہماری بستی سے نکل کر مشرق کا رخ کریں گے۔ شاید وہ رات کے وقت کسی بستی میں کوئی واردات کریں گے میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ چلو۔ آج کی رات میرے ہاں چل کر ہی رہو۔ اگلے روز میں تمہیں اپنے قبیلے کے اس شخص کے ہاں لے جاؤں گا جہاں وائلہ بن عبدود اور اس کے دونوں ساتھی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تم ان تینوں کے چہرے جان لینا اور جب وہ اسی روز شام سے قبل ہماری بستی سے نکل کر روانہ ہوں تو تم ان سے نمٹ لینا"۔

سماک نے کچھ غور وفکر کے بعد کہا۔ "اے ابن مسعود! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ ایسا کر کے تم خود اپنے آپ کو خطرے میں ڈال سکتے ہو۔ میرا تمہارے ہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں۔ اگر کسی کو یہ خبر ہو گئی کہ مدینہ کے سماک بن خرشہ نے تمہارے ہاں جس روز قیام کیا تھا اسی روز وائلہ بن عبدود اور اس کے دونوں ساتھی مارے گئے تھے۔ تو پھر تمہارے لیے دشواریاں اور خطرات اٹھ کھڑے

ہوں گے اور سنو ابن مسعود! مَیں اپنی خاطر تمہیں کسی خطرے اور اذیت میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔

سنو نعیم! میرا لائحہ عمل یہ ہوگا کہ اگر تم میرے ہاں رُکنا نہیں چاہتے تو پھر تم اپنی بستی کی طرف کُوچ کر جاؤ۔ مَیں کل یہاں سے روانہ ہوں گا اور تمہاری بستی کے مشرق میں کسی مناسب ٹیلے کی اوٹ میں گھات لگا کر بیٹھ جاؤں گا۔ تم صرف یہ کام کرنا کہ ان کی روانگی سے کچھ دیر قبل اپنی بستی سے تقریباً ایک میل مشرق کی طرف آنا اور وہاں تم بلند آواز میں " اللہ اکبر " پکارنا۔ تمہاری اس پکار کا مَیں یہ مطلب جانوں گا کہ وائلہ بن عبدود اور اس کے ساتھی اب اس طرف آنے والے ہیں۔ ایسا کرنے کے بعد تم واپس لوٹ جانا جب کہ مَیں اپنی گھات میں بیٹھا رہوں گا اور جب وائلہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے گزرے گا تو مَیں ان کے پیچھے ہو لوں گا۔ کچھ دیر مَیں ان کے تعاقب میں رہوں گا۔ پھر ذرا دُور لے جا کر مَیں ان سے نمٹ لوں گا۔"

نعیم بن مسعود نے تحسین آمیز انداز میں سماک کو مخاطب کر کے کہا۔" اے ابو دجانہ! بخدا تم دلیر و شجاع ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی زیرک اور دانشمند بھی ہو تمہاری یہ تجویز انتہائی عمدہ، محفوظ اور قابلِ عمل ہے۔ لہٰذا مجھے اب اجازت دو مَیں جاتا ہوں۔"

پھر دونوں نے ایک دوسرے سے پُرجوش مصافحہ کیا۔ اس کے بعد نعیم بن مسعود اپنے گھوڑے پر سوار ہُوا اور وہاں سے وہ کوچ کر گیا تھا۔ سماک وہاں کھڑا ہو کر اسے تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ جب وہ درختوں کی اوٹ میں جا کر اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ تب وہ بھی اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

O

سماک اپنے گھر میں داخل ہوا تو اسے دیکھتے ہی ننھا خالد ابی! ابی! پکارتا بھاگ کر اس سے لپٹ گیا تھا۔ اتنے میں مطبخ میں مصروف ربیعہ بھی باہر نکل آئی اور گھوڑے پر لدے سامان کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت و خوشی سے ملے جلے جذبات میں اس نے



پوچھا۔" یہ سامان کیسا ہے اور کہاں سے لائے ہیں آپ؟"

سماک نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔" ربیعہ! ربیعہ! یہ سامان ہمارا ہے۔ بنو نضیر کی شہر بدری کے باعث جو مالِ غنیمت ہاتھ لگا اس میں سے یہ مال حضورؐ نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔"

ربیعہ کو شاید فوراً کوئی بات یاد آ گئی اور کہنے لگی۔ تھوڑی دیر قبل کوئی شخص آپ سے ملنے آیا تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دی تھی۔ خالد نے جا کر کہہ دیا کہ ابی گھر نہیں ہیں۔"

سماک پھر بولا۔" وہ ہمارے دروازے پر دستک دینے والا بنو غطفان کا نعیم بن مسعود تھا۔ وہی نعیم بن مسعود جس نے ایک بار ہماری اس وقت مدد کی تھی۔ جب ہم تینوں طائف سے مدینہ کی طرف آ رہے تھے اور راستے میں چند مسلح جوان ہماری راہ روک کھڑے ہوئے تھے۔"

ربیعہ نے اس بار ذرا تحسین و جستجو سے بھرپور آواز میں پوچھا۔" آپ کو کیسے خبر ہو گئی کہ وہ نعیم بن مسعود تھا؟"

جس وقت مَیں یہ سامان لے کر گھر آ رہا تھا تو وہ مجھے راستے میں مل گیا تھا۔ مَیں نے اس سے کہا۔ چلو چل کر گھر بیٹھتے ہیں۔ پر وہ عجلت میں تھا۔ میرے لیے ایک اچھی خبر لے کر آیا تھا اور سُنا کر فوراً واپس چلا گیا۔"

ربیعہ نے استفہامیہ انداز میں سماک کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔" کیسی خبر لایا تھا وہ؟"

سماک نے اپنے بیٹے کو خوب پیار کر کے نیچے اتارتے ہوئے کہا۔" ربیعہ! ربیعہ! تم جانتی ہو جن مسلح جوانوں نے طائف اور مدینہ کے درمیان ہماری راہ روکی تھی اور جو میرے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ انہوں نے بنو عامر کے وائلہ بن عبدود کے کہنے پر ایسا کیا تھا اور تم یہ بھی جانتی ہو کہ نعیم بن مسعود نہ صرف یہ کہ ہمارا ایک محسن ہے بلکہ بنو غطفان میں اپنی بستی کے اندر وہ واحد شخص ہے جس نے اسلام قبول کر رکھا ہے"

لیکن اپنے قبیلے والوں کے ڈر سے ابھی تک اس نے اپنے قبولِ اسلام کو مخفی رکھا ہوا ہے اس لحاظ سے نعیم بن مسعود صرف ہمارا محسن ہی نہیں۔ بلکہ وہ ہمارا دینی بھائی بھی ہے۔"

نعیم بن مسعود مجھ سے یہ کہنے آیا تھا کہ اگر میں وائلہ بن عبدود سے انتقام لینا چاہتا ہوں تو اس کے لیے ایک بہترین موقع نکل آیا ہے۔ کیونکہ وائلہ بن عبدود ان دنوں نعیم بن مسعود کی بستی میں اپنے ایک عزیز کے ہاں ٹھہرا ہوا ہے اور کل شام سے قبل وہ وہاں سے روانہ ہوگا۔ لہٰذا میں کل یہاں سے بنو غطفان کی طرف کوچ کروں گا اور نعیم بن مسعود کی بستی سے باہر ویرانوں میں وائلہ بن عبدود کے خلاف گھات لگا کر بیٹھ جاؤں گا اور جب وائلہ بن عبدود اس بستی سے نکل کر اپنی منزل کی طرف جانے گا تو میں اس پر حملہ آور ہوں گا اور اس کا کام تمام کرکے اپنے انتقام کی تکمیل کروں گا۔"

ربطہ سے سماک نے صِرف وائلہ بن عبدود کا ہی ذکر کیا تھا۔ اس کے ساتھ ٹھہرے ہوئے اس کے دونوں ساتھیوں کا ذکر نہ کیا تھا تاکہ ربطہ پریشان نہ ہو۔ یہ ساری گفتگو سننے کے بعد ربطہ کچھ دیر تک سوچتی رہی۔ پھر اس نے فکر انگیز اور پریشان کن آواز میں کہا۔

" میں آپ کو یہ انتقام لینے سے روکتی تو نہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہوں گی کہ آپ محتاط رہیں۔ کل آپ کے جانے کے بعد میں اور خالہ آپ کی واپسی تک دونوں ہی پریشان رہیں گے اور ہاں ابھی ہم نے ان لوگوں کو بھی تلاش کرنا ہے۔ جو ابی حقیق اور لمیس کو قتل کرکے خویلہ کو اُٹھا کر لے گئے ہیں۔ میں دن رات خویلہ کے لیے پریشان اور فکر مند رہتی ہوں۔"

ابی حقیق اور لمیس کے قتل اور خویلہ کا ذکر آنے پر سماک کی حالت کروٹیں لیتے طوفان اور سُرخ شعلوں کے رقص جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر آپ سے آپ اس کا ہاتھ تلوار کے دستے پر چلا گیا اور اس نے الاؤ کی دھکتی آگ جیسے انداز میں کہا۔

" ربطہ! ربطہ! قسم خداوندِ زندہ و بیدار کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اور جو کائنات کا مالک بے ہمتا ہے۔ میں خویلہ کو اُٹھا لے جانے والوں کی تلاش میں



عنقریب ضرور نکلوں گا اور اگر وہ زمین کی سرد پاتال میں بھی اُتر گئے ہیں تو میں انہیں ضرور ڈھونڈ نکالوں گا۔ وہ بھی میرے انتقام سے بچ نہیں سکتے۔

سماک کی اس گفتگو سے ربطہ کسی قدر خوش اور مطمئن ہوگئی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور سماک کی طرف گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔" یہ بنو نضیر کا شہر بدر کیا جانا آپ کو کیسا لگا؟"

ربطہ کے اس سوال پر سماک ہنس دیا اور کہا۔" ربطہ! ربطہ! تم نے یہ سوال پوچھنے میں پہل کر دی۔ حالانکہ یہ تو مجھے تم سے پوچھنا چاہیے تھا کہ بنو نضیر کا یہ اخراج تمہیں کیسا لگا۔ اس لیے کہ ایک وقت ہم دونوں کی شادی سے قبل ایسا بھی تھا۔ جب یہ بنو نضیر تمہارا اپنا قبیلہ تھا۔"

ربطہ کھل کر ہنس دی اور کہا۔" کبھی اپنا قبیلہ تھا۔ پر اب تو میں مسلمان ہوں اب مسلمان ہی میرا قبیلہ میری قوم، مسلمان ہی میرا خاندان اور میری ملت ہیں۔ میں بے حد خوش ہوں کہ بنو نضیر کو یہاں سے نکال دیا گیا ہے۔ ورنہ سلام بن ابی حقیق کے یہاں ہوتے ہوئے میں ہر وقت پریشان اور فکر مند رہتی تھی کیونکہ وہ ایک فسادی اور شیطان صفت انسان ہے۔

اور مجھے ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ وہ کسی بھی وقت میرے اور آپ کے خلاف حرکت میں آکر کوئی کارروائی نہ کر بیٹھے۔ اب میں بے حد خوش اور پُرسکون ہوں کہ وہ ابلیس خیبر چلا گیا۔ اب ہم اس کی شرارتوں اور اس کی دیرینہ دشمنی سے پہلے کی نسبت محفوظ ہیں اور اب مدینہ میں مسلمانوں کی قوت ایسی ہوگئی ہے کہ وہ ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرتے ہوئے خوفزدہ ہوگا اور پھر بنو نضیر کے اخراج نے سارے یہودیوں پر ایک طرح سے ایک خوف اور وحشت طاری کرکے رکھ دی ہوگی اور ان پر یہ بات ثابت ہوگئی ہوگی کہ اب حجاز کی زمین میں مسلمان ایک بہت بڑی قوت ہیں۔ اور اس قوت سے ٹکرانا اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔

ربطہ کی باتیں سُن کر سماک خوش ہوا۔ پھر اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے

اس نے پوچھا۔ "کھانا نہیں تیار، مجھے تو بھوک لگ رہی ہے"۔

ربطہ نے ایک بار محبتوں، چاہتوں اور فداکاریوں سے بھرپور انداز میں سماک کی طرف دیکھا۔ پھر سماک کو مخاطب کر کے اس نے نہایت شیریں اور مترنم آواز میں کہا۔ "پہلے دونوں مل کر گھوڑے سے سامان اُتاریں۔ پھر آپ مسجد جا کر مغرب کی نماز ادا کر آئیں کیوں کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اتنی دیر تک میں بھی نماز ادا کر لیتی ہوں۔ آپ کی واپسی پر کھانا تیار ہو گا اور پھر تینوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں گے"۔

ربطہ کی اس گفتگو پر سماک خوش ہو گیا۔ پھر وہ دونوں میاں بیوی جلدی جلدی گھوڑے کی پیٹھ پر سے سامان اُتارنے لگے تھے۔ جب کہ ننھا خالد بھی اس کام میں ان کی مدد کر رہا تھا۔

○

سہ پہر کے قریب سماک بنو غطفان کے مشرق میں ایک چوراہے پر آ کھڑا ہوا گھوڑے پہ بیٹھے ہی بیٹھے اس نے اپنے اطراف کا جائزہ لیا۔ تھوڑی دیر کے لیے اس کی نگاہیں اس راستے پر جمی رہیں جو بنو غطفان کی طرف سے اس چوک کی طرف آتا تھا۔ پھر سماک نے اس چوراہے کا جائزہ لیا۔ وہاں سے ایک راستہ سیدھا مشرق کی سمت بنو عامر کی طرف چلا گیا تھا۔ ایک راستہ شمال کی جانب بنو خزینہ اور بنو سلیم کی طرف جا رہا تھا۔ جب کہ جنوب کی طرف جانے والا راستہ بنو ہذیل سے ہوتا ہوا یمامہ کی طرف نکل گیا تھا۔

اس وقت صحرا کے اندر تیز ہوائیں چل رہی تھیں اور ریت کے ٹیلے بننے بگڑنے کا عمل تیزی سے جاری تھا۔ کثیف بوسیدہ پیراہن کی طرح ریت فضاؤں میں اُڑ رہی تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے ایک دھواں فضاؤں میں بھر گیا ہو۔

وہاں کھڑے ہی کھڑے اپنے سر پر اپنا آہنی خود درست کرنے کے بعد ریت کے اڑتے گرداؤں سے بچنے کے لیے سماک نے اپنے منہ پر ڈھاٹا باندھ لیا تھا۔

چاروں طرف سے اس چوراہے کی طرف آنے والے راستے دو پیاسی ورکچھڑی



روحوں کی طرح ویران اور تن کی چاہ میں جلانے والی خواہش جیسے اُداس تھے۔

چاروں طرف ریت کے ٹیلے رشتوں کی ٹوٹی ہوئی زنجیروں کی طرح بے تعلق سے کھڑے تھے۔ کہیں کہیں اُونٹ کٹارے کے پودے بھٹکے قافلوں کے ناخدا کی طرح کھڑے ہواؤں کے بل جھومتے دکھائی دے رہے تھے۔

پھر کچھ سوچتے ہوئے سماک نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور چوراہے سے تھوڑی دُور وہ ایک بلند ٹیلے کی اوٹ میں چلا گیا۔ گھوڑے سے اُتر کر زین سے بندھا ہوا خوراک کا توبرا اس نے کھولا اور گھوڑے کے مُنہ کو چڑھا دیا۔ اس طرح گھوڑا ریت کے اُڑتے گرداؤں سے محفوظ بھی ہو گیا اور چارہ بھی کھانے لگا تھا۔ خود سماک اس ریت کے ٹیلے کے ایک ایسے کونے میں بیٹھ گیا جہاں سے وہ بنو غطفان کی طرف سے آنے والے راستے کو صاف اور واضح طور پر دیکھ سکتا تھا۔

کافی دیر تک سماک وہاں بیٹھا رہا اور اس کا گھوڑا اس کے قریب کھڑا توبرے میں سے چارہ کھا کر اپنا پیٹ بھرتا رہا۔ پھر اچانک سماک چونک پڑا۔ تیزی سے وہ اٹھا اور گھوڑے کے منہ سے توبرا کھول کر اس نے زین سے باندھ دیا تھا۔ اور دوبارہ اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔

بنی غطفان کی طرف سے آنے والے اس راستے پر ایک سوار نمودار ہوا تھا جو اپنے سفید گھوڑے کو مارتا بھگاتا بیابانوں کے وحشیوں، طوفانوں کے خیابانوں اور ایک عجیب ہیولے کی طرح اُڑا آ رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہوئے سماک کے ہونٹوں پر خوشگوار مسکراہٹ پھیل گئی تھی کیونکہ وہ اُسے پہچان گیا تھا۔ وہ نعیم بن مسعود تھا۔ جب وہ قریب آیا تو سماک نے دیکھا صحرا میں اُڑتی ریت سے بچنے کے لیے نعیم بن مسعود نے بھی اپنے چہرے پر ڈھاٹا چڑھا رکھا تھا۔

چوک کے قریب آ کر نعیم بن مسعود نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ چند ساعتوں کے لیے اس نے اپنے اطراف میں نگاہ ڈالی پھر بلند آواز میں اس نے

"اللہ اکبر" پکارا۔ اور ایسا کرنے کے بعد وہ پھر اپنے اطراف کا جائزہ لینے لگا تھا۔ سماک سمجھ گیا کہ نعیم بن مسعود اس کی طرف سے کسی تسلّی کا منتظر ہے۔ لہٰذا جواب میں اس نے بھی "اللہ اکبر" پکارا۔

سماک کی طرف سے تکبیر کی آواز سن کر نعیم بن مسعود نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ پھر وہ واپس چلا گیا تھا۔ جب سماک اپنی جگہ پر بیٹھا برابر بنو غطفان کی طرف سے آنے والے راستے پر نگاہیں جمائے رہا۔

نعیم بن مسعود کے جانے کے تھوڑی دیر بعد اس راستے پر تین سوار نمودار ہوئے سماک سمجھ گیا کہ وہ واثلہ بن عبدود اور اس کے ساتھی ہی ہیں۔ وہ اپنی جگہ پر بجلی کے کوندے کی سی تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے سر پر خود درست کیا۔ اپنی پیٹھ پر بندھی ڈھال اور ترکش کا جائزہ لیا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے کے قریب آیا اور پیار سے اس کی گردن سہلانے لگا تھا۔

اتنی دیر تک واثلہ بن عبدود اور اس کے دونوں ساتھی قریب آگئے اور پھر وہ اس ٹیلے کے پاس سے بھی گزر گئے جس کی اوٹ میں سماک گھات لگائے ہوئے تھا۔

جب وہ تھوڑا سا آگے نکل گئے تو سماک بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ان کے پیچھے لگ گیا تھا۔ تھوڑی دور تک فضاؤں کے اندر اُڑتی ریت کے طوفان میں سماک ان کے پیچھے لگا رہا۔ پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس نے سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ان تینوں کے پاس سے گزر گیا۔

ان تینوں نے چونک کر اپنے پاس سے طوفان کی طرح گزرتے سماک کو دیکھا اور ابھی وہ کوئی فیصلہ بھی نہ کر پائے تھے کہ تھوڑا سا آگے جا کر سماک نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ پھر وہ پلٹا اور ان کی حیرت اور پریشانی میں اضافہ کرتا ہوا وہ ان تینوں کی راہ روک کر کھڑا ہو گیا تھا اور ساتھ ہی اس نے اپنی تلوار کھینچ کر اپنی ڈھال بھی سنبھال لی تھی۔ جب وہ تینوں قریب آئے تو سماک نے ان تینوں کو مخاطب کر



کے پوچھا۔ "تم تینوں میں بنو عامر کا واثلہ بن عبدود کون ہے؟"

ان تینوں نے پہلے اپنی تلواریں بے نیام کیں۔ پھر ان تینوں میں سے جو سب سے آگے تھا اس نے سماک کو جواب دیا اور کہا۔ "میں بنو عامر کا واثلہ بن عبدود ہوں پر تم کون ہو اور صحرا کے اس حصے میں کیوں تم ہماری راہ روک کر کھڑے ہوئے ہو؟"

اس بار سماک نے غصیلی آواز اور جوش مارتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اے ابن عبدود! تمہارے ذمے میرا ایک قرض ہے جو میں وصول کرنے آیا ہوں۔ اے ابن عبدود! قرض وصول کرنے کا یہ کیسا بہترین موقع ہے کہ سورج غروب ہونے والا ہے اور کیسا عمدہ سماں ہے کہ صحرا کے اندر ریت اُڑ رہی ہے اور یہ دونوں چیزیں مل کر تمہاری موت کو کیسا بھیانک اور ہولناک بنا کر رکھ دیں گی۔

اے ابن عبدود کے دونو ساتھیو! تمہارے ساتھ میری کوئی دشمنی، کوئی عداوت نہیں ہے۔ لہٰذا تم دونوں اگر جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ میں تم دونوں سے کوئی تعرض نہ کروں گا۔ پر واثلہ بن عبدود کے لیے تو تھوڑی دیر تک نمودار ہونے والی شام زندگی کی آخری شام ہوگی۔

واثلہ بن عبدود کے دونوں ساتھیوں میں سے ایک نے سماک کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے ہماری راہ روکنے والے اجنبی! اپنے چہرے سے ڈھاٹا ہٹا۔ تاکہ ہم دیکھیں تم کون ہو اور یہ بھی سن رکھو کہ واثلہ بن عبدود کا قرض ہمارا قرض، اس کی دشمنی ہماری دشمنی اور اس کی موت ہماری موت ہے۔"

اس پر سماک نے کسی ویرانہ نورد کی طرح اپنی رونگٹے کھڑے کر دینے والی غضب آلود آواز میں کہا۔ "اگر تم دونوں کا یہی فیصلہ ہے تو پھر ابن عبدود کے ساتھ تم دونوں بھی مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

سماک کے خاموش ہونے پر واثلہ بن عبدود نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"اے ہماری راہ روکنے والے تو ان سرزمینوں کے اندر اجنبی اور نووارد لگتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر واثلہ بن عبدود کے سامنے تو ایسی گفتگو نہ کرتا۔ تو جانتا ہے کہ

بنوعامر کے عبدود کے سبھی بیٹوں سے بڑے بڑے پہلوان اور تیغ زن بھی پناہ مانگتے ہیں اور شاید تجھے یہ بھی خبر نہ ہوگی کہ میرا بڑا بھائی عمرو بن عبدود حجاز کی سرزمین کا ایک بے مثل پہلوان اور ایک ناقابلِ تسخیر تیغ زن ہے۔ پھر اے اجنبی تو کیوں ہم سے ٹکرا کر اپنی موت کو دعوت دیتا ہے۔

واثلہ بن عبدود ذرا رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔" اے اجنبی ! اب بھی وقت ہے۔ ہماری راہ چھوڑ کر یہاں سے دفع ہوجا۔ میں تجھے کچھ نہ کہوں گا۔ پر جانے سے پہلے یہ ضرور بتا کر جانا کہ تُو کون ہے۔ تیرا کس قبیلے سے تعلق ہے اور تیری ہماری کیا دشمنی ہے۔"

سماک نے پہلے کی نسبت بلند آواز میں کہا۔" اے ابن عبدود ! میں مدینہ کا بنی ساعدہ سے سماک بن خرشہ ہوں۔ میری کنیت ابودجانہ ہے اور میں وہی شخص ہوں جس نے چند برس قبل مدینہ کے سب لوگوں کی موجودگی میں ایک کھلے میدان میں تیغ زنی کے مقابلے میں تیرے بھائی عمرو بن عبدود کو زیر و مغلوب کر دیا تھا اور اے ابن عبدود ! اپنے بھائی کی اس شکست اور بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے تُو نے اپنے کچھ آدمی اس وقت میرے پیچھے لگائے جب کہ میں اپنی بیوی اور بچّے کے ساتھ طائف سے مدینہ کی طرف جا رہا تھا اور تو نے اپنے ان آدمیوں کو تاکید کی تھی کہ وہ میرے ساتھ ساتھ میری بیوی اور بچّے کا بھی کام تمام کر کے رکھ دیں۔

اے ابن عبدود ! تمہیں ضرور خبر ہوگی کہ تمہارے ان آدمیوں کا میں نے کیا انجام کیا۔ میں نے ان تمام کو تہ تیغ کر دیا اور سن عبدود کے بیٹے ! میری تلوار تم پر اور تمہارے ان دونوں ساتھیوں پہ برسے گی کہ صحرا کی یہ پیاسی ریت تم تینوں کا خون مانگتی ہے۔"

سماک جب خاموش ہُوا تو واثلہ بن عبدود نے اپنی تلوار اپنے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔" اے ابودجانہ ! تُو کیا اچھی جگہ اور کیا مناسب وقت میں ہم سے آ ٹکرایا ہے۔ ان ویرانوں میں اور صحرا کے اندر اُڑتے ان ریگ زاروں میں ہم تیری گردن



مار کر آگے نکل جائیں گے اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوگی کہ بنو ساعدہ کا سماکؓ بن خرشہ کس کے ہاتھوں مارا گیا۔"

" اے ابودجانہ ! اس اندھے صحرا کے اندر یہ تھوڑی دیر تک نزول کرنے والی شب یقیناً تیری زندگی کی آخری شب ہوگی۔"

واثلہ بن عبدود یہاں تک کہنے کے بعد ذرا رکا۔ پھر وہ پہلے سے بلند آواز اور غضبناک سے لہجے میں بولا۔

" اے ابودجانہ اس اندھے صحرا کے اندر ہم تینوں شکست و ریخت کے ایک طوفان سَر پہ کھیل جانے والی موت اور ہولناک آسیب کی طرح تجھ پہ حملہ آور ہوں گے اور جب ہماری تلواریں تم پہ برس کر تمہارا خون چوسنے کے عمل کی ابتدا کریں گی اس وقت تمہیں یقیناً احساس ہوگا کہ تم نے مدینہ سے ان ویرانوں کی طرف آنے میں کیسی حماقت کی ہے۔" واثلہ بن عبدود کے خاموش ہونے پر سماکؓ بولا اور کہا۔

" اے کالی سرزمینوں کے رہنے والے سیاہ بخت انسانو ! قسم خداوندِ لازوال کی اس اندھے صحرا کے اندر میں تمہارے دفاع کا ہر بند توڑ دوں گا۔ تمہاری انفرادی قوت کو کانٹے دار جھاڑیوں اور تمہاری اجتماعی قوتوں کو قعرِ گمنامی میں ڈبو کر رکھ دوں گا۔"

پھر سماکؓ نے اپنے سامنے اپنی تلوار لہرائی اور پہلے سے بھی غضب ناک لہجے میں اس نے کہا۔" ارضِ حجاز کے بدبخت انسان ! میری اس چوڑے پھل والی بھاری تلوار کی طرف غور سے دیکھ۔ یہ تلوار میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ ہے جس پر برسے گی اس کی ساری شورہ پشتی اور کجی نکالتی چلی جائے گی۔

آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ آور ہو پھر دیکھ میں کیسے اور کیوں کر تم تینوں کو ڈوبتے سورج کی آخری جھلک اور ان گرتے ریگ زاروں کی طرح زمین پر بچھا کر رکھ دیتا ہوں۔ میں تم تینوں کو ایک ساتھ حملہ آور ہونے اور مقابلہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

اے ابن عبدود ! میں جانتا ہوں تُو چوری چکاری کا پیشہ کرتا ہے۔ پر سن یہ چوری چکاری کا کام آسان ہے۔ پر کسی کے سامنے میدان میں اُتر کر اپنے آپ کو

موت و مرگ کے مُنہ سے بچانا بہت مشکل ہے۔ میری طرف بڑھو، مجھ پر حملہ آور ہو اور دیکھو میری یہ تلوار تمہیں کیا رنگ دکھاتی ہے۔ تم میں سے ہر کوئی اس میں اپنی موت کو جھلکتے ہوئے دیکھے گا۔"

واثلہ بن عبدود اور اس کے ساتھیوں نے ایک بار ذو معنی انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر حملہ آور ہونے کے لیے انھوں نے اپنے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی تھی۔

وہ تینوں اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے لومڑیوں کے بھٹ میں گھس جانے کے عادی بھیڑیوں کی طرح سماکؓ کی طرف بڑھے تھے۔ جس وقت وہ سماکؓ کی طرف بڑھے تھے تو سماکؓ نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس کا گھوڑا اپنی اگلی ٹانگیں اٹھا کر بالکل الف کی طرح سیدھا ہوتا ہوا زور سے ہنہنایا تھا۔ شاید وہ اپنے مالک کے ساتھ کوئی عہد کر رہا تھا۔

پھر جب اپنے گھوڑوں کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ قریب آئے تو سماکؓ نے اپنے گھوڑے کی لگام کو دائیں طرف ایک جھٹکا دیا اور گھوڑا فوراً اپنے چاروں پاؤں پر کھڑا ہوتا ہوا دائیں طرف تیزی سے لپکا تھا۔ جب تک وہ سماکؓ کے قریب آتے اس وقت تک سماکؓ اپنے آپ کو ان میں سے دو کے حملوں کو بچا کر تیسرا جو ذرا بائیں جانب تھا اس پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ ان تینوں کے اس ساتھی نے سماکؓ کی تلوار کو اپنی ڈھال پر لیا اور جب سماکؓ کی تلوار اس کی ڈھال پر گری تو اس کی ڈھال سے چنگاریاں اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

وہ جوان سماکؓ کا وار اپنی ڈھال پر روک کر ایک طرح سے مطمئن ہو گیا تھا۔ لیکن سماکؓ شہابِ ثاقب کی سی تیزی سے بجلیوں کے گھارے کی طرح لرزہ براندام کر دینے والے انداز میں حرکت میں آیا۔ اپنی تلوار فوراً علیحدہ کر لی اور چشم زدن میں دوسرا وار کر کے اس جوان کا شانہ کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ وہ جوان اپنے گھوڑے سے گرا اور دم توڑ گیا تھا۔



اپنے ایک ساتھی کے مارے جانے پر واثلہ بن عبدود کی حالت گیتوں کے ٹوٹے تان، عریض پیوند، کثیف بوسیدہ پیراہن، دیارِ غم کے مسافر اور نفرتوں کی ڈھلتی رُت جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

سماکؓ نے اس بار اپنی تلوار کا رُخ واثلہ بن عبدود کی طرف کیا اور ہولناک انداز میں اسے مخاطب کر کے کہا۔

"اے ابن عبدود! تُو نے دیکھا میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ اس تلوار کا برسنا اور اسے تمہارے ساتھی پر میرا گراتے کا انداز۔ اے ابن عبدود! ان ویرانوں کے اندر مَیں تیرے لیے ہلاکت کا دشتِ سفاک ثابت ہوں گا۔ تیرے فردا کو تیرے امروز سے بدتر کروں گا۔ اُفق تا اُفق اور حدِ نظر میں تیرے لیے ہول انگیزی اور درد بھری اذیت ناک یادیں پھیلا کر رکھ دوں گا۔"

"اے ابن عبدود! قسم خداوند کبیر کی تم نے میرا اندازہ غلط لگایا ہے۔ مَیں ایک مسلمان ہوں اور حیات بعد الموت کے لیے کوشاں رہتا ہوں۔ موت جو خداوند کی راہ میں ہو وہ تو میری آرزو ہے اور تم لوگ اپنی رُوح کو جو اس زندگی کی جانِ جوہر ہے اسے بچائے اور سنبھالتے پھرتے ہو۔"

"سنو! اس وقت تم دونوں کے چہرے کوچ میں بیٹھے مسافر، سُونے کھڑے درخت، پیلے خشک کھلیان اور تہ خانوں کی تاریکی جیسے ہو رہے ہیں۔"

"اے ابن عبدود! سُن! رضا و بقا میرے رب کے ہاتھ میں ہے جو فاعلِ مختار ہے۔ وہی ذرّے کو بے مقدار کرتا ہے۔ وہی جوہر کو اس کی صلاحیت بخشتا ہے۔ وہی عقل و شعور اور علم و حکمت عطا کرتا ہے۔ اسی رب کا نام لے کر مَیں تمہارے مقابل آیا اور اسی رب کے نام کی برکت سے مَیں تم لوگوں کے تن کو گھاؤ گھاؤ اور رُوح کو زخم زخم کر کے رکھ دوں گا۔"

"اے ابن عبدود! مَیں جانتا ہوں کہ تم اور تمہارا بھائی عمرو بن عبدود ہر غلط کام کر گزرتے ہو۔ ہر کمینہ حرکت پر فخر محسوس کرتے ہو اور ہر ذلت کو قبول کر لینے پر

آمادہ ہو جاتے ہو۔ تم لوگ رزق کی دوڑ میں اندھے ہو جاتے ہو اور تہذیب کے ساحلوں کو داغ داغ کرتے ہو۔"

"سنو! تمہاری ساری شب خیزی، تمہاری ساری خود رفتگی اور تمہارے سارے گمراہ اور اندھیرے کی کوکھ جیسے تاریک جذبوں کو آج میں موت کے تند اور حقارت آمیز سناٹے میں سمیٹ کر رکھ دوں گا۔ اے ابن عبدود!——"

واثلہ بن عبدود نے فوراً سماک رضؓ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔" ابودجانہ! یہ نہ بھولو کہ تمہارے سامنے میں واثلہ بن عبدود ہوں۔ میرے ایک ساتھی کو ختم کرنے کے بعد تم اس زعم اور گمان میں پڑ گئے ہو کہ تم ہم سے ہماری ساری خوشیوں اور شادمانیوں کے زمرے چھین لو گے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ تم کبھی اور کسی بھی صورت ہم پر قابو نہ پا سکو گے۔"

"اے ابودجانہ! اس اندھے صحرا کے اندر ہم تیری لہروں جیسی ہستی۔ تیری شریانوں میں کھولتی ہوئی ساری مستی برباد و ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیں گے۔ اے ابودجانہ! تو آگے بڑھ کر ہم پر حملہ آور ہو۔ پھر دیکھ کس طرح ہم تیری حالت پرانی گونجتی یادوں، حسرت و مایوسی کے دھارے اور دل کی آزاری و خرابی جیسی بنا کر رکھ دیتے ہیں۔

واثلہ بن عبدود کی اس گفتگو پر سماک رضؓ کی بے چین آنکھوں میں آہنی عزم و استقلال اور لپکتی بجلیاں رقص کرنے لگی تھیں۔ اس کا چہرہ تانبا ہو گیا تھا۔ پھر اس نے کھولتی ہوئی آواز میں کہا۔" اے ابن عبدود! تو کیا سمجھتا ہے کہ چیتوں کی چنگاڑ جیسی آواز میں مجھے مخاطب کر کے تو میرے انتقام سے بچ جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ سن! میں تم پر اور تمہارے ساتھی پر حملہ آور ہونے لگا ہوں۔ پھر دیکھنا کیسے میں تیری حالت سرد ہونٹوں اور سوکھے خشک حلقوم جیسی کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی سماک رضؓ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھایا۔

اس سے نمٹنے کے لیے واثلہ بن عبدود اور اس کا ساتھی دائیں بائیں سے ہو کر



سماک پر حملہ آور ہوئے تھے۔ انہوں نے سماک کی توجہ دو حصوں میں بانٹ کر اس پر قابو پانے کی ابتدا کی تھی۔

جونہی ان دونوں نے آگے بڑھ کر سماک پر حملہ آور ہونے میں پہل کی۔ سماک فوراً جارحیت سے اپنے دفاع پر اتر آیا۔ واثلہ بن عبدود کا وار اس نے اپنی تلوار پر اور اس کے ساتھی کا وار اپنی ڈھال پر روکا تھا۔ پھر برق کے کوندے اور تیز نقرئی کرن کی طرح حرکت میں آتے ہوئے ایک سخت جھٹکے کے ساتھ واثلہ کی تلوار کو دور ہٹا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے فوراً واثلہ کے ساتھی کی تلوار سے اپنی ڈھال علیحدہ کرتے ہوئے پوری قوت سے ڈھال اس کے شانے پر دے ماری جس سے واثلہ کا وہ ساتھی چکراتا ہوا اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا۔

اس کے نیچے گرتے ہی واثلہ نے اس پر دوسرا وار کر دیا۔ سماک رضؓ نے اس کے وار کو پھر اپنی تلوار پر روکا اور اپنی تلوار کے پیچھے پیچھے اس نے اپنی ڈھال بھی واثلہ کو دے ماری تھی۔ اس طرح واثلہ بھی لڑکھڑا کر اپنے گھوڑے سے گر گیا۔ اتنی دیر تک واثلہ کا ساتھی سنبھل کر اٹھ چکا تھا۔ وہ دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہونا ہی چاہتا تھا کہ سماک رضؓ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے اور لگام کھینچتے ہوئے اس کی طرف بڑھایا۔

واثلہ کے ساتھی نے جب سماک رضؓ کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اس نے گھوڑے پر سوار ہونے کا ارادہ ترک کر دیا اور سماک رضؓ کا حملہ روکنے کے لیے وہ تیار اور مستعد ہو گیا تھا۔ جونہی سماک رضؓ اس کے قریب ہوا اس نے اپنی تلوار سماک رضؓ پر برسا دی۔ سماک رضؓ نے اس کی تلوار کو اپنی ڈھال پر روکا۔ ساتھ ہی اس نے پوری قوت اور جوش کے ساتھ اللہ اکبر پکارتے ہوئے اس پر اپنی تلوار بھی گرا دی۔ تلوار واثلہ کے ساتھی کو کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی اور وہ ریت پر گر کر ختم ہو گیا تھا۔

سماک رضؓ فوراً اپنے گھوڑے سے کود گیا اور واثلہ کی طرف بڑھا۔ اتنی دیر تک واثلہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ سماک رضؓ اس کے قریب گیا اور استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

"اے ابن عبدود! کیسا رہا یہ میرا دفاع اور حملہ آور ہونے کا انداز؟"

واثلہ نے فی الفور کوئی جواب نہ دیا۔ وہ نقش برآب، پلکوں پر ٹھہرے آنسو، کاندھے پہ رکھی صلیب اور فنا پذیر ظلمت کی طرح چپ اور خاموش تھا اور بس سماکؓ کی طرف کچھ اس انداز میں دیکھے جا رہا تھا جیسے کوئی اجنبی کسی غیر معروف بستی کی طرف دیکھے جا رہا ہو۔

اس بار سماکؓ نے کسی قدر بلند آواز میں واثلہ کو مخاطب کر کے کہا "اے ابن عبدود! تو نے دیکھا کیسے میں نے تیری رفاقت کے نقش و نگار، تیری روح کی توانائی۔ تیری شجاعت کے عزم و حوصلے اور تیری عقل و شعور پر کیسی عمدہ اور اذیت ناک ضرب لگائی ہے۔ اے ابن عبدود! تیرے دونوں ساتھی تو کوچ کر گئے اب تیری باری ہے۔ میں تجھ پر حملہ آور ہوتا ہوں۔ لہٰذا تو اپنا دفاع کر۔"

واثلہ بن عبدود چونک کر سنبھلا۔ ایک نفرت انگیز نگاہ اس نے سماکؓ پر ڈالی پھر اس نے اپنی روح کی ساری تونگری کو جمع کرتے ہوئے کھولتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اے ابودجانہ! کسی شک میں نہ رہنا۔ تیری اس نیک چشم، تیری دانش جبیں، تیرے شجاعت چہرے کو میں لہولہو کر کے رکھ دوں گا۔ آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ آور ہو پھر دیکھ میں کیسے تیری نفس نفس کو سلگاتا ہوں اور تیری سانسوں کے ہر لمحے کو جلاتا ہوں۔"

سماکؓ نے واثلہ بن عبدود کی اس لاف و گزاف کا کوئی جواب نہ دیا اور آگے بڑھ کر اس نے جگر جگر کرتی تلوار اور واہمہ بن کر گونجتی صداؤں کی طرح واثلہ پر حملہ کر دیا تھا۔ واثلہ بھی سماک کے اس حملے کے سامنے صحرا کی سختی، لذتِ حرص اور طوفان و سیلاب کی طرح جم گیا تھا اور سماکؓ کا وار اس نے روک لیا تھا۔

لیکن سماک نے اسے دم نہ لینے دیا۔ وہ سلگتی دوپہر اور تپے ہوئے ریگزاروں کی طرح اس پر پے بہ پے حملے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے واثلہ کو تھکا کر رکھ



دیا۔ واثلہ کی حالت اب بھوکی روح، اُمید کی گرتی چٹان، عدم کی سرگوشی اور ویران بے سایہ راستوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

اس صحرا کے اندر سماکؓ نے ایک بار پھر "اللہ اکبر" کا نعرہ بلند کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی تلوار واثلہ پر گری اور اسے اس کے خون میں نہلاتی چلی گئی تھی۔ واثلہ بن عبدود زمین پر گر کر تھوڑی دیر کو تڑپا پھر وہ ختم ہو کر رہ گیا تھا۔

اپنی تلوار پونچھ کر سماکؓ نے نیام میں کر لی۔ لاشوں کو گھسیٹ کر وہ ایک ٹیلے کے قریب لے گیا اور ان پر ریت ڈال کر انہیں ڈھانپ دیا۔ جب کہ مرنے والوں کے گھوڑوں کو اس نے مار کر وہاں سے بھگا دیا تھا۔ پھر ایک سرسری سی نگاہ اس نے اپنے اطراف میں ڈالی۔ اس کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

سورج اب آسمان کے حاشیوں پر سرخی کا تاج پہنتا ہوا غروب ہو رہا تھا۔ مغربی اُفق پر شفق کے حُسن و جمال کا رنگ بکھر گیا تھا۔ قدیم اور بے برگ و گیا صحرا کے اندر بھی تاریکی اور شفق کی سرخی گلے مل کر رقص کرنے لگی تھیں۔ صحرا کسی لحن سماوی کے انتظار میں عہدِ رفتہ کی طرح خاموش اور چُپ تھا۔

آسمان کے وسط میں چاند قلب و نظر کے معلّم اور نور کے سانچے کی طرح دکھائی دینے لگا۔ آسمان پہ اکا دکا ستارے بحرِ محبت اور دریائے شفقت لٹاتے دکھائی دینے لگے تھے۔ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا سماکؓ جب بنو غطفان کی بستی کے قریب آیا تو اس نے دیکھا راستے کے کنارے وہاں نعیم بن مسعود اپنے گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔

اس کے قریب آکر سماکؓ نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ نعیم بن مسعود نے بڑی بے چینی سے پوچھا۔ "اے میرے عزیز! میرے بھائی! تم اپنی مہم کا کیا کر کے لوٹے ہو۔"

سماکؓ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں نے ان تینوں کا کام تمام کر کے انہیں ریت میں دبا دیا ہے اور ان کے گھوڑوں کو مار کر بھگا دیا ہے۔"

نعیم بن مسعود نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور سماکؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اب جب کہ تم اپنی مہم سے فارغ ہوگئے ہو تو میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ شام کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ پھر تم مدینہ کی طرف کوچ کر جانا"۔

سماک نے جواب میں نعیم کا شانہ دباتے ہوئے کہا۔ "تیری مہربانی میرے بھائی! میں رکوں گا نہیں۔ میں اپنی بیوی سے وعدہ کرکے آیا تھا کہ میں شام کا کھانا گھر لوٹ کر ان کے ساتھ کھاؤں گا۔ وہ دونوں ماں بیٹا بڑی بے چینی اور فکرمندی کے ساتھ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ لہٰذا میں رُکے بغیر آگے بڑھ جاؤں گا"۔

نعیم بن مسعود نے سماکؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "اے میری مسلم قوم کے فرزندِ فرید! تو دُشمن کے سنگ آسا کو توڑنے والا، الفاظ کو نچوڑنے اور صحرا کا سینہ چاک کرنے والا انسان ہے۔ میں تجھے خدا حافظ کہتا ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی سماکؓ نے اپنے گھوڑے کو مہمیز لگا کر ہانکا پھر مدینہ کی طرف سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

شام موجوں کے تنفس کی طرح بے آواز و بے مہکار بھاگی جا رہی تھی۔ بیاباں دریا، پربت، ہواؤں کے گرداب خاموش تھے۔ ملگجی اور غبار آلود فضاؤں کے اندر طیور اپنے رب کے جاہ و جلال کے نغمے الاپتے اپنے ٹھکانے کو لوٹ رہے تھے۔ سرمئی اندھیروں کے اندر چاندنی کا رقص شروع ہو گیا تھا۔ ایسے میں سماکؓ مدینہ میں داخل ہوا اور اپنے گھر کے دروازے پر دستک دی۔

تھوڑی دیر بعد اندر سے ربطہ کی مدھم اور باریک حریری و قند بھری آواز سنائی دی۔ "کون ہے؟"

"میں ابودجانہ ہوں"۔ سماکؓ نے دھیمے لہجے میں کہا۔

دروازہ فوراً کھل گیا اور سامنے ربطہ اپنے فصیل بدن کے بھرپور جمال، پھولوں کی مہک جیسی کشش اور آبشاروں کے ترنم جیسا جذب لیے کھڑی تھی۔ سماکؓ کو دیکھ کر وہ تاروں بھری رات میں گرتی شبنم جیسی خوش و شادمان اور زندگی کے



خون جیسی پُرسکون دکھائی دے رہی تھی۔

سماکؓ جب اندر داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کر لیا اور جس وقت سماکؓ گھوڑے کو باندھ کر اس کی لگام اُتارنے لگا۔ ربطہ بھاگ کر آگے بڑھی۔ گھوڑے کی زین اُتار کر ایک طرف رکھ دی پھر اس کے آگے چارہ ڈال دیا تھا۔ چارہ دیکھ کر صحن کی بکریاں بھی اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ گھوڑے کو چارہ ڈالنے کے بعد ربطہ سماکؓ کے قریب ہوئی اور پچھلے پہر کی مدھم چاندنی میں ابھرنے والے ترنم جیسی صدا میں اس نے پوچھا۔ "جس کام کے لیے آپ گئے تھے اس کا کیا بنا"۔

سماکؓ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ تعداد میں تین تھے اور میں نے ان تینوں کا خاتمہ کر دیا ہے"۔

اس انکشاف پر ربطہ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ سماک نے اس بار اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ خالد کدھر ہے۔ آج یہ بھاگ کر مجھ سے گلے نہیں ملا"۔ ربطہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "وہ کافی دیر تک آپ کا انتظار کرتا رہا ہے۔ پر اب کھانا کھا کر سو گیا ہے۔ اب آپ نہا لیں پھر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں"۔

طہارت خانے میں جا کر سماکؓ نے غسل کر لیا۔ اتنی دیر تک ربطہ نے کھانا لگا دیا تھا۔ پھر وہ دونوں میاں بیوی اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

❀

واثلہ بن عبدود اور اس کے ساتھیوں سے نمٹنے کے بعد سماکؓ فی الفور ابی عتیق اور لمیس کے قاتلوں اور خویلہ کو اُٹھا لے جانے والوں سے انتقام لینے کو نہ نکل سکا۔ اس لیے کہ وہ حضورؐ کے ساتھ مختلف اور چھوٹے چھوٹے غزوات میں مصروف رہا پہلے غزوہ ذات الرّقاع کی نوبت آئی۔ گو اس میں بنو غطفان سے جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی تھی۔ لیکن اس میں کافی دن لگ گئے۔ پھر غزوہ بدر الآخر کی نوبت آ گئی۔ وہ اس طرح کہ جنگِ اُحد کے خاتمہ پر ابو سفیان نے ایک سال بعد بدر کے میدان میں جنگ کرنے کا اعلان کیا تھا اور حضورؐ نے اس اعلان کو قبول کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ پورے ایک سال بعد آپؐ ابو سفیان کے وعدہ کے مطابق لشکر لے کر نکلے اور بدر کے میدان میں خیمہ زن ہوئے۔

ابو سفیان کو جب خبر ہوئی کہ حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ بدر کے میدان میں خیمہ زن ہیں تو وہ بھی اپنا لشکر لے کر مکہ سے نکلا اور بدر کی طرف روانہ ہوا۔ ظہران کے مقام پر اس نے پہلا پڑاؤ کیا اور پھر یہاں سے چل کر اس نے عسفان کے مقام پر پڑاؤ کیا۔

ابو سفیان دراصل مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں پہلو تہی کر رہا تھا۔ اس نے جنگِ اُحد کے بعد اعلان تو کر دیا تھا کہ ایک سال بعد بدر کے میدانوں میں پھر جنگ ہوگی۔ اور جب وعدہ کے مطابق حضورؐ نے اپنے لشکر کے ساتھ بدر کے میدانوں میں پہنچنے کی



پہل کر دی تو ابو سفیان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ کوشش کرنے لگا کہ کسی نہ کسی طرح اس جنگ سے بچا جائے۔ لہٰذا وہ عسفان کے مقام پر پڑاؤ کے دوران اسی جنگ سے بچنے کے بہانے سوچتا رہا۔ آخر جنگ سے بچنے اور مسلمانوں کے ساتھ متوقع ٹکراؤ کو ٹالنے کے لیے اس نے ایک بہانہ تراش ہی لیا اور عسفان کے مقام پر اس نے ایک روز اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے گروہِ قریش! جنگ کے نقطہ نظر سے ہریالی اور شادابی کا سال ہی تمہارے لیے بہتر رہ سکتا ہے۔ اس میں تم اپنے اونٹوں کو درختوں کے پتّے بھی کھلا سکو گے اور جی بھر کر اپنی اونٹنیوں کا دودھ بھی پی سکو گے۔ یہ سال جس میں ہم مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے نکلے ہیں قحط اور خشک سالی کا سال ہے، اور اس سال کے دوران جنگ کرنا ہمارے لیے قطعی طور پر مناسب نہ رہے گا۔ اس لیے مَیں نے جنگ نہ کرنے اور مکہ واپس جانے کا ارادہ اور عزم کر لیا ہے۔"

ابو سفیان کے لشکریوں نے اس کی ہاں سے ہاں ملائی۔ لہٰذا ابو سفیان لشکر لے کر مکّہ لوٹ گیا۔ اہلِ مکہ کو جب خبر ہوئی کہ ان کا لشکر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کیے بغیر لوٹ آیا ہے تو وہ بڑے حیران ہوئے اور انہوں نے اس مہم کو جیش السویق (ستّو پینے والوں کا لشکر) کا نام دیا۔ اس طرح کفارانِ مکہ اور مسلمانوں کے درمیان یہ جنگ ٹل گئی۔

اِس طرح حضورؐ بھی اپنے لشکر کو لے کر بدر کے میدانوں سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

اس کے بعد مدینہ میں یہ خبریں پھیلیں کہ دومۃ الجندل میں ایک بہت بڑی جماعت مسلمانوں کے خلاف جمع ہو رہی ہے۔ لہٰذا آپؐ نے اپنے لشکر کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف کوچ کیا لیکن کوئی بھی جماعت مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے نمودار نہ ہوئی۔ اس طرح دومۃ الجندل میں بھی لڑائی کی نوبت نہ آئی اور حضورؐ مدینہ لوٹ گئے۔

اس طرح ان غزوات کے باعث سماک حضورؐ کے ساتھ مصروف رہا، اور انتقام کے لیے خیبر کا رُخ نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ جنگِ خندق کی نوبت آگئی۔

○

جنگِ خندق کی ابتدا۔ کچھ یوں ہوئی کہ جب یہودیوں کے قبیلے بنونضیر کو ان کی بداعمالیوں کے باعث نکال باہر کیا گیا تو سلام بن ابی حقیق یعنی غوبلہ کا بھائی مدینہ سے یہودیوں کے اس انخلاء پر بڑا سیخ پا ہوا اور خیبر جا کر وہ حضورؐ اور مسلمانوں کے خلاف بڑی سخت باتیں اور قابلِ اعتراض اعلانات کرنے لگا۔

در اصل مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو جانے والے یہودی کعب بن اشرف کی طرح اس سلام بن ابی حقیق نے اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف کام کرنا شروع کر دیا تھا اور کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا کہ وہ مسلمانوں کی سبکی اور رسوائی کی بات نہ کرے۔ پھر اس سلام بن ابی حقیق نے مسلمانوں کے خلاف اپنی مہم کو اور آگے بڑھایا۔ اس نے بنونضیر اور بنو وائل کے کچھ سرداروں کو اپنے ساتھ لیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

سلام بن ابی حقیق کی سرکردگی میں یہ وفد مکہ میں داخل ہوا اور مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کو انہوں نے ایک جگہ جمع کیا اور جب مکہ کے سردار جمع ہو گئے تب سلام بن ابی حقیق نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

"اے رئیسانِ قریش! اب تک تم لوگ اکیلے اور تنہا ہی مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے ہو۔ لہٰذا تم لوگ مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے ہو بلکہ ان کے ساتھ جنگوں میں تم شکست اور نقصان برداشت کرتے رہے ہو۔ اس وقت مدینہ میں رہنے والے یہودیوں کا چونکہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ تھا۔ لہٰذا ہم لوگ مسلمانوں کے خلاف تمہاری کوئی مدد نہ کر سکے۔ اب جب کہ مسلمانوں نے بنو قریظہ کے سوا یہودیوں کے سب قبائل کو نکال باہر کیا ہے تو ہم لوگ تمہارا ساتھ دینے کا عہد کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم تمہیں مشورہ دیتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی ابتدا کر دو۔



تاکہ ان کا استیصال کر دیا جائے۔

اور اے گروہِ قریش! اگر تم لوگوں نے اس معاملہ میں تاخیر اور تساہل سے کام لیا تو پھر مسلمان ایسی قوت پکڑ جائیں گے کہ نہ صرف ہمارا بلکہ تمہارا بھی استیصال کر کے رکھ دیں گے۔ اس لیے کہ ان کی قوت اور انفرادی طاقت میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اگر ہم سب نے مل کر ان کا خاتمہ نہ کیا تو ہمیں ہر حالت میں دو باتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اوّل یہ کہ ہمیں اپنی مرضی کے خلاف ان کے دین میں داخل ہونا پڑے گا اور دوم یہ کہ اگر ہم نے ان کے دین میں داخل ہونے سے انکار کیا تو وہ ہمیں قبروں میں اتار کر رکھ دیں گے۔ تمہارے ساتھ گفتگو مکمل کرنے کے بعد مکہ سے نکل کر میں مدینہ کے نواحی قبائل بنو غطفان، بنو فزارہ، بنو مرہ، بنو اشجع اور کچھ دیگر قبائل کا رُخ بھی کروں گا اور ان سب کو مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کرنے پر آمادہ کروں گا اور مجھے اُمید ہے کہ عنقریب اپنے اتحاد و تعاون کے باعث ان مسلمانوں پر قابو پانے میں ہم ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔"

جب سلام بن ابی حقیق خاموش ہُوا تو مکہ کے ایک سردار نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا۔ "اے گروہِ یہود! تم توریت اور پہلی کتب کے ماننے والے ہو۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے اور محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کیا اختلاف ہے اور ہمیں یہ بھی بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا اُن کا۔"

اس پر سلام بن ابی حقیق نے مکہ کے سرداروں کو مطمئن کرنے اور ان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے کہا۔ "یا معشرِ قریش! سنو! تمہارا دین ان کے دین سے بہتر ہے اور تم مسلمانوں کی نسبت حق سے زیادہ قریب ہو۔"

یہودی وفد کی طرف سے یہ جواب سُن کر مکہ کے رؤسا خوش ہو گئے اور انھوں نے یہودی سرداروں سے عہد کیا کہ بہت جلد وہ مسلمانوں کے خلاف ایک ایسی جنگ کی ابتدا کریں گے۔ جس میں مسلمانوں کا مکمل طور پہ استیصال کر دیا جائے گا۔

اس طرح یہودیوں کا وفد مکہ میں کامیاب گفتگو کے بعد وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

مکہ میں اپنے کام کی تکمیل کے بعد خیبر کے یہودیوں کا یہ وفد بنو غطفان میں داخل ہوا۔ بنو غطفان کے رؤسا عیینہ بن حصن، حارث بن عوف اور ابن رخیلہ سے ملا اور انہیں اس بات پہ آمادہ کر لیا کہ جب اہلِ مکہ مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کے لیے مدینہ کا رُخ کریں گے تو بنو غطفان بھی ان کا ساتھ دیں گے۔ بنو غطفان نے یہودیوں کے ان سرداروں کی پیش کش کو قبول کر لیا اور اس طرح یہودی وفد سارا معاملہ کامیابی سے نمٹانے کے بعد خیبر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

○

حضورؐ کو جب خبر ہوئی کہ کفارانِ مکہ اور بنو غطفان مدینہ پہ حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہیں تو آپؐ نے دفاع کی غرض سے مدینہ کے اطراف میں خندق کھودنے کا انتظام فرمایا۔ مسلمانوں کو اجر و ثواب کی ترغیب دینے کے لیے آپؐ نے بہ نفسِ نفیس خندق کی کھودائی میں حصّہ لیا۔

حضور کے ساتھ مسلمانوں نے خندق کی کھودائی کے لیے کمال مشقت اور مستقل مزاجی سے کام لیا۔ تاہم منافقین نے تساہل سے کام لیا۔ ان کے دل میں جو کچھ تھا چھپائے رکھا اور کھدائی کے دوران اکثر کام چھوڑ کر اپنے اہل و عیال کی طرف کھسک جاتے تھے۔

اس خندق کی کھدائی کے دوران مسلمانوں نے حضورؐ کے ہاتھوں چار معجزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

پہلا معجزہ کچھ یوں ہُوا کہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک مقام پر بڑی سخت زمین آگئی۔ جسے کھودنا دشوار اور مشکل ہو گیا۔ لوگوں نے اس دشواری کا اظہار حضورؐ سے کیا۔

آپؐ نے پانی کا ایک برتن طلب فرمایا۔ اور اس پانی میں لعاب دہن ڈال کر آپؐ نے دُعا فرمائی۔ بعد ازاں وہ پانی اس سخت زمین پہ چھڑک دیا گیا۔ پس حضورؐ کے



ایسا کرنے سے زمین کا وہ حصّہ ایسا نرم اور بھربھرا ہو گیا کہ کھدائی کے دوران وہ حصّہ زمین نہ کمند کو لوٹاتا تھا نہ بیلچے کو۔

دوسرا معجزہ کچھ یوں ہُوا کہ جس وقت خندق کی کھدائی اپنے عروج پر تھی، وہاں ایک لڑکی داخل ہوئی جو اپنے دامن میں کوئی چیز چھپائے ہوئے تھی اور اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کچھ تلاش کرنے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔

حضورؐ نے اس لڑکی کو دیکھ لیا اور اُسے پکارتے ہوئے آپؐ نے فرمایا۔ ” تَعَالِی يَا بُنَيَّةَ۔ مَا هٰذَا مَعَكِ “ (اے بیٹی! ادھر آ۔ یہ تیرے پاس کیا ہے؟)

وہ لڑکی قریب آئی اور عرض کیا۔ ” یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے دامن میں یہ تھوڑی سی کھجوریں ہیں۔ یہ میری ماں نے مجھے دے کر بھیجا ہے تاکہ یہ میں اپنے باپ بشیرؓ بن سعد اور اپنے ماموں عبد اللہؓ بن رواحہ کو دوں تاکہ وہ کھائیں۔ کیوں کہ وہ دونوں صبح سے بھوکے ہیں۔“

اس لڑکی سے حضورؐ نے مخاطب کر کے فرمایا۔ ” یہ کھجوریں میرے دونوں ہاتھوں میں ڈال دے“۔ ساتھ ہی آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔

اس لڑکی نے وہ کھجوریں حضورؐ کے ہاتھ میں انڈیل دیں۔ وہ کھجوریں اس قدر کم تھیں کہ ان سے آپؐ کے دونوں ہاتھ نہ بھرے۔ پھر آپؐ نے ایک کپڑا طلب کیا اور جب کپڑا آ گیا تو حضورؐ نے اس کپڑے کو اپنے سامنے بچھوایا۔ کھجوریں آپؐ نے اس کپڑے پر ڈال دیں اور جب آپؐ نے ان پر ہاتھ پھیرا تو کھجوریں اس قدر بڑھ گئیں کہ سارے کپڑے پر پھیل گئیں اور وہ سارا کپڑا ان کھجوروں سے بھر گیا۔ پھر قریب بیٹھے کچھ لوگوں کو مخاطب کر کے آپؐ نے فرمایا۔ ” خندق کھودنے والے لوگوں کو آواز دو کہ سب آ کر ناشتہ کر لیں۔“

سب لوگ وہاں جمع ہو گئے اور کھجوریں کھانے لگے۔ وہ کھجوریں کچھ اس طرح بڑھتی چلی گئیں کہ تمام لوگوں نے جی بھر کے اور سیر ہو کر کھائیں۔ اس کے باوجود اس کپڑے کے کناروں اور اطراف میں بہت سی کھجوریں بچ گئی تھیں۔

تیسرا معجزہ کچھ یوں ہوا کہ جابرؓ بن عبداللہ بھی خندق کھودنے میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شامل تھے۔ ان کے پاس کم عمر کی چھوٹی سی مگر خوب موٹی تازی ایک بکری تھی۔ انہوں نے سوچا حضورؐ خندق کی کھدائی کے دوران بہت مشقت کرتے ہیں۔ لہٰذا اس بکری کو ذبح کر کے میں حضورؐ کی ضیافت کا سامان کروں گا۔

اس نے بکری کو ذبح کیا اور بیوی سے کہا کہ روٹی تیار کرے۔ گھر میں تھوڑے سے جَو تھے جنہیں پیس کر ان کی اہلیہ نے چند روٹیوں کے لیے تیار کر لیا اور اس روز جب جابرؓ بن عبداللہ خندق کی کھدائی کے لیے جانے لگے تو ان کی اہلیہ نے ان سے کہا۔ کہ خندق کے کام سے فارغ ہو کر وہ حضورؐ کو اپنے ساتھ لیتے آئیں تاکہ حضورؐ ان کے ساتھ کھانا تناول فرما سکیں۔

پس اس روز جابرؓ بن عبداللہ دن بھر خندق کی کھدائی میں حضورؐ کے ساتھ مصروف کار رہے اور شام کے قریب جب کام بند ہوا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے کی تیاریاں کرنے لگے تو جابرؓ بن عبداللہ حضورؐ کے پاس آئے اور انہیں مخاطب کر کے عرض کی۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس چھوٹی سی ایک بکری تھی جو میں نے آپؐ کے لیے ذبح کر کے تیار کی ہے اور اس کے ساتھ جَو کی روٹی ہے میری خواہش ہے کہ آپؐ میرے گھر تشریف لے چلیں اور کھانا تناول فرماویں۔"

جب جابرؓ بن عبداللہ اپنی بات کہہ چکے تو حضورؐ نے اپنے قریب کھڑے چند لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "کھدائی کرنے والے سب لوگوں کو پکارو کہ اپنے گھروں کو جانے کے بجائے میرے پاس جمع ہو جائیں"۔

جب سب لوگ حضورؐ کے پاس جمع ہو گئے تو حضورؐ نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج ہم سب کی جابرؓ کے ہاں دعوت ہے۔ میرے ساتھ ان کے گھر چلو اور وہاں کھانا کھاؤ۔"

جابرؓ بن عبداللہ دل میں بڑے فکرمند اور ملول ہوئے کہ انہوں نے تو صرف حضورؐ



کے کھانے کا انتظام کیا ہے اور یہ کہ گھر پر تھوڑے سے جَو کے علاوہ اور کچھ ہے بھی نہیں۔ پھر اس قدر لوگوں کے لیے کھانے کو روٹیاں کہاں سے مہیا ہوں گی۔ لیکن یہ فیصلہ چونکہ حضورؐ کا فیصلہ تھا لہٰذا کچھ کہہ نہ سکے اور چُپ چاپ ساتھ ہو گئے۔

بہرحال آپؐ جابرؓ کے ہاں داخل ہوئے اور ایک کمرے میں تشریف فرما ہوئے جابرؓ بن عبداللہ نے بکری کے تیار شدہ گوشت کا برتن اور روٹیاں لاکر آپؐ کے سامنے رکھ دیں۔ آپؐ نے بارک اللہ اور بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کیا۔ دوسرے لوگ بھی باری باری آکر کھانا کھانے لگے۔ اس طرح ایک گروہ آکر کھانا کھاتا اور چلا جاتا اور پھر دوسرا گروہ آجاتا۔ یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا۔ یہاں تک کہ تمام اہلِ خندق نے اس روز جابرؓ بن عبداللہ کے ہاں پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

خندق کی کھدائی کے دوران حضورؐ کی طرف سے چوتھا معجزہ یہ ہوا کہ خندق کے جس حصے میں سلمانؓ فارسی کھدائی کر رہے تھے۔ وہاں ایک جگہ پتھر آگیا جو ان سے ٹوٹتا نہ تھا۔ اس موقع پر حضورؐ بھی ان کے پاس ہی کھڑے تھے۔

آپؐ نے جب سلمانؓ کو بار بار کدال چلاتے دیکھا تو محسوس کیا کہ جگہ سخت ہے اور کھودنے میں دشواری پیش آرہی ہے۔ لہٰذا آپؐ نیچے اُترے۔ سلمانؓ سے کدال آپؐ نے لے لی۔

آگے بڑھ کر جب حضورؐ نے کدال سے اس پتھر پر ضرب لگائی تو اس پتھر سے بجلی چمکنے کا ایک سماں پیدا ہو گیا۔ آپؐ نے جب دوسری ضرب لگائی تو پھر برق چمک گئی۔ یہاں تک کہ تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔

اس پر سلمانؓ نے حضورؐ کو مخاطب کر کے کہا۔ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ جب آپؐ اس پتھر پر کدال مار رہے تھے۔ تو یہاں نمودار ہونے والی یہ برق کیسی تھی؟"

حضورؐ نے غور سے سلمانؓ کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ "کیا تم نے اسے دیکھ لیا"۔

انہوں نے عرض کی۔ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اسے دیکھا"۔

اس پر آپؐ نے فرمایا۔ "برق کی پہلی چمک اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میرا رب یمن فتح کرائے گا۔ دوسری بار کی برق شام و مغرب کی فتح کی طرف اشارہ اور تیسری بار کی برق مشرق کے مسلمانوں کے سامنے مسخر ہو جانے کا اشارہ تھا۔"

آنے والے دَور میں حضورؐ کی یہ تینوں پیش گوئیاں درست و حقیقت ثابت ہوئیں۔ بہر حال جلد ہی یہ خندق تیار کی گئی اور مسلمان حضورؐ کی سرکردگی میں کفار کے متحد لشکر کے سامنے اپنا دفاع کرنے کے لیے مستعد ہو گئے تھے۔

○

کفار کے لشکر نے اپنی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد مدینہ کی طرف کُوچ کیا۔ اس لشکر کا سالارِ اعلیٰ ابوسفیان ہی تھا۔ لشکر کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی جو قریش کے علاوہ احابیش، بنو کنانہ، اہل تہامہ، بنو غطفان اور اہلِ نجد پر مشتمل تھا۔

اس لشکر نے خندق کے قریب آ کر پڑاؤ کیا۔ حضورؐ بھی اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے نِکلے۔ شہر کی دیکھ بھال اور نگرانی آپؐ نے عبداللہؓ بن ام مکتوم کے ذمہ لگائی۔ خود حضورؐ تین ہزار افراد پر مشتمل لشکر لے کر جب جبل سلع کے پاس آئے اور وہاں اس انداز سے پڑاؤ کیا کہ اپنی پُشت پر جبل سلع کو رکھا اور سامنے کی طرف خندق تھی۔ اب دونوں عساکر نے ایک دوسرے کے سامنے کچھ اس طرح پڑاؤ کیا تھا کہ ان کے درمیان خندق حائل تھی۔

گو اس خندق میں پانی نہ تھا تاہم یہ کفار کو مسلمانوں پر عام حملہ کرنے سے روکے ہوئے تھی۔ شہر سے نِکلتے وقت حضورؐ نے مسلمان عورتوں اور بچوں کو شہر میں موجود قلعوں کے اندر پہنچا دیا تھا۔ مدینہ میں رہنے والے یہودی قبیلے بنی قریظہ کے ساتھ چونکہ حضورؐ کا عہد و پیمان تھا کہ وہ مدینہ پر حملہ آور ہونے والے دشمن کا ساتھ نہ دیں گے لہذا مدینہ شہر اور اس کے اطراف میں امن و سکون تھا۔ کفار نے سب سے پہلے اس امن اور سکون کو توڑنے کی کوشش کی۔

یہودیوں کا قبیلہ بنو نضیر جنہیں مدینہ سے نِکال دیا گیا تھا ان کے کچھ افراد



بھی ان کے سردار حییؔ بن اخطب کے ساتھ کفار کے لشکر میں شامل تھے۔ لہذا اسی ابنِ اخطب کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد سے ملے۔ اور اسے حضورؐ کے ساتھ امن کا معاہدہ توڑنے پر مجبور کرے۔ تاکہ مسلمانوں پر دو طرفہ حملہ ہو۔ یعنی شہر پر بنو قریظہ حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو اپنی عورتوں اور بچوں سے متعلق فِکر مند اور پریشان کر دیں اور سامنے کی طرف سے کفار حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو اپنے سامنے زیر کر کے ان کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر کے رکھ دیں۔ بنو قریظہ کی گڑھی چونکہ مدینہ شہر کے نواح میں تھی لہذا ان کے ہاں جانے کے لیے خندق کو عبور کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

بہر حال ابنِ اخطب بنو قریظہ کی طرف روانہ ہُوا اور ان کے سردار کعب بن اسد کے دروازے پر اس نے دستک دی۔ کعب بن اسد کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ دستک دینے والا حُییؔ بن اخطب ہے اور اس کے آنے کی وجہ کا بھی اسے علم ہو گیا تھا۔ کعب بن اسد چونکہ حضورؐ کے ساتھ کیے گئے اپنے معاہدۂ امن کو توڑنا نہ چاہتا تھا۔ لہذا ابنِ اخطب کی دستک پر اس نے اپنی حویلی کا دروازہ نہ کھولا۔ اس پر ابن اخطب نے زور زور سے دستک دیتے ہوئے چلّا کر کہا۔ "کعب تیرا بُرا ہو دروازہ کھول۔"

اس پر کعب بن اسد قرظی نے حُییؔ کو مخاطب کر کے کہا۔ "تیرا بُرا ہو۔ تُو بڑا بدبخت ہے حُییؔ! دیکھ مَیں مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عہد کر چکا ہوں اور مَیں یہ عہد و پیمان توڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں اس لیے کہ مَیں نے مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وفائے عہد اور صداقت کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔"

حُییؔ بن اخطب نضری نے پھر اپنی آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "تُو دروازہ تو کھول۔ خدا کی قسم! مجھے یُوں لگتا ہے کہ تُو مہمان نواز نہیں رہا اور بخیل و کنجوس ہو گیا ہے اور اس لیے دروازہ نہیں کھول رہا کہ مَیں کہیں تیرے ہاں کھانا نہ کھا لوں۔"

ابنِ اخطب کا یہ حربہ کامیاب رہا۔ کیونکہ اس کی ایسی گفتگو سے کعب بن اسد غیرت اور غصّہ کھا گیا اور اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا۔ پھر اس نے ابن اخطب

کو اپنے دیوان خانے میں بٹھایا اور پوچھا۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو"۔ ابن اخطب نے کعب کو سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"اے ابن اسد! میں تیرے پاس زمانہ بھر کی عزت اور انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لایا ہوں اور ان انسانوں کے قائد اور سردار بھی موجود ہیں۔ میں نے انہیں رومہ کی طرف سے آنے والی وادیوں کے سنگم پر ٹھہرایا ہے۔ میں قبیلہ غطفان کو بھی پڑھا لایا ہوں۔ ان کے قائد اور سردار بھی ان کے ساتھ ہیں اور ان سب لوگوں کے ساتھ میرا عہد ہے کہ ہم لوگ اس وقت تک یثرب کی ان وادیوں سے نہ ٹلیں گے جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو جڑ سے نہ اکھاڑ کر پھینک دیں۔"

اس پر کعب بن اسد نے بے ساختہ کہا "اے ابنِ اخطب! تو یہاں زمانے بھر کی عزت اور انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نہیں لے کر آیا بلکہ تو زمانے بھر کی ذلت اور ایسا بادل لایا ہے جس کا پانی بہہ چکا ہے۔ وہ صرف گرجتا اور چمکتا ہے مگر اس میں ہے کچھ بھی نہیں۔"

"اے ابنِ اخطب! تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دے"۔

اس پر ابنِ اخطب نے کعب بن اسد کو ڈھارس اور تسلی دینے کے انداز میں کہا۔" اے ابنِ اسد! میں تمہارے ساتھ یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر قریش اور بنی غطفان مسلمانوں کا خاتمہ نہ کر سکے تو میں اپنے ساتھیوں کو لے کر تمہارے قلعے میں آ جاؤں گا۔ مسلمانوں نے اگر تمہارے خلاف حرکت میں آنے کی کوشش کی تو میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ سو تم پر جو گزرے گی وہی مجھ پر بھی گزرے گی"۔

ابنِ اخطب کے اس طرح بہلانے پھسلانے پر بنی قریظہ کا سردار کعب بن اسد اس کے دام میں آ گیا اور اس طرح وہ ابنِ اخطب کی خواہش کے مطابق حضورؐ کے ساتھ اپنے عہد کو توڑنے پر آمادہ ہو گیا۔

حضورؐ کو جب ان بدلتے حالات کی خبر ہوئی تو آپؐ نے قبیلہ اوس کے سردار



سعدؓ بن معاذ، قبیلہ خزرج کے سردار سعدؓ بن عبادہ اور ان کے ساتھ عبداللہؓ بن رواحہ اور خواتؓ بن جبیر کو بنو قریظہ کی طرف روانہ کیا اور ان چاروں کو آپؐ نے یہ ہدایت فرمائی کہ اگر معاہدہ توڑنے کی خبر درست ہو تو واپس آ کر صرف رمز و اشارہ سے بتا دینا تاکہ مسلمانوں کے اندر اس سے ضعف اور کمزوری پیدا ہونے کا خدشہ نہ ہو اور اگر یہ خبر غلط ہو تو پھر عام لوگوں کے سامنے برملا آ کر کہہ دینا۔

بہرحال یہ چاروں حضرات بنو قریظہ کی طرف گئے اور کعب بن اسد اور دیگر یہودی رؤسا سے جا کر ملے۔ وہاں انہیں خبر ہوئی کہ یہودی مسلمانوں کے ساتھ اپنا معاہدہ توڑ چکے ہیں اور شرارت و فساد پر آمادہ ہیں۔

قبیلہ اوس کے سردار سعدؓ بن معاذ تیز مزاج انسان تھے۔ اس انکشاف پر وہ یہودیوں کو برا بھلا کہنے لگے۔ جواباً یہودی بھی زبان درازی کرنے لگے معاملہ جب بڑھنے لگا تو قبیلہ خزرج کے سردار سعدؓ بن عبادہ نے قبیلہ اوس کے سردار سعدؓ بن معاذ کو مخاطب کر کے کہا۔

"انہیں برا بھلا کہنا چھوڑ دو۔ جو چیز ہمارے اور ان کے درمیان ہے وہ بہت بڑی ہے۔ اگر ہم نے یہاں لڑائی جھگڑے کو طول دیا تو سب کو خبر ہو جائے گی کہ یہود اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ ٹوٹ چکا ہے۔ جب کہ حضورؐ نے ہمیں اس کے اخفا کا حکم دیا ہے"۔

ابن عبادہ کی اس گفتگو پر سعدؓ بن معاذ خاموش ہو رہے اور جب وہ وہاں سے ہٹنے اور جانے لگے تو ایک جوان بھاگتا ہوا ان کے پاس آیا۔ وہ سماکؓ بن خرشہ کا دوست، بنو غطفان کا نعیمؓ بن مسعود تھا۔ اس نے ان چاروں کو مخاطب کر کے پوچھا۔ " صاحبو! تم میں سے کوئی سماک بن خرشہ کو جانتا ہے جس کی کنیت ابو دجانہ ہے"۔ بنو خزرج کے سردار سعد بن عبادہ نے بولتے ہوئے کہا۔

" ابو دجانہ کو کون نہیں جانتا۔ مدینہ تو مدینہ اسے تو حجاز کی سرزمین کے اکثر لوگ جانتے ہیں کہ جنگِ احد میں حضورؐ نے اسے اپنی تلوار دی اور اس نے

وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ ہم میں سے ہر کوئی ابو دجانہ کو جانتا ہے"۔

اس پر نعیم بن مسعود بولا "سنو صاحبو! میرا نام نعیم بن مسعود ہے۔ میرا تعلق بنو غطفان سے ہے۔ ابو دجانہ میرا بہترین دوست ہے۔ اسے کہنا کل رات عشاء کی نماز کے بعد خندق کے کنارے ذنب نقمی کی سیدھ میں میرا انتظار کرے اس کے ساتھ مل کر میں ایک ایسا معاملہ کرنا چاہتا ہوں جس کے باعث یہود و مشرکین کے اندر ایک انتشار و بددلی پھیل کر رہ جائے گی۔ تم لوگ میری ان باتوں سے یقیناً شک و شبہ میں پڑو گے لیکن ابو دجانہ میری اصلیت اور حقیقت سے واقف ہے لہٰذا وہ سارے معاملے کو خود بخود سمجھ جائے گا"۔

اتنا کہنے کے بعد نعیمؓ بن مسعود وہاں سے چلا گیا اس موقع پر سعدؓ بن عبادہ نے خوات بن جبیر کو مخاطب کر کے کہا "ابن جبیر! تم اس نعیمؓ بن مسعود کا پیغام ابو دجانہ تک پہنچا دینا"۔

اس کے ساتھ ہی وہ سب واپس روانہ ہوئے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ بنو قریظہ نے عہد شکنی اور غداری کی ہے"۔

اس پر حضورؐ نے فرمایا "اللہ اکبر! اے مسلمانوں کے گروہ! تم لوگوں کو خوشخبری ہو"۔

آہستہ آہستہ یہ خبر اسلامی لشکر میں بھی پھیل گئی کہ یہودیوں نے غداری اور عہد شکنی کی ہے۔ لہٰذا لشکر میں شامل مجاہدین اپنے اپنے اہلِ خانہ کی طرف سے فکر مند ہو گئے۔ کیونکہ مسلمان عورتوں کو ایک قلعہ کے اندر رکھا گیا تھا جو بنو قریظہ کی گڑھی کے قریب تھا۔ لہٰذا مسلمان فکر مند تھے کہ کہیں یہودی اس قلعے پر حملہ آور ہی نہ ہو جائیں۔ اب مسلمانوں کے لیے دو خطرات منڈلانے لگے تھے۔ ایک کفار اور مشرکین کی طرف سے اور دوسرا مدینہ کے یہودیوں کی طرف سے۔

اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے حضورؐ نے بنو غطفان کے سردار عبید بن



حصن اور حارث بن عرف سے رابطہ قائم کیا اور آپؐ نے انہیں مدینہ کے پھلوں کا ایک تہائی اس شرط پر دینے کا وعدہ کیا کہ وہ اپنے قبیلے کے لوگوں کو لے کر واپس چلے جائیں اور کفار و یہود کا ساتھ چھوڑ دیں۔

بنو غطفان کے سردار اس پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس معاہدہ کی تحریر بھی لکھ دی گئی۔ پر اس پر ابھی طرفین کے دستخط نہ ہوئے تھے اور نہ ہی آخری اور قطعی فیصلہ ہوا تھا کہ اس معاہدے کو حتمی شکل دینے کے لیے حضورؐ نے بنو اوس کے سردار سعدؓ بن معاذ اور بنو خزرج کے سردار سعدؓ بن عبادہ کو طلب کیا۔ دونوں کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا اور ان کی رائے طلب کی۔

اس پر دونوں سرداروں نے پوچھا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ ایسا معاملہ ہے جسے آپؐ پسند فرماتے ہیں۔ اس لیے ایسا کرنا چاہتے ہیں، یا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس پر عمل کیے بغیر چارہ نہیں؟ یا یہ معاملہ آپؐ ہمارے لیے کرنا چاہتے ہیں"۔

اس پر حضورؐ نے فرمایا "یہ ایسا ہی معاملہ ہے جو میں تمہارے لیے کرنا چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں اسے اس لیے کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے دیکھا تمام عرب ایک کمان سے تم پر تیروں کی بارش کرنے پر آمادہ ہیں اور ہر سمت سے تمہارے راستوں کو دشوار بنا دیا گیا ہے۔ اس بنا پر میں نے ارادہ کر لیا کہ ان کی طاقت کو کسی نہ کسی حد تک تمہارے لیے توڑ دوں"۔

حضورؐ سے یہ ارشاد سننے کے بعد سعدؓ بن معاذ بولے اور کہا "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اور یہ کفار سبھی شرک اور بت پرستی پر قائم تھے۔ نہ ہم خدا کی عبادت کرتے تھے اور نہ وہ خدا کو پہچانتے تھے"۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خریداری اور ضیافت کی بات اور ہے لیکن یہ کفار تو جاہلیت میں بھی ہمارے باغوں پر للچائی ہوئی نظر نہ ڈال سکتے تھے۔ اب تو اللہ نے ہمیں اسلام کی دولت سے سرفراز کیا ہے۔ اس کے ذریعے سے ہمیں

سیدھے راستے پر لگا دیا ہے۔ آپ اور اسلام کی برکت سے ہمیں ایک اعزاز کا مقام حاصل ہوا ہے۔ کیا ہم ان حملہ آوروں کو اپنے اموال دیں گے۔ خدا کی قسم! ہمیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہماری طرف سے انہیں تلوار کے سوا کچھ نہ ملے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔"

ان دونوں سرداروں کی گفتگو سننے کے بعد حضورؐ نے فرمایا۔

"فَاَنْتَ وَذَالِکَ" (اچھا تم جانو اور تمہارا کام)

اس پر سعدؓ بن معاذ نے حضورؐ سے وہ پرچہ لے لیا جس پر معاہدے کی تحریر درج تھی۔ اور جسے ابھی حتمی اور آخری شکل دی جانے والی تھی۔ سعدؓ بن معاذ نے اس کاغذ پر لکھی وہ تحریر مٹا دی اور حضورؐ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کفار اگر ہمارے خلاف قوت آزمائی کرنا چاہتے ہیں تو کر دیکھیں۔"

یوں حضورؐ نے دونوں سرداروں سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد اس معاہدے کا ارادہ ترک کر دیا۔ دوسری طرف بنو غطفان کو دکھ ہوا کیوں کہ انہیں فوائد حاصل ہوتے ہوتے رہ گئے تھے

محاصرے کی اس تیزی کے دوران بنو عامر کا عمرو بن عبدود اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر خندق کو عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ چند صحابہؓ کے ساتھ علیؓ مقابلے پر آئے اور عمرو بن عبدود کو پہلے اسلام کی دعوت دی۔ جواب میں عمرو بن عبدود کہنے لگا۔ "مجھے اسلام کی ضرورت نہیں۔"

تب علیؓ نے فرمایا۔ "پھر میں تمہیں میدان میں اترنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

عمرو بن عبدود بولا۔ "اے برادر زادے! یہ کیوں! میں تو تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا۔"

اس پر علی نے فرمایا۔ "مگر خدا کی قسم! میں تو تمہیں قتل کرنا پسند کروں گا۔"

اس ظالم و ستم گر نے گھوڑے سے اترتے ہی اپنے ہی گھوڑے کو اپنی تلوار ماری اور اس کی کونچیں کاٹ کر رکھ دیں۔ پھر گھوڑے کے منہ پر مکا مار کر اسے



پیچھے ہٹا دیا۔ پھر غضب ناک ہو کر علیؓ کی طرف بڑھا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا اور علیؓ نے عمرو بن عبدود کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ جب کہ اس کے ساتھی بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

○

سماکؓ بن خرشہ خندق کے قریب قطبہ بن عامر اور خبیبؓ بن یساف کے ساتھ بیٹھا تھا کہ خواتؓ بن جبیر وہاں آیا اور اسے مخاطب کر کے کہا۔ "اے ابودجانہ! کیا بنو غطفان کے اندر تیرا نعیمؓ بن مسعود نام کا کوئی دوست اور رفیق ہے۔"

سماکؓ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا اور پوچھا۔ "کیوں کیا ہوا نعیمؓ بن مسعود کو۔ اے ابنِ جبیر! وہ میرا دوست ہی نہیں بھائی بھی ہے اور مسلمان ہے۔"

خواتؓ بن جبیر نے اس بار پرسکون انداز میں کہا۔ "اگر ایسا ہے تو سنو۔ میں اوس و خزرج کے سرداروں کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف گیا تھا۔ وہاں نعیمؓ بن مسعود ہم سے ملا اور اس نے تمہارے لیے یہ پیغام دیا کہ کل رات عشاء کے بعد خندق کے کنارے ذنب نقمی کی سیدھ میں اسے ملو۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ ایک ایسا معاملہ کرنا چاہتا ہے۔ جس میں مسلمانوں کی بہتری ہے۔"

سماکؓ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور ایک عزم میں اس نے کہا۔ "میں ذنب نقمی کی سیدھ میں کل عشاء کے بعد ضرور نعیمؓ بن مسعود سے ملوں گا۔ وہ ایک قابلِ اعتبار دوست اور وفا شعار مسلمان بھائی ہے۔"

خواتؓ بن جبیر وہاں سے چلا گیا جب کہ سماکؓ وہاں بیٹھ کر پھر قطبہ بن عامر اور خبیب بن یساف کے ساتھ گفتگو کرنے لگا تھا۔

اتنے میں جنگِ خندق میں حصہ لینے والے دو مجاہد سماکؓ کے پاس آئے اور اسے مخاطب کر کے پوچھا۔ "اے ابودجانہ! کھانے کا وقت ہو رہا ہے۔ کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہو گا۔ آج ہمارے ہاں سے کھانے کو کچھ نہیں آیا۔"

سماکؓ نے ایک بار ان دونوں مجاہدوں کی طرف کمال محبت و شفقت سے

دیکھا اور کہا ۔ یہاں ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ ۔ اچھا ہوا تم دونوں آگئے ۔ ہم کھانا شروع کرنے ہی والے تھے ۔ جو کھانا پہلے ہم تین نے کھانا تھا ۔ اب وہ پانچ کے لیے بھی پورا ہو جائیگا۔"

پھر سماکؓ بن خرشہ، قطبہؓ بن عامر اور خبیبؓ بن لیساف نے اپنے اپنے کھانے کی اشیاء نکال کر آنے والے اِن دونوں مجاہدوں کے سامنے رکھیں ۔ پھر وہ پانچوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے ۔

O

عشاء کی نماز ہو چکی تھی ۔ جاڑے کی ٹھٹھرتی رات بھاگی جارہی تھی ۔ خرقۂ سالوس کی طرح تاریکیوں نے ہر شے کو لپیٹ رکھا تھا ۔ ہر ذی رُوح کے ناشتہ خیال، اونگھتے انسانوں کی سی خاموشی اور سکوت طاری تھے ۔ کہیں کہیں کبھی کبھی کسی جھینگر کی کوئی آواز سنائی دیتی اور فضاؤں کے اندر ایک تجسس بھرا خوف پیدا کرتی چلی جاتی تھی ۔ ایسے میں سماکؓ بن خرشہ خندق کے کنارے لیٹا ہوا تھا اور اس کی نگاہیں خندق پر جمی ہوئی تھیں ۔ رقص کرتی ٹھٹھرتی ہواؤں اور تاریکی کی پھیلی بکھری چادریں اس کی نگاہیں خندق میں کسی شے کی متلاشی تھیں ۔

صحرا صحرا متلاشی رات کے اندر جو آواز بھی اس کی سماعت سے ٹکراتی اس پر وہ چونک اُٹھتا تھا اور تیزی سے آتی جاتی سانسوں کو روک کر وہ تاریکی میں غور سے کچھ سُننے اور دیکھنے کی کوشش کرتا تھا ۔

ایسے میں جب کہ ریت کی دِل آرام رفاقت کے ساتھ ہر شے زبان پارہ چوب کی مانند خاموش تھی ۔ سماکؓ چونک سا پڑا ۔ اس نے دیکھا خندق کے اندر کوئی لیٹ کر سانپ کی طرح رینگتا ہوا اس کی طرف بڑھ رہا تھا ۔

سماک سمجھ گیا کہ وہ نعیم بن مسعود ہی ہے ۔ اس موقع پر سماک کے چہرے پر عزم کی خلیجیں اور خیالات کی قربتیں بکھرنے لگی تھیں اور یقین کی ساری صداقتیں اس کے چہرے پر رقص کناں ہو گئی تھیں ۔ اس سمے رُت کی بے کیفی اس کے لیے قربت کے نشے میں بدل گئی تھی ۔



خندق کے کنارے آکر نعیم بن مسعود نے سرگوشی کے انداز میں پکارا سماکؓ ! سماکؓ ! میرے بھائی ! تم کہاں ہو؟"

سماک نے خوشیلوں میں ڈوبی آواز میں کہا ۔ "اے ابن مسعود ! مَیں تمہارے قریب ہی ہوں ۔ مَیں ایک رسہ پھینکتا ہوں ۔ اس کی مدد سے تم کوئی آواز پیدا کیے بغیر آرام سے اُوپر چڑھ آؤ ۔"

اس کے ساتھ ہی سماکؓ نے تاریکی میں ایک رسّہ پھینکا جو عین نعیمؓ بن مسعود کے قریب آکر گرا ۔ نعیم نے رسہ ایک بار کھینچ کر دیکھا اور اندازہ لگا لیا کہ رسّے کا دوسرا سرا سماکؓ نے مضبوطی سے تھام رکھا ہے ۔ لہٰذا وہ رسّا کی مدد سے اُوپر چڑھ گیا ۔ اور رسہ سماکؓ نے دوبارہ اپنی طرف کھینچ لیا تھا ۔ خندق پار کر کے نعیمؓ لیٹے کر رینگتے ہوئے آگے بڑھا ۔

سماکؓ کے قریب آکر نعیمؓ بن مسعود نے لیٹے ہی لیٹے اس سے مصافحہ کیا ۔ پھر سماکؓ کو اس نے مخاطب کر کے پوچھا ۔ "سماکؓ ! سماکؓ ! میرے بھائی ! مَیں بڑی مشکل اور دشواری کے ساتھ اپنے قبیلے والوں کی نظریں بچا کر خندق کو پار کرنے میں کامیاب ہوا ہوں ۔

سنو ! اگر یہ محاصرہ جاری رہا تو کفار اور یہودی مل کر مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ ثابت ہوں گے ۔ مَیں چاہتا ہوں کہ مَیں کفار اور یہودیوں کے درمیان غلط فہمیاں اور نفرتیں پیدا کر کے انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ کر دوں ۔ اور اگر مَیں ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو نہ صرف یہ کہ مسلمان محفوظ ہو جائیں گے بلکہ کفار یہاں سے محاصرہ اُٹھا لینے پر مجبور ہو جائیں گے ۔"

سماکؓ نے لیٹے ہی لیٹے نعیم بن مسعود کو اپنے ساتھ لپٹا لیا ۔ پھر سرگوشی کے انداز میں اس نے پوچھا ۔

"اے میرے عزیز بھائی ! تمہارا ارادہ بے حد نیک اور راست ہے ۔ پر کفار اور یہودیوں کے درمیان تم کیسے اور کس طرح غلط فہمیاں اور نفرت کی خلیج

پیدا کرو گے۔"

نعیمؓ بن مسعود نے بھی لیٹے ہی لیٹے اپنا بازو بڑی چاہت اور خلوص میں سماکؓ کی گردن کے گرد حمائل کر دیا۔ پھر کہا۔ "پہلے تم مجھے حضورؐ کے پاس لے چلو پھر میں تفصیل بتاؤں گا کہ میں یہ کام کیسے اور کس طرح کر سکتا ہوں۔"

سماک فوراً مان گیا اور کہا۔ "اگر ایسا ہے تو چلو دونوں حضورؐ کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں۔"

تھوڑی دور تک وہ دونوں رینگ کر آگے بڑھتے رہے پھر اُٹھ کھڑے ہوئے اور تیزی سے چلنے لگے۔

سماکؓ اور نعیمؓ بن مسعود دونوں حضورؐ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ پہلے سماکؓ نے نعیمؓ بن مسعود کا تعارف کرایا۔ پھر نعیمؓ بن مسعود نے خود ہی بولتے ہوئے کہا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عرصہ ہوا میں بنو غطفان کے اندر اسلام قبول کر چکا ہوں لیکن ابھی تک میرے قبیلے والوں کو میرے اسلام قبول کرنے کا حال معلوم نہیں ہے۔"

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بنو قریظہ اور کفار کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر کے ان کے اتحاد و تعاون کو پارہ پارہ کر سکتا ہوں۔ بنو قریظہ کو مجھ سے الفت اور مجھ پر اعتماد ہے کہ میں ان کے ساتھ ایک عرصے سے انتہائی شرافت، ایمانداری اور دیانت داری کے ساتھ تجارتی لین دین کرتا چلا آ رہا ہوں۔ لہٰذا وہ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں۔ اس بنا پر میں بنو قریظہ اور کفار کے درمیان نفرت پیدا کر سکتا ہوں۔"

نعیمؓ بن مسعود کی گفتگو سن کر حضورؐ خوش ہوئے اور آپؐ نے فرمایا۔

"الحرب خدعۃ" (جنگ مغالطے کا نام ہے)

"اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو ضرور کرو اور ہماری طرف سے ان مشرکوں میں تفرقہ ڈال آؤ۔"



حضورؐ کے اس ارشاد کے جواب میں نعیمؓ بن مسعود اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اب جاتا ہوں اور اپنے کام کی ابتدا کرتا ہوں۔"

حضورؐ نے جب نعیمؓ بن مسعود کو رخصت کی اجازت دے دی تو سماکؓ بن خرشہ بھی اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور نعیمؓ سے کہا "چلو میں تمہیں بنو قریظہ کی گڑھی تک چھوڑ آتا ہوں۔"

پھر وہ دونوں وہاں سے روانہ ہوئے اور سماکؓ، نعیمؓ کو بنو قریظہ کی گڑھی کے قریب چھوڑ کر اپنے لشکر میں واپس چلا گیا تھا۔

○

بنو قریظہ کے ساتھ معاہدہ منقطع کر دینے کے بعد ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اور وہ یہ کہ اس جنگ کے دوران حضورؐ کی پھوپھی صفیہؓ بنت عبدالمطلب حسانؓ بن ثابت کے قلعے میں تھیں۔ اُن کے ساتھ اور بہت سی مسلمان عورتیں بھی اس قلعے کے اندر پناہ لیے ہوئے تھیں۔ صفیہؓ نے دیکھا کہ ایک یہودی بار بار اس قلعے کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ صفیہؓ کو اس پر شک ہوا اور انہوں نے حسانؓ بن ثابت کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے ابن ثابتؓ! یہ یہودی جیسا کہ تم خود بھی دیکھ رہے ہو قلعے کے چکر کاٹ رہا ہے۔ خدا کی قسم! میں ڈرتی ہوں کہ یہی جا کر یہودیوں کو ہمارے چھپنے کی جگہ سے متعلق بتا دے گا۔ تم دیکھتے ہو کہ یہودی اپنے عہد و پیمان توڑ چکے ہیں اور جنگ پر آمادہ ہیں۔ اگر یہودیوں نے ان حالات میں اس قلعے پر حملہ کر دیا تو کوئی مدافعت کرنے والا نہیں۔ اس لیے کہ تمام مسلمان مجاہد تو اس وقت محاذ پر ہیں اور وہ اس حالت میں نہیں کہ اس قلعے پر اگر کوئی حملہ آور ہو تو وہ ہماری مدد کر سکیں۔ لہٰذا تم نیچے جاؤ اور اس یہودی کو قتل کر آؤ۔ اس لیے کہ جب یہ واپس نہ جائے گا تو کسی اور کو ہمارے اس ٹھکانے کا علم نہ ہو گا۔"

جواب میں حسانؓ بن ثابت نے کہا۔ "اے بنتِ عبدالمطلب! اللہ تمہیں

معاف کرے۔ خدا کی قسم! تم جانتی ہو، مَیں اس قابل نہیں ہوں"۔

صفیہؓ نے جب حسانؓ بن ثابت کا یہ جواب سُنا اور یہ بھی دیکھا کہ اس یہودی پر حملہ آور ہونے کے لیے ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تو انہوں نے خود کمر کسی۔ ایک لکڑی اُٹھائی اور قلعے سے نیچے اُتر گئیں اور پھر آگے بڑھ کر اس لکڑی سے یہودی پر ایسی ضرب لگائی کہ یہودی مر گیا۔

صفیہؓ پھر قلعے کے اُوپر آئیں اور حسانؓ بن ثابت سے دوبارہ کہا: "اے ابنِ ثابتؓ! تم نیچے جا کر اس یہودی کا سامان تو نکال لاؤ۔ مَیں خود یہ سامان نکال لاتی مگر اس کا مرد ہونا میرے مانع آیا"۔

اس پر حسانؓ بن ثابت نے کہا: "اے بنتِ عبدالمطلب! مجھے اس سامان کی ضرورت نہیں ہے"۔

یوں خبر گیری کرنے کے لیے آنے والے اس یہودی کا صفیہؓ نے خاتمہ کر دیا تھا۔

○

حضورؐ کے پاس سے اُٹھ کر نعیمؓ بن مسعود بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے ہاں گیا۔ رات اس نے وہاں بسر کی اور صبح اس نے کعب بن اسد سے کہا کہ وہ بنو قریظہ کے بڑے بڑے سرداروں اور رؤسا کو اپنی حویلی میں جمع کرے کہ ان کی بہتری کے لیے وہ ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔

کعب بن اسد نے ابنِ مسعودؓ کی بات مان لی اور سارے یہودی رؤسا کو اپنی حویلی میں جمع کیا۔ جب سارے یہودی رؤسا وہاں آ کر بیٹھ گئے تو نعیمؓ بن مسعود نے انہیں مخاطب کر کے کہا: "اے محشر یہود! تم مجھے اپنے لیے کیسا پاتے ہو؟"

یہودی سرداروں نے کہا: "تم ہمارے ندیم و مہربان اور ہمدرد و مربّی ہو اور ہمارے ساتھ تمہاری مروت اور الفت کسی اظہار اور بیان کی محتاج نہیں ہے"۔

نعیمؓ بن مسعود نے پھر پوچھا: "اگر کوئی بات مَیں تمہارے ہی بھلے کو کہوں تو اے بنی قریظہ کے رؤسا تم اسے مان لو گے؟"



یہودی رؤسا نے یک زبان ہو کر کہا: "ہم تمہاری صلاح، تمہاری مشاورت کو ضرور تسلیم کریں گے"۔

اس پر نعیمؓ بن مسعود نے کہنا شروع کیا: "اے بنو قریظہ کے رؤسا! دیکھو مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں تمہاری حالت قریش اور بنو غطفان سے قطعاً مختلف ہے۔ لیکن مَیں بنو غطفان ہی کا ہوں مگر تمہیں تمہاری ہی ایک بہتری کا مشورہ دیتا ہوں۔ سنو! مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنے سے قبل یہ ضرور سوچنا کہ یہ شہر تمہارا ہے۔ اس میں تمہارے اموال، اولاد اور تمہاری عورتیں ہیں۔ تم انہیں کسی دوسرے شہر نہیں لے جا سکتے اور جہاں تک قریش اور بنو غطفان کا تعلق ہے تو وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے آئے ہیں اور تم لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف ہو کر ان لوگوں سے تعاون کیا ہے جب کہ ان کے اموال، ان کی اولاد اور ان کی عورتوں کی حالت دوسری ہے۔

اگر یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف جیت گئے تو مدینہ شہر کی لوٹ مار کریں گے اور اس لوٹ مار میں وہ تم لوگوں کو بھی اپنا نشانہ بنائیں گے اور اگر اس جنگ میں ان لوگوں کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی تو یہ لوگ اپنے اپنے شہروں کو چلے جائیں گے اور تم لوگوں کو مسلمانوں کے رحم و کرم پر تنہا چھوڑ جائیں گے اور تم لوگوں میں اس قدر استطاعت نہیں ہے کہ تم لوگ اس شہر میں رہتے ہوئے مسلمانوں سے مقابلہ کر سکو۔ اس لیے تم لوگ قریش اور بنو غطفان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف اس وقت تک قتال میں حصّہ نہ لو جب تک قریش اور بنو غطفان والے اپنے بڑے بڑے اور قابلِ اعتماد اشراف کو تمہارے پاس رہن نہیں رکھوا دیتے۔ اس شرط پر کہ وہ لوگ اس وقت تک مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں گے جب تک (خاکم بدہن) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاتمہ نہیں کر دیا جاتا"۔

نعیمؓ بن مسعود کا یہ مشورہ سُننے کے بعد بنو قریظہ کے رؤسا نے پہلے آپس میں مشورہ کیا پھر ان میں سے ایک بولا اور کہا: "اے ابنِ مسعود! تمہارے اس کارآمد مشورے پر ہم تمہارے ممنون ہیں۔ ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم ایسا ہی کریں گے جیسا تم نے ہمیں

مشورہ دیا ہے"۔ اس کے بعد نعیمؓ بن مسعود ان کے پاس سے اُٹھ کر چلا گیا۔

بنو قریظہ کے ہاں سے نکل کر نعیم بن مسعود قریش کے لشکر میں آیا اور وہاں ابوسفیان اور قریش کے دوسرے لوگوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا "اے گروہِ قریش! مجھے تم لوگوں سے جو تعلقِ خاطر اور محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے جو انقطاع ہے اس سے تم سب لوگ واقف ہو۔ مجھے تمہارے متعلق ایک چیز معلوم ہوئی ہے لہذا بہی خواہی کا تقاضہ یہ ہوا کہ مَیں وہ بات تم تک پہنچا دوں۔ مَیں نے اسے اپنا فرض سمجھا ہے۔ پر تم لوگ اس بات کو فی الحال صیغۂ راز میں رکھنا۔ میرا نام کسی پر ظاہر نہ کرنا"۔

ابوسفیان اور قریش کے سرکردہ لوگوں نے کہا۔ "اے ابنِ مسعود! ہم ایسا ہی کریں گے۔ جیسا تم چاہتے ہو، پر کہو بات کیا ہے۔"

نعیمؓ بن مسعود نے رازدارانہ انداز میں اہلِ قریش کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے قریش کے معزز لوگو! بنو قریظہ نے جو مسلمانوں کے ساتھ اپنا معاہدہ توڑ دیا تھا اس پر اب وہ سخت شرمندہ اور نادم ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو پیغام بھجوایا ہے کہ "ہم نے آپ سے کیا ہُوا جو عہد توڑا ہے اس پر اب ہم سخت خجالت محسوس کرتے ہیں اور اس برتاؤ کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں"۔

انہوں نے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ کہلا بھیجا ہے کہ ہم اس عہد شکنی کا ازالہ یوں کریں گے کہ پہلے ہم قریش اور بنو غطفان کے رؤسا اور اشراف کو پکڑ کر آپ کے حوالے کر دیں گے۔ آپ ان کی گردنیں کاٹ دیں۔ پھر ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر قریش اور بنو غطفان کی گردنیں کاٹ کر رکھ دیں گے۔ اب تم لوگ اپنے کسی آدمی کو بنو قریظہ کی طرف بھیج کر دیکھو۔ جو کچھ مَیں نے کہا ہے اگر یہ سچ ہے تو پھر بنو قریظہ والے اپنے پاس رہن رکھنے کے لیے تمہارے کچھ اشراف اور رؤسا کو طلب کریں گے اور رہن رکھو، ان کی یہ بات نہ ماننا ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے"۔

قریش سے نکل کر نعیمؓ بن مسعود اپنے قبیلے میں گئے اور ان سے بھی وہی باتیں



کیں جو اس نے قریش سے کی تھیں۔

قریش اور بنو غطفان نعیمؓ بن مسعود کی باتوں سے ایسے متاثر ہوئے کہ انہوں نے عکرمہ بن ابوجہل کی سرکردگی میں اپنے کچھ سرکردہ لوگوں کو بنو قریظہ کی طرف روانہ کیا۔

اس گروہ نے بنو قریظہ سے جا کر کہا۔

"اب جب کہ تم لوگ مسلمانوں کے ساتھ اپنا معاہدہ توڑ چکے ہو تو کل صبح سے تم لوگ بھی مسلمانوں کے خلاف قتال کرنے کے لیے ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ کیونکہ ہمارے گھوڑے اور اونٹ مر رہے ہیں اور ہم اپنے وطن میں نہیں کہ ہم تازہ دم اونٹوں اور گھوڑوں کا بندوبست کر سکیں۔ لہذا کل صبح سے تم لوگ ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ تاکہ مسلمانوں پر زوردار حملہ کر کے ان کا مکمّل طور پر خاتمہ کر دیا جائے"۔ اس پر بنو قریظہ نے قریش اور بنو غطفان کے وفد سے کہا۔

"آج یوم السبت ہے اور سبت کے روز ہم لوگ کوئی کام نہیں کرتے۔ لہذا آج کے دن ہم تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف قتال نہیں کر سکتے اور اس کے علاوہ اگر تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ہم مسلمانوں کے خلاف تمہارا ساتھ دیں تو اپنے معزز اور اشراف لوگوں میں سے کچھ کو ہمارے پاس گروی اور رہن رکھ دو۔ کیوں کہ ہمیں خدشہ ہے کہ تم لوگ اس جنگ کو کوئی انجام دیئے بغیر اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ گے۔ جب کہ ہم نے تو اسی شہر میں رہنا ہے۔ تمہارے جانے کے بعد مسلمان ہمیں اپنا ہدف بنائیں گے اور ہم اکیلے ان کے حملے کی تاب نہ لا سکیں گے۔ لہذا تمہارے کچھ اشراف ہمارے پاس گروی رہیں گے۔ تاکہ ان کی وجہ سے تم لوگ جنگ کو ادھورا چھوڑنے کے بجائے اسے مکمّل کر کے جاؤ"۔

اس وفد نے واپس جا کر جب قریظہ کی شرط بتائی تو قریش اور بنو غطفان کے رؤسا نے بیک زبان کہا "خدا کی قسم! جو کچھ ہمیں نعیمؓ بن مسعود نے بتایا تھا وہ درست ہی تھا"۔

اس بنا پر قریش اور بنو غطفان نے بنو قریظہ کو کہلا بھیجا "ہم تمہیں رہن

اور گروی رکھنے کے لیے ایک فرد بھی نہ دیں گے۔ اگر تم لوگ ہمارے ساتھ اتحاد اور تعاون کا ارادہ رکھتے ہو تو پھر بغیر کسی شرط کے نکلو اور ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف قتال کرو۔

جب قریش اور غطفان کا قاصد یہ پیغام لے کر پہنچا تو بنو قریظہ کے سرکردہ لوگوں نے مل کر صلاح مشورہ کیا اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ نعیمؓ بن مسعود نے ہم سے ٹھیک ہی کہا تھا۔ قریش اور بنو غطفان کا مقصد صرف قتال کرنا ہے اور اس قتال میں اگر انہیں فتح و کامیابی ہوئی تو یہ لوگ لوٹ مار میں ہمیں بھی اپنا نشانہ بنائیں گے اور اگر جنگ میں انہیں ناکامی ہوئی تو نعیمؓ بن مسعود کی تنبیہہ کے مطابق یہ لوگ اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں گے اور ہمیں مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ جائیں گے۔

اس صلاح مشورے کی روشنی میں بنو قریظہ نے اپنا قاصد قریش اور بنو غطفان کی طرف روانہ کیا اور ان سے کہا: "خدا کی قسم! ہم اس وقت تک تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ نہ کریں گے جب تک تم لوگ اپنے کچھ معزز سرداروں کو ہمارے پاس گروی نہیں رکھتے۔"

قریش اور بنو غطفان نے بنی قریظہ کا یہ مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور یوں قریش و غطفان اور یہودیوں کے درمیان تفرقہ و انتشار پیدا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی خداوند کی طرف سے قریش اور بنو غطفان پر عذاب کی ابتداء ہو گئی۔ ایسی تیز اور سرد ترین آندھیاں چل نکلیں کہ قریش اور بنو غطفان کے برتن اڑنے لگے اور خیمے اکھڑنے شروع ہو گئے۔

ان حالات میں حضورؐ نے ایک مجاہد حذیفہؓ کو قریش اور بنو غطفان کے لشکر کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ دیکھ کر آئے کہ دشمن کیا کر رہے ہیں۔

حذیفہؓ جب دشمن کے لشکر میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا تیز اور سخت سرد ہواؤں کے باعث قریش اور بنو غطفان کے لشکر میں ایک افراتفری کا عالم تھا۔ چولھوں پر رکھی اُن کی ہانڈیاں گر گئی تھیں۔ آگ اِدھر اُدھر بکھر رہی تھی۔ برتن ہوا میں اڑ رہے



تھے اور ان کے خیمے پھٹے اور بکھرے جا رہے تھے۔ پھر حذیفہؓ کو ابوسفیان کی آواز سنائی دی، وہ اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"اے گروہ قریش! دیکھو بخدا اب یہ جگہ قیام کے قابل نہیں رہی۔ ہمارے گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو رہے ہیں۔ بنو قریظہ ہم سے وعدہ خلافی کر چکے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ اس خندق کے کنارے مسلمانوں کے مقابل ہم شدید اور بدترین ہواؤں سے دوچار ہیں۔ نہ ہماری ہانڈیاں ٹھہرتی ہیں۔ نہ آگ محفوظ ہے اور نہ خیموں کو قرار ہے۔ اس لیے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب یہاں سے کوچ کیا جائے۔ مزید یہاں ٹھہر کر ہم کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔"

اس کے بعد ابوسفیان کفارِ مکہ اور بنو غطفان کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ یوں اُن کا یہ مدینہ کا محاصرہ ناکام اور وہ خود ناکام و نامراد واپس لوٹ گئے تھے۔

○

قریش اور بنو غطفان کے واپس چلے جانے کے بعد حضورؐ کو وحی کے ذریعے حکم دیا گیا کہ ہتھیار نہ کھولے جائیں بلکہ یہود بنو قریظہ کے ساتھ نمٹ لیا جائے۔ اس حکم کے تحت آپؐ نے منادی کرا دی کہ مسلمان مسلح حالت میں عصر کی نماز بنو قریظہ کی بستی میں چل کر پڑھیں اور اپنے لشکر کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہونے سے قبل حضورؐ نے علیؓ کو جھنڈے اور کچھ مجاہدین کو مقدمۃ الجیش کے طور پر بنی قریظہ کی طرف روانہ کر دیا۔

جب علیؓ بنو قریظہ کے قلعے کے پاس پہنچے تو اندر سے انہوں نے یہودیوں کی زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات سنے۔ چنانچہ آپ فوراً وہاں سے واپس ہو لیے۔

راستے میں حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ مل گئے تو علیؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان خبیثوں کے قریب بھی نہ جائیں۔"

اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ "کیوں؛ میرا خیال ہے تم نے اُن سے میری بابت کوئی بات سُنی ہے"۔

علیؓ نے جب اثبات میں جواب دیا تو حضورؐ نے فرمایا۔ "اگر مجھے دیکھتے تو کبھی کچھ نہ کہتے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کے قلعے کے قریب گئے اور انہیں مخاطب کرکے فرمایا۔ "اے بندروں کے بھائیو! کیا اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو ذلیل وخوار نہیں کیا اور کیا اس نے تم پر اپنا عذاب نازل نہیں کیا"۔

اس پر بنو قریظہ نے جواب دیا۔ "اے ابو القاسم! آپؐ ایسے حالات سے ناواقف نہیں ہیں"۔ اس کے بعد حضورؐ نے اپنے لشکر کے ساتھ بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا اور یہ محاصرہ پچیس راتوں تک جاری رہا۔

جب یہ محاصرہ اس قدر طول پکڑ گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمان اب اس محاصرے کو ترک نہ کریں گے تو بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے بنو قریظہ کے یہودیوں کو مخاطب کرکے کہا۔ "اے گروہِ یہود! جو معاملہ ہم پر آ پڑا ہے اسے تم لوگ دیکھ ہی رہے ہو۔ اب میں اس معاملے سے نمٹنے کے لیے تمہارے سامنے تین صورتیں پیش کرتا ہوں"۔

لوگوں نے بلند آواز میں پوچھا۔ "اے ابنِ اسد! وہ کیا ہیں؟" کعب بن اسد نے پھر کہا۔

"پہلی صورت یہ ہے کہ ہم محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کر لیں۔ خدا کی قسم! تم پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ وہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور یہ امر بھی اب ظاہر ہو چکا ہے کہ یہ وہی نبیؐ ہیں جن کے بارے میں ہم اپنی کتاب توریت میں پڑھتے ہیں۔ اگر تم ان کا اتباع و تصدیق کرو تو اپنی جان، اپنے مال، اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کی طرف سے مامون ہو جاؤ گے"۔

یہودیوں نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "ہم توریت کا حکم کسی بھی صورت



چھوڑ نہیں سکتے اور نہ ہی اس کی جگہ کوئی دوسری چیز مان سکتے ہیں"۔ اس پر کعب بن اسد پھر بولا۔

"دوسری صورت یہ ہے کہ آؤ پھر ہم اپنی بیٹیوں اور عورتوں کو قتل کر دیں پھر اپنے تمام شمشیر زنوں کے ساتھ ان مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائیں۔ اگر ہم اس جنگ میں ہلاک ہو گئے تو پیچھے ہماری کوئی نسل تو نہ ہو گی جس کا ہمیں خوف ہو اور اگر ہم غالب آ گئے تو تمہاری جانوں کی قسم ہمیں عورتیں اور بچے تو اور بھی مل جائیں گے"۔

یہودیوں نے اس دوسری تجویز سے بھی اتفاق نہ کیا اور کہا۔ "بچوں اور عورتوں کے بعد ہمارے لیے زندگی کا کیا لطف رہے گا"۔

اس پر کعب بن اسد نے کہا۔ "اگر تم نے یہ دوسری صورت اختیار کرنے سے بھی انکار کر دیا تو پھر تیسری صورت یہ باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ آج کی رات سبت کی رات ہے اور اگر مسلمانوں سے یہ کہا جائے کہ اس سبت کی نسبت سے آج کی رات ہمیں امن دے دیں تو وہ ضرور ہماری بات مانتے ہوئے ہمیں امن دے دیں گے۔ اور جب وہ ایسا کر چکیں۔ تو پھر ہم لوگ اپنے کام کی ابتداء کریں گے اور وہ یوں کہ سبت کے اس تقدس اور مسلمانوں کی طرف سے دی جانے والی امان سے فائدہ اُٹھا کر رات کی تاریکی میں ہم مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائیں اور حالات کو اپنے حق میں کر لیں"۔

اس پر ایک یہودی نے کہا۔ "یہ دھوکہ اور فریب ہے۔ اس طرح سبت کی حرمت زائل کرکے ہم آپ اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماریں گے اور یہ ایک ایسی بدعت ہو گی جو اس سے قبل کسی نے نہیں کی سوائے ان لوگوں کے جن کا ہمیں علم ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ ان کی صورتیں مسخ ہو گئی تھیں اور یہ معاملہ ہم سب سے پوشیدہ نہیں ہے"۔

آخر ان سب باتوں کی ناکامی کے بعد سب یہود نے مل کر فیصلہ کیا۔ کہ قبیلہ اوس والے چونکہ ان کے ہمدرد اور مہربان چلے آ رہے ہیں اور ان کے ساتھ ہمارے

پرانے اور قدیم تعلقات ہیں اور بنواوس میں سے ابو لبابہ ایک دانا اور ہمارے لیے مہربان انسان ہیں۔ لہذا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ درخواست کی جائے۔ کہ ابو لبابہ کو ہماری طرف بھیج دیں۔ ان سے صلاح مشورہ کر کے ہم کوئی آخری فیصلہ کر لیں گے۔

لہذا یہودیوں نے حضورؐ سے درخواست کی کہ وہ ابو لبابہ کو ان کی طرف بھیج دیں تاکہ ان سے صلاح مشورہ کر کے کسی انجام تک پہنچا جا سکے۔

حضورؐ نے بنو قریظہ کی اس درخواست کو قبول کیا اور ابو لبابہ بن عبدالمنذر کو ان کی طرف بھیج دیا۔

ابو لبابہ جب بنی قریظہ میں داخل ہوئے تو انہیں دیکھ کر سب یہودی کھڑے ہو گئے۔ جب کہ ان کی عورتیں اور بچے ان کے سامنے آ کر رونے اور گریہ زاری کرنے لگے۔ ان کی حالت دیکھ کر ابو لبابہ پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ پھر بنو قریظہ کے رؤسا نے پوچھا۔

"اے ابو لبابہ! آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے پر قلعے سے اُتر جائیں"؛

ابو لبابہ نے جواب تو اثبات میں دیا لیکن ساتھ ہی اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں یہ بھی بتا دیا کہ قلعے سے اُترتے ہی تم لوگوں کو کاٹ کر رکھ دیا جائے گا۔"

پھر وہاں کھڑے ہی کھڑے ابو لبابہ کو احساس ہوا کہ بنو قریظہ پر یہ بات ظاہر کر کے اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کی ہے۔ لہذا وہ فوراً بنی قریظہ کے پاس سے ہٹ گئے اور حضورؐ کے پاس واپس جانے کے بجائے انھوں نے مسجد میں جا کر اپنے آپ کو ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا اور عہد کر لیا کہ اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹوں گا جب تک کہ جو غلطی مجھ سے سرزد ہوئی اس کے لیے اللہ کے ہاں میری توبہ قبول نہ ہو جائے۔



ابو لبابہؓ لگاتار چھ رات تک کھجور کے اس ستون کے ساتھ بندھے رہے۔ نماز اور دیگر ضرورت کے وقت آپ کی بیوی آپ کو کھولتیں اور پھر ستون کے ساتھ آپ کو باندھ دیا جاتا۔ یہاں تک کہ قرآن مقدس میں ابو لبابہ کی توبہ کی قبولیت سے متعلق آیات نازل ہوئیں اور فجر کی نماز کے وقت حضورؐ نے خود آ کر ابو لبابہؓ کو یہ خوشخبری دی اور انہیں کھول دیا۔

پھر ایسا ہوا کہ بنو قریظہ کے لوگ حضورؐ کے کہنے پر قلعے سے اُتر کر نیچے آ گئے۔ زمانہ جاہلیت میں چونکہ بنو خزرج یہودیوں کے قبیلہ بنو قینقاع کے حلیف تھے اور بنو قریظہ کے حلیف بنو اوس تھے۔ لہذا اس موقع پر بنو اوس کے لوگ بھاگے بھاگے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس طرح بنی خزرج کے کہنے پر آپؐ نے بنو قینقاع کو معاف فرما دیا اور انہیں مدینے سے جانے دیا۔ آج ایسی ہی درخواست ہم بنو قریظہ کے لیے بھی کرتے ہیں کہ انہیں معاف کر دیا جائے اور یہاں سے چلے جانے دیا جائے۔

اس پر حضورؐ نے بنو اوس کو مخاطب کر کے فرمایا۔" اے گروہ اوس! کیا تم لوگ اس بات پر مطمئن اور خوش ہو گے کہ تمہارے ہی قبیلے کا کوئی فرد بنو قریظہ کا فیصلہ کر دے۔ اس پر بنو اوس بے حد خوش ہوئے اور کہنے لگے۔" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہمارے ہی قبیلے کا کوئی فرد بنو قریظہ کا فیصلہ کرے تو ہم مطمئن اور بعید خوش ہوں گے۔"

حضورؐ نے بنو اوس کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔" اے گروہ اوس! میں بنو قریظہ کا فیصلہ کرنے کے لیے تمہارے سردار سعدؓ بن معاذ کو حکم ثالث اور منصف مقرر کرتا ہوں۔ پس تم لوگ اپنے سردار سعدؓ بن معاذ سے ملو اور اسے یہاں لے کر آؤ۔ تاکہ وہ بنو قریظہ سے متعلق فیصلہ کرے"

حضورؐ کے اس فیصلے پر بنو اوس کے لوگ خوشی خوشی سعد بن معاذ کی طرف چل دیئے۔

بنو اوس کے سردار سعدؓ بن معاذ چونکہ جنگ خندق میں تیر لگنے کے باعث زخمی ہو گئے تھے لہٰذا اس وقت وہ رفیدہ نام کی خاتون کے خیمے میں تھے۔ یہ خیمہ مسجد نبویؐ کے قریب تھا اور رفیدہ نام کی یہ عورت زخمیوں کی مرہم پٹی میں مہارت رکھتی تھی اور جنگ میں زخمی ہونے والے مجاہدین کی خدمت یہ خاتون صرف خدا کی خوشنودی کی خاطر کیا کرتی تھیں۔

بہرحال بنو اوس کے لوگ اس خیمے میں پہنچے۔ سعدؓ بن معاذ کو حضورؐ کے فیصلے سے آگاہ کیا اور اُنہیں سواری پر بٹھا کر حضورؐ کی طرف چل دیئے۔

راستے میں بنو اوس کے لوگ اپنے سردار سعد بن معاذ سے کہتے جاتے تھے "اے ابن معاذ! بنو قریظہ کے لیے حضورؐ نے تمہیں ثالث مقرر کیا ہے۔ لہٰذا بنو قریظہ سے متعلق کوئی اچھا ہی فیصلہ کرنا"۔

اس پر سعدؓ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے میرے قبیلے کے لوگو! میرے لیے وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کروں"۔

اس سے لوگوں نے اندازہ لگا لیا کہ سعد بن معاذ بنو قریظہ سے متعلق کوئی نرم فیصلہ نہ کریں گے۔

سعدؓ بن معاذ جب زخمی حالت میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ"۔

تمام لوگ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر ان لوگوں میں سے کچھ نے کہا "حضورؐ نے آپ کو بنو قریظہ پر حکم مقرر کیا ہے"۔

پھر سعدؓ بن معاذ نے لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہو کہ جو فیصلہ میں دوں گا وہی فیصلہ قائم رہے گا"۔

سب لوگوں نے جب اثبات میں جواب دیا پھر سعدؓ نے احتراماً حضورؐ کی طرف دیکھا۔ حضورؐ نے بھی بہ نفسِ نفیس اثبات میں جواب دیا۔



پھر سعدؓ بن معاذ بولے اور کہا۔ "تو پھر سنو لوگو! میرا فیصلہ یہ ہے کہ بنو قریظہ نے چونکہ عہد شکنی کی ہے۔ لہٰذا ان کے مردوں کو قتل کیا جائے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے اموال بانٹے جائیں"۔

سب نے اس فیصلے سے اتفاق کیا۔ یوں بنو قریظہ کی قسمت کا فیصلہ کر دیا گیا اور ایک فتنے کی طرح انہیں مٹا کر رکھ دیا گیا۔

سماکؓ اپنے گھر داخل ہُوا۔ اس کے ساتھ ابوقیس بھی تھا۔ سماک کو دیکھتے ہی ننھا خالد بھاگ کر اس سے لپٹ گیا۔ سماک نے اپنے بیٹے کو اُٹھا کر اُسے پیار کیا۔ پھر صحن میں کھڑی ربیطہ کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہا۔

"ربیطہ! ربیطہ! میرے لیے زادِ راہ تیار کر دو۔ مَیں آج خویلہ اور ابی حقیق ملیس کے قاتلوں کی تلاش میں نکلوں گا۔ جنگِ خندق ختم ہو گئی ہے۔ بنو قریظہ کا معاملہ نمٹ چکا ہے۔ اب مَیں اپنے دشمنوں کے لیے فارغ ہوں۔ ابوقیس میرے ساتھ آیا ہے۔ میری روانگی کے ساتھ ہی تم ابوقیس کے ساتھ اس کے گھر چلی جانا اور میری واپسی تک وہیں رہنا مَیں نے اپنی اس مہم کی اطلاع قطبہ بن عامر اور خبیب بن لیساف کو نہیں کی۔ ورنہ وہ بھی میرے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو جاتے اور ان کا میرے ساتھ جانا میرے لیے مسائل کھڑے کر سکتا ہے۔ کیونکہ مجھے ان قاتلوں کو تلاش کر کے رازدارانہ انداز میں ان سے نمٹنا ہو گا اور ایسا مَیں اکیلا ہی کر سکتا ہوں۔"

ربیطہ فوراً حرکت میں آئی اور سماک کے لیے زادِ راہ تیار کرنے لگی۔ خالد بھی اس کے ساتھ مطبخ میں چلا گیا تھا۔ جب کہ ابوقیس صحن میں رکھی کھاٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ اتنی دیر تک سماک نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی اور اُسے دھانہ چڑھا دیا۔ پھر زین کے ساتھ اس نے اپنا آہنی خود، ڈھال اور تیروں سے بھرا ہُوا ترکش اور کمان باندھ دی۔



اس کے بعد اس نے ایک کمبل، پانی کا مشکیزہ اور چارے سے بھر کر توبرہ بھی زین کے ساتھ باندھ دیے۔

دوسری طرف ربیطہ نے زادِ راہ تیار کر کے گھوڑے کی زین سے لٹکتی چرمی خرجین میں ڈال دیا۔ پھر مکان کے اندرونی اور بیرونی دروازہ کو قفل لگایا گیا۔ اس کے بعد ربیطہ اور خالد ابوقیس کے ساتھ چلے گئے جب کہ سماکؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر خیبر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

○

خیبر میں داخل ہونے کے بعد سماکؓ جبیر بن ساعدہ کی حویلی کے جب قریب گیا تو اس نے دیکھا۔ جبیر بن ساعدہ کی حویلی سے باہر چھ اُونٹ بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ جوان ان پر کسی شے سے بھری بوریاں لاد رہے تھے۔ حویلی سے قریب ہی کچھ لڑکے کھیل رہے تھے۔ ان لڑکوں کے پاس سماکؓ اپنے گھوڑے سے اُتر گیا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہی پکڑے ایک قدرے سنجیدہ اور سیانے بچے کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے اس نے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

"اے میرے ننھے بھائی! کیا تُو بتا سکے گا وہ سامنے جو جوان اونٹوں پر سامان لاد رہے ہیں ان میں سے جبیر بن ساعدہ کون ہے؟"

اس لڑکے نے فوراً جواب دیا اور کہا۔ "وہ جوان جس کی داڑھی بھوری ہے جس کے سر پر سیاہ عمامہ ہے اور جو لادی جانے والی بوریوں کو کجاوے کے ساتھ رسّی پھیر رہا ہے وہی جبیر بن ساعدہ ہے۔ اگر تم اس سے ملنا چاہتے ہو تو مَیں اسے بُلا لاؤں؟"

سماکؓ نے فوراً اس بچے کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "نہیں بیٹے! اسے بُلانا نہیں۔ مَیں خود ہی اس سے مِل لوں گا۔ یہ اونٹوں پر کیا لاد رہے ہیں اور کہاں جائیں گے؟"

اس لڑکے نے کہا۔ "ان اونٹوں پر کشمش، کھجور اور خرمے لادے جا رہے

ہیں ۔ یہ جبیر بن ساعدہ کے باغات کی پیداوار ہیں اور انہیں فروخت کرنے کے لیے یہ لوگ وادی القریٰ کی طرف جائیں گے ۔"

سماکؓ نے اس لڑکے کا شکریہ ادا کیا اور دوبارہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اسے ایڑ لگا کر ہانک دیا تھا ۔

اپنے گھوڑے کو میانہ روی سے چلاتا ہوا ۔ سماکؓ بوریوں کے گرد رسی پھیرتے جبیر بن ساعدہ کے قریب آ کر رُکا اور بلا توقف اسے مخاطب کر کے اس نے کہا ۔" اے میرے عزیز ! مَیں یہاں اجنبی ہوں ۔ ابھی ابھی اس شہر میں داخل ہوا ہوں میرا تعلق طائف کے بنو ثقیف سے ہے ۔ مَیں وادی القریٰ کی طرف جانا چاہتا ہوں ۔

سماکؓ کی گفتگو سن کر جبیر بن ساعدہ نے بوریوں کے گرد رسی پھیرنی روک دی پھر وہ سیدھا کھڑا ہوا ۔ ایک بار اپنی تپتی نگاہوں سے اس نے غور سے سماکؓ کی طرف دیکھا اور ساتھ ہی وہ بولا اور کہا ۔" اگر تم وادی القریٰ کی طرف جانا چاہتے ہو تو پھر تھوڑی دیر کے لیے رُک جاؤ ۔ ہم بھی اس سامان کے ساتھ وادی القریٰ کی طرف ہی روانہ ہونے والے ہیں ۔"

سماکؓ جو چاہتا تھا وہی ہُوا ۔ جبیر بن ساعدہ کے جواب پر وہ خوش ہو گیا تھا اور دوبارہ اس نے پوچھا ۔" تم لوگ کتنے اور کس وقت وادی القریٰ کی طرف سفر کرو گے ۔"

جبیر بن ساعدہ پھر بولا ۔" بس ایک مَیں ہوں گا اور ایک میرے ساتھ میرا بھائی ویسے تو اگر ہم ساتھ نہ بھی جائیں تو یہ ہمارے اُونٹ ایسے سدھائے ہوئے ہیں کہ یہ خود ہی مال وادی القریٰ کے تاجر حلکان بن رعویل تک پہنچا دیں ۔ پر سامان کی حفاظت کی خاطر ہمارا ساتھ جانا ضروری ہے ۔ بس تم فکر مند نہ ہو ۔ ابھی تھوڑی دیر تک ہم یہاں سے کُوچ کرنے والے ہیں ۔"

مطمئن انداز میں سماک ایک طرف ہٹ کر اپنے گھوڑے کے پاس کھڑا ہو گیا جبیر بن ساعدہ پھر اپنے کام میں لگ گیا تھا ۔ اپنے گھوڑے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر جبیر بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے سماک کی حالت اچانک تبدیل ہو گئی تھی ۔ اس کی



پیشانی پر کہکشاں کی کمان جیسے بل پڑ گئے تھے ۔ اس کی شکوک نگاہوں کے اندر ساگوان کے جنگل جیسی ہولناکیاں ، خنجر بکف اور گھٹے سناٹوں جیسی کیفیت اور وقت کا وحشی ترین رقص شروع ہو گیا اور اس کے چہرے پر نوکِ سناں جیسا کڑا پن ۔ دہشت جیسی بے کناری غصیلی روح جیسی سختی اور تقدیر کے بد ترین نوشتوں جیسی ہولناکی چھا گئی تھی ۔ اس کا ہاتھ غیر ارادی طور پر اپنی تلوار کے مزین دستے پر چلا گیا تھا ۔ پر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا ۔ غصے اور قہر کی حالت میں چہرے پر نمودار ہونے والے پسینے کے قطرے اس نے پونچھ ڈالے اور پُر سکون ہو کر انتظار کرنے لگا

تھوڑی دیر تک جبیر بن ساعدہ بھی تیار ہو گیا اور پھر سماک اِن دونوں کے ساتھ وادی القریٰ کی طرف روانہ ہو گیا ۔

خیبر سے آٹھ دس میل دُور جانے کے بعد سماکؓ نے اپنے کام کی ابتدا کی اور جبیر بن ساعدہ کو مخاطب کر کے اس کے گھوڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا ۔" ایسا لگتا ہے تمہارا یہ گھوڑا دوڑ لگانے میں بے مثل ہے ۔ اس کا قد کاٹھ اس کے اعضاء و جوارح بتاتے ہیں کہ یہ گھوڑا دوڑنے میں اپنا ثانی نہ رکھتا ہو گا ۔"

اپنے گھوڑے کی تعریف سُن کر جبیر بن ساعدہ خوش ہُوا اور کہا ۔" اے اجنبی ! تمہارا اندازہ درست ہے ۔ یقیناً میرا گھوڑا ایسا ہی ہے ۔ پر سنو ! مَیں بھی کیسا احمق ہوں کہ تم میرے ساتھ سفر کر رہے ہو اور ابھی تک مَیں نے تمہارا نام نہیں پوچھا ۔ سنو میرا نام جبیر بن ساعدہ ہے ۔"

سماکؓ نے پھر ابن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہا ۔" اے ابنِ ساعدہ ! میرا جی چاہتا ہے کہ مَیں تمہارے ساتھ گھڑ دوڑ لگاؤں ۔"

ابن ساعدہ نے کہا ۔" ضرور لگاؤ ، مَیں اس کے لیے تیار ہوں ۔"

سماکؓ نے جبیر کو پوری طرح اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا " لیکن یہ دوڑ کم از کم پانچ چھ میل کی ہونی چاہیے ۔"

ابن ساعدہ نے کہا ۔" مَیں اس کے لیے بھی تیار ہوں ۔"

سماکؓ نے فیصلہ کن انداز میں کہا ۔" چلو پھر شروع کریں ۔"

اس پر جبیر بن ساعدہ نے اپنے بھائی کو جو سب سے اگلے اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا مخاطب کر کے کہا۔ ”عدیم! عدیم! تم اونٹوں کو ہانکتے چلے آؤ۔ میں اور ہمارا یہ ساتھی آپس میں گھڑ دوڑ لگانے لگے ہیں“۔

جبیر کے بھائی عدیم بن ساعدہ نے جب ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا تو ان دونوں نے گھڑ دوڑ لگا دی تھی۔

راستے میں جب سماکؓ کا گھوڑا آگے نکل جاتا تو سماک اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ کر اس کی رفتار سست کر دیتا تاکہ ابنِ ساعدہ کو آگے نکل جانے کا موقع مِل جائے کیوں کہ اسے خدشہ تھا کہ اگر ابن ساعدہ لگاتار پیچھے رہا تو وہ بددِل ہو کر گھڑ دوڑ ترک کر دے گا۔ جب کہ وہ اسے جلد از جلد اس کے بھائی سے دُور لے جا کر اپنے کام کی ابتدا کرنا چاہتا تھا۔

سماکؓ بن خرشہ کی یہ تدبیر کامیاب رہی۔ جبیر بن ساعدہ کا کبھی آگے نکل جانا اور کبھی پیچھے رہ جانا اس کے اندر ایک تجسّس اور لگن پیدا کرتا رہا اور اس نے دوڑ کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ سماکؓ اسے اس کے بھائی سے تقریباً چھ میل تک دُور لے گیا پھر اچانک سماک نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ جس پر جبیر بن ساعدہ نے بھی اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچیں اور اسے روک لیا۔ ساتھ ہی اس نے سماکؓ کو مخاطب کر کے کہا۔

”اے اجنبی! کیا میں نے یہ دوڑ جیت نہیں لی؛ آہ میں بھی کیسا احمق ہوں کہ تمہارا نام ہی نہیں پوچھا۔“

اس پر سماکؓ نے ڈھال سنبھال کر تلوار کھینچی۔ سر پر زین سے لٹکتا خود اس نے رکھا۔ خود کے اُوپر اس نے جلدی جلدی سُرخ پٹی باندھی پھر اسے مخاطب کر کے کہا۔

”اے ابنِ ساعدہ! یہ دوڑ تو میں نے تمہیں جتا دی لیکن اب تمہیں میرے ہاتھوں موت سے کون بچائے گا؟“

جبیر بن ساعدہ نے فوراً اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال لی اور کڑک دار آواز میں بولتے ہوئے اس نے کھولتے لہجے میں کہا۔



”تم بکواس کرتے ہو۔ تم کون ہوتے ہو مجھ سے ایسے الفاظ کہنے والے۔ سنو میرا نام جبیر بن ساعدہ ہے اور میں ایسی باتیں سُننے کا عادی نہیں۔ اس اندھے اور جلتے صحرا کے اندر تو میں چاروں طرف تیرے خون کی بُو۔ تیرا نالہ و شیون اور تیرے اندھے خواب پھیلا کر رکھ دوں گا“۔

”سن اجنبی! میرا نام جبیر بن ساعدہ ہے۔ میں تو اپنے دشمنوں کے سامنے عمودی چڑھائی ہیجان و ارمان، آب و آگ کا کھیل، صحرا کا شرربار بگولا اور محشرِ ظلمات کا عالم ثابت ہوتا ہوں تو مجھ سے ٹکرانے کا ارادہ کر کے حماقت کر رہا ہے۔ میں نے تو بڑی بڑی اساطیری شخصیتوں کو بیخ و بن سے اُکھاڑ کر ان کا نام و نشان مٹا دیا، تو میرے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ پہلے میں تیرا نام پوچھتا، پر اب تو میں تیرا نام بھی نہ پوچھوں گا“۔

”سن اے اجنبی! اپنی اس تلوار اور ڈھال کے باوجود میں اپنے لیے تجھے اس عبرانی کنیز کی طرح بے ضرر خیال کرتا ہوں جو تانبے کی صراحی اور آب خورہ اٹھائے ساقی گری کا کام کرتی ہو“۔

جبیر بن ساعدہ جب خاموش ہُوا تو سماکؓ بن خرشہ نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ ”اے ابنِ ساعدہ! کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔ میں مدینہ کا سماکؓ بن خرشہ ہوں۔ تم اُبی حقیق اور اس کے غلام لمیس کے قاتلوں میں سے ایک ہو۔ تم لوگوں نے ہی ابی حقیق کی بیٹی خولہ کو اُٹھا لیا تھا جب کہ وہ تینوں یمن سے مدینہ کی طرف لوٹ رہے تھے“۔

اس انکشاف پر جبیر بن ساعدہ تھوڑی دیر کے لیے چونکا تھا لیکن جلد ہی وہ سنبھل گیا اور دوبارہ سماکؓ کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔ ”تم جو بھی ہو، میری ذات پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔ میں تو بس اس قدر جانتا ہوں کہ اس صحرا کے اندر تیرا دِل میں خوف سے بھر دوں گا۔ تیرے اوج و ادراک کو کاٹوں گا اور تجھے دُھنکی ہوئی اُون کی طرح اُڑا کر تیرے لیے موت کا پیغامبر ثابت ہوں گا“۔

جبیر بن ساعدہ کی ایسی گفتگو پر سماکؓ کی حالت طوفانی عفریت اور جھلس دینے

والی آگ جیسی ہو گئی تھی ۔ اس کی آنکھوں میں حقارت و برہمی اُتر آئی تھی ۔ پھر جبیر بن ساعدہ کو اس نے مخاطب کر کے کہا ۔

" اے ابن ساعدہ ! تیرے جیسے طاقت و جبروت کے بُت میں نے بہت دیکھے ہیں ۔ دیکھ تو شرافت و امن پسندی کے ساتھ مجھے بتا دے کہ ابی حقیق اور ملیس کے قتل میں کون کون ملوث ہے ۔ اور یہ کہ ابی حقیق کی بیٹی خولیہ کو کہاں رکھا گیا ہے اور اگر تو نے نہ بتایا تو پھر اے ابن ساعدہ ! میں تیرا ٹیڑھا پن ، تیری ساری جھوٹی انا اور کھوکھلی شہرت کے خول اُتار کر رکھ دوں گا ۔ "

" اے ابنِ ساعدہ جب میں تجھ پر حملہ آور ہوں گا تو تُو اپنے آپ کو چرواہے کے کُتّے کی طرح احمق خیال کرنے لگے گا ۔ قبل اس کے کہ میں تیری حالت احساس کی ندامت ، سوکھے پیڑ اور پت جھڑ کی خشک پتیوں جیسی کر دوں ، جو کچھ میں پوچھتا ہوں اس کا جواب دیتا چلا جا ۔ "

سماکؓ کی اس گفتگو پر غصے میں جبیر بن ساعدہ کا رنگ سُرخ ہو گیا اور غراتے ہوئے اس نے کہا ۔

" اے سماکؓ بن خرشہ تو بے حقیقت گفتگو کرتا ہے ۔ دیکھ میں تجھ پر حملہ آور ہوتا ہوں ۔ ذرا میرے حملوں سے اپنے آپ کو بچا کر دکھانا ۔ " پھر جبیر بن ساعدہ نے آگے بڑھ کر بڑی سبک گامی اور پھڑک تڑپ کے ساتھ حملہ کیا ۔ ابن ساعدہ کے اس حملے کے سامنے سماکؓ سوتے بحر جیسا پُرسکون تھا ۔ بڑی آسانی کے ساتھ ابن ساعدہ کے وار کو اپنی ڈھال پر روک دیا تھا ۔ پھر وہ جھلس دینے والی آگ ، زبان برق اور زہر کو پگھلا دینے والی آگ کی طرح ابن ساعدہ پر حملہ آور ہوا اور اسے اپنے آگے آگے دھکیلتا ہوا دُور تک لے گیا تھا ۔

اچانک جبیر بن ساعدہ پر ایک خطرناک وار کرنے کے ساتھ ہی سماکؓ نے اِس زور سے اس کے سر پر اپنی ڈھال ماری کہ ابن ساعدہ کا بدن کانپنے لگا ۔ وہ لرز کر رہ گیا ۔ اس کے بعد سماکؓ نے اُسے دم نہ لینے دیا اور لگاتار اس کے منہ



کنپٹی ، گردن اور شانوں پر لگاتار ڈھالیں برسانا شروع کر دی تھیں ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جبیر بن ساعدہ لڑکھڑا کر صحرا کی ریت پر گر گیا تھا ۔

زمین پر گرنے کے ساتھ ہی جبیر بن ساعدہ کے ہاتھوں سے اس کی تلوار اور ڈھال چھوٹ کر گر گئی تھی ۔ سماکؓ نے آگے بڑھ کر پاؤں کی ٹھوکر سے اس کی ڈھال اور تلوار کو ایک طرف کر دیا ۔ خود وہ ابن ساعدہ کے قریب آیا اور اپنی تلوار سے اس کے بائیں شانے پر ہلکا سا زخم لگا دیا اور اس زخم کے لگنے کے ساتھ ہی ابنِ ساعدہ بُری طرح سسکنے اور تکلیف کا اظہار کرنے لگا تھا ۔

زمین پر لیٹے ہوئے جبیر کے گھٹنے پر سماکؓ نے اپنے پاؤں کی ایک ٹھوکر ماری اور اسے مخاطب کر کے کہا ۔ " اے ساعدہ کے بیٹے ! دیکھ ان ویرانوں کے اندر تیری رُوح کے غاروں میں کس طرح میں نے تیری ہستی کا زوال ، راہوں کا آشوب موت کا سناٹا اور منحوس لمحوں کا پھیلاؤ بھر دیا ہے ۔ تیری ساری ہنرمندی ، تیرا سارا ذوقِ جمال میں نے کاٹ کر رکھ دیا ہے ۔ "

" دیکھ ! قبل اس کے کہ میری تلوار پھر اُٹھے اور تجھے تیرے لہو میں سجائے بتا تمہارے علاوہ ابی حقیق اور ملیس کے قاتل کون کون ہیں ۔ "

ابنِ ساعدہ نے سماکؓ کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہا ۔ اس کی چُپ پر سماکؓ نے غصے میں برستے ہوئے کہا ۔ " اے ابنِ ساعدہ ! اگر تو نے خاموشی ہی اپنائے رکھی تو میں پھر تم پر الاؤ کی دھکتی آگ اور شورِ جانفروشاں کی طرح نازل ہوں گا ۔ تیری گونگی منطق کو گویائی دوں گا ، تیرے وصل کو حسرت میں بدلوں گا اور تجھے بدترین ساعتوں میں سمیٹ کر رکھ دوں گا ۔ "

اس پر بھی جب جبیر بن ساعدہ خاموش رہا تو سماکؓ نے ایک بار پھر اپنی تلوار سے اس کے شانے پر زخم لگایا اور تیسرا زخم لگانے کے لیے سماکؓ نے پھر اپنی تلوار بلند کی ہی تھی کہ ابن ساعدہ منت کرنے کے انداز میں کہنے لگا ۔

" تم میرے مزید زخم نہ لگاؤ ، میں تمہیں سب کچھ سچ سچ بتا دیتا ہوں سنو !

میرے علاوہ ابی حقیق اور اس کے غلام کے قتل میں عبیل بن جاتر، عابر بن ایلیا قطمیر بن عامیل، راس بن دعویل اور زیاد بن موص شامل ہیں"۔

سماکؓ پھر بولا اور پوچھا۔" یہ پانچوں کہاں کہاں کے رہنے والے ہیں"۔

جبیر بن ساعدہ بولا۔" ان میں سے جو عبیل بن جاتر ہے وہ تو سلام بن ابی حقیق کی حویلی میں رہتا ہے۔ جب سلام بن ابی حقیق یثرب میں تھا تو اس کی غیر موجودگی میں یہی اس کے باغات اور کھیتوں کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتا رہا ہے۔ خویلہ کو بھی اسی نے کہیں چھپا رکھا ہے اور ابی حقیق اور لمیس کا قتل اور خویلہ کا اُٹھایا جانا خود سلام بن ابی حقیق ہی کے کہنے پر کیا گیا تھا اور ان دونوں نے ہی مل کر خویلہ کو کہیں چھپا رکھا ہے۔ بہرحال میں یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ خویلہ زندہ ہے۔

ان میں سے جو عامر بن ایلیا ہے وہ میرا ہمسایہ ہے اور میرے مکان کے بائیں طرف اسی کا مکان ہے۔ جب کہ قطمیر، راس اور زیاد بن موص شہر کے وسط میں جو ہیکل ہے اس کے پچھواڑے میں رہتے ہیں اور تینوں ایک دوسرے کے ہمسائے ہیں۔

جبیر بن ساعدہ کی گفتگو سن کر سماکؓ کے چہرے پر اطمینان وسکون بکھر گیا تھا۔ پھر اس نے اپنی تلوار بلند کی اور جبیر بن ساعدہ کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی پھر سماکؓ تیزی کے ساتھ حرکت میں آیا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگا کر اس نے آگے وادی القریٰ کی طرف دوڑا دیا تھا۔

تھوڑی دور تک آگے جا کر سماکؓ پلٹ آیا۔ اپنے گھوڑے کو اس بار وہ جبیر بن ساعدہ کے گھوڑے کے قریب لایا اور اس کی باگ پکڑ کر وہ دونوں کو بائیں طرف صحرا کے اندرونی حصے کی طرف بھگانے لگا۔ کچھ دور جا کر دونوں گھوڑوں کے ساتھ وہ پھر پلٹا اور جبیر بن ساعدہ کی لاش کے پاس آ کھڑا ہوا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے سے اُتر گیا اور ابن ساعدہ کے چھوٹے بھائی عدیم بن ساعدہ کے وہاں پہنچنے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر بعد خیبر کی طرف سے آنے والی اس شاہراہ پر جب عدیم بن ساعدہ اپنے اونٹوں کے ساتھ نمودار ہوا تو سماک مستعد ہو کر اور



سنبھل کر بیٹھ گیا تھا۔

قریب آ کر جب عدیم بن ساعدہ نے اپنے بھائی کی لاش دیکھی تو اس نے اپنے اونٹ کو روک کر، پچھلے اونٹ خود بخود رک گئے تھے۔ پھر اونٹ کو بٹھائے بغیر ہی عدیم بن ساعدہ اپنے اونٹ سے چھلانگ لگا کر اتر گیا۔ اپنے بھائی کی لاش دیکھی۔ پھر اس نے سماکؓ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

" یہ کیا معاملہ ہوا اور میرا بھائی کیسے مارا گیا"۔

اس پر سماک بولا اور کہا۔" اے عدیم بن ساعدہ! دیکھ میرا نام جابر بن لبید ہے۔ تیرے علم میں ہے کہ میں اور تیرے بھائی جبیر بن ساعدہ نے گھڑ دوڑ لگائی۔ پھر سماکؓ جبیر کو قتل کرنے کے بعد اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا جو وادی القریٰ کی طرف آگے جانے والی شاہراہ پر لے گیا تھا تو وہاں اس نے اپنے گھوڑے کے سموں کے نشانات جو صحرا میں خوب واضح تھے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ادھر میرے گھوڑے کے سموں کی طرف دیکھو۔

میں گھڑ دوڑ میں تیرے بھائی سے کافی آگے نکل گیا تھا۔ پھر سماکؓ نے صحرا کے اندر گھوڑوں کے ان سموں کے نشانات کی طرف اشارہ کیا جو وہ اپنے اور جبیر بن ساعدہ کے گھوڑے کو بائیں طرف صحرا کے اندرونی حصے میں لے گیا تھا اور کہا۔

" دیکھ اے ابن ساعدہ! اچانک اس طرف سے دو سوار نمودار ہوئے۔ تیرے بھائی پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کر دیا۔ میں چونکہ آگے نکل گیا تھا۔ جب میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ دونوں تیرے بھائی پر حملہ آور ہو چکے تھے۔ میں تیرے بھائی کی مدد کرنے کے لیے تیزی سے پلٹا۔ مگر اتنی دیر تک وہ اسے قتل کر کے تیزی سے بھاگے اور جاتے جاتے مجھے سناتے ہوئے بلند آواز میں کہہ گئے کہ ہم نے اس جبیر بن ساعدہ سے ابی حقیق کے قتل کا بدلہ لے لیا ہے۔

میں نے ان دونوں کا تھوڑی دور تک تعاقب کیا لیکن وہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اے عدیم بن ساعدہ! یہ ابی حقیق کون ہے اور اس کے قتل کا کیا معاملہ ہے"۔

عدیم بن ساعدہ نے دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ لبید! تیری گفتگو سے میں سارا معاملہ سمجھ گیا ہوں۔ یقیناً ابی حقیق کے عزیز و رشتہ دار میرے بھائی پر حملہ آور ہو کر اسے قتل کر گئے ہوں گے۔ یہ حیرت ہے وہ دونوں سوار کیسے خوفناک تھے جو میرے بھائی پر قابو پا کر اسے قتل کر گئے۔ ورنہ اے ابنِ لبید! میرا یہ بھائی تو ایسا جوانمرد اور طاقتور تھا کہ اکیلا چار چار چھ چھ دشمنوں سے نمٹ جانے والا تھا۔ آہ! مَیں نے اپنے بھائی کو منع بھی کیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ابی حقیق کے قتل میں ملوث نہ کرے۔ پر یہ نہ مانا اور آخر کار اسی جرم میں آج یہ خود بھی مارا گیا۔ اے ابن! مَیں سارا معاملہ سمجھ گیا ہوں۔ اب بھائی کو یہاں دفن کرنے میں میری مدد کرو۔"

سماکؓ فوراً عدیم بن ساعدہ کے ساتھ ہو لیا۔ دونوں نے مل کر ریت میں گڑھا کھودا اور جبیر بن ساعدہ کو وہاں انہوں نے دفن کر دیا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر سماک نے عدیم بن ساعدہ کو مخاطب کر کے پوچھا۔ اے ابنِ ساعدہ! تو اکیلا اپنے سامان سے لدے اونٹوں کو وادی القریٰ کی طرف لے جائے گا۔ یا مَیں بھی تیرے ساتھ چلوں اور تیری مدد کروں۔"

عدیم بن ساعدہ نے فوراً پوچھ لیا۔ "کیا تُو وادی القریٰ کی طرف جانے کے بجائے اب کہیں اور جانے کا عزم رکھتا ہے؟"

اس پر سماکؓ نے کمال سنجیدگی میں کہا۔ "اے ابن ساعدہ! چونکہ تیرے بھائی جبیر بن ساعدہ کو میری موجودگی میں قتل کیا گیا تھا لہٰذا ان دونوں قاتلوں کے بچ جانے پر مَیں ایک طرح سے اپنے آپ کو مجرم تصوّر کرنے لگا ہوں۔ وادی القریٰ کے بجائے اب مَیں ان دونوں قاتلوں کی تلاش میں نکلوں گا اور مجھے اُمید ہے کہ مَیں ان دونوں کو ضرور تلاش کر کے ان سے تیرے بھائی کا انتقام لوں گا۔"

عدیم بن ساعدہ نے غور اور ممنونیت سے سماک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اے ابن لبید! اگر تُو ایسا کر گزرے تو میرا سارا خاندان تیرا احسانمند ہو گا۔"



سماکؓ نے آگے بڑھ کر عدیم بن ساعدہ کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ پھر بڑی الفت اور پیار میں اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے ابن ساعدہ! تم اب وادی القریٰ کی طرف کُوچ کر جاؤ اور اپنا یہ سامان فروخت کر کے گھر لوٹ جانا۔ مَیں اب تمہارے بھائی کے قاتلوں کے تعاقب میں نکلتا ہوں۔"

عدیم بن ساعدہ نے پھر پُر اُمید نگاہوں سے سماکؓ کی طرف دیکھا اور پوچھا "اے ابن لبید! آخر مجھے کیسے خبر ہو گی کہ تم نے میرے بھائی کے قاتلوں سے انتقام لے لیا ہے یا نہیں۔"

سماکؓ نے دوبارہ الفت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "ان قاتلوں کو تلاش کرنے اور ان سے نمٹنے کے بعد مَیں خود تمہارے پاس خیبر آؤں گا اور اپنی کارگزاری سے تمہیں آگاہ کروں گا۔"

سماکؓ کے اس جواب پر ابن ساعدہ خوش ہو گیا۔ پھر وہ اپنے اگلے اُونٹ پر سوار ہُوا اور پھر اپنے اُونٹوں کو ہانک کر وہ وادی القریٰ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

سُورج اب غروب ہونے کو تھا۔ سماکؓ وہاں اپنے گھوڑے کے پاس کھڑا ہو کر عدیم بن ساعدہ کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب عدیم بن ساعدہ صحرا کے اندر بل کھا کر وادی القریٰ کی طرف جاتی ہوئی شاہراہ پر آگے بڑھتا ہُوا ریت کے بلند ٹیلوں کی اوٹ میں جا کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو سماکؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہُوا اور پھر گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس نے خیبر کی طرف سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ شاید وہ خویلہ کا پتہ کرنے کے علاوہ دوسرے قاتلوں سے بھی نمٹ لینے کا عزم کر چکا تھا۔

○

جنگِ بدر کے بعد یہودی سردار کعب بن اشرف نے چونکہ نہ صرف یہ کہ حضورؐ اور مسلمانوں کے خلاف زہر فشانی کی تھی بلکہ مسلم عورتوں کے خلاف عشقیہ اور نازیبا اشعار کہے تھے۔ لہٰذا قبیلہ اوس کے جوانوں نے حضورؐ سے اجازت لے کر کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔

کعب بن اشرف کے قتل سے قبیلہ خزرج کے جوان یہ محسوس کرتے تھے۔ کہ کعب بن اشرف جیسے دشمنِ اسلام کو قتل کر کے قبیلہ اوس والے ان پر بازی لے گئے ہیں۔ لہٰذا وہ کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھے کہ وہ بھی اسلام کی ایسی ہی خدمت کر کے قبیلہ اوس کے برابر ہو جائیں۔

جب سلام بن ابی حقیق نے مدینہ سے نکلنے کے بعد اور خیبر جا کر نہ صرف یہ کہ مسلمانوں بلکہ حضورؐ کے خلاف ناقابل برداشت باتیں کرنا شروع کیں اور مسلمانوں کے خلاف جنگِ خندق کی ابتدا کرنے کے لیے اس نے قریش اور بنو غطفان کو ترغیب دی تھی۔ لہٰذا بنو خزرج کے کچھ جوانوں نے مل کر فیصلہ کر لیا کہ وہ اس اللہ و رسولؐ اور اسلام کے دشمن سلام بن ابی حقیق کو قتل کر کے رہیں گے۔ لہٰذا بنو خزرج کے پانچ جوان جو عبداللہ بن عتیک، عبداللہ بن انیس، حارث بن ربعی، خزاعی بن اسود اور فردا تھے، حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام بن ابی حقیق کی بدترین اسلام دشمنی کے باعث اس کے قتل کی اجازت طلب کی۔

حضورؐ نے انہیں سلام بن ابی حقیق کے قتل کی اجازت دے دی۔ عبداللہ بن عتیک کو ان کا سرخیل مقرر کیا اور ہدایت فرمائی کہ اس مہم میں کسی عورت یا بچے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ پھر یہ پانچوں جوان مدینہ سے خیبر روانہ ہو گئے تھے۔

بنو خزرج کے یہ پانچوں جوان اسی روز شام کے قریب خیبر میں داخل ہوئے جس روز سماکؓ بن خرشہ نے وادی القریٰ کی طرف جاتے ہوئے صحرا کے اندر جبیر بن ساعدہ کو قتل کر دیا تھا۔

شام جب رات میں ڈھل گئی اور چاروں طرف تاریکیاں بکھر کر پھیل گئیں، تو یہ پانچوں جوان سلام بن ابی حقیق کی حویلی میں داخل ہوئے۔ رات کے وقت انہوں نے حویلی کے ہر کمرے کا جائزہ لیا اور ہر کمرے کو وہ باہر سے بند کرتے چلے



گئے تاکہ ان کمروں کے اندر سلام بن ابی حقیق کے جو آدمی اور محافظ تھے وہ باہر نہ نکل سکیں۔

کمروں کے اس جائزے کے دوران انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ سلام بن ابی حقیق اپنی حویلی کی اوپر والی منزل کے ایک کمرے میں تھا اور اس کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا اور حویلی کی اس بالائی منزل پر جانے کے لیے کھجور کے تنے کی ایک سیڑھی لگی ہوئی تھی۔

پانچوں جوان کھجور کی اس سیڑھی کے ذریعے بالائی منزل پر چڑھ گئے اور سلام بن ابی حقیق کے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد سلام بن ابی حقیق کی بیوی باہر نکلی اور ان پانچوں کو مخاطب کر کے اس نے پوچھا "تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو"۔

ان پانچوں میں سے ایک نے جواب دیتے ہوئے کہا "ہم پانچوں ضرورت مند ہیں اور گھر پہ اگر بچا کھچا کھانا ہو تو اس کی طلب رکھتے ہیں"۔

سلام بن ابی حقیق کی بیوی نے ان پانچوں کو مخاطب کر کے کہا "صاحبِ خانہ اندر ہی ہیں۔ لہٰذا تم لوگ بھی اندر چلے جاؤ اور وہاں ان سے بات کر لو۔

وہ پانچوں خزرجی جوان سلام بن ابی حقیق کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ابی حقیق کی بیوی بھی ان کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہو گئی تھی۔ پھر ان پانچوں نے اس احتیاط کے تحت کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا کہ کہیں کمرے میں سلام بن ابی حقیق کی بیوی کی آمد و رفت نہ لگی رہے اور مبادا وہ ان کے کام میں حائل نہ ہو۔

کمرے کا دروازہ بند کرنا تھا کہ سلام بن ابی حقیق کی بیوی شور اور واویلا کرنے لگی اور چیخ چیخ کر اور پکار پکار کر کہنے لگی۔ "لوگو! دیکھو اور دوڑو۔ یہ کون لوگ ہم پر حملہ کرنے آگئے ہیں۔"

ابی حقیق کی بیوی کے شور کرنے پر ان پانچوں میں سے ایک اس کی طرف بڑھا اور چاہتا ہی تھا کہ اپنی تلوار سلام بن ابی حقیق کی بیوی پر گرا کر اس کا خاتمہ کر دے

کہ اسے حضورؐ کی عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہ اٹھانے کی ہدایت یاد آگئی۔ لہذا
نے اس عورت کو چھوڑ دیا۔

پھر انہوں نے مسہری پر لیٹے اور گہری نیند سوئے سلام بن ابی حقیق پر اپنی تلوا
رگرا دیں۔ سب سے پہلے عبداللہ بن انیس کی تلوار اسے لگی۔ تلوار لگتے ہی سلام
ابی حقیق چیخنے چلانے لگا قطنی! قطنی! یعنی میرے لیے اس قدر وار ہی کا ف
ہیں۔ اس پر ان پانچوں جوانوں نے اندازہ لگا لیا کہ سلام بن ابی حقیق اس وار کے
باعث زندہ نہ رہ سکے گا۔ لہٰذا وہ سیڑھیوں کی طرف بھاگے۔ عبداللہ بن عتیک کی نظر
چونکہ کمزور تھی لہٰذا سیڑھیاں اُترتے ہوئے وہ گر پڑے اور ان کے پاؤں میں موچ آگئی
تھی لیکن ان کے ساتھی انہیں اُٹھا کر اس راستے سے جس کے ذریعے حویلی میں پانی داخل
ہوتا تھا۔ سلام بن ابی حقیق کی قلعہ نما حویلی سے نکل گئے تھے۔

حویلی سے باہر نکل جانے کے بعد وہ پانچوں ایک جگہ رُک گئے۔ پھر ان میں
سے ایک نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "ہم لوگ سلام بن ابی حقیق پر
وار کر کے بحفاظت اس کی قلعہ نما حویلی سے باہر تو نکل آئے ہیں لیکن یہ یقین اور اطمینان
کیسے ہو گا کہ سلام بن ابی حقیق مر چکا ہے۔

اس پر عبداللہ بن انیس نے کہا۔ "تم چاروں یہیں رُکو، میں ایک بار پھر حویلی
میں داخل ہوتا ہوں اور یہ پتہ کر کے لوٹتا ہوں کہ ہمارے وار سے سلام بن ابی حقیق
مرا ہے یا نہیں۔ باقی ساتھیوں نے عبداللہ بن انیس کے اس مشورے سے اتفاق کیا
لہٰذا راز دارانہ انداز میں ایک بار وہ پھر حویلی میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا سلام بن
ابی حقیق کے شور کرنے پر اب بہت سے لوگ حویلی میں داخل ہو کر ادھر اُدھر
بھاگنے لگے تھے۔

جب عبداللہ بن انیس اور آگے بڑھا تو اس نے سُنا سلام بن ابی حقیق کی بیوی
بین کرتی ہوئی روتی بھی جا رہی تھی اور وہاں جمع ہونے والے لوگوں کو بتاتی بھی جا
رہی تھی کہ کس طرح اس کے شوہر کو قتل کر دیا گیا۔ سلام بن ابی حقیق کی موت پر



مطمئن ہونے کے بعد عبداللہ بن انیس اپنے ساتھیوں کے پاس جانے کے لیے پلٹ گیا۔
جب وہ اس قلعہ نما حویلی کے بیرونی دروازے پر آیا تو اس نے دیکھا کہ دروازے کے
قریب ہی ایک طرف سماکؓ بن خرشہ اپنے گھوڑے سے اُتر رہا تھا۔ عبداللہ بن انیس
بھاگ کر سماکؓ کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کسی قدر حیرت اور پریشانی میں اس
نے پوچھا۔

"ابودجانہ! تم اس وقت یہاں سلام بن ابی حقیق کی حویلی کی طرف کیوں آئے۔
تم کس وقت مدینہ سے روانہ ہوئے اور کس مقصد کے تحت اِدھر آئے ہو؟"

سماک نے کسی قدر تعجب سے پوچھا۔ "اے ابنِ انیس! پہلے تم کہو کہ تم رات
کے اس وقت خیبر میں سلام بن ابی حقیق کی حویلی کی طرف کیا کرنے آئے ہو۔"

عبداللہ بن انیس نے آگے بڑھ کر سماکؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے
رازدارانہ انداز میں کہا۔

"اے سماکؓ بن خرشہ! آہستہ بولو اور یہاں سے بھاگ چلو۔ میرے ساتھ میرے
کچھ دوسرے ساتھی بھی ہیں جو سلام بن ابی حقیق کی حویلی کے پچھواڑے میں ایک جگہ
کھڑے میرا انتظار کر رہے۔ وہاں قریب ہی ہمارے گھوڑے بھی بندھے ہیں۔ اے
ابودجانہ! تم ابھی اور اسی وقت ہمارے ساتھ مدینہ کی طرف بھاگ چلو۔ اس لیے کہ
سلام بن ابی حقیق کو قتل کر دیا گیا ہے اور اگر کسی نے تمہیں یہاں دیکھ لیا تو سب
یہی کہیں گے کہ تم نے سلام بن ابی حقیق کو قتل کیا ہے۔ کیوں کہ خولیہ اور ریطہ کی وجہ
تمہاری اس کے ساتھ دشمنی اور عداوت چلی آ رہی تھی"۔

سماکؓ نے پھر سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔ "پر تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ سلام
بن ابی حقیق کو کس نے قتل کر دیا ہے"۔

عبداللہؓ بن انیس اپنا مُنہ سماکؓ کے کان پر لے گیا اور مدھم آواز میں اس نے کہا
"یہ جگہ ایسا راز بتانے کے لیے مناسب نہیں۔ یہاں سے ہٹ کر پہلے میرے ساتھیوں
کے پاس چلو پھر میں تمہیں پوری تفصیل بتا دُوں گا"۔

حالات کی نزاکت اور وہاں منڈلاتے خطرات کا اندازہ کرتے ہوئے سماکؓ فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور عبداؓللہ بن انیس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ پھر عبداللہ بن انیس کی راہنمائی میں سماک اپنے گھوڑے کو حویلی کے پچھواڑے کی طرف لے گیا۔ وہاں عبدؓاللہ بن انیس کے دوسرے چاروں ساتھی بھی کھڑے تھے۔ وہ سب سماکؓ کو وہاں دیکھ کر حیران اور پریشان ہو رہے تھے۔ ان کے قریب جب سماکؓ اپنے گھوڑے سے اُترا تو ایک نے آگے بڑھ کر سماکؓ سے پوچھا۔ "اے ابو دجانہ! تم اس وقت خیبر کی طرف کیا کرنے آئے ہو؟"

سماکؓ نے مدھم اور دھیمی آواز میں کہا۔ "میں اپنے ان دشمنوں کی تلاش میں اس طرف آیا تھا جنھوں نے ابی حقیق کو قتل کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک قاتل کو میں نے خیبر اور وادی القریٰ کے درمیانی حصے میں ٹھکانے لگا دیا ہے۔ اب میں سلام بن ابی حقیق کا کام تمام کرنے آیا تھا کیوں کہ یہ ابی حقیق کے قتل میں ملوث ہے۔"

اس پر عبدؓاللہ بن عتیک نے سماکؓ کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے ابو دجانہ! یہاں ٹھہرنا خطرات سے خالی نہیں ہے۔ ہم پانچوں نے مل کر سلام بن ابی حقیق کو قتل کر دیا ہے اور ایسا ہم نے حضورؐ سے اجازت لے کر کیا ہے۔ کیوں کہ سلام بن ابی حقیق کی زبان حضورؐ اور اسلام کے خلاف حد سے زیادہ دراز ہو گئی تھی۔ سو ہم نے اپنے دین کے اس دشمن کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔"

سماکؓ نے ان کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ تم لوگ درست کہتے ہو۔ یہاں اب زیادہ دیر رُکنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ ورنہ ہم سب سلام بن ابی حقیق کے قتل کے الزام میں دھر لیے جائیں گے۔ لہٰذا آؤ فی الفور یہاں سے مدینہ کی طرف کوچ کر چلیں۔" پھر وہ سب آگے بڑھ کر درختوں کے اس جھنڈ کے پاس آئے جہاں ان کے گھوڑے بندھے تھے۔ سب اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور خیبر سے نکل کر بڑی تیزی سے وہ مدینہ کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

○



صبح ہی صبح مدینہ میں داخل ہونے کے بعد سماکؓ جب اپنے گھر کے قریب آیا تو اس نے دیکھا ربیطہ اور خالد ابو قیس کے گھر کی طرف سے اپنے گھر کی طرف آ رہے تھے۔ ربیطہ نے ایک ہاتھ سے خالد کا بازو پکڑ رکھا تھا اور اس کے دوسرے ہاتھ میں دودھ سے بھرا برتن تھا۔ سب سے پہلے خالد نے سماکؓ کو دیکھا۔ لہٰذا ربیطہ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر وہ ابی ابی! پکارتا سماکؓ کی طرف بھاگا۔

سماکؓ بھی قریب آ کر گھوڑے سے اُترا۔ خالد کو اٹھا کر پیار کیا۔ پھر خالد کو اٹھائے سماکؓ ربیطہ کی طرف بڑھا۔ اس کا گھوڑا خود بخود اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ اتنی دیر تک ربیطہ نے دُودھ کا برتن نیچے رکھ کر بیرونی دروازے کو لگا قفل کھولا۔ سماکؓ نے خالد کو جب نیچے اُتارا تو اس نے آگے بڑھ کر دودھ کا برتن اُٹھا لیا۔

پھر ربیطہ نے اپنے ہونٹوں پر بیدار ہوئے غنچوں جیسی خوشگوار اور دہکتے گلابوں جیسی پُرکشش مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے سماک سے پوچھا۔ "آپ جس کام کے لیے گئے تھے اس کا کیا بنا؟"

سماکؓ نے بھی ربیطہ کے قریب آ کر خوشگوار لہجے میں کہا۔ "میں نے ابی حقیق اور لمیس کے قاتلوں کو تلاش کر لیا ہے۔ اس کام میں سلام بن ابی حقیق بھی شامل ہے ایک قاتل کو میں ٹھکانے لگا آیا ہوں۔ باقی کے ساتھ میں بعد میں نمٹوں گا۔ کیونکہ حضورؐ کے ایماء پر بنو خزرج کے کچھ جوانوں نے سلام بن ابی حقیق کو گزشتہ رات قتل کر دیا ہے اور خیبر میں اس کے قاتلوں کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا مجھے مجبوراً واپس آنا پڑا۔"

ربیطہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "سلام کا معاملہ تو ٹھیک ہُوا۔ یہ بھی اسلام کے خلاف بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے لگا تھا۔ ایسے لوگوں کا انجام یوں ہی ہوتا ہے جیسا سلام کا ہُوا۔ آپ اندر آئیں۔ باقی تفصیل میں آرام سے گھر بیٹھ کر آپ سے سنتی ہوں۔" پھر وہ تینوں اپنے گھر میں داخل ہو گئے تھے۔

○

سلام بن ابی حقیق کی موت کے بعد عبیل بن جاثر جو خیبر میں سلام بن ابی حقیق

کی اراضی اور اس کے باغات کی دیکھ بھال پر مقرر تھا اور جس نے سلام بن ابی حقیق کے کہنے پر نویلہ کو اٹھا کر سلام بن ابی حقیق کی حویلی کے تہ خانے میں اسیر کر رکھا تھا بڑا پریشان اور فکر مند رہنے لگا تھا۔

سلام بن ابی حقیق کی موت کے دوسرے روز عبیل بن جاثر سلام کی حویلی کے نچلے حصے میں اپنے کمرے کے اندر متفکر اور پریشان بیٹھا ان جانی سوچوں میں کھویا ہُوا تھا کہ ساکٔ کے ہاتھوں مرنے والے جبیر بن ساعدہ کا چھوٹا بھائی عدیم بن ساعدہ کھنکارتا ہُوا اس کمرے میں داخل ہُوا۔ عبیل بن جاثر فوراً گھبراہٹ اور پریشانی میں چونک کر اُٹھ کھڑا ہُوا۔ عدیم بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے اسے کچھ اطمینان ہُوا پھر اسے مخاطب کر کے اس نے پوچھا۔

"عدیم! تیرا بڑا بھائی جبیر کہاں ہے۔ مَیں نے اپنا آدمی دو تین بار تمہارے گھر بھیجا لیکن وہاں سے یہی جواب ملا کہ تم دونوں اپنا تجارتی سامان لے کر وادی القریٰ گئے ہوئے ہو۔ تم اکیلے کیوں آئے ہو۔ جبیر بن ساعدہ کہاں ہے۔ وہ تمہارے ساتھ کیوں نہیں آیا۔ تمہاری غیر موجودگی میں سلام بن ابی حقیق کو کسی نے قتل کر دیا۔ جس کی وجہ سے مَیں بڑا پریشان اور فکر مند ہوں۔"

عدیم بن ساعدہ تھوڑی دیر تک بڑے چبھتے انداز میں عبیل بن جاثر کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ بولا۔

"اے ابنِ جاثر! ابھی تو ابتداء ہوئی ہے۔ اب آگے دیکھنا تم لوگوں کو اس سے بھی بدترین حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔" ابنِ جاثر نے فکر مندی میں عدیم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟"

عدیم بن ساعدہ نے کہا۔ "اے ابنِ جاثر! سنو! ہم دونوں بھائی سامان لے کر کل یہاں سے وادی القریٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ ہمارے ساتھ طائف کا رہنے والا ایک شخص جابر بن لبید بھی تھا جو ان علاقوں میں اجنبی تھا جو وادی القریٰ جانا چاہتا تھا اور راستہ بھول گیا تھا۔ ہم نے اس جابر بن لبید کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔



اور سامان سے لدے اپنے چھ اُونٹوں کے ساتھ وادی القریٰ کی طرف روانہ ہوگئے۔

اور سنو ابنِ جاثر! وادی القریٰ کی طرف جاتے ہوئے ایسا ہُوا کہ میرے بھائی نے صحرا کے اندر طائف کے رہنے والے اس جابر بن لبید کے ساتھ گھڑ دوڑ لگا دی۔ اس دوڑ میں وہ جابر بن لبید کافی آگے نکل گیا اور میرا بھائی جبیر بن ساعدہ پیچھے رہ گیا اور وہ دونوں مجھ سے بھی کافی آگے نکل گئے تھے۔ پھر ایسا ہُوا کہ صحرا کے ٹیلوں کی اوٹ سے دو سوار نمودار ہو کر میرے بھائی جبیر بن ساعدہ پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کر کے صحرا کے اندرونی حصے کی طرف فرار ہوگئے۔

جابر بن لبید جو آگے نکل گیا تھا۔ جب اس نے مڑ کر دیکھا، اس وقت وہ دونوں حملہ آور میرے بھائی کے ساتھ نبرد آزما تھے۔ وہ جابر بن لبید بڑی تیزی سے واپس پلٹا لیکن اس کے آنے سے قبل وہ دونوں میرے بھائی کو قتل کر کے صحرا کے اندرونی حصے کی طرف چلے گئے تھے۔ جابر بن لبید نے ان دونوں کا تعاقب کیا لیکن وہ انہیں جا لینے میں ناکام رہا اور وہ دونوں فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

وہ جابر بن لبید کوئی شریف اور نیک دل جوان ہے۔ وہ صرف اس بات پر اپنے آپ کو مجرم خیال کرنے لگا کہ اس کی ہمراہی میں ان دو سواروں نے حملہ آور ہو کر میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔ گو اس جابر بن لبید کو وادی القریٰ میں کوئی کام تھا۔ لیکن اس نے اپنے اس کام کو معطل کر دیا اور اب وہ ان دونوں قاتلوں کے پیچھے لگ گیا ہے اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان دونوں قاتلوں کو تلاش کر کے ضرور ان سے انتقام لے گا۔ اور وہ قاتل جاتے جاتے یہ بھی آواز لگا گئے تھے کہ میرے بھائی کو قتل کر کے انہوں نے ابی حقیق کے قتل کا بدلہ لیا ہے۔"

اس انکشاف پر عبیل بن جاثر چونکا اور کہا۔ "اے ابن ساعدہ! تم اس جابر بن لبید سے مکمل تعاون کرو۔ وہ ہمارے لیے بڑا سُودمند ثابت ہو سکتا ہے۔ اسے استعمال کر کے ہم اپنے دشمنوں سے انتقام لے سکتے ہیں۔ مَیں آج کی رات شاید وادی القریٰ روانہ ہو جاؤں گا۔ مجھے وہاں کچھ ضروری کام ہیں۔

عبیل بن جاثر ذرا رکا پھر دوبارہ اس نے کہا۔ "عدیم! عدیم! مجھے تمہارے بھائی کے مرنے کا سخت صدمہ اور دُکھ ہے۔ وہ میرا دستِ راست اور رازداں تھا۔ تم اس کے دوسرے ساتھیوں کو بھی آگاہ کر دو کہ ابی حقیق کا انتقام لینے والے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں لہٰذا ان کے لیے خطرات ہیں۔ میرا خیال ہے سلام بن ابی حقیق کو بھی اُن ہی لوگوں نے قتل کیا ہے"۔

عدیم بن ساعدہ مزید کچھ کہے بغیر وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ عبیل بن جاثر بھی کمرے سے باہر آیا۔ حویلی کے ملازموں کو اس نے دو اونٹوں پر کجاوے ڈالنے کا حکم دیا اور پھر وہ خود بھی اپنے کُوچ کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔

○

رات خاموشی سے بھاگی جا رہی تھی۔ حسین خویلہ خیبر میں اپنی ہی حویلی کے تہ خانے میں فرش پر اُداس اور پریشان حال پڑی ہوئی تھی۔ اس نے تہ خانے کی چھت میں لگے روشن دان کی طرف دیکھا۔ چند ستارے جو اسے دکھائی دیے۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ بھی اس کے ساتھ اداس اور پریشان ہیں۔ تھوڑی دیر تک وہ ان ستاروں کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے دُکھی آواز اور آہ بھرتے لہجے میں کہا۔

"سماکؓ! سماکؓ! آپ کہاں ہیں؟ کاش آپ میرے قریب ہوتے۔ آپ کو میں اپنی مدد کے لیے پکارتی اور اس تہ خانے میں آپ میری دِگرگوں حالت کو دیکھتے۔ آہ ربیطہ! کس حال میں ہو گی۔ خالد کیسا ہو گا۔ اب تو وہ بڑا ہو گیا ہو گا۔ سماکؓ اور ربیطہ کے ساتھ دوڑتا بھاگتا ہو گا۔ کاش میں بھی ان تینوں کے ساتھ ہوتی۔ کاش میں یمن نہ گئی ہوتی تو اَب تک اِن تینوں کے ساتھ پُرسکون زندگی بسر کر رہی ہوتی۔

پُرانے واقعات اور یادوں سے متعلق سوچتے ہوئے خویلہ پر دُکھ اور پریشانی کی کیفیت طاری ہو گئی تھی اور بیٹھے ہی بیٹھے اس کا سَر اس کے دونوں گھٹنوں پر انتہائی بے بسی کے انداز میں جُھک گیا تھا۔

لیکن جلد ہی خویلہ چونک پڑی۔ کیونکہ تہ خانے سے باہر کھٹکا ہُوا تھا۔ پھر وہ



ادھیڑ عمر کی عورت جو اس کی خدمت پر مامور تھی، اس کے لیے کھانا لے آئی۔ خویلہ نے زبردستی اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ پھر وہ بڑی بد دِلی سے کھانا کھانے لگی تھی۔

خویلہ کھانا کھا کر فارغ ہوئی ہی تھی کہ اس تہ خانے میں عبیل بن جاثر داخل ہُوا۔ خویلہ سے کوئی بات کیے بغیر اس نے اس کے ہاتھ اس کی پُشت پر باندھ دیے پھر ایک کپڑا اس کی آنکھوں پر باندھا اور اس ادھیڑ عمر کی خاتون سے مخاطب ہو کر کہا۔ "باہر صحن میں دو اُونٹ بیٹھے ہیں۔ ان پر کجاوے ڈلے ہوئے ہیں ان میں سے ایک اُونٹ پر تم خویلہ کو لے کر بیٹھ جاؤ۔ دوسرے اُونٹ پر میں بیٹھوں گا۔ ہم رات کے اس وقت وادی القریٰ کی طرف کُوچ کر رہے ہیں"۔ وہ عورت خویلہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے جانے لگی تھی۔

عبیل بن جاثر بھی ان کے ساتھ باہر آیا۔ پھر ایک اُونٹ پر وہ خود سوار ہُوا جبکہ دوسرے پر وہ عورت خویلہ کو لے کر سوار ہو گئی تھی۔ پھر رات کی تاریکی میں وہ خیبر سے وادی القریٰ کی طرف کُوچ کر گئے تھے لیکن اس عبیل بن جاثر نے اپنے ساتھیوں کو بھی دھوکہ دیا۔ اپنے ساتھیوں کو اس نے یہی تاثر دیا تھا کہ وہ چند روز کے لیے وادی القریٰ کی طرف جا رہا ہے لیکن خیبر سے نکل کر وہ وادی القریٰ کی طرف نہیں گیا بلکہ شہر کی طرف چلا گیا۔ اپنے ساتھ وہ سلام بن ابی حقیق کی بے شمار دولت بھی لے گیا تھا۔ وہاں اس نے ایک حویلی خرید لی اور خویلہ کو اس حویلی کے تہ خانے میں اس نے اسیر کر دیا تھا۔

غزوۂ احزاب (جنگِ خندق) میں نامرادی اور ناکامی کا منہ دیکھنے کے بعد بنی غطفان کے کچھ لوگوں نے اپنی اس ناکامی کا غصہ نکالنے کی کوشش کی ۔ بنوغطفان کے ایک رئیس ابن حصن نے ایسا کیا کہ کچھ مسلح لوگوں کو اپنے ساتھ لیا جن کا تعلق بنوغطفان سے تھا ۔ یہ مسلح گروہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی غرض سے ابن حصن کی سرکردگی میں صبح ہی صبح مدینہ کے نواح میں پہنچا ۔ اس وقت غابہ کی وادی اور چراگاہ میں حضورؐ کے اونٹ چر رہے تھے اور اس وقت اس چراگاہ میں ابوذر غفاریؓ کا بیٹا اور اس کی بیوی بیٹھے ہوئے تھے ۔ ابنِ حصن اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ اس چراگاہ میں داخل ہوا ۔ ابوذر غفاریؓ کے بیٹے کو اس نے قتل کر دیا اور اس کی بیوی کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے گیا اور اونٹ بھی اپنے ساتھ ہانک لیے ۔

جس وقت ابن حصن غابہ کی چراگاہ میں یہ کارروائی مکمل کرنے کے بعد اپنے قبیلے کا رخ کر رہا تھا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص عمروؓ بن الاکوع نے انہیں دیکھ لیا ۔ اس وقت ابن الاکوع کے ساتھ طلحہؓ بن عبیداللہ کا بیٹا بھی تھا ۔

ابن الاکوع فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ابن حصن کے مسلح دستے کا تعاقب شروع کر دیا ۔ جب کہ طلحہؓ بن عبیداللہ کا لڑکا واپس بھاگا اور حضورؐ کو اس واقعہ کی جا کر اطلاع کی ۔ حضورؐ نے فوراً مسلح جوانوں کو تیار کیا اور ابن حصن کی سرکوبی کے



لیے روانہ کیا ۔ اس وقت تک ابن الاکوع اکیلا ہی بنوغطفان کے اس مسلح دستے کے قریب پہنچ چکا تھا اور پھر قریب جا کر ابن الاکوع نے ان پر تیر برسائے اور بلند آواز میں چلاتے ہوئے ابنِ حصن اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا ۔

"میں ابن الاکوع تمہارے تعاقب میں ہوں ۔ سن لو کہ آج کا دن تم جیسے کمینے لوگوں کی ہلاکت اور بربادی کا دن ہے ۔"

اپنے تعاقب میں ابن الاکوع کو اکیلا دیکھ کر ابن حصن کے ساتھیوں میں سے ایک نے اپنے ساتھیوں کو سناتے ہوئے بلند آواز میں کہا ۔ "یہ ہمارے تعاقب میں اکیلا نکلنے والا ابن الاکوع تو ہمارا صبح کا ناشتہ ہے ۔"

وہ ابھی ارادہ ہی کر رہے تھے کہ سب مل کر ابن الاکوع کا گھیراؤ کر کے اس کا خاتمہ کر دیں کہ حضورؐ نے جن مسلح جوانوں کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا تھا وہ بھی وہاں پہنچ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں گروہ آپس میں ٹکرائے اور اس ٹکراؤ کے نتیجے میں مسلمانوں نے ابنِ حصن اور اس کے ساتھیوں پر غلبہ حاصل کر کے ان کا خاتمہ کر دیا اور مدینہ کی طرف لوٹ گئے تھے ۔

اِس واقعے کے بعد اس سے بھی بڑا ایک واقعہ نمودار ہوا ۔ وہ کچھ اس طرح کہ حضورؐ کو اطلاع ملی کہ بنومصطلق اپنے سردار حارث بن ابوضرار کی سرکردگی میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور مسلمانوں کو زیر و مغلوب کرنے کے لیے انہوں نے اپنے ساتھ ایک بہت بڑی جمعیت بھی ملا لی تھی ۔ حالانکہ حارث بن ابوضرار جو بنومصطلق کے سرداری کی حیثیت سے بنومصطلق کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار کر رہا تھا وہ حضورؐ کا سسر تھا اور اس کی بیٹی جویریہؓ بنتِ الحارث حضورؐ کے نکاح میں تھیں اور امہات المومنین میں شامل تھیں ۔

یہ خبر سننے کے بعد آپؐ نے اپنے لشکر کو تیار کیا اور بنومصطلق سے نمٹنے کے لیے آپ نے قدر کے سمندری ساحل کا رخ کیا کیوں کہ یہ قبیلہ وہیں آباد تھا حضورؐ

نے ساحل کے قریب اپنے لشکر کے ساتھ مریسیع نام کے چشمے کے پاس پڑاؤ کیا اور جنگ کی تیاری شروع کی ۔

مریسیع نام کے اس چشمے کے پاس ہولناک اور خونریز جنگ ہوئی ۔ جس میں حضورؐ کی سرکردگی میں مسلمان کامیاب اور فوزمند رہے جب کہ بنو مصطلق کو شکست ہوئی اور ان کے بہت سے لوگ اس جنگ میں کام آئے ۔ ابھی اسلامی لشکر اس مریسیع نام کے چشمے کے پاس ہی خیمہ زن تھا کہ ایک بہت بڑا حادثہ پیش آیا ۔

ہوا یوں کہ مریسیع نام کے اس چشمے پر پانی حاصل کرنے کے معاملہ میں دو اشخاص جہجاہ بن سعید اور سنان بن یزید کی آپس میں تکرار ہوگئی ۔ جہجاہ بن سعید مہاجرین میں سے تھا جب کہ سنان بن یزید کا تعلق انصارِ مدینہ سے تھا ۔ دونوں کے درمیان معاملہ تکرار سے بڑھ کر جھگڑے اور پھر ہاتھا پائی تک پہنچ گیا ۔ اس دوران ابن سعید نے سنان بن یزید کو لات دے ماری ۔ انصار کا تعلق بنیادی طور پر چونکہ یمن[1] سے تھا اور یمنی معاشرے میں اسے ایک توہین اور تذلیل خیال کیا جاتا تھا ۔ لہٰذا ابنِ سعید سے لات کھانے کے بعد سنان بن یزید نے انصار کو اپنی مدد کے لیے پکارا ۔

سنان بن یزید کے ایسا کرنے پر ابنِ سعید نے بھی مہاجرین کو اپنی مدد کے لیے پکارا منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کو جب اس حادثے کی خبر ہوئی تو اس نے اوس وخزرج کے لوگوں کو برانگیختہ اور بھڑکانا شروع کر دیا کہ وہ اپنے انصاری حلیف کی مدد کریں. دوسری طرف سے ابنِ سعید کی پکار پر کچھ مہاجرین بھی نکل آئے ۔ قریب تھا کہ بات بڑھ جاتی اور مہاجرین و انصار آپس میں ہی ٹکرا کر ایک نئی اور انوکھی جنگ کی طرح ڈال دیتے اور وہ جگہ جہاں تھوڑی دیر قبل مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی تھی. وہی جگہ مسلمانوں

[1] یمن میں جب مآرب کا بند ٹوٹا اور سیلاب نے تباہی پھیلائی تو اوس وخزرج مدینہ میں آکر آباد ہوگئے ۔ ان کی طرح دوسرے قبائل مثلاً بنو لخم ، بنو غسان ، بنو قضاعۃ وغیرہ بھی یمن سے نکل کر دوسرے مضافات کی طرف چلے گئے ۔



کے انتشار اور تعصب کا باعث بن جاتی کہ حضورؐ کو اس معاملہ کی خبر ہوگئی ۔ آپؐ فوراً وہاں پہنچے اور سارے لوگوں کو مخاطب کر کے آپؐ نے فرمایا ۔

" یہ جاہلیت کی پکار کیسی ، تم لوگ کہاں اور یہ جاہلیت کی پکار کہاں ۔ اِسے چھوڑ دو یہ بڑی گندی چیز ہے "۔ حضورؐ کے ان الفاظ نے خاطر خواہ اثر کیا ۔ دونوں طرف کے صالح لوگوں نے آگے بڑھ کر معاملہ رفع دفع کرا دیا اور سنان بن یزید نے ابنِ سعید کو معاف کر کے صلح کر لی ۔

لیکن عبداللہ بن ابی تو اس واقعہ سے اپنے حق میں فائدہ اٹھانا چاہتا تھا ۔ لہٰذا اس کے بلانے پر ہر وہ شخص جس کے دِل میں نفاق تھا عبداللہ بن ابی کے پاس جمع ہو گیا ۔ پھر اس عبداللہ بن ابی ان لوگوں کو مخاطب کر کے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک شخص نے عبداللہ بن ابی کو مخاطب کر کے کہا ۔

" اے ابن ابی ! اب تک تو تم سے کچھ اُمیدیں وابستہ تھیں اور تم مدافعت کرتے چلے آرہے تھے لیکن ہمیں تمہارے رویّے اور سلوک سے اب ایسا محسوس ہونے لگا ہے جیسے تم بھی ہمارے مقابلے میں ان کنگلوں[1] کے مددگار بن گئے ہو "۔

عبداللہ بن ابی تو پہلے ہی اس واقعہ پر کھول رہا تھا ۔ ان باتوں پر وہ اور زیادہ بھڑک اُٹھا اور وہاں جمع لوگوں کو مخاطب کر کے کہا

" یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا دھرا ہے ۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے ملک میں جگہ دی ان پر اپنے مال تقسیم کیے ۔ یہاں تک کہ اب یہ خوب پھل پھول کر خود ہمارے ہی حریف بن گئے ہیں ۔ ہماری اور ان مہاجرین کی حالت پر یہ مثل صادق آتی ہے " کہ اپنے کُتے کو کھلا پلا کر موٹا تازہ کر تاکہ وہ تجھی کو پھاڑ کھائے "۔ تم لوگ اگر ان سے ہاتھ روک لو تو یہ چلتے پھرتے نظر آئیں گے ۔ خدا کی قسم مدینہ واپس پہنچ کر ہم میں سے جو عزت والا

[1] مدینہ کے منافقین ان تمام لوگوں کو جو اسلام قبول کر کے مکہ سے مدینہ آگئے تھے جلابیب ( موٹے جھوٹے کپڑے پہننے والے ) کہا کرتے تھے ۔ دوسرے معنوں میں وہ انہیں غریب اور کنگلے خیال کرتے تھے ۔

ہے۔ وہ ان غیر مقدور لوگوں کو نکال باہر کرے گا۔"

جس وقت عبداللہ بن ابی نے لوگوں سے یہ باتیں کی تھیں اس وقت اس مجلس میں انصار میں سے ایک لڑکا زید بن ارقم بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ زید بن ارقم کا چچا انصار کے رئیسوں میں تھا۔ اس زید بن ارقم نے یہ ساری گفتگو اپنے چچا سے کہہ دی۔

یہ باتیں سن کر زید بن ارقم کے چچا فوراً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عبداللہ بن ابی نے جو گفتگو کی تھی وہ ساری حضورؐ سے کہہ دی۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ "شاید تم عبداللہ بن ابی سے ناراض ہو ممکن ہے تم سے سننے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو۔ ممکن ہے تمہیں شبہ ہو گیا ہو کہ ابن ابی نے یہ باتیں کہی ہیں۔"

اس پر زید بن ارقم نے کہا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم! میں نے ابن ابی کو یہ باتیں کہتے ہوئے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔

اس پر حضورؐ نے عبداللہ بن ابی کو طلب کیا اور اس بارے میں اس سے پوچھا تو وہ صاف مکر گیا اور قسمیں کھانے لگا کہ ایسی گفتگو اس نے نہیں کی۔ انصار میں سے بھی کچھ لوگوں نے کہا۔ "حضورؐ لڑکے کی بات ہے۔ شاید اسے وہم ہو گیا ہو۔ یہ ہمارا شیخ اور بزرگ ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک لڑکے کی بات پر اعتبار نہ فرمائیں" قبیلے کے بڑے بوڑھوں نے بھی زید بن ارقم کو ملامت کی اور وہ بے چارہ رنجیدہ ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ رہا۔

اس معاملے کی خبر جب عمرؓ کو ہوئی تو وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق عبداللہ بن ابی کی گردن کاٹ دوں۔ اگر آپ مجھے اجازت دینا مناسب خیال نہیں فرماتے تو پھر انصار ہی سے معاذؓ بن جبل، عبادؓ بن بشر، سعدؓ بن معاذ یا محمدؓ بن مسلمہ کو ہی حکم دیجئے کہ وہ اسے قتل کر دیں۔"

لیکن حضورؐ نے عمرؓ کو سمجھاتے ہوئے فرمایا۔ "ایسا نہ کرو۔ لوگ کہیں گے محمدؐ اپنے ساتھیوں کو ہی قتل کر رہا ہے۔"



اس کے بعد اس معاملہ کو رفع دفع کرنے کے لیے اور لوگوں کے ذہنوں سے اس حادثے کی تلخی نکالنے کے لیے آپ نے فوراً وہاں سے کوچ کا حکم دیدیا۔ حالانکہ حضورؐ کے معمول کے لحاظ سے وہ کوچ کا وقت نہ تھا۔ مسلسل تیس گھنٹے تک یہ سفر جاری رہا۔

راستے میں انصار کے ایک سردار اُسید بن حضیر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے ایسے وقت کوچ کا حکم فرمایا جو سفر کے لیے مناسب نہ تھا اور پہلے کبھی ایسے وقت میں سفر کا آغاز نہ فرمایا کرتے تھے۔"

حضورؐ نے جواب میں فرمایا۔ "کیا تم نے سنا نہیں تمہارے اس صاحب نے کیا گوہر افشانی کی ہے۔"

اُسید نے پوچھا۔ "کون صاحب!"

حضورؐ نے فرمایا۔ عبداللہ بن ابی۔"

اُسید نے پھر پوچھا۔ "اس نے کیا کہا ہے؟"

حضورؐ نے فرمایا۔ "اس نے کہا ہے کہ مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلیل وخوار کو نکال باہر کرے گا۔"

اس پر اُسیدؓ بن حضیر نے بڑی انکساری اور رقت میں کہا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم! عزت والے تو آپؐ ہیں اور ذلیل وہ خود عبداللہ بن ابی ہے آپؐ جب چاہیں اسے مدینہ سے نکال باہر کر سکتے ہیں۔"

دورانِ سفر میں یہ بات رفتہ رفتہ تمام انصار میں پھیل گئی کہ عبداللہ بن ابی نے حضورؐ اور مہاجرین کے خلاف بدتمیزی پر مبنی گفتگو کی ہے تو ان میں عبداللہ بن ابی کے خلاف سخت غصہ پیدا ہو گیا۔ لہٰذا کچھ سرکردہ لوگوں نے عبداللہ بن ابی سے کہا۔ "اپنے رویے کی حضورؐ سے معافی مانگو۔"

اس پر عبداللہ بن ابی نے تڑخ کر جواب دیا۔ "تم نے کہا ان پر ایمان لاؤ میں ایمان لے آیا۔ تم نے کہا اپنے مال کی زکوٰۃ دو۔ میں نے زکوٰۃ بھی دے دی۔ اب بس

بہ کسر باقی رہ گئی کہ میں محمدؐ کو سجدہ کروں"۔

ان باتوں سے اس کے خلاف انصار کی ناراضگی اور زیادہ بڑھ گئی اور ہر طرف سے اس پر پھٹکار پڑنے لگی۔ بہرحال یہ سفر جاری رہا۔

اس سفر کے دوران ایک اور خطرناک فتنہ اٹھا دیا گیا اور فتنہ بھی ایسا کہ اگر حضورؐ اور آپؐ کے جاں نثار صحابہؓ کمال درجہ ضبط و تحمّل اور حکمت و دانائی سے کام نہ لیتے تو مدینے کی نوخیز مسلم سوسائٹی میں سخت خانہ جنگی برپا ہو جاتی۔ یہ حضرت عائشہؓ پر تہمت کا فتنہ تھا۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جب سفر پر روانہ ہونے لگتے تو قرعہ ڈال کر فیصلہ فرماتے کہ آپؐ کی ازواجِ مطہرات میں سے کون آپؐ کے ساتھ جائے۔ اس سفر میں حضرت عائشہؓ آپؐ کے ساتھ تھیں۔

اس سفر میں مدینہ کی طرف بڑھتے ہوئے جب ایک منزل پر حضورؐ نے اپنے لشکر کے ساتھ رات کے وقت پڑاؤ کیا اور رات کا کچھ حصہ ابھی باقی تھا کہ آپؐ نے کوچ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس موقعے پر عائشہؓ اُٹھ کر رفع حاجت کے لیے گئیں اور جب پلٹ کر قیام گاہ کے قریب گئیں تو پتہ چلا کہ ان کے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا ہے۔ لہذا آپ واپس گئیں اور اپنا ہار تلاش کرنے لگیں۔ اتنے میں جس مقام پر لشکر نے قیام کر رکھا تھا وہاں سے لشکر کوچ کر گیا تھا۔

حضرت عائشہؓ کے کوچ اور سفر کا طریقہ کار یہ تھا کہ کوچ کے وقت آپؓ اپنے ہودے میں بیٹھ جاتیں اور چار آدمی اُٹھا کر اس ہودے کو اٹھا کر اس اونٹ پر رکھ دیتے تھے۔ چونکہ حضرت عائشہؓ وزن میں ہلکی پھلکی تھیں لہذا لوگوں نے خالی ہودہ اُٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور انہیں احساس تک نہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ اس ہودے میں ہیں یا نہیں۔

عائشہؓ جب اپنا ہار ڈھونڈ کر پلٹیں اور دیکھا کہ لشکر تو وہاں سے کوچ کر گیا ہے لہذا آپؓ چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئیں اور دل میں سوچ لیا کہ آگے جا کر حضورؐ جب



انہیں اپنے ہودے میں نہ پائیں گے تو خود ہی ڈھونڈتے ہوئے ادھر آ جائیں گے۔ اس حالت میں آپؓ کو وہاں نیند آ گئی اور آپؓ وہاں سو گئیں۔

لشکر میں ایک صحابیؓ صفوانؓ بن معطل[۱] بھی شامل تھے۔ انہیں صبح دیر تک سونے کی عادت تھی۔ اس لیے وہ بھی لشکر گاہ میں پڑے سوتے رہ گئے اور لشکر وہاں سے کوچ کر گیا۔ جب صفوانؓ سو کر اُٹھے اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر جانے لگے تو اُن کی نظر حضرت عائشہؓ پر پڑ گئی جو وہاں سو رہی تھیں۔ صفوانؓ انہیں پہچان گئے۔ کیونکہ پردے کا حکم نازل ہونے سے قبل وہ عائشہ کو دیکھے ہوئے تھے۔ لہذا عائشہؓ کو وہاں پڑے سوتا دیکھ کر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور بلند آواز میں کہا "حضورؐ کی زوجہ محترمہ یہیں رہ گئیں"۔

ان کی آواز سے حضرت عائشہؓ جاگ پڑیں۔ صفوانؓ قریب آئے، اپنے اونٹ کو حضرت عائشہؓ کے نزدیک بٹھا دیا اور خود پیچھے ہٹ کر اور منہ دوسری طرف کر کے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ اُن کے اونٹ پر سوار ہو گئیں اور پھر صفوانؓ اپنے اونٹ کی نکیل پکڑ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

دوپہر کے قریب جب لشکر نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تھا کہ صفوانؓ بھی حضرت عائشہؓ کو لے کر وہاں پہنچ گئے۔ لشکر میں شامل منافقین نے جب حضرت عائشہ کو حضرت صفوانؓ کے

---

[۱] کتبِ سنن میں صفوانؓ بن معطل کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ ان کی بیوی نے حضورؐ سے شکایت کی تھی کہ یہ کسی صبح کی نماز وقت پر نہیں پڑھتے۔ اس پر انہوں نے عذر پیش کیا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرا خاندانی عیب ہے کہ میں دیر تک سوتا رہتا ہوں اور اس کمزوری کو میں کسی طرح دُور نہیں کر سکتا"۔ اس پر حضورؐ نے صفوان بن معطل سے فرمایا۔ "اچھا جب آنکھ کھُلے تو نماز ادا کر لیا کرو"۔
کچھ محدثین نے صفوانؓ بن معطل کے پیچھے رہ جانے کی وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ حضورؐ نے انہیں اس خدمت پر مامور کیا تھا کہ رات کے وقت اندھیرے میں کوچ (باقی بر صفحہ ۷۰۲)

ساتھ آتے دیکھا تو انہوں نے طرح طرح کی نازیبا باتیں اور صفوانؓ کا نام استعمال کر کے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی اور یہ افک اور تہمت لگانے میں عبداللہ بن ابی پیش پیش تھا۔

حضرت عائشہؓ کو اس تہمت کی قطعی خبر نہ ہوئی۔ بہر حال لوگوں کے اندر یہ باتیں ایک زبان سے دوسری زبان تک پہنچنے لگی تھیں۔ اس جگہ پر پڑاؤ کرنے کے بعد لشکر نے دوبارہ مدینہ کی طرف کوچ کیا۔

○

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہُوا سماکؓ مدینہ میں داخل ہُوا اور اپنے گھر کی طرف جانے کے بجائے اس نے عبداللہ بن ابی کی حویلی کے دروازے پر دستک دی۔ عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ نے دروازہ کھولا۔ عبداللہ کسی وجہ سے جنگ میں شامل نہ ہو سکا تھا۔

اپنی حویلی کے دروازے پر سماکؓ کو کھڑے دیکھ کر عبداللہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابودجانہؓ! تم اکیلے ہی جنگ سے لوٹے ہو، باقی لشکر کہاں ہے؟"

سماکؓ نے سنجیدگی میں کہا۔ "اے ابن عبداللہ! ہمارا لشکر تو دشمن کے مقابلے میں فتح مند ہو کر بہت جلد شہر میں داخل ہونے والا ہے لیکن لشکر کے شہر میں داخل ہونے سے قبل مَیں تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔ اس بنا پر مَیں پہلے چلا آیا۔"

عبداللہ کچھ فکر مند ہو گیا۔ سماکؓ سے اس کے گھوڑے کی باگ لے کر گھوڑے کو اس نے وہاں باندھ دیا پھر سماکؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس نے کہا۔ "آؤ دیوان خانے میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔"

سماکؓ چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔ دیوان خانے میں سماکؓ کو اپنے

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰۱) کرنے کے باعث لشکر کی کوئی چیز اگر رہ جائے تو وہ پیچھے رہ کر وہ چیز دیکھ کر لے آیا کریں۔



سامنے بٹھاتے ہوئے عبداللہ نے پوچھا۔ "اے ابودجانہ! اب کہو، تم مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو؟"

سماکؓ نے ایک بار عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ کی طرف غور سے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "اے ابن عبداللہ! میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، مَیں کیسا انسان ہوں؟"

عبداللہ نے کہا۔ "ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ میرے بھائی ہیں اور اے ابودجانہؓ ایک مجاہد کی حیثیت سے مَیں تمہارے متعلق اس قدر ہی کہہ سکتا ہوں کہ تم بادلوں میں گرجنے والے، بجلیوں میں چمکنے والے اور دشمن کے لشکروں پر غضب بن کر نازل کرنے والے جوان ہو۔ تمہاری ذوق خودسری کے آگے ہر دشمن زیر، تمہاری آتش مزاجی کے آگے ہر عدو سرنگوں۔

اے ابودجانہ! تم شجاعت کا جوہر آبدار ہو۔ تم ایک ایسے بے دھڑک انسان ہو جو ضرورت کے ہر موقع پر اپنی تلوار کی تیزی اور اپنے لمبے برچھے کی نوک سے آگ اور لہو کا طوفان کھڑا کر سکتے ہو۔ اے ابودجانہ! تم ایک ایسے بھائی، ایک ایسے رفیق، ایک ایسے دوست ہو جس پر ہر طرح کی صورتِ حال کے اندر مَیں اعتماد و بھروسہ کر سکتا ہوں۔"

عبداللہ کے خاموش ہونے پر سماکؓ فوراً بول پڑا اور کہا۔ "اگر تم مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہو تو پھر سنو۔ اس جنگ مصطلق کے دوران تمہارے باپ نے بے موقع بدتمیزی اور بے تکی گفتگو کی ہے۔ حضورؐ اور سارے مسلمانوں کے سامنے اس نے اپنے آپ کو طامع، فریبی، غاصب، فاسق و فاجر، جاہ پرست، متعصب و جنونی، غیر سنجیدہ، ابہام پرست، جنس زدہ اور ایک ناقص و بدترین انسان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

اے ابن عبداللہ! تمہارے باپ کی حالت ایک بے نتھے بیل ایک بے مہار اونٹ کی سی ہے۔ اس کی زبان کسی حد کی پابند نہیں۔ اس کے ہاتھ کسی ظلم اور زیادتی سے گریزاں نہیں ہیں۔ اے ابن عبداللہ! تمہارا باپ اپنے گناہوں پر اصرار کرنے والا۔

احکامِ خداوندی کی پابندی سے گریز کرنے والا اور لہب ولعب سے محظوظ ہونے والا ایک انتہائی غیر ذمہ دار انسان اور تباہی و بربادی کا قاصد ثابت ہُوا ہے۔

عبداللہ نے بڑی فکرمندی اور پریشانی میں پوچھا۔ کیوں کیا کیا ہے میرے باپ نے۔" عبداللہ کے اس اصرار پر سماکؓ نے عبداللہ کو وہ سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ سنا ڈالا جو مریسیع نام کے چشمے کے پاس رونما ہُوا تھا اور اس کے باپ عبداللہ بن ابی نے حضورؐ اور عام مسلمانوں سے متعلق جو توہین آمیز الفاظ اور مدینہ سے نکالنے کی جو گفتگو کی تھی وہ بھی اس سے کہہ دی تھی۔

سماکؓ کی ساری گفتگو سُننے کے بعد عبداللہ کی گردن جُھک گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا اس کا جسم پتھر یا اس کی زبان چوب ہو کر رہ گئی ہو۔ اس کی حالت درد کی جھیل کے کنول۔ جل بجھے دِل کی راکھ، سیاہ رات کے پھیلاؤ اور راہوں کے آشوب جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

عبداللہ کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سماکؓ نے پھر اسے مخاطب کر کے کہا ؎ اے عبداللہ! حضورؐ ہمارے لیے ہر فصل کو اَبر۔ ہر کھیت کے لیے دُعا۔ ہر راہ کے لیے روشن چراغ۔ وہ آپ پیاسے رہ کر اوروں کی پیاس بجھانے والے۔ آپ بھوکے رہ کر دوسروں کی بھُوک مٹانے والے ہیں۔ ان کے لیے اپنے غیر ہوئے اور وہ غیروں کے بھی اپنے ہیں۔ ہماری سرزمین کے ذرّے ذرّے کو انہوں نے سورج اور قطرے قطرے کو بحر بنا کر رکھ دیا ہے۔"

اے عبداللہ! تم جانتے ہو حضورؐ کی بعثت اور مدینہ میں آمد سے قبل ہم گمراہی سے گام ملا کر چلنے والے صدیوں کے الفاظ کے معنی بدلنے والے اور گمراہی و جہالت قومی عصبیّت میں ڈوبے بھُوکے انسان تھے۔ ہم لوگ اخلاقِ حُسن سے ناواقف تھے، مادہ پرست و خدا بیزار تھے۔ تمیز و انصراف سے لاعلم، نیکی سے نفور کرنے والے اور بدی پہ فریفتہ ہونے والے لوگ تھے۔ ہم میں کوئی صفت ایجاد و تدبیر تسخیر نہ تھی۔ ہم لوگ بے ہودگی، یاوہ گوئی، جھوٹ، عیب، چغلی، بہتان، گالی گلوچ، لاف و گزاف، طنز و تمسخر اور طعن و تشنیع میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ ہماری حالت سلگتے کھلے لکڑیوں،



بازگشت سے خالی زندگی اور کیڑا لگے سیب جیسی تھی۔ ہمارے دِلوں سے رحم زائل ہو چکا تھا اور ہماری زندگیاں جور و عقوبت اور سنگینی وحشت ناکی سے بھرپور تھیں۔ پھر اے عبداللہ! ان حالات میں حضورؐ مدینہ میں تشریف فرما ہوئے۔

آپؐ کی آمد سے ہم جیسے علم سے ناآراستہ، عقلِ حیوانی کے بندے اور اپنی طبیعتوں میں توازن و اعتدال نہ رکھنے والے انسانوں میں زندگی نئی رُوح پھُنک گئی۔ حضورؐ نے اپنی گفتار و عمل دونوں سے ہمیں صداقت و شرافت، دیانت و امانت، مذہبی یگانگت اور بلند تر مقاصد و اقدار عطا کیں۔

حضورؐ نے ہمیں بدی کے شیش محلوں سے نِکال کر آنکھوں کا نور اور چہروں کی شادابی عطا کی۔ ہم بیابانوں کے وحشی اور دریدہ دہن تھے۔ حضورؐ نے ہمیں روشنی ہی روشنی، زندگی ہی زندگی، آدمیت کی رُوح، صداقت و سطوت اور ملت کے حقوق سے آگاہی عطا فرمائی۔

حضورؐ نے غلاموں اور قیدیوں کو اسیری سے نجات دی۔ مسکینوں کو بھوک کے خوف سے آزادی دی۔ اے عبداللہ! تم جانتے ہو میرے خمیر میں خوف نہیں ہے۔ جس وقت تمہارے باپ نے حضورؐ اور مسلمانوں سے متعلق ایسی گفتگو کی تھی۔ اس وقت میرا دِل بیدار تھا۔ میرا ضمیر جاگتا تھا۔

بخدا مَیں تمہارے باپ کو قتل کر دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ پر میرے دِل میں یہ خدشات اُٹھ کھڑے ہوئے کہ میرے اس اقدام سے کہیں حضورؐ خفا نہ ہو جائیں۔ کہیں میرا یہ قدم مسلمانوں کے اندر جنگ کا اشتہار نہ بن جائے۔ کہیں مسلمانوں کے اندر شدید بغض کینہ، تعصب اور عداوت و دشمنی نہ پھیل جائے اس بنا پر اپنے دِل پر پتھر اور سِل رکھ کر مَیں خاموش رہا۔

سماکؓ کی یہ گفتگو سُننے کے بعد عبداللہ چونکا۔ اس وقت اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں اور ان میں نمی اُتر آئی تھی۔ پھر اس نے لرزتی آواز میں سماکؓ کو مخاطب کر کے کہا۔

اے ابو دجانہؓ! یہیں بیٹھ کر میرا انتظار کرنا۔ جانا نہیں، مَیں ابھی آتا ہوں۔

عبداللہ فوراً اپنے دیوان خانے سے نکل کر اپنی حویلی کے اندرونی حصے کی طرف چلا گیا تھا۔ پھر وہ تھوڑی دیر تک لوٹا۔ سماکؓ نے دیکھا وہ پوری طرح مسلح تھا۔ پھر اس نے سماکؓ کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے ابو دجانہؓ! میرے بھائی! اٹھو اب چلیں۔ کہیں ایسا نہ ہو ہمارا لشکر یہاں پہنچ کر شہر میں داخل ہو جائے۔ جب کہ مَیں لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی بابِ شہر تک پہنچ جانا چاہتا ہوں۔"

سماکؓ فوراً اٹھ کر عبداللہ کے ساتھ ہولیا۔ پھر وہ دونوں اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ دونوں شہر کے دروازے پر پہنچ کر رُک گئے۔ پھر وہ وہاں کھڑے ہو کر لشکر کا انتظار کرنے لگے تھے۔

○

تھوڑی دیر بعد لشکر وہاں پہنچ گیا اور شہر میں داخل ہونا شروع ہو گیا۔ عبداللہ بن ابی لشکر کے کچھ پیچھے تھا۔ لہٰذا اس کے قریب آنے سے قبل حضورؐ اور لشکر میں شامل دوسرے اصحاب شہر میں داخل ہو چکے تھے۔ جب عبداللہ بن ابی شہر کے دروازے کے پاس آیا تو اس کے بیٹے عبداللہ نے اپنی تلوار سونت لی اور اپنے باپ کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔

"اے میرے باپ! لشکر کے اندر تم نے کہا تھا کہ مدینہ پہنچ کر جو عزت والا ہو گا ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔ اب تمہیں معلوم ہو گا کہ عزت تمہاری ہے یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ خدا کی قسم! مَیں تمہیں ہرگز مدینہ میں داخل ہونے نہ دوں گا۔ جب تک حضورؐ اپنی زبانِ مبارک سے تمہیں شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں۔"

اپنے بیٹے کا یہ رویہ دیکھ کر عبداللہ بن ابی سٹپٹا کر رہ گیا اور بلند اور کسی قدر بے بسی ملی آواز میں اس نے اپنے قبیلے والوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے بنوخزرج دیکھو! یہ کیسی بدقسمتی ہے کہ میرا اپنا بیٹا ہی مجھے مدینہ میں



داخل ہونے سے روک رہا ہے۔"

اس موقع پر عبداللہ بن ابی کی حالت شکستوں کے غبار، گھمبیر خیالات اور احساس وجذبوں کی بے بساطی و بے قراری جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کا چہرہ فق، بازو شل، بدن انگارہ اور رگِ جاں عزمِ تاریک کا شکار لگتی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا۔ ابن ابی اپنے بیٹے کی گفتگو سن کر مضمحل سکوت اور نحیف اُمیدوں جیسا ہو گیا اور اس پر کسی آسیب نے شب خون مار دیا ہو۔ اپنے بیٹے کے سامنے عبداللہ بن ابی انتہائی شکستگی کی حالت میں کھڑا تھا۔ اتنے میں بنوخزرج کے کچھ لوگ بھاگے بھاگے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس حادثے کی اطلاع آپؐ کو کی۔

آپؐ نے کمال عفو و محبت اور درگزر و تحمل سے کام لیتے ہوئے عبداللہ بن عبداللہ کو کہلا بھیجا کہ وہ اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے دے۔

حضورؐ کا پیغام سن کر عبداللہ بن عبداللہ نے فوراً اپنے سر کو خم کر دیا۔ تلوار نیام میں کر لی اور اپنے باپ عبداللہ بن ابی کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔

○

مدینہ پہنچنے کے بعد تک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو علم نہ ہوا تھا کہ ان پر تہمت اور افک لگائی گئی ہے۔ مدینہ واپس آنے کے بعد آپؓ بیمار ہو گئی تھیں۔ اور آپؓ کی والدہ آپ کی تیمارداری کرنے لگی تھیں۔ تاہم حضورؐ اور حضرت عائشہؓ کے ماں باپ کو اس تہمت کا علم ہو گیا تھا۔

بیماری کے دوران حضرت عائشہؓ نے یہ اندازہ لگایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رُخ کچھ بدلا بدلا سا ہے۔ حالانکہ پہلے جب کبھی حضرت عائشہ بیمار ہوتی تھیں تو آپؐ کمال لطف و عنایت کا اظہار فرمایا کرتے تھے لیکن اس بیماری میں آپؐ نے ایسا کوئی اظہار نہ کیا تھا۔

حضورؐ کے اس رویے پر حضرت عائشہ دل ہی دل میں غم گین رہنے لگیں۔ یہاں

تک کہ ایک روز انہوں نے حضورؐ سے مخاطب ہوکر کہا۔ "اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاؤں۔ کیوں کہ میری ماں میری بہتر تیمار داری کر سکے گی"۔

اِس پر حضورؐ نے فرمایا۔ "تمہاری مرضی"۔

لہٰذا حضرت عائشہؓ اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی تھیں۔ تاہم اُنھیں اب بھی اپنے اُوپر لگنے والی تہمت کا عِلم نہ تھا۔ جب کہ ان کے ماں باپ حضرت ابوبکر صدّیقؓ اور ماں اُم رومان سخت دِل برداشتہ اور فکرِ مند تھے۔

اس موقع پر جب کہ حضورؐ سخت پریشانی کا شکار تھے اسامہؓ بن یزید نے حضورؐ کو مخاطب کر کے کہا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آج تک بھلائی کے سوا آپ کی بیوی میں کوئی چیز نہیں پائی۔ یہ سب کچھ کذب اور باطل ہے جو اُڑایا جا رہا تھا"۔

وہ لونڈی جو حضرت عائشہ کی خدمت میں رہتی تھی اس نے کہا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میں نے ان میں کوئی بُرائی نہیں دیکھی۔ جس پر حرف رکھا جا سکے۔ بس اتنا عیب ہے کہ جب کبھی میں آٹا گوندھ کر کسی کام کو جاتی ہوں اور یہ کہہ کر جاتی ہوں کہ بی بی ذرا آٹے کا خیال رکھنا۔ مگر میری غیر موجودگی میں وہ سو جاتی ہیں اور عموماً بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔

ان حالات میں ایک روز حضورؐ نے خطبہ میں لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"مسلمانو! کون ہے جو اس شخص کے حملوں سے میری عزت بچائے جس نے میرے گھر والوں پر الزامات لگا کر مجھے اذیّت پہنچانے کی حد کر دی ہے۔ بخدا، میں نے نہ ہی اپنی بیوی میں کوئی بُرائی دیکھی ہے اور نہ ہی اس شخص میں جس سے متعلق تہمت لگائی جاتی ہے۔ وہ تو کبھی میری غیر موجودگی میں میرے گھر آیا بھی نہیں"۔

اس پر قبیلہ اوس کے سردار اسید بن حضیر اُٹھ کھڑا ہُوا اور حضورؐ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ایسا شخص ہمارے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے تو پھر آپ حکم دیں ہم تعمیل کے لیے حاضر ہیں۔ اسید بن حضیر کا یہ



جواب سُن کر قبیلہ خزرج کا سردار سعد بن عبادہ بھڑک اُٹھا۔ غصّے اور غضب کی حالت میں وہ اُٹھا اور اسید بن حضیر کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔

"تم جھُوٹ کہتے ہو۔ تم ہرگز اسے نہیں مار سکتے۔ تم اس کی گردن مار دینے کا ذکر اس لیے کر رہے ہو کہ اس کا تعلق بنی خزرج سے ہے۔ اگر اس کا تعلق تمہارے قبیلے بنی اوس سے ہوتا تو تم کبھی یہ نہ کہتے کہ ہم اس کی گردن مار دیں گے"۔

اس پر اسید بن حضیر بھی بھڑک اُٹھا اور غصّے میں سعد بن عبادہ سے کہا۔ "تم منافق ہو اس لیے منافقوں کی حمایت کرتے ہو"۔

اس پر مسجد نبویؐ میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ حالانکہ اس وقت حضورؐ منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ قریب تھا کہ اوس و خزرج مسجد میں ہی لڑ پڑتے، پر حضورؐ نے منبر سے اُتر کر دونوں قبائل کے لوگوں کو ٹھنڈا اور نرم کیا اور اس طرح یہ معاملہ نازک صورتِ حال اختیار کرتے کرتے ٹل گیا تھا۔

○

عائشہؓ ابھی تک اس تہمت سے بے خبر تھیں کہ ایک روز آپ اپنے والدِ محترم ابوبکر صدیقؓ کی خالہ اُم مسطح کے ساتھ رات کے وقت رفع حاجت کے لیے گئیں راستے میں اُم مسطح اپنی چادر کے پلو سے اُلجھ گئیں اور ٹھوکر کھائی۔ اس پر غصّے میں اُم مسطح نے اپنے ہی بیٹے کو بُرا بھلا کہتے ہوئے کہا۔ "بُرا ہو اس مسطح[1] کا"۔

اس پر عائشہؓ نے اُم مسطح کو ٹوکتے ہوئے کہا۔ "ایک ایسے اِنسان کے لیے جو تمہارا بیٹا ہے اور جو میدانِ بدر میں حاضر تھا ایسے الفاظ استعمال کر کے بُرا کیا ہے"۔

اس پر اُم مسطح نے چونک کر پوچھا۔ "اے ابوبکرؓ کی بیٹی! کیا تجھے خبر نہیں ملی"۔

عائشہؓ نے اس کی طرف فکر مندی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا خبر؟"

جواب میں اُم مسطح نے جو تہمت عائشہ پر لگائی جا رہی تھی اس کی پوری تفصیل

---

[1] اس کا اصل نام عوف تھا۔ مسطح اس کا لقب تھا۔

سے کہہ دی تھی ۔

یہ خبر سن کر عائشہؓ فوراً گھر لوٹ گئیں اور مسلسل روتی رہیں۔ یہاں تک کہ ان کی کیفیت کچھ ایسی ہو گئی جیسے ان کا جگر بھی پھٹ جائے گا۔ پھر عائشہؓ نے اپنی ماں کو مخاطب کر کے پوچھا۔" اے میری ماں! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے۔ لوگوں نے اتنی باتیں کہہ ڈالیں اور آپ نے مجھ سے ذرہ برابر ان کا ذکر تک نہیں کیا"۔

اس پر ان کی ماں اُم رومان بولیں اور کہا۔" اے میری بیٹی! دِل بُرا نہ کر۔ اپنے آپ کو سنبھال۔ خُدا کی قسم بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ایک عورت جو خوب صورت ہو۔ شوہر اس سے محبت بھی کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں۔ تو پھر یہ سوکنیں اور دوسرے لوگ اس کے خلاف اس انداز میں طرح طرح کی باتیں نہ کریں"۔

حضرت عائشہؓ پر لگائی جانے والی اس تہمت کا مرکزی کردار گو عبداللہ بن ابی تھا لیکن حسان بن ثابت، مسطح اور حمنہ بنت جحش نے اس تہمت کو پھیلانے میں خوب کردار ادا کیا۔

مسطح حالانکہ ابوبکر صدیقؓ کے قرابت دار تھے پھر بھی اس تہمت اور بُرے فعل میں انہوں نے کردار ادا کیا۔ حالانکہ ابوبکر صدیقؓ اس کے اخراجات برداشت کیا کرتے تھے۔

حمنہ بنت جحش کی بہن زینب بنت جحش حضورؐ کی بیوی اور عائشہؓ کی سوکن تھیں۔ ازواجِ مطہرات میں سے صرف زینبؓ بنتِ جحش ہی تھیں جو مرتبے میں عائشہؓ کے برابر ہونے کا دعویٰ رکھتی تھیں مگر اپنی دینداری کے باعث زینبؓ نے اپنے آپ کو اس تہمت میں ملوث نہ ہونے دیا جب کہ حمنہ بنت جحش نے اپنی بہن زینب کی حمایت میں اُٹھتے ہوئے عائشہؓ پر یہ تہمت رکھ دی۔ اس نے اس تہمت کی بڑی اشاعت کی۔ یہ صرف اپنی بہن کی خاطر عائشہؓ سے ضد رکھتی تھی۔ اسی لیے وہ اس برائی اور بدبختی کا شکار ہو گئی تھی۔

رہے حسان بن ثابت تو انہوں نے بھی اس تہمت کی اشاعت و تشہیر کی اور



صفوان بن معطل کے خلاف اشعار بھی کہے تھے۔ جب ان اشعار کی اطلاع صفوانؓ بن معطل کو ہوئی تو وہ اپنی تلوار کے ساتھ اپنے گھر سے نکلے۔ حسان بن ثابت کے سامنے آئے اور اسے تلوار دے ماری جس سے حسان زخمی ہو گیا۔ یہ معاملہ ایک شخص ثابت بن قیس دیکھ رہا تھا۔ وہ فوراً صفوانؓ پر جھپٹا۔ تلوار اُن سے چھین لی اور صفوانؓ کے دونوں ہاتھ رسّی کے ساتھ گلے سے باندھ دیے۔ پھر اسی حالت میں انہیں لے کر بنو خزرج کی طرف چل دیے۔ راستے میں عبداللہؓ بن رواحہ مل گئے اور انہوں نے اس معاملے کی تفصیل طلب کی۔ جس پر ثابت بن قیس نے کہا۔

" اس صفوان نے حسان بن ثابت کو تلوار ماری ہے۔ خدا کی قسم مَیں سمجھتا ہوں کہ اس نے حسان کو قتل ہی کر دیا ہے"۔

عبداللہ بن رواحہ نے پوچھا۔" یہ معاملہ جو تم نے صفوان سے کیا ہے۔ کیا اس کا علم حضورؐ کو بھی ہے"۔

ثابت بن قیس نے جواب دیا۔" نہیں اس کا علم حضورؐ کو تو نہیں ہے"۔

عبداللہ بن رواحہ نے پھر کہا۔" اگر ایسا ہے تو صفوان کے ساتھ ایسا سلوک کر کے تم نے بہت بڑی جسارت کی ہے۔ اسے فوراً چھوڑ دو"۔

ثابت نے صفوان کو چھوڑ دیا۔ پھر یہ سب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا قصہ ان سے بیان کیا۔ حضورؐ نے صفوان اور حسان دونوں کو اپنے پاس بلایا۔ صفوان نے حضورؐ سے مخاطب ہو کر عرض کی۔" اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ میری ہجو کہی۔ اس وجہ سے مجھے غصہ آگیا اور مَیں نے اسے تلوار دے ماری"۔

حضورؐ نے حسان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا۔" حسان! اچھا سلوک کیا کرو۔ کیا تم نے ہجو کہہ کر میری قوم کی قباحت اور مذمت بیان کی۔ حالانکہ خداوند نے انہیں اسلام کی طرف ہدایت کی ہے۔

اے حسان! اس تکلیف کے معاملے میں بھی جو تمہیں پہنچی ہے بہتر سلوک کرو۔

حسان نے کہا۔ "آئندہ اچھا ہی سلوک کروں گا۔"

یوں حضورؐ کے درمیان میں پڑنے کے باعث یہ معاملہ طول پکڑنے کے بجائے رفع دفع ہو گیا تھا۔

○

کم و بیش ایک ماہ تک یہ تہمت کی خبر شہر میں اڑتی رہی۔ حضورؐ اذیت میں مبتلا رہے۔ حضرت عائشہؓ اکثر روتی رہتیں۔ ابوبکر صدیقؓ اور امِ رومان سخت پریشانی اور رنج و غم میں مبتلا رہے۔ آخر ایک روز حضورؐ تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ ابوبکر صدیقؓ اور ام رومان نے محسوس کیا کہ آج ضرور کوئی فیصلہ کن بات ہونے والی ہے۔ لہٰذا وہ دونوں بھی حضورؐ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ پھر حضورؐ نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے کہا۔

"مجھے تمہارے متعلق اس قسم کی خبریں پہنچی ہیں۔ اگر تم بے گناہ ہو تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری برأت ظاہر کر دے گا اور اگر تم واقعی کسی گناہ میں مبتلا ہوئی ہو تو پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور توبہ کرو۔ بندہ جب بھی اپنے گناہوں کا معترف ہو کر توبہ کرتا ہے تو اللہ اسے معاف فرما دیتا ہے۔"

حضورؐ کے یہ الفاظ سن کر عائشہ صدیقہؓ کے بہتے ہوئے آنسو رک گئے اور انہوں نے اپنے والدِ محترم ابوبکر صدیقؓ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں۔"

"ابوبکر صدیقؓ بولے۔ "اے بیٹی! کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا کہوں۔"

عائشہ صدیقہؓ نے اپنی والدہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "آپ ہی کچھ کہیں۔"

انہوں نے بھی یہی کہا کہ "میں حیران ہوں۔ اس موقع پر کیا کہوں۔"

اس موقع پر حضرت عائشہؓ خود ہی بولیں اور کہا۔ "آپ لوگوں کے کانوں میں ایک بات پڑ چکی ہے اور دلوں میں بیٹھ چکی ہے۔ اب میں اگر کہوں کہ میں بے گناہ ہوں ـــــ اور اللہ گواہ ہے کہ میں بے گناہ ہوں ـــــ تو آپ نہ مانیں



گے اور اگر خواہ مخواہ ایک ایسی بات کا اعتراف کر لوں جو میں نے نہیں کی ـــــ اور اللہ جانتا ہے میں نے نہیں کی تو آپ مان لیں گے۔ لہٰذا اس موقع پر میں وہی بات کہتی ہوں جو حضرت یوسفؑ کے والد نے کہی تھی۔ "فصبرٌ جمیل"

یہ کہہ کر عائشہ صدیقہ نے کروٹ لی اور منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اتنے میں حضورؐ پر یکایک وہ کیفیت طاری ہو گئی۔ جو وحی کے موقع پر آپ پر طاری ہوا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ سخت جاڑے میں بھی موتی کی طرح آپؐ کے چہرہ مبارک سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے تھے۔

حضورؐ پر یہ کیفیت طاری ہونے کے بعد سب خاموش ہو گئے۔ جب یہ کیفیت دور ہوئی تو حضورؐ بے حد خوش اور مطمئن تھے۔ آپؐ نے مسکراتے ہوئے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی۔

"مبارک ہو عائشہؓ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری بے گناہی اور برأت نازل کر دی۔"

اور پھر حضورؐ نے سورۂ نور کی وہ آیات سنائیں جو ان پر وحی ہوئی تھیں۔ جو حضرت عائشہؓ کی بے گناہی کو ثابت کرتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ بے حد خوش ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی صفائی اور بے گناہی پر آیات نازل کر دی ہیں۔

حقیقتِ حال کا پتہ چلنے کے بعد ابوبکر صدیقؓ اور امِ رومان بھی بے حد خوش تھے۔

ام رومان نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے کہا۔ "اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو۔"

اس پر حضرت عائشہؓ نے کہا۔ "میں نہ ان کا شکریہ ادا کروں گی اور نہ آپ دونوں کا بلکہ میں تو اپنے رب کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے میری برأت نازل فرمائی۔ آپ لوگوں نے تو اس بہتان کا انکار تک نہ کیا۔"

اس طرح یہ جو فتنہ کھڑا کیا گیا تھا۔ عائشہ صدیقہؓ کی برأت میں نازل ہونے والی آیت کے باعث ختم ہو گیا اور جن لوگوں نے اس کی اشاعت میں کام کیا انہیں سخت تنبیہہ کی گئی اور واضح کیا کہ اس کام میں جس نے جس قدر حصّہ لیا۔ اسی قدر اس نے گناہ سمیٹے۔ اور عام مسلمانوں کو بھی تنبیہہ کی گئی کہ کیوں نہ اس بہتان کو سنتے ہی انہوں نے یہ کہہ دیا کہ یہ جھوٹ اور باطل ہے۔

یوں حضرت عائشہ صدیقہؓ پر سے یہ تہمت ختم ہوئی۔



سماک ایک روز دوپہر کے قریب خیبر میں داخل ہوا اور عدیم بن ساعدہ کی حویلی کے دروازے پر اس نے دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد جب دروازہ کھلا تو دروازہ کھولنے والا خود عدیم بن ساعدہ ہی تھا۔ وہ سماک کو وہاں دیکھ کر خوش ہوا اور آگے بڑھ کر وہ سماک کو گلے لگا کر ملا۔ علیحدہ ہونے کے بعد سماک نے کہا۔ "میں تم سے کچھ کہنے آیا ہوں۔"

عدیم بن ساعدہ بولا۔ "تمہارے پاس کچھ کہنے کو نہ ہو، تب بھی تم اس حویلی میں آ سکتے ہو۔ اس لیے کہ تم میری نگاہوں میں محترم و قابلِ احترام ہو۔" پھر ابن ساعدہ نے اپنے دیوان خانے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "تم دیوان خانے میں بیٹھو، میں تمہارے گھوڑے کو اصطبل میں باندھتا ہوں۔"

سماک نے اپنے گھوڑے کو وہیں باہر ہی باندھ دیا اور کہا۔ "میں یہاں رکوں گا نہیں بس ایک موضوع پر تم سے گفتگو کروں گا اور رخصت ہو جاؤں گا۔"

ابن ساعدہ اس کا بازو پکڑ کر اپنے دیوان خانے میں لایا۔ جب وہ وہاں آمنے سامنے بیٹھ گئے تب سماک بولا اور پوچھا۔ "اے ابن ساعدہ! تمہارے بھائی جبیر بن ساعدہ کے علاوہ یہ عبیل بن جاثر، عابر بن الیبا، قطمیل بن عامیل، راس بن دعویل اور زیاد بن موص کون لوگ ہیں؟"

ابنِ ساعدہ نے شک اور تعجب ملے جلے جذبات میں سماکؓ کی طرف دیکھا اور پریشان کن لہجے میں اس نے پوچھا "کیا معاملہ ہے، ان لوگوں سے متعلق تم کیوں پوچھتے ہو۔"

اپنی آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے سماکؓ نے پھر کہا "تم بتاؤ تو سہی یہ کون لوگ ہیں۔ اس لیے کہ تمہارے بھائی جبیر بن ساعدہ اور خیبر کے رئیس سلام بن ابی حقیق کی طرح ان پر بھی عنقریب موت وارد ہونے والی ہے اور ان لوگوں نے اگر احتیاط نہ کی اور میری بتائی ہوئی تدابیر پر عمل نہ کیا تو مدینہ کا سماکؓ بن خرشہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان لوگوں کو دیمک کی طرح چاٹ کر ان کا خاتمہ کر دے گا۔"

ابنِ ساعدہ نے چونک کر پوچھا۔ "یہ سماکؓ بن خرشہ کون ہے اور تم اسے کس طرح جانتے ہو؟"

سماکؓ نے اپنے اوپر اور زیادہ سنجیدگی طاری کرتے ہوئے کہا۔ "یہ سماکؓ بن خرشہ مدینہ کا رہنے والا ایک جوان ہے۔ سلام کے باپ ابی حقیق نے اپنی بیٹی اور سلام کی بہن خولیہ بنت ابی حقیق کی منگنی اسی سماکؓ بن خرشہ کے ساتھ کر رکھی تھی اور اس منگنی کو سلام بن ابی حقیق قطعی طور پر پسند نہ کرتا تھا۔ دوسرے یہ کہ اپنی زندگی کے آخری دور میں ابی حقیق نے اسلام قبول کر لیا تھا جس کی بنا پر سلام نے تمہارے بھائی جبیر بن ساعدہ، عبیل بن جاثر، عابر بن ایلیا، قطمیر بن عامیل، راس بن دعویل اور زیاد بن موص کی مدد سے ابی حقیق اور اس کے غلام لبیس کو قتل کر دیا اور خولیہ کو اٹھا کر یہاں خیبر لے آئے۔

یہ حادثہ اس وقت پیش آیا۔ جب ابی حقیق اپنی بیٹی اور غلام کے ساتھ یمن سے مدینہ کی طرف سفر کر رہا تھا۔ اب سلام بن ابی حقیق اور تمہارے بھائی جبیر بن ساعدہ سے تو انتقام لیا جا چکا ہے۔ اب باقی پانچ بچتے ہیں۔ جن کے پیچھے سماکؓ بن خرشہ سائے کی طرح لگ جائے گا۔"

عدیم بن ساعدہ نے تحسین آمیز انداز میں سماکؓ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔



"اے ابنِ لبید! تمہاری اطلاعات حیرت انگیز حد تک درست ہیں۔ یہ خبریں تو نے کہاں سے حاصل کیں؟"

بات کو پختگی دینے کی خاطر سماک پھر بولا "اے ابنِ ساعدہ! جن دو جوانوں نے صحرا کے اندر تیرے بھائی جبیر بن ساعدہ کو قتل کیا تھا۔ صحرا کے اندر ان کے گھوڑوں کے سُموں کی پیروی کرتے ہوئے میں نے ان کا تعاقب کیا اور مدینہ سے تھوڑی دُور ہی میں نے انہیں جا لیا۔ میں تمہیں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ میں ایک عمدہ اور جانا پہچانا کھوجی بھی ہوں۔ اپنی اسی ہنرمندی کو کام میں لا کر میں نے ان دونوں کو جا لیا۔ میں ایک اچھا تیغ زن بھی ہوں اور میرا ارادہ تھا کہ میں ان دونوں سے مقابلہ کر کے تمہارے بھائی کا انتقام لینے کی خاطر انہیں موت کے گھاٹ اُتار دوں گا اور واپس لوٹ کر تمہیں یہ خوش خبری دوں گا۔

لیکن اے ابن ساعدہ اس سماکؓ بن خرشہ نے میرے سارے عزائم اور ارادوں کو ناکام بنا کر رکھ دیا۔ بظاہر وہ شخص سردیوں کی صندلی صبح جیسا خالص و بے لوث اور نرم و ملائم دکھائی دیتا ہے لیکن باطنی طور پر وہ انتہائی بد ذوق و بدتراره انسان ہے۔ جب میں اس کے اور اس کے ساتھی کے مقابل ہوا تو اس نے اپنے ساتھی کو ایک طرف کر دیا اور اکیلا میرے مقابلے پر آیا۔

اے ابنِ ساعدہ! تم خیبر میں کسی سے بھی میرا تیغ زنی کا مقابلہ کرا لو۔ میں ساعتوں کے اندر اسے زیر و مغلوب کر کے رکھ دوں گا۔ طائف کے اندر بھی کسی کو جرأت نہیں کہ تلوار بازی میں میرے مقابل آئے۔ پر یہ سماکؓ بن خرشہ عجیب سے وحشی جذبوں، بدترین طریقوں اور شعلۂ شیطان کی طرح مجھ پر حملہ آور ہوا کہ میں اس کے کسی بھی وار کو سمجھ نہ سکا۔ جارحیت تو ایک طرف میں اس کے مقابلے میں اپنا دفاع تک کرنے سے عاجز و مجبور رہا۔"

"اے ابنِ ساعدہ! وہ سماکؓ بن خرشہ لمحوں کے اندر مجھ پر کہر کے گھمبیر سایوں، بُرے نصیب کی سحر اور دل پر بے بساطی و بے قراری طاری کرنے والے اندھیروں کی طرح

مجھ پر چھا گیا ۔ وہ مجھے اپنے سامنے فضول و لایعنی سمجھ رہا تھا ۔ جب کہ میں اسے اپنے عقل و شعور سے ماورا خیال کر رہا تھا ۔ اگر وہ زیادہ دیر تک مجھ پر اذیتوں کے سمندر کی طرح حملہ آور ہوتا رہا تو وہ یقیناً میری گردن کاٹ کر رکھ دیتا لیکن میں نے جلد ہی اس کے سامنے ہتھیار ڈال کر اس سے معافی مانگ لی اور اس سے عہد کیا کہ آئندہ میں اس کے مقابل نہ آؤں گا اور یوں اس سے اپنی جان بچا کر اور معافی مانگ کر میں اِدھر چلا آیا ۔ پر اے ابن ساعدہ ! میں اپنی اس شکست اور اس ہزیمت کو فراموش نہ کر دوں گا ۔ میں سماک بن خرشہ سے اپنی اس ہار اور بے بسی کا انتقام ضرور لوں گا ۔ چاہے اس کام کو کرنے کے لیے مجھے کوئی بدترین عیاری اور ہولناک فریب ہی سے کام کیوں نہ لینا پڑے ۔

سماکؓ کے اس انکشاف پر عدیم بن ساعدہ تھوڑی دیر کے لیے پریشانی اور تفکرات سے بھرپور انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا ۔ پھر کہنے لگا ۔ ” اے جابر بن لبید ! تُو نے عجیب دہشت و شقاوت آمیز واقعات سُنا ڈالے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر سماک بن خرشہ ایسا ہی مُنہ زور اور طوفانی اِنسان ہے تو پھر وہ ہم میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا ۔ ہمیں اب اپنے دفاع کا ضروری سامان کرنا چاہیے یا زندہ رہنے کے لیے سماک بن خرشہ سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیے ۔

سنو ابن لبید ! ابی حقیق اور اس کے غلام کا قتل واقعی سلام بن ابی حقیق کے کہنے پر ہوا تھا اور اس قتل میں میرے بھائی جبیر بن ساعدہ کے علاوہ پانچ وہ جوان شامل تھے جن کا تم نے ذِکر کیا ۔ پر میں اپنے بھائی کا قتل رائیگاں نہ جانے دوں گا اور سماک بن خرشہ سے ایک نہ ایک روز ضرور اس کا انتقام لوں گا ۔

اور سنو ابن لبید ! ابی حقیق کی بیٹی خولیہ کو یہاں خیبر میں لایا گیا تھا ۔ ابی حقیق اور ملیس کو قتل کرنے والوں کا سرکردہ چونکہ عبیل بن جاثر تھا ۔ لہٰذا اسی عبیل بن جاثر کی نگرانی میں خولیہ کو دیا گیا تھا اور اس عبیل نے خولیہ کو سلام بن ابی حقیق کی حویلی کے تہ خانے میں رکھا ۔



ابی حقیق کی بیٹی خولیہ نے چونکہ اسلام قبول کر لیا ہوا تھا لہٰذا سلام بن ابی حقیق نے عبیل بن جاثر کو ہدایت دے رکھی تھی کہ جب تک خولیہ اسلام ترک کر کے دوبارہ یہودیت اختیار نہیں کرتی اس وقت تک اسے تہ خانے میں اسیر بنا کر رکھا جائے اور جب خولیہ اسلام ترک کر کے یہودیت اختیار کر لے تو اس وقت عبیل بن جاثر کو اجازت ہے کہ چاہے تو خولیہ کی اجازت سے چاہے زبردستی اس کے ساتھ وہ شادی کر سکتا ہے لیکن اے ابنِ لبید ! اس عبیل بن جاثر نے سلام بن ابی حقیق کی موت کے بعد اپنے ساتھیوں کو بھی دھوکہ اور فریب دیا ہے ۔“

سماکؓ نے چونک کر پوچھا ۔” وہ کیسے ؟“

عدیم بن ساعدہ نے بددلی میں کہا ۔ ” چاہیے یہ تھا کہ سلام بن ابی حقیق کی موت کے بعد یہاں رہ کر نہ صرف یہ کہ سلام بن ابی حقیق کے باغات اور اس کی زرعی زمین کی دیکھ بھال کرتا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سماکؓ بن خرشہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتا بلکہ اس نے انتہائی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا اور خولیہ کو لے کر یہاں سے بھاگ گیا ۔ بظاہر اس نے سب کو یہی بتایا تھا کہ وہ وادی القریٰ میں مستقل رہائش کرے گا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور وہ کہیں اور چلا گیا ہے اب قطمیر بن عامیل ، راس بن دعویل اور زیاد بن موص اس کی تلاش میں وادی القریٰ گئے تھے ۔ انہوں نے وادی القریٰ کا ایک ایک محلہ چھان مارا ۔ ایک ایک گھر دیکھا ۔ پر عبیل بن جاثر وہاں نہیں ہے ۔

خولیہ کو لے کر عبیل بن جاثر کہیں اور چلا گیا ہے ۔ قطمیر بن عامیل ، راس بن دعویل اور زیاد بن موص تینوں نے عہد کر لیا ہے کہ وہ عبیل بن جاثر کو ضرور تلاش کریں گے اور اس کی بدعہدی کی بِنا پر اسے ہرگز ہرگز زندہ نہ چھوڑیں گے ۔ وادی القریٰ میں عبیل بن جاثر کو تلاش کرنے اور ناکام رہنے کے بعد اب یہ تینوں اس کی تلاش میں پھر نکلے ہیں اور مختلف شہروں میں اسے تلاش کریں گے ۔

اِن تینوں نے عہد کر لیا ہے کہ وہ عبیل بن جاثر کو تلاش کر کے اسے قتل کر

دیں گے اور خویلہ بنت ابی حقیق کو یہاں خیبر میں لے کر آئیں گے تاکہ وہ دوبارہ یہودیت اختیار کر کے خیبر کے اندر اپنے بھائی سلام بن ابی حقیق کے باغات اور اس کی زمینوں کی دیکھ بھال اور نگرانی کرے۔ کیونکہ سلام کی موت کے بعد اس کی بیوی اور بچے سلام کی حویلی میں رہتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے جب خویلہ بھی ان کے پاس آ کر رہے تو وہ سنبھل جائیں۔ اس لیے کہ ان پر سماک بن خرشہ کا خوف طاری ہے اور خویلہ کی موجودگی میں سماک بن خرشہ ان پر حملہ آور نہ ہوگا کیوں کہ وہ خویلہ کو پسند کرتا ہے۔

عدیم بن ساعدہ کے خاموش ہوتے پر سماکؓ نے پوچھا۔ "اور چوتھا ساتھی عابر بن ایلیا کہاں ہے؟"

ابن ساعدہ نے جھٹ کہا۔ "یہ عامر بن ایلیا میرا ہمسایہ ہے۔ یہ ان دنوں اپنے گھر پر ہی ہے۔ چند دن کے لیے علیل ہو گیا تھا۔ اس لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکل نہ سکا تھا۔ اب وہ تندرست اور صحت مند ہے۔"

سماک نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ ساعدہ! اس عابر بن ایلیاہ کو بھی پورے حالات سے آگاہ کر کے محتاط کر دو۔ تاکہ وہ بھی سماک بن خرشہ سے چوکنا رہے۔"

ابن ساعدہ فوراً اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور کہا۔ "میں عابر بن ایلیاہ کی طرف جاتا ہوں اور اسے بات کرتا ہوں اور اسے اپنے ساتھ یہاں لاتا ہوں۔ یقیناً وہ تم سے مل کر بے حد خوش ہوگا۔" اس کے ساتھ ہی عدیم بن ساعدہ دیوان خانے سے نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد عدیم بن ساعدہ پھر لوٹا۔ اس بار اس کے ساتھ سیاہ رنگ کا ایک خوب قد آور اور کڑیل اعضاء و جوارح کا جوان بھی تھا۔

سماکؓ کو مخاطب کر کے ابنِ ساعدہ نے کہا۔ "یہ عابر بن ایلیاہ ہے۔"

سماکؓ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر عابر بن ایلیا سے پُرجوش مصافحہ کیا۔ پھر سماک کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "عدیم بن ساعدہ نے مجھے پورے حالات کی تفصیل سے آگاہ کر دیا ہے اور میں بے حد خوش ہوں کہ اس معاملے میں تم ہمارا ساتھ دے رہے ہو



کاش میں پوری طرح تندرست ہوتا تو تمہارے ساتھ چلتا اور کسی حیلے فریب سے کام لے کر ہم دونوں سماکؓ بن خرشہ کا خاتمہ کر دیتے۔

عابر بن ایلیاہ کی اس گفتگو پر سماکؓ چونکا اور کہا۔ "اے ابنِ ایلیاہ! تم نے بہترین اور عمدہ تجویز پیش کی ہے۔ ہم دونوں مل کر یقیناً سماکؓ بن خرشہ کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ اے ابن ایلیا! میرے ساتھ کوئی دن اور وقت و مقام مقرر کر لو۔ اس روز ہم یثرب میں ایک دوسرے سے ملیں اور رات کی تاریکی میں سماک بن خرشہ پر حملہ آور ہو کر اس کا کام تمام کر دیں۔ اور سنو سماکؓ بن خرشہ کی موت کے ساتھ ہی تم لوگوں کے سارے خدشات، ساری تکلیفیں اور تفکرات دور ہو جائیں گے۔"

سماک کی اس تجویز پر عابر بن ایلیا نے کچھ دیر کے لیے سر جھکا کر سوچا۔ پھر کہنے لگا "اے ابنِ لبید! تمہاری تجویز تو بہترین ہے لیکن میں حالیہ بیماری کے باعث بہت کمزور اور لاغر ہو چکا ہوں اور اپنی طبعی قوت کی بحالی کے لیے مجھے کم از کم تین ماہ کی ضرورت ہے۔ اس وقت تک ہو سکتا ہے میرے تینوں ساتھی بھی عبیل بن جاثہ کی تلاش سے لوٹ آئیں اور پھر ہم چاروں تمہارے ساتھ مل کر سماک بن خرشہ کو ختم کرنے کا لائحہ عمل تجویز کریں گے۔"

سماک نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابن ایلیا! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ اگر تم سب مل کر یثرب کی طرف آؤ گے تو سماک بن خرشہ یقیناً تم پر نگاہ رکھے گا اور تم سب کو ختم کر دینے کا بندوبست کر لے گا۔

میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ کبھی اکیلا بھی تم چاروں کے سامنے آ گیا تو تم سب پر بھاری رہے گا۔ لہذا اگر تم سب اکٹھے اور مل کر مدینہ کی طرف جاتے ہو تو تم سماک بن خرشہ کے ہاتھوں یقیناً نقصان اٹھاؤ گے اور اگر تم بڑی رازداری کے ساتھ اکیلے ہی میری طرف آتے ہو تو پھر ہم دونوں کسی نہ کسی حیلے بہانے سے سماک بن خرشہ پر حملہ آور ہو کر اسے اپنے راستے سے ہٹا دیں گے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو۔

عابر بن ایلیا نے کہا۔ "اے ابن لبید! میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔ سنو اے

ابن لبید! محرم[1] کی پانچ تاریخ کو مَیں سورج غروب ہونے کے قریب جبلِ اُحد کے مشرقی حصّے میں اس جگہ تم سے ملوں گا جہاں جبلِ اُحد کی بڑی بڑی چٹانیں نیچے وادی تک چلی گئی ہیں۔

اس وقت تک مَیں بیماری کی نقاہت سے بھی چھٹکارا حاصل کر لوں گا اور اپنی پُوری قوت و توانائی کے ساتھ سماک بن خرشہ کے خلاف حرکت میں آسکوں گا۔ اور پھر اس مہینے میں سماک بن خرشہ کے خلاف ہمیں حرکت میں آنے کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ محرم چونکہ حرام مہینوں میں سے ایک ہے۔ لہٰذا سماک بن خرشہ سوچ بھی نہ سکے گا کہ حرام مہینوں میں بھی کوئی اس پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔"

سماک اُٹھ کھڑا ہُوا اور کہا۔ اے ابنِ ایلیا! مَیں تمہاری اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ اب مَیں جاتا ہوں اور محرم کی پانچ تاریخ کو جبلِ اُحد کی چٹانوں کے پاس تمہارا انتظار کروں گا۔" اس کے ساتھ ہی سماک نے اِن دونوں سے مصافحہ کیا۔ دیوان خانے سے نکل کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہُوا اور وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

[1] حضورؐ کی بعثت سے پہلے بھی چار مہینے قابلِ احترام سمجھے جاتے تھے اور ان میں جنگ نہ کی جاتی تھی۔ ان میں سے رجب عمرہ کے لیے اور ذیقعد، ذالحجہ اور محرم حج کے لیے۔ تاکہ لوگ بے خطر ہو کر ان ماہ میں حج اور عمرہ کر سکیں۔ محرم آدمؑ کے وقت سے ہی محترم مہینہ خیال کیا جاتا تھا۔ کیونکہ اس ماہ آدمؑ و حوّاؑ کی مغفرت ہوئی۔ نوحؑ کا طوفان اور یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل کرنا اسی ماہ ہُوا۔ اسی ماہ بنی اسرائیل کو فرعون کے مظالم سے نجات ملی اور اسی ماہ ابرہہ اپنے ہاتھیوں کے ساتھ کعبہ پر حملہ آور ہُوا تھا۔



۶ھ میں حضورؐ نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ تشریف لے گئے اور وہاں آپؐ نے عمرہ ادا فرمایا ہے۔ پیغمبر کا خواب محض خواب و خیال نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تو وحی کی اقسام سے ہی ایک قسم ہے۔ چونکہ یہ ایک اشارۂ الٰہی تھا۔ لہٰذا حضورؐ نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ گو ظاہری طور پر اس خواب کے اشارے پر عمل کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔

کفارانِ قریش نے گزشتہ چھ سال سے مسلمانوں کے لیے بیت اللہ کا راستہ بند کر رکھا تھا اور اس پُوری مدت میں حج اور عمرہ کے لیے کسی مسلمان کو حدودِ حرم کے قریب تک پھٹکنے نہ دیا تھا۔ اب آخر کس طرح یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ حضورؐ اور آپؐ کے اصحاب کو مکّہ میں داخل ہونے دیں گے۔ عمرہ کا احرام باندھ کر جنگی ساز و سامان کے ساتھ نکلنا گویا خود لڑائی کی دعوت دینا تھا اور غیر مسلح ہو کر جانے کے معنی اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا۔

لیکن پیغمبر کا منصب یہ ہوتا ہے کہ اس کا رب جو بھی اسے حکم دے وہ بے کھٹکے اس پر عمل کر گزرے۔ اس بناء پر حضورؐ نے بلا تامل اپنا خواب اپنے اصحاب کرامؓ کو سنا کر سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آس پاس کے قبائل میں بھی اعلان کرا دیا گیا کہ جو عمرے کے لیے جانا چاہے ساتھ ہو لے۔ جن لوگوں کی نگاہ ظاہری اسباب پر تھی انہوں نے کہا

"یہ لوگ موت کے مُنہ میں جا رہے ہیں ۔ مگر جو لوگ اللہ اور اس کے رسُول پر سچا ایمان رکھتے تھے ۔ انہیں اس امر کی کوئی پرواہ نہ تھی کہ انجام کیا ہوتا ہے ۔ ان کے لیے یہی کافی تھا کہ عمرہ کا یہ اشارہ ان کے رب کی طرف سے ہے اور حضورؐ اس اشارے کی تعمیل کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں ۔ لہٰذا چودہ سو اصحابہ کرامؓ حضورؐ کی معیت میں اس نہایت پُر از خطر سفر پر جانے کے لیے تیار ہو گئے تھے ۔

ذیقعد کے آغاز میں یہ مبارک قافلہ مدینہ سے روانہ ہوا ۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر سب نے عمرے کا احرام باندھا ۔ قربانی کے لیے ستّر اُونٹ ساتھ تھے جن کی گردن میں ہَدی اور قربانی کی نشانی کے طور پر قلادے اور پٹے ڈال دیئے گئے تھے ۔ ہر ایک نے اپنے پرتل وسامان میں ایک ایک تلوار رکھ لی تھی اور تمام زائرین حرم کو عرب کے معروف قاعدے کے مطابق ایک تلوار ساتھ لے جانے کی اجازت تھی ۔ اس طرح حضورؐ کی معیت میں یہ قافلہ لبیک لبیک کی صدائیں بلند کرتا بیت اللہ کی طرف روانہ ہُوا ۔

اس وقت مکہ اور مدینہ کے تعلقات کی جو نوعیت تھی عرب کا بچہ بچہ اسے جانتا تھا ۔ ابھی پچھلے ہی سال شوال ۵ھ میں قریش عرب قبائل کی متحدہ قوت کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی تھی اور غزوہ احزاب وخندق کا معرکہ پیش آیا تھا ۔ اس لیے جب حضورؐ اتنے بڑے قافلے کے ساتھ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو پُورے عرب کی نگاہیں اس عجیب سفر پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھیں ۔ لوگوں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ یہ قافلہ لڑنے کے لیے نہیں جا رہا ۔ بلکہ ماہ حرام میں، احرام باندھ کر اور قربانی کے اُونٹ ساتھ لے کر بیت اللہ کا طواف کرنے جا رہا ہے ۔

کفارانِ مکّہ کو حضورؐ کے اس اقدام نے سخت پریشانی میں ڈال کر رکھ دیا تھا ۔ ذی قعد کے مہینے میں حضورؐ نے مکّہ کی طرف کُوچ کیا تھا اور یہ مہینہ ان حرام مہینوں میں سے ایک تھا ۔ جو صدہا برس سے عرب میں حج وزیارت کے لیے محترم سمجھے جاتے تھے اس مہینے میں جو قافلہ احرام باندھ کر حج یا عمرے کے لیے جا رہا ہو اسے روکنے کا کسی کو حق نہ تھا ۔ یہاں تک کہ اگر کسی قبیلے کی کسی دوسرے قبیلے سے دشمنی بھی ہو تب بھی عرب



کے مسلّمہ قوانین کی رُو سے وہ دشمن قبیلہ دوسرے قبیلے کو اپنے علاقے سے گزرنے پر مانع نہ ہو سکتا تھا ۔

کفارانِ مکّہ اس الجھن میں پڑ گئے تھے کہ اگر وہ حضورؐ کے اس قافلے پر حملہ آور ہو کر اسے مکّہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں تو پُورے ملک میں شور مچ جائے گا ۔ عرب کا ہر شخص پکار اُٹھے گا کہ یہ سراسر زیادتی ہے اور تمام قبائل یہ سمجھ بیٹھیں گے کہ وہ خانہ کعبہ کے مالک بن بیٹھے ہیں ۔

اور یہ کہ عرب کا ہر قبیلہ اس تشویش میں مبتلا ہو جائے گا کہ آئندہ کے لیے کسی کو حج یا عمرہ کرنے یا نہ کرنے دینا قریش مکّہ کی مرضی پر منحصر ہو کر رہ گیا ہے ۔ لہٰذا انہیں خدشہ ہو گیا تھا کہ اگر وہ حضورؐ اور ان کے ساتھیوں کو عمرہ کرنے سے روکتے ہیں تو عرب کے قبائل کہیں ان کے خلاف ہی نہ اُٹھ کھڑے ہوں ۔ دوسری طرف انہیں یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر وہ حضورؐ اور آپؐ کے اصحابؓ کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں تو پورے ملک میں ان کی ہوا اُکھڑ جائے گی اور سارے عرب کے لوگ یہ کہیں گے کہ کفارانِ مکّہ حضورؐ اور آپؐ کے ساتھیوں سے مرعوب ہو گئے ہیں ۔

آخر بڑے صلاح ومشورے اور سوچ بچار کے بعد کفارانِ مکّہ کی جاہلانہ حمیت ہی ان پر غالب رہی اور اپنی ناک اُونچی رکھنے کی خاطر انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کسی بھی قیمت پر حضورؐ اور ان کے ساتھیوں کو مکّہ میں داخل نہ ہونے دیں گے ۔

حضورؐ بھی کفّار کی اس صورتِ احوال سے آگاہ تھے لہٰذا آپؐ نے اپنے ایک ساتھی جس کا تعلق بنی کعب سے تھا اسے مخبر کی حیثیت سے آگے بھیجا ۔ تاکہ وہ کفارانِ مکّہ کے ارادوں اور ان کی نقل وحرکت سے مطلع کرتا رہے ۔

جب حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ عسفان کے مقام پر پہنچے تو اس مخبر[1] نے واپس لوٹ کر حضورؐ کو اطلاع دی کہ قریش کے لوگ اپنی پوری تیاری کے ساتھ ذی طویٰ[2] کے مقام

---

[1] یہ مخبر بشر بن سفیان تھے ۔ بعض کا خیال ہے کہ بُسر تھے ۔

[2] مکہ مکرمہ کے نزدیک ایک مقام ۔

پر پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے خالدؓ بن ولید[1] کو ایک لشکر کے ساتھ کراع غمیم[2] کی طرف روانہ کر دیا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کا راستہ روک دیں۔

دراصل اس موقع پر کفارانِ مکہ چاہتے تھے کہ وہ حضورؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر کے انہیں اشتعال دلائیں اور اس اشتعال کے نتیجے میں اگر اہلِ مکہ اور مسلمانوں کے درمیان لڑائی ہو جائے تو پھر کفارانِ مکہ اپنے مناووں کے ذریعے سے پورے ارضِ حجاز میں یہ مشہور کر دیں کہ مسلمان تو مدینہ سے مکہ کی طرف آتے ہی جنگ کرنے کے ارادے سے تھے لیکن بہانہ انہوں نے عمرہ کا بنا لیا تھا اور انہوں نے جو احرام باندھے تھے وہ محض ایک دھوکہ تھا۔

اپنے مخبر سے یہ اطلاع پاتے ہی حضورؐ نے فوراً اپنا راستہ تبدیل کر لیا اور اصل راستے کو چھوڑ کر آپؐ نے قدرے دشوار گزار راستہ اختیار کرتے ہوئے اور نہایت مشقت اور دشواری اُٹھاتے ہوئے آپؐ حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ حدیبیہ کا یہ مقام حرم کی سرحد پر واقع تھا۔ یہاں پر آپؐ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

حضورؐ ابھی اسی مقام پر قیام کیے ہوئے تھے کہ بنی خزاعہ کا سردار بدیل بن ورقاؓ اپنے قبیلے کے چند آدمیوں کے ساتھ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو مخاطب کر کے اس نے پوچھا کہ آپؐ کس غرض کے تحت مدینہ سے مکہ کی طرف تشریف لائے ہیں اس استفسار پر حضورؐ نے بنوخزاعہ کے سردار بدیل بن ورقاء کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"ہم کسی سے لڑائی جھگڑا کرنے نہیں آئے۔ بلکہ ہم اور ہمارے یہ ساتھی صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف کرنا چاہتے ہیں اور بس یہی نیک مقصد ہمارے پیش نظر ہے۔"

---

[1] خالد بن ولید نے اس وقت تک اسلام قبول نہ کیا تھا۔

[2] کراع غمیم ایک وادی کا نام ہے۔ جو عفان کے مقام سے تقریباً آٹھ میل مکہ کی جانب ہے۔



بنوخزاعہ کا سردار بدیل بن ورقاء[1] حضورؐ کے اس جواب سے مطمئن ہو گیا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی طرف لوٹ گیا اور مکہ کے رؤسا کو جب اس نے وہی باتیں جا کر بتائیں جو حضورؐ کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر ہوئی تھیں اور ساتھ ہی بنوخزاعہ کے سردار بدیل بن ورقاء نے کفارانِ مکہ کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ ان مسلمان زائرین کے لیے حرم کا راستہ نہ روکیں۔ انہیں مکہ میں داخل ہونے دیں اور کسی بھی صورت انہیں عمرہ کی سعادت سے محروم نہ کریں۔

اس بدیلؓ بن ورقاء نے کفارانِ مکہ کو یہ بھی بتا دیا کہ میں مسلمانوں کے اندر سے ہو کر آ رہا ہوں۔ ان کا ارادہ ہرگز لڑائی اور جنگ کرنے کا نہیں ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ہتھیاروں سے بھی لیس نہیں ہیں بلکہ وہ تو صرف بیت اللہ کی زیارت کو آئے ہیں۔ لہٰذا اہلِ مکہ کو چاہیئے کہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی ترک کر کے مسلمانوں کو بیت اللہ کی طرف آنے دیں لیکن کفارانِ مکہ نے بنوخزاعہ کے سردار بدیل بن ورقاء کی اس تجویز اور نصیحت کو ٹھکرا دیا۔ وہ اپنی ضد پر اڑے رہے اور مسلمانوں کو یہ اجازت نہ دی کہ وہ مکہ میں داخل ہو کر عمرہ ادا کر سکیں۔

اس کے بعد اہلِ مکہ نے احابیش[2] کے سردار حلیس بن علقمہ کو حضورؐ کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ وہ آپؐ کے ساتھ گفتگو کر کے آپؐ کو اس بات پر آمادہ کرے کہ آپؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس مدینہ کی طرف چلے جائیں۔ احابیش کے سردار حلیس بن علقمہ کو حضورؐ کی طرف بھیج کر کفارانِ مکہ نے دراصل ایک چال چلی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ حضورؐ جب اس احابیش کے سردار حلیس بن علقمہ کی بات نہ مانتے ہوئے واپس نہ جائیں گے تو حلیس بن علقمہ ان سے ناراض ہو کر مکہ لوٹ آئے گا۔

---

[1] بدیل بن ورقاء سے متعلق یہ تفصیل سیرت النبیؐ ابن ہشام اور تفہیم القرآن سے حاصل کی گئی ہے۔

[2] نواحِ مکہ کے چند قبائل کو ملا کر احابیش کہا جاتا تھا۔

اور بعد میں اگر اہلِ مکہ اور مسلمانوں کے درمیان جنگ ہوگئی تو حلیس بن علقمہ کی اس ناراضگی کے باعث احابیش ضرور اہلِ مکہ کا ساتھ دیں گے ۔ اس طرح احابیش اور اہلِ مکہ کی متحدہ قوت مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آجائے گی ۔ بس اسی نظریے اور سازش کے تحت اہلِ مکہ نے احابیش کے سردار حلیس بن علقمہ کو حضور کی طرف روانہ کیا تھا ۔

لیکن اہلِ مکہ کی یہ سازش مکمل طور پر ناکام رہی ۔ اس لیے کہ جب حلیس بن علقمہ مسلمانوں کے پڑاؤ میں داخل ہوا تو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سارا قافلہ احرام بند ہے ۔ ہدی کے اونٹ سامنے کھڑے ہیں جن کی گردنوں میں قلادے پڑے ہوئے تھے اور اس نے یہ بات واضح طور پر جان لی کہ مسلمان لڑنے کے لیے نہیں بلکہ بیت اللہ کا طواف کرنے کو آئے تھے ۔

اس حلیس بن علقمہ نے جب مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی تو اسے یقین ہوگیا کہ مسلمان بالکل نیک نیتی کے ساتھ صرف بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں ۔ لہذا وہ حضورؐ سے کسی قسم کی گفتگو کے بغیر مکہ کی طرف لوٹ گیا اور مکہ کے سرداروں اور قریش کے رؤسا کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے صاف صاف الفاظ میں کہا ۔

مسلمان صرف بیت اللہ کی عظمت کو مان کر اس کی زیارت کے لیے آئے ہیں ۔ اگر تم لوگ انہیں روکو گے تو اس کام میں احابیش ہرگز تمہارا ساتھ نہ دیں گے اس نے اہلِ مکہ پر یہ بات بھی واضح کردی کہ احابیش اہلِ مکہ کے حلیف اس لیے نہیں بنے کہ وہ مکہ کی حرمتوں کو پامال کرتے پھریں اور احابیش ہر صورت میں ان کی مدد اور حمایت کرتے رہیں اور بیت اللہ کی حرمت کے خلاف ان کا ساتھ دینے پر مجبور ہوں ۔

پھر قریش کی طرف سے عُروہ بن مسعود ثقفی آیا اور اس نے اپنے نزدیک بڑی اونچ نیچ سمجھا کر حضورؐ کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ آپؐ مکہ میں داخل ہونے کے ارادے سے باز رہیں ۔ مگر آپؐ نے اس کو بھی وہی جواب دیا جو آپؐ نے بنی خزاعہ کے سرداروں کو دیا تھا کہ ہم لڑائی کے ارادے سے نہیں آئے ہیں بلکہ بیت اللہ کی



تعظیم کرنے والے بن کر اور ایک دینی فریضہ بجالانے کے لیے آئے ہیں ۔

یہ مطمئن کر دینے والا جواب سُن کر عروہ ابن مسعود آپؐ کے پاس سے اُٹھ کر مکہ کی طرف چلا گیا اور پھر مکہ میں اس نے اکابرین اور رئیسانِ مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ کہ لوگو! میری بات غور سے سنو ۔ مَیں عروہ بن مسعود ہوں اور قیصر و کسریٰ نجاشی کے درباروں میں بھی جاتا رہا ہوں ۔ مگر قسم ہے مجھے مکہ کے اس مقدس گھر کے خدا کی ۔ مَیں نے اصحابِ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جس طرح اُن کا فدائی دیکھا ہے ایسا منظر مَیں نے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے ہاں بھی نہیں دیکھا ۔

ان لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) وضو کرتے ہیں تو ان کے اصحابؓ پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے اور سب اپنے جسم اور کپڑوں پر مل لیتے ہیں ۔ اب تم لوگ سوچ لو کہ تمہارا مقابلہ کس گروپ اور کن لوگوں سے ہے ۔

اس دوران میں جب کہ ایلچی کی آمدورفت اور گفت و شنید کا یہ سلسلہ جاری تھا قریش کے لوگ بار بار یہ کوشش کرتے رہے کہ چپکے سے حضورؐ کے کیمپ میں چھاپہ مار کر صحابہ کو اشتعال دلائیں اور کسی نہ کسی طرح ان سے کوئی ایسا اقدام کرائیں جس سے لڑائی کا بہانہ ہاتھ آجائے ۔ مگر ہر مرتبہ صحابہؓ کے صبر و ضبط اور حضورؐ کی حکمت و فراست نے ان کی ساری تدبیروں کو ناکام کر دیا ۔

ایک بار کفارانِ قریش کے چالیس ۴۰ مسلح جوان رات کے وقت مسلمانوں کے پڑاؤ کے قریب آئے اور مسلمانوں پر پتھر اور تیر برسانے لگے ۔ صحابہؓ نے ان سب کو گرفتار کر کے حضورؐ کے سامنے پیش کر دیا مگر آپؐ نے سب کو چھوڑ دیا ۔

ایک اور موقع پر جب کہ مسلمان فجر کی نماز ادا کر رہے تھے دشمن کے ۸۰ اسّی مسلح جوان آئے اور انہوں نے اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا لیکن ان لوگوں کی بدقسمتی کہ یہ لوگ بھی پکڑے گئے اور انہیں بھی حضورؐ کے سامنے پیش کیا گیا لیکن آپؐ نے کمالِ حلم سے کام لیتے ہوئے ان کو بھی رہا کر دیا ۔ اس طرح قریش کو اپنی ہر چال اور اپنی

ہر تدبیر میں ناکامی ہوتی چلی گئی تھی ۔

آخر کار حضورؐ نے خود اپنی طرف سے عثمان غنیؓ کو ایلچی بنا کر مکہ شہر کی طرف بھیجا اور ان کے ذریعے سے سردارانِ قریش کو یہ پیغام دیا کہ ہم جنگ کے لیے نہیں بلکہ بیت اللہ کی زیارت کرنے اور ہدیٰ ساتھ لے کر آئے ہیں ۔ طواف اور قربانی کر کے واپس چلے جائیں گے ۔ مگر وہ لوگ نہ مانے اور عثمانؓ کو ان لوگوں نے مکہ ہی میں روک لیا ۔ اس دوران میں یہ خبر اُڑ گئی کہ عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے ۔ اور ان کے واپس نہ آنے سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ یہ خبر سچی ہے ۔

مسلمانوں میں مزید تحمل کا کوئی موقع نہ تھا مکہ میں داخلہ کی بات تو دوسری تھی یہ طاقت کا استعمال ہرگز پیشِ نظر نہ تھا مگر جب نوبت ایلچی اور سفیر کے قتل تک پہنچ گئی تو پھر اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ مسلمان جنگ کے لیے تیار ہو جائیں ۔ پھر حضورؐ نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا اور ان سے اس بات پر بیعت لی کہ اب یہاں سے ہم مرتے دم تک پیچھے نہیں ہٹیں گے ۔

موقع کی نزاکت نگاہ میں ہو تو آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کوئی معمولی بیعت نہ تھی مسلمان صرف چودہ سو تھے اور کسی سامانِ جنگ کے بغیر آئے تھے ۔ اپنے مرکز سے ڈھائی سو میل دور اور عین مکہ کی سرحد پر ٹھہرے ہوئے تھے جہاں دشمن اپنی پوری طاقت کے ساتھ ان پر حملہ آور ہو سکتا تھا اور گرد و پیش سے اپنے حامی قبیلوں کو لا کر بھی مسلمانوں کو گھیرے میں لے سکتا تھا ۔ اس کے باوجود پورا قافلہ حضورؐ کے ہاتھ پر مرنے مارنے کی بیعت کرنے کے لیے بلا تامل آمادہ ہو گیا ۔ اس سے بڑھ کر ان لوگوں کے اخلاص ایمانی اور راہِ خدا میں ان کی فدائیت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا تھا ۔ یہی وہ بیعت ہے جو بیعتِ رضوان کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہوئی ۔

بعد میں معلوم ہوا کہ عثمان غنیؓ کے قتل کی خبر غلط تھی ۔ پھر عثمانؓ خود بھی واپس آ گئے اور قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو کی قیادت میں ایک وفد بھی صلح کی بات کرنے کے لیے حضورؐ کے پڑاؤ میں پہنچ گیا ۔ اب قریش اپنی اس ضد سے ہٹ گئے تھے ۔



کہ وہ حضورؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو سرے سے مکہ میں داخل ہی نہ ہونے دیں گے البتہ اپنی ناک بچانے کے لیے ان کو صرف یہ اصرار تھا کہ آپؐ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آپ عمرہ کے لیے آ سکتے ہیں ۔ لہٰذا طویل گفت و شنید کے بعد مندرجہ ذیل چار شرائط پر صلح نامہ لکھا گیا ۔

اوّلاً دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ بند رہے گی ۔ ایک دوسرے کے خلاف خفیہ یا اعلانیہ کوئی کارروائی نہ کی جائے گی ۔

ثانیاً اس دوران میں قریش کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر بھاگ کر حضورؐ کے پاس جائے گا اسے آپؐ واپس کر دیں گے اور آپؐ کے ساتھیوں میں سے بھاگ کر جو شخص قریش میں چلا جائے گا اسے اہلِ مکہ واپس نہ کریں گے ۔

ثالثاً قبائل عرب میں سے جو قبیلہ بھی فریقین میں سے کسی ایک کا حلیف بن کر اس معاہدے میں شامل ہونا چاہے گا اسے اس کا اختیار ہو گا ۔ اور

رابعاً حضورؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس سال واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال وہ عمرہ کے لیے آ کر تین دن تک مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں ۔ بشرطیکہ پرتلوں میں ایک ایک تلوار لے کر آئیں اور کوئی سامانِ حرب ساتھ نہ لائیں ۔ ان تین دنوں میں اہلِ مکہ ان کے لیے شہر خالی کر دیں گے ۔ تاکہ کسی تصادم کی نوبت نہ آئے مگر حضورؐ اور آپؐ کے ساتھی مسلمان مکہ سے واپس جاتے ہوئے کسی بھی شخص کو اپنے ساتھ لے جانے کے مجاز نہ ہوں گے ۔

جس وقت اس معاہدے کی شرائط طے ہو رہی تھیں مسلمانوں کا پورا لشکر سخت مضطرب تھا ۔ کوئی شخص بھی ان مصلحتوں کو نہیں سمجھ رہا تھا جنہیں نگاہ میں رکھ کر حضورؐ یہ ساری شرائط قبول فرما رہے تھے ۔ کسی کی بھی نظر اتنی دور رس نہ تھی کہ اس صلح کے نتیجے میں جو خیرِ عظیم رونما ہونے والی تھی اسے دیکھ سکے ۔ کفارانِ قریش اسے اپنی کامیابی سمجھ رہے تھے جب کہ مسلمان اس پر بے تاب تھے کہ ہم آخر دب کر کفارانِ قریش کے مقابلے میں یہ کمتر اور ذلیل شرائط کیوں قبول کریں ۔

عمر فاروقؓ جیسے بالغ النظر مدبّر تک کا یہ حال تھا کہ وہ یہ کہتے تھے کہ مسلمان ہونے کے بعد کبھی میرے دل میں شک نے راہ نہ پائی تھی مگر اس موقع پر میں بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا اور بے چین ہو کر میں ابوبکر صدیقؓ کے پاس گیا اور انہیں مخاطب کر کے پوچھا۔

"کیا حضورؐ اللہ کے رسول نہیں ہیں، کیا ہم مسلمان نہیں ہیں اور کیا یہ لوگ جو ہمارے مقابلے میں بہتر شرائط منوانا چاہ رہے ہیں یہ مشرک نہیں ہیں پھر آخر ہم اپنے دین کے معاملے میں یہ کمتری اور ذلت کیوں اختیار کریں۔"

اس پر ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔" اے عمرؓ! حضورؐ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور سنو! اللہ اُن کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔"

اس گفتگو پر بھی عمرؓ سے صبر نہ ہو سکا اور بذاتِ خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی سوالات انہوں نے اُن سے بھی کیے اور حضورؐ نے بھی ان کو ویسا ہی جواب دیا جیسا ابوبکر صدیقؓ نے دیا تھا۔

بعد میں عمر فاروق مدت تک اس پر نوافل اور صدقات ادا کرتے رہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی گستاخی کو معاف فرما دے جو اس روز ان سے شانِ رسالت میں ہو گئی تھی۔

سب سے زیادہ دو باتیں اس معاہدہ میں لوگوں کو بُری طرح کھل رہی تھیں ایک شرط نمبر ۲۔ جس کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ یہ صریحاً نا مصالحت شرط ہے کہ اگر مکہ سے بھاگ کر آنے والوں کو ہم واپس کر دیں تو مدینہ سے بھاگ کر جانے والوں کو وہ کیوں نہ واپس کریں۔"

حضورؐ نے اس پر فرمایا جو ہمارے پاس سے بھاگ کر ان کے ہاں چلا جائے وہ آخر ہمارے کس کام کا ہے۔ اللہ اسے ہم سے دُور ہی رکھے اور جو ان کے ہاں سے بھاگ کر ہمارے ہاں آ جائے اسے اگر ہم واپس کر دیں گے تو اللہ اس کے لیے فلاح کی کوئی اور صورت پیدا فرما دے گا۔"



دوسری چیز جو لوگوں کے دلوں میں کھٹک رہی تھی وہ چوتھی شرط تھی۔ مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ اسے ماننے کے معنی یہ ہیں کہ تمام عرب کے سامنے گویا ہم ناکام واپس جا رہے ہیں۔

مزید برآں یہ سوال بھی دلوں میں مزید خلش پیدا کر رہا تھا کہ حضورؐ نے تو خواب میں یہ دیکھا تھا کہ ہم مکہ میں طواف کر رہے ہیں مگر یہاں تو ہم طواف کیے بغیر واپس جانے کی شرط کو قبول کر رہے ہیں۔

حضورؐ نے اس پر لوگوں کو سمجھایا کہ خواب میں میں نے اسی سال طواف کرنے کی صراحت اور وضاحت تو نہ کی تھی۔ آخر شرائط صلح کے مطابق اس سال نہیں تو اگلے سال انشاء اللہ طواف ہو جائے گا۔"

اس موقع پر جس واقعہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا وہ یہ تھا کہ عین اس وقت جب صلح کا معاہدہ لکھا جا رہا تھا۔ قریش کے سردار سہیل بن عمرو کے اپنے صاحبزادے ابو جندل جو مسلمان ہو چکے تھے اور کفارِ مکہ نے ان کو قید کر رکھا تھا وہ کسی نہ کسی طرح سے بھاگ کر حضورؐ کے پڑاؤ میں پہنچ گئے اور جس وقت یہ حضورؐ کے سامنے آئے تو ان کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور جسم پر تشدد کے اَن گنت نشانات تھے۔

ابو جندل نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑی عاجزی اور انکساری سے فریاد کی کہ مجھے اس حبسِ بے جا سے نجات دلائی جائے۔

صحابہ کرامؓ کے لیے یہ حالت دیکھ کر ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ مگر سہیل بن عمرو نے کہا۔ کہ صلح نامہ کی تحریر چاہے مکمل نہ ہوئی ہو شرائط تو ہمارے اور آپؐ کے درمیان طے ہو چکی ہیں اس لیے میرے بیٹے ابو جندل کو میرے حوالے کیا جائے۔

حضورؐ نے سہیل بن عمرو کی اس حجت کو تسلیم فرمایا اور ابو جندل کو ان ظالموں کے حوالے کر دیا گیا۔ اس لیے کہ جو شرائط لکھی جانے والی تھیں وہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان پہلے ہی طے ہو چکی تھیں۔ لہٰذا حضورؐ نے سہیل بن عمرو کی اس بات کو تسلیم کر لیا۔

صلح سے فارغ ہو کر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اب یہیں پر قربانی کر کے سر منڈاؤ اور احرام ختم کر دو۔ مگر کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ حضورؐ نے تین مرتبہ حکم دیا مگر صحابہ پر اس وقت رنج و غم اور دِل شکستگی کا ایسا غلبہ تھا کہ انہوں نے اپنی جگہ سے حرکت تک نہ کی۔

حضورؐ کے پُورے دورِ رسالت میں اِس ایک موقعہ کے سوا یہ صورت پیش نہ آئی تھی کہ آپؐ صحابہؓ کو کوئی حکم دیں اور وہ اس کی تعمیل کے لیے دوڑ نہ پڑیں۔

اس پر حضورؐ کو سخت صدمہ ہُوا اور آپؐ نے اپنے خیمہ میں جا کر ام المومنین اُمِ سلمیٰؓ سے اپنی کبیدہ خاطری کا اظہار فرمایا۔

انہوں نے عرض کیا۔ آپ بس خاموشی کے ساتھ تشریف لے جا کر خود اپنا اُونٹ ذبح فرمائیں اور حجام کو بُلا کر اپنا سر منڈ دالیں۔ اس کے بعد لوگ خود بخود آپؐ کے عمل کی پیروی کریں گے کہ جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ اب بدلنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ آپؐ نے اپنے اُونٹ کی قربانی بھی کی اور حجام کو بلا کر اپنا سر بھی منڈوا لیا اور آپؐ کے اس فعل کو دیکھ کر لوگوں نے بھی اپنی قربانیاں کر لیں، سر منڈ دالیے یا بال ترشوا لیے اور احرام سے نکل آئے مگر دِل ان کے غم سے کٹے جا رہے تھے۔

اس کے بعد جب یہ قافلہ حدیبیہ کی صلح کو اپنی شکست اور ذِلت سمجھتا ہُوا مدینہ کی طرف واپس جا رہا تھا تو راستے میں رب حنان کے مقام پر سورۃ الفتح[1] نازل ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کو بتایا کہ یہ صلح جس کو وہ شکست سمجھ رہے ہیں، در اصل ایک فتح عظیم ہے۔

اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد حضورؐ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا آج مجھ پر وہ چیز نازل ہوئی ہے جو میرے لیے دُنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ پھر یہ سورۃ آپؐ نے تلاوت فرمائی۔ خاص طور پر عمر فاروقؓ کو بُلا کر وہ سورۃ ان کو سُنائی کیونکہ وہ سب سے زیادہ رنجیدہ دِکھائی دے رہے تھے۔

اگرچہ اہلِ ایمان تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سُن کر ہی مطمئن ہو گئے تھے مگر کچھ زیادہ



مدت نہ گزری تھی کہ اس صلح کے فوائد ایک ایک کر کے کھلتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ کسی کو بھی اس امر میں شک نہ رہا کہ فی الواقع یہ صلح ایک عظیم الشان فتح تھی۔

حدیبیہ نام کی اس صلح سے مسلمانوں کو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

اس صلح کی رو سے پہلی مرتبہ عرب میں اسلامی ریاست کا وجود باقاعدہ طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا۔ جب کہ اس سے پہلے تک عربوں کی نگاہ میں حضور اور اس کے ساتھیوں کی حیثیت محض قریش اور قبائل عرب کے خلاف خروج کرنے والے ایک گروہ کی تھی۔ اور وہ ان کو اپنی برادری سے باہر سمجھتے تھے۔ اب خود قریش ہی نے آپ سے معاہدہ کر کے سلطنتِ اسلامی کے مقبوضات پر گویا آپ کا اقتدار مان لیا تھا اور قبائل عرب کے لیے یہ دروازہ بھی کھول دیا تھا کہ ان دونوں سیاسی طاقتوں میں سے جس کے ساتھ وہ چاہیں حلیفانہ معاہدات کر سکتے ہیں۔

اس صلح سے مسلمانوں کو جو دوسرا فائدہ حاصل ہُوا وہ یہ کہ مسلمانوں کے لیے زیارتِ بیت اللہ کا حق تسلیم کر کے قریش نے آپ سے گویا یہ بھی مان لیا کہ اسلام کوئی بے دینی نہیں ہے جیسا کہ وہ اب تک کہتے چلے آ رہے تھے۔ بلکہ عرب کے مسلمہ ادیان میں سے ایک ہے اور دوسرے عربوں کی طرح اس کے پیروکار بھی حج اور عمرہ کے مناسک ادا کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اس سے اہلِ عرب کے دِلوں کی وہ نفرت کم ہو گئی تھی جو قریش کے پروپگنڈہ سے اسلام کے خلاف پیدا ہو چکی تھی۔

اس صلح سے تیسرا فائدہ یہ ہُوا کہ دس سال کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ ہو جانے سے مسلمانوں کو امن میسر آ گیا تھا اور انہوں نے عرب کے تمام اطراف و نواع میں پھیل کر اس تیزی سے اسلام کی اشاعت کی کہ صلح حدیبیہ سے پہلے پُورے انیس سال میں اتنے آدمی مسلمان نہ ہوئے تھے جتنے اس کے بعد صرف دو سال کے اندر ہو گئے۔ یہ اس صلح کی برکت تھی۔ یا تو وہ وقت تھا جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضورؐ کے ساتھ صرف چودہ سو آدمی تھے یا پھر دو ہی سال کے بعد جب قریش کی عہد شکنی کے نتیجے میں صلح حدیبیہ کے معاہدے کو ختم کر دیا گیا اور حضورؐ نے مکہ پر چڑھائی کی تو دس ہزار

کا ایک عظیم لشکر آپؐ کے ہم رکاب تھا۔

اس صلح کا چوتھا فائدہ یہ تھا کہ قریش کی طرف سے جنگ بند ہو جانے کے بعد حضورؐ کو یہ موقع مل گیا کہ اپنے مقبوضات میں اسلامی حکومت کو اچھی طرح مضبوط کر لیں اور اسلامی قانون کے اجراء سے مسلم معاشرہ کو ایک مکمل تہذیب و تمدن بنا دیں۔ یہی وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی آیت تین میں فرمایا کہ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔

اس صلح سے مسلمانوں کو جو پانچواں فائدہ ہوا وہ کچھ یوں تھا کہ قریش سے صلح ہو جانے کے بعد جنوب کی طرف سے مسلمانوں کو اطمینان ہو جانے کا فائدہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں نے شمالی عرب اور وسطی عرب کی تمام مخالف طاقتوں کو بآسانی مسخر کر لیا۔

صلح حدیبیہ پر ابھی تین ہی مہینے گزرے تھے کہ یہودیوں کا سب سے بڑا گڑھ خیبر فتح کر لیا گیا اور اس کے بعد فدک اور وادی القریٰ، تیمہ اور تبوک کی یہودی بستیاں اسلام کے زیرِ نگین آتی چلی گئی تھیں۔ وسطی عرب کے وہ تمام قبیلے بھی جو یہود اور قریش کے ساتھ گٹھ جوڑ رکھتے تھے ایک ایک کر کے تابع فرمان ہو گئے۔

اس طرح حدیبیہ کی صلح نے دو ہی سال کے اندر عرب میں اپنی قوت کا توازن بدل دیا کہ قریش اور مشرکین کی طاقت دب کر رہ گئی۔ اسلام کا غلبہ سرزمین حجاز کے اندر یقینی ہو گیا تھا۔

یہ تھیں وہ برکات جو مسلمانوں کو اس صلح سے حاصل ہوئیں جسے وہ اپنی ناکامی قریش اپنی کامیابی سمجھ رہے تھے۔ سب سے زیادہ جو چیز اس صلح میں مسلمانوں کو ناگوار ہوئی تھی اور جسے قریش نے اپنی جیت سمجھا تھا وہ یہ تھیں کہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ جانے والوں کو واپس کر دیا جائے گا اور مدینہ سے بھاگ کر مکہ جانے والوں کو واپس نہ کیا جائے گا مگر تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ یہ معاملہ بھی کفارِ مکہ پر اُلٹا پڑا اور تجربے نے ثابت کر دیا کہ حضورؐ کی نگاہِ دُور رس نے اس صلح کے کن کن نتائج کو دیکھ کر یہ شرط قبول کی تھی۔



صلح حدیبیہ کے کچھ دنوں بعد مکہ سے ایک مسلمان جس کا نام ابوبصیر تھا، قریش کی قید سے بھاگ نکلا اور مدینہ پہنچا۔ قریش نے ابوبصیر کی واپسی کا مطالبہ کیا اور حضورؐ نے معاہدہ کے مطابق ابوبصیر کو ان لوگوں کے حوالے کر دیا جو ان کی گرفتاری کے لیے مکہ سے مدینہ بھیجے گئے تھے مگر مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے راستے میں ابوبصیر قریش کے ان جوانوں کی گرفت سے بچ نکلے جو انہیں مکہ سے لینے آئے تھے۔ لہٰذا ان سے بچنے کے بعد ابوبصیر نے بحیرہ احمر کے ساحل کا رخ کیا اور اس راستے پر جا کر اپنا ٹھکانہ بنا لیا جس سے قریش کے تجارتی قافلے گزرا کرتے تھے۔ اس کے بعد جس مسلمان کو بھی قریش کی قید سے بھاگ نکلنے کا موقع ملتا وہ مدینہ جانے کی بجائے ابوبصیر کے ٹھکانے پر پہنچ جاتا۔ یہاں تک کہ ابوبصیر کے پاس پہنچنے والے مسلمان نوجوانوں کی تعداد ۷۰ تک پہنچ گئی تھی اور انہوں نے قریش کے قافلوں پر چھاپے مار مار کر ان کا ناطقہ تنگ کر کے رکھ دیا تھا۔

آخر قریش مکہ نے خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ ان لوگوں کو مدینہ بلا لیں۔ چنانچہ حضورؐ نے ان ستر جوانوں کو مدینہ بلا لیا اور اس طرح سے حدیبیہ کے معاہدہ کی وہ شرط آپ سے آپ ساقط ہو کر رہ گئی تھی۔

محرم کی ۱۴ تاریخ تھی، مہرِ زرنگار نُور کے اندر تاریکیوں کو دعوت دیتا ہُوا غروب ہو چکا تھا۔ رات اپنے مہیب پَر پھیلانے لگی تھی۔ پونم رات کی فضاؤں کے اندر بُوئے گلاب جیسی خُوشبوئیں پھیلنے اور بکھرنے لگی تھیں۔ آتش دانوں میں آگ روشن ہو گئی تھی جب کہ فضاؤں کے اندر ہوائیں یوں تیز رفتاری سے چل رہی تھیں۔ جیسے بہتی ہوئی موجیں۔ درخت یوں خاموش کھڑے تھے جیسے قدرت کے پہرے دار چُپ سادھے اور سینہ تانے کھڑے ہوں اور ان درختوں کے پتّے بھیگی رات میں جلترنگ کی لَے پر رقصِ مسلسل کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر پھڑ پھڑاتے پنکھ کی سی خوشیوں سے بھرپُور خوش کُن آوازیں پیدا کر رہے تھے۔

مغربی اُفق پُرشفق سے اُلجھے ہوئے بادل کچھ ایسی صُورت اختیار کر گئے تھے۔ جیسے بھبھو کا بدن اور تنِ گل رنگ سے چپکے ہوئے ملبوسات، ایسے میں سماکؓ بن خرشہ اپنے گھر میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر زین کس رہا تھا۔ جب کہ ربیطہ اس کے گھوڑے کی زین سے زادِ راہ، پانی کا مشکیزہ اور ضروریات کی دوسری چیزیں باندھ رہی تھی۔ جب کہ ننھا خالد سامنے والے کمرے میں ایک نہال علم کی کونپل، کچی چاندی کی صورت اور کانسی دِنوں کی یادوں کی طرح گہری نیند سویا ہوا تھا۔

جب سماکؓ اپنے گھوڑے پر زین ڈال چکا اور ربیطہ بھی زین کے ساتھ چیزیں



باندھ چکی تو تھوڑی دیر تک ربیطہ اپنے چہرے پر تجدید حمیت اور خوشبوؤں سے بھری ہوئی مسکراہٹ بکھیرے سماک کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اس نے گلوں اور شکوؤں سے بھرپور آواز میں یوں سماک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آپ جب بھی ابی حقیق اور لمیس کے قاتلوں کی تلاش میں نکلتے ہیں تو اکیلے ہی جاتے ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد مَیں ہر وقت اندیشوں اور خطرات میں ڈوبی رہتی ہوں، مَیں کہتی ہوں ایسے مواقع پر آپ اپنے دوست قطبہ بن عامر اور خبیب بن لیساف کو اپنے ساتھ کیوں لے کر نہیں جاتے۔ آخر وہ آپ کے قابلِ بھروسہ دوست ہیں اور ہمیشہ وہ آپ کی ضرورت کے وقت آپ کے کام آتے ہیں۔ پھر کیوں آپ انہیں اپنی ان مہموں میں اپنے ساتھ لے کر نہیں جاتے۔ اس لیے کہ آپ کا واسطہ ان چھ جنگجو یہودیوں سے ہے جنہوں نے نہ صرف یہ کہ ابی حقیق اور لمیس کو قتل کر دیا بلکہ وہ میری بہن خویلہ کو بھی اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے ہیں"۔

ربیطہ کی اس گفتگو پر سماکؓ کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی اور دھیمی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس نے ربیطہ کو مخاطب کر کے یوں کہا۔

"ربیطہ! ربیطہ! تم میرے لیے محرومیوں کی آگ میں ایک تبسم زیرِ لب اور بے آباد کھنڈروں کی خانقاہ جیسی اس زندگی میں ایک عہد کی چاہت ہو۔ تمہاری ثمر ساز نگاہوں میں میرے لیے بہاروں کے لباس اور رنگوں کی قوسیں ہیں"۔

"اے ربیطہ! تم سچے سونے میں ڈھلی ہوئی ایک ایسی بیوی ہو جس کی شوہر سے محبت گردشِ ماہ و سال کا شکار نہیں ہوتی۔ تمہارا ہر مشورہ میرے لیے قابلِ قبول ہے، کہ تم میری ذات کے لیے چاہتوں کی حدت اور میری جان کے لیے آرزوؤں کا سیلِ بے پناہ اور قربِ شاہ رگ ہو لیکن مَیں تمہارے اس مشورہ پر عمل نہیں کر سکتا کہ اپنی اس مہم میں مجھے اپنے دوست قطبہ بن عامر اور خبیب بن لیساف کو بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہیے"۔

ربیطہ نے فوراً سماکؓ کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا "آخر کیوں آپ قطبہ اور

خبیب کو اپنے ساتھ اس مہم میں شامل نہیں کرنا چاہتے۔"

سماکؓ نے چند ساعتوں تک ذومعنی انداز میں ربطہ کی طرف دیکھا اور پھر اس نے دھیمی اور نرم آواز میں اس کو مخاطب کرکے کہا میں اس لیے ان دونوں کو اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتا کہ میں نے اپنی اس مہم کو رازداری کی ایک چادر چڑھا رکھی ہے۔ میں اس رازداری سے کام لیتے ہوئے ان چھ قاتلوں میں سے ایک کو ٹھکانے لگانے کے بعد اس کے چھوٹے بھائی کو اپنا دوست اور اپنا رازدار بنا چکا ہوں۔ بس اسی دوستی اور اسی رازداری کی آڑ میں تم دیکھو گی کہ ایک ایک کرکے میں نہ صرف یہ کہ ان سب کا خاتمہ کردوں گا بلکہ ایک روز میرے خدا کو منظور ہوا تو میں خویلہ کو بھی ان کے چنگل سے نکال باہر کردوں گا۔

میں ان قاتلوں سے ملتا ہوں پر وہ مجھے سماک بن خرشہ کی حیثیت سے نہیں پہچانتے اس لیے کہ میں نے انہیں اپنا نام جابر بن لبید بتا رکھا ہے اور وہ مجھے ابن لبید ہی کہہ کر پکارتے ہیں۔ اور مجھ سے یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ مل کر ایک روز ان کے مشترکہ دشمن سماک بن خرشہ کا خاتمہ کردوں گا۔ جب کہ وہ احمق نہیں جانتے کہ ابنِ لبید کے بھیس میں میں سماک بن خرشہ ہی ان کے خلاف کام میں مصروف ہوں۔

"اے ربطہ! اگر اس کام میں اپنے دوست قطبہ بن عامر اور خبیب بن لیساف کو بھی اپنے ساتھ ملالوں تو میری یہ رازداری ان کے سامنے ختم ہو جائے گی اور وہ نہ صرف ایک دشمن کی حیثیت سے میرا چہرہ پہچاننے لگیں گے بلکہ قطبہ بن عامر اور خبیب بن لیساف کو بھی اپنے دشمنوں کی فہرست میں شامل کرلیں گے۔ اس طرح نہ صرف میں بلکہ میرے یہ دونوں دوست بھی خطرات میں گھر جائیں گے اور میں ایسا نہیں کرنا چاہتا۔ یہی وجہ ہے جس بنا پر میں اکیلا ہی اپنے دشمنوں کے خلاف صف آرا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ بہت جلد میں ان سب کو اپنے سامنے مغلوب اور زیر کر کے رکھ دوں گا۔"

سماکؓ تھوڑی دیر کے لیے رُکا پھر وہ دوبارہ بولا اور ربطہ کو مخاطب کرکے



کہہ رہا تھا۔" ربطہ! ربطہ! اگر میں دو دن تک گھر نہ آؤں تو میری اس غیر موجودگی سے تم پریشان نہ ہونا۔ تم حسبِ سابق رات ابوقیس کے ہاں گزار لیا کرنا اور دن کے وقت خالد کو لے کر اپنے گھر چلی آیا کرنا۔ میں نے ان چھ دشمنوں میں سے ایک کہ جس کا نام عابر بن ایلیا ہے' اس شخص کے ساتھ وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ محرم کی پانچ تاریخ کو شام کے وقت مجھے جبلِ اُحد کی ان چٹانوں کے پاس ملے جو مشرقی حصّہ میں میدان میں دُور تک چلی گئی ہیں تاکہ میں ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمن سماک بن خرشہ کا خاتمہ کرسکوں"

اے ربطہ! تم دیکھتی ہو کہ آج چار محرم کی شام ہے تو گویا وہ عابر بن ایلیا پانچ محرم کو شام کے وقت مجھے جبلِ اُحد کی چٹانوں کے پاس ملنے کے لیے پانچ محرم کی صبح کو خیبر سے روانہ ہوکر مدینہ کی طرف آئے گا۔ جب کہ میں ابھی اور اسی وقت یعنی چار محرم کی شام کو خیبر کی طرف کُوچ کروں گا اور صبح کے وقت خیبر سے باہر میں اس عابر بن ایلیا کی گھات میں بیٹھ جاؤں گا۔

"سنو ربطہ جب وہ عابر بن ایلیا پانچ محرم کی صبح کو خیبر سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگا، تو میں اس سے راستے میں ہی نپٹ لوں گا اور اس کا خاتمہ کرنے کے بعد میں گھر کی طرف نہیں آؤں گا بلکہ میں وہاں سے وادی القریٰ کی طرف نکل جاؤں گا، وہاں رات میں ایک سرائے کے اندر بسر کروں گا اور صبح خوب دھوپ چڑھ جانے کے بعد میں خیبر کی طرف جاؤں گا اور وہاں عابر بن ایلیا کے دوست سے ملوں گا۔ اسی دوست کی موجودگی میں اس عابر بن ایلیا نے مجھے پانچ محرم کی شام کو جبلِ اُحد کی چٹانوں کے پاس ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ پس میں عابر بن ایلیا کے دوست عدیم بن ساعدہ سے مل کر اُسے بتاؤں گا کہ عابر بن ایلیا مجھے ملنے جبلِ اُحد کی طرف نہیں آیا۔ اور ہاں ربطہ! میں یہ بتانا تو تمہیں بھول گیا کہ عابر بن ایلیا کا خاتمہ کرنے کے بعد میں اس کے گھوڑے کو مار کر خیبر کی طرف بھگا دوں گا تاکہ اس کا دوست عدیم بن ساعدہ جان لے کہ عابر بن ایلیا کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آچکا ہے۔ لہٰذا وہ جبلِ اُحد کی طرف نہیں جا سکا اور جب میں عدیم بن ساعدہ کے پاس جاکر اس سے

اِس کے دوست عابر بن ایلیا کے متعلق پوچھوں گا تو اس کے سامنے میری حیثیت واضح ہو جائے گی کہ مَیں واقعی ان کا خیر خواہ ہوں اور مَیں ان کے ذہن میں یہ بات ڈالنے کی بھی کوشش کروں گا کہ سماکؓ بن خرشہ شاید یہیں کہیں آس پاس ان کی گھات میں رہتا ہے۔ لہذا اس نے عابر بن ایلیا کا خاتمہ کر دیا ہے۔

سو یُوں عابر بن ایلیا کا خاتمہ کرنے کے بعد مَیں عدیم بن ساعدہ سے عابر بن ایلیا کے دوسرے ساتھیوں سے متعلق معلومات حاصل کروں گا اور اس کے بعد ان کا بھی خاتمہ کرنے کے لیے مَیں اُن کے تعاقب میں لگ جاؤں گا۔"

تھوڑی دیر قبل جہاں ربیطہ جلاوطن فرشتوں جیسی بے چین اور کربناک تھی، وہاں اب وہ سکوتِ شب جیسی مطمئن اور خاموش ہَوا جیسی پرسکون تھی۔ پھر اس نے اُمنگوں، چاہتوں اور آرزوؤں سے لبریز لہجہ میں سماک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مَیں آپ کی اس ساری کارروائی سے مکمل طور پر اتفاق کرتی ہوں۔ اب مَیں سمجھ چکی ہوں کہ آپ کیوں اکیلے ہی اِن چھ دشمنوں کے تعاقب میں نکلتے ہیں۔ میری دُعا ہے کہ خداوند آپ کو بہت جلد نہ صرف یہ کہ ان چھ کو ٹھکانے لگانے میں کامیاب کرے بلکہ آپ خویلہ کو ان کے چنگل سے نکالنے میں بھی کامیاب و کامران ہو کر لوٹیں۔"

ربیطہ جب خاموش ہوئی تو سماک سامنے والے کمرے میں گیا اور گہری نیند میں سوئے ہوئے خالد کی پیشانی پر بوسہ دینے کے بعد وہ دوبارہ اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور بڑی نرمی اور چاہت میں اس نے ربیطہ کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ تم خالد کو اُٹھا کر باہر لے آؤ اور میرے ساتھ ہی یہاں سے نکلو۔ مَیں تم دونوں کو ابوقیس کے گھر میں چھوڑ کر اپنی مہم پر روانہ ہو جاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی سماکؓ اپنے گھوڑے کو دھانہ چڑھانے لگا تھا۔

جواب میں ربیطہ جلدی جلدی اندر گئی اور سوئے ہوئے خالد کو اٹھانے سے پہلے اس نے مکان کے اندرونی دروازوں کو مقفل کیا۔ پھر بیرونی دروازے کا قفل اٹھا کر اور خالد کو اپنی گود میں اٹھائے ہوئے وہ باہر آئی۔ اِتنی دیر تک سماک بھی اپنے گھوڑے



کی باگ پکڑے مکان سے باہر نکل گیا تھا۔ پھر گھر کا بیرونی دروازہ انہوں نے باہر سے مقفل کیا اور دائیں طرف والی گلی میں وہ آگے بڑھنے لگے تھے۔

سماکؓ نے ربیطہ اور خالد کو ابوقیس کے گھر میں چھوڑا پھر رات کی تاریکی میں وہ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہُوا خیبر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

○

سماکؓ صبح ہونے سے پہلے ہی خیبر میں نواح میں پہنچ گیا تھا اور اس راستے کے کنارے جو خیبر سے مدینہ کی طرف جاتا تھا وہ ایک کھجوروں کے جُھنڈ میں داخل ہُوا اور گھوڑے سے اُتر کر اس نے اپنے اطراف و اکناف کا جائزہ لیا۔ ہر طرف ایک خاموشی تھی، یخ بستہ ٹھنڈی ہوائیں اور نبیض مصفہ پیالوں جیسی نیند میں ہر شے پر ایک سرمستی اور بے ہوشی طاری کر رکھی تھی۔

کھجوروں کے اُونچے پیڑ، گیہوں کے پودے، گاتے ستاروں اور رقصاں ہواؤں کے سامنے چُپ اور خاموش کھڑے تھے۔ پودوں کی منور اور بلوری ساعتوں جیسی شاخیں اور ان پر گوری کلیوں کی طرح جھومتی ہوئی پھُول پتیاں نیند میں ڈوبی ہوئی تھیں نکھرے نکھرے شفاف فلک سے شبنم خوشی کے موتیوں کی طرح گر رہی تھی، اور آسمان پر ہنستے مسکراتے شوخ ستاروں کی پلکوں، ان کے عارضِ رنگین اور بناگوش پر ختم ہوتی رات کی تنبیہہ تھی۔

اپنے گھوڑے سے اترنے کے بعد سماکؓ نے خوشگوار ہَوا میں چند خوب گہرے سانس لیے گھوڑے کو اس نے کھجُور کے درخت کے ساتھ باندھ کر اسے خوراک کا توبڑا چڑھا دیا تھا۔ پھر گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھا ہُوا کمبل اس نے اتارا اور جس کھجور کے ساتھ اس نے گھوڑے کو باندھا تھا اس کے تنے کے ساتھ اور اپنے اُوپر کمبل ڈال کر وہ خاموشی سے بیٹھ گیا تھا۔

اندھیروں کی گود میں بیٹھی رات اپنی خاموشیوں کے ساتھ بھاگتی رہی گم صم اداس شام رات کے اس سفر کو فکر مندی اور تشویش کی نگاہ سے دیکھتی رہی۔ فضاؤں

کے اندر اس سمے زیرِ لب کوئی دُعا کوئی آواز اور کوئی حرفِ صَلانہ تھا۔ ہر طرف خاموشیاں ہی خاموشیاں اور سکوت ہی سکوت تھا۔

سماک کھجور کے اس درخت سے ٹیک لگائے اور کمبل اوڑھے وقت کے گزرنے کا انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ رات تمام ہوئی۔ صبح کی آغوش میں مشرق کی طرف سے سورج اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ نمودار ہُوا اور عنبریں تاریکیوں کا خاتمہ کرتا ہوا وہ فضا کے اندر بلند ہونے لگا تھا۔ دھوپ کی خوشگوار کرنیں سنگِ مرمر کے فرشوں، جھروکوں، میناروں اور چھتوں پر اپنے پیار کے کرشموں کی بارش کرنے لگی تھیں۔ ہر شے زیرِ لب مسکرا اُٹھی تھی۔ کائنات کے اندر راگوں کی آہٹ اور بھیگے دھندلکوں میں صندل کی لکڑی کا دھواں جیسا بکھرنے لگا تھا۔

سورج جب کچھ بلند ہو گیا تو سماک اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہُوا اور اپنے اُوپر اوڑھا ہُوا کمبل اس نے اُتارا اسے تہہ کر کے گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھ دیا۔ گھوڑے کے مُنہ پہ چڑھا ہُوا توبرا بھی اس نے اُتار کر زین کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ پھر وہ کھجوروں کے اس جھُنڈ سے نکلا اور بائیں طرف لہلہاتے جَو کے کھیتوں کی طرف بڑھا۔ اس نے دیکھا وہ کسی یہودی کا باغ تھا جس کے اندر جَو کی فصل تھی اور اس نے پانی لگا رکھا تھا وہاں سے سماک نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا اور دوبارہ اس جھُنڈ میں آن گھُسا جس کے اندر اس نے رات بسر کی تھی اور وہاں پر رک کر وہ عابر بن الیبا کا انتظار کرنے لگا تھا۔

سماک کو زیادہ دیر تک انتظار کی زحمت نہ اُٹھانی پڑی تھی۔ اس لیے کہ تھوڑی ہی دیر بعد خیبر کی طرف سے ایک سوار نمودار ہُوا اور وہ اپنے گھوڑے کو اس شاہراہ پر سرپٹ دوڑاتا ہُوا چلا آ رہا تھا جو خیبر سے مدینہ کی طرف جاتی تھی۔

اسے دیکھتے ہی سماک کے چہرے پر کسی خواب کی دِل پسند تعبیر اور سردیوں کی صندلی صبح جیسی خوشگوار مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپائی۔ اس کی لگام تھامی اور ایک تیز جوشیلی جست کے ساتھ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا اور مدینہ کی طرف جانے والی شاہراہ کے ساتھ ساتھ بالکل متوازی



وہ درختوں کے جھُنڈ کے اندر ہی اندر تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگا تھا۔ جہاں پر کھجُوروں کے وہ باغات ختم ہو گئے تھے اور خیبر کے لوگوں کی فصلوں کا سِلسلہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا اور جہاں سے ویرانیاں شروع ہو گئی تھیں، وہاں پہ سماک رُک گیا اور خیبر کی طرف سے آنے والے اس سوار کا انتظار کرنے لگا تھا۔

جب وہ سوار نزدیک آیا تو سماک بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر شاہراہ پہ آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ آنے والا سوار اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھا اور اس کا لباس ایک سفید پوش عابد جیسا تھا پر اس کے سن و سال اور اس کی جوان آنکھوں کے تاثرات بتلاتے تھے کہ وہ کوئی عابد اور بزرگ نہیں ہے اس لیے کہ اس کی آنکھوں سے جھانکتی ہوئی مکاری اور فریب کاری اس کی اصلیت کا پتہ دیتی تھی۔

سماک کے قریب آ کر اس سوار نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اور اپنے چہرے پر ڈالا ہُوا جب اس نے نقاب ہٹایا تو سماک نے دیکھا واقعی وہ عابر بن ایلیا تھا سماک کے اور قریب آ کر عابر بن ایلیا نے کسی قدر تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا "اے ابنِ لبید! تم یہاں کہاں ؛ تم نے تو آج شام کے وقت مجھے جبلِ اُحد کی مشرقی چٹانوں کے پاس ملنا تھا۔ جب کہ مَیں تمہیں آج صبح ہی صبح یہاں خیبر کے ویرانوں کے اندر دیکھ رہا ہوں"۔

سماک نے بڑی نرمی اور بڑی ملائمت میں کہا "اے ابن ایلیا! مَیں تمہاری حفاظت اور احتیاط کے تحت اس طرف آ گیا ہوں۔ تاکہ سماک بن خرشہ کہیں تمہیں تنہا دیکھ کر تم پہ حملہ آور نہ ہو جائے۔ سو مَیں اِدھر آ گیا تاکہ تمہیں حفاظت کے ساتھ اپنے ساتھ مدینہ کی طرف لے چلوں"۔

سماک کا یہ جواب سُن کر عابر بن ایلیا کے چہرے پر دِل پسند مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور اس نے کسی قدر پُرسکون اور چہکتی ہوئی آواز میں کہا "اے ابنِ لبید! ایسا کرنے پر مَیں یقیناً تمہارا شکر گزار ہوں۔ اب تمہاری ہمراہی میں مدینہ تک کا یہ سفر پل بھر میں ہی گزر جائے گا اور اس کے علاوہ اب مجھے اپنا چہرہ بھی ڈھانپنے کی ضرورت

نہیں۔ تم جیسا ایک شیر دل ساتھی میرے ساتھ ہے اور ہم دونوں مل کر بڑے احسن طریقہ سے نہ صرف سماک بن خرشہ کے مقابلے میں اپنا دفاع کرسکتے ہیں بلکہ اس کے خلاف جارحیت کا اظہار بھی کرنے پر قادر ہیں۔

سماک نے فوراً عابر بن ایلیا کے خیالات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابن ایلیا! میں تمہارے ان خیالات کی تائید کرتا ہوں۔ آؤ اب اس شاہراہ پر مدینہ کی طرف کوچ کریں۔ یہاں کھڑے ہو کر ہمیں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے"۔

عابر ابن ایلیا نے فوراً اپنے گھوڑے کی لگام کو جھٹکا لگاتے ہوئے کہا۔ تم درست کہتے ہو، ابن لبید! آؤ اب یہاں سے روانہ ہوں"۔ اور اس کے ساتھ ہی ان دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر ہانک دیا تھا۔ تیز رفتاری کے ساتھ تھوڑی دُور اور آگے جانے کے بعد جہاں سے ریت کے بڑے بڑے ٹیلے اور دشت کی سی صورتِ حال شروع ہو گئی تھی، وہاں پر سماک نے فوراً اپنے گھوڑے کو روک لیا اور بلند آواز میں عابر بن ایلیا کو بھی اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابن ایلیا! اپنے گھوڑے کو روک لو۔ تیرا مدینہ کی طرف جانے کا اور تیری زندگی دونوں ہی کا سفر یہاں پر تمام ہوتا ہے۔ لہٰذا رک جاؤ۔ تاکہ ان ویرانوں کے اندر میں تیرے ساتھ اپنا حساب بے باق کرسکوں"۔

عابر بن ایلیا نے فوراً اپنے گھوڑے کو روک لیا پھر وہ سماک کے قریب آیا۔ اور حیرت بھری آواز میں اس نے سماک کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "اے ابن لبید! تُو نے اپنے گھوڑے کو کیوں روک لیا۔ تُو میرے ساتھ اپنا کون سا حساب بے باق کرنا چاہتا ہے"۔

عابر بن ایلیا کے اس استفسار کے جواب میں صرف لمحہ بھر کے لیے سماک نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پھر اس نے انتہائی درشت اور سخت لہجہ میں اسے مخاطب کر کے کہا۔ "اے ابنِ ایلیا! میں ابن لبید نہیں ہوں"۔

عابر بن ایلیا فوراً اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر لے گیا اور کڑکتی ہوئی آواز



میں اُس نے پوچھا۔ "اگر تم ابن لبید نہیں ہو تو پھر کون ہو تم؟"

سماک نے بھی جواب میں اس کے ہی انداز میں بولتے ہوئے کہا۔ "اے ابن ایلیا میں ان صحراؤں کا باغباں ان شمالی بستیوں کا محافظ اور اس عالمِ رنگ و بُو کے اندر اے ابنِ ایلیا! میں تیرے لیے ایک لہراتی ہوئی تلوار اور عداوت کی کامیابی کا اندیشہ ہوں"۔

عابر بن ایلیا نے اس بار بڑی سخت اور سنگین آواز میں کہا۔ "تم جو کچھ بھی ہو مجھے اس سے غرض نہیں کھُل کر کہو تم کون ہو۔ مجھے یہ پہیلیاں بجھانے والی گفتگو بالکل پسند نہیں۔ اگر تم ابن لبید نہیں ہو اور تم نے مجھے اپنا نام غلط بتا کر مجھے دھوکہ دیا ہے۔ تو پھر سُن رکھو کہ ان ویرانوں کے اندر میں اپنی تلوار کی نوک سے نہ صرف یہ کہ تم پر عالمِ حیرت و عبرت نازل کروں گا بلکہ تیری خواہشوں کی مسافت، تیرے جادۂ سفر، تیری ساری محنت ساری عظمت اور ساری قربانی میں پُراسرار لمحوں کی گہری گپھاؤں میں ڈال کر مبہم عناصر کے شور کی طرح اُٹھا کر رکھ دوں گا۔

تُو نے میرے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے تو پھر سُن رکھو۔ تُو نے اب تک میرا صرف ایک ہی پہلو دیکھ رکھا ہے اور جب میں تمہارے سامنے دوسرے پہلو کو بھی عیاں کرتا ہوا آؤں گا تو تیری حالت عدالت میں کھڑے تھکے ماندے مسافر اور دن رات کی اذیت میں مبتلا مایوس اور غم کے تحفوں جیسی ہو کر رہ جائے گی۔

سماک نے فوراً اپنی تلوار کھینچ لی اور اپنی پیٹھ پر لٹکتی ہوئی ڈھال سنبھال کر اس نے گھوڑے کی زین سے لٹکتا ہوا آہنی خود بھی اپنے سر پر جما لیا تھا۔ پھر اپنی تلوار اس نے عابر بن ایلیا کی طرف لہراتے ہوئے کہا۔ "اے شیطان کے گماشتے میرا نام جابر بن لبید نہیں بلکہ میں سماک بن خرشہ ہوں۔ وہ سماک بن خرشہ جسے تیری اور تیرے چار ساتھیوں کی تلاش ہے۔ وہ سماک بن خرشہ جس نے تیرے ایک ساتھی عدیم بن ساعدہ کے بڑے بھائی جبیر بن ساعدہ کو وادی القریٰ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں صحرا کے اندر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور اے ابنِ ایلیا! اب تیری باری ہے۔ اس صحرا کے

وحشت میں خیبر سے دور تجھے موت کے گھاٹ اُتارنے سے پہلے تیری حالت ساحلوں پر پھیلی بیکار سیپیوں اور تکلّف کی نامراد چکنی مٹی جیسی کر کے رکھ دوں گا۔

اے ابن ایلیا! تم لوگوں نے خویلہ بنت ابی حقیق کو اٹھا کر اس کے عورت ہونے کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا تھا اور میں آج اس دشتِ دل میں خوف زدہ سوچیں بھر کر تیری بھوری آنکھوں میں اداس لمحے لہرا کر تجھے ذلت کی موت ماروں گا۔"

اے ابنِ ایلیا! میں سماک بن خرشہ ہوں اور میں تم لوگوں کی گمراہی سے ماورا ہوں۔ میں نے تیرے جیسے بہت سے جوانوں کا غرور اور تکبّر کوہستانی غاروں کے اندر دفن کر کے رکھ دیا۔ تم جیسے بیگانہ تہذیب جوانوں کو میں نے اپنی تلوار کی نوک پر رکھا اور ان کے گندے چہروں کو ان کے آنسوؤں سے دھو ڈالا۔ تو اے ابن ایلیا! اب تو تیار ہو پھر دیکھ میں کیسے فضا کی طرح تجھ پر حملہ آور ہوتا ہوں اور تیری زندگی کی ٹمٹماتی لَو کو پھونک مار کر ہمیشہ کے لیے بجھا دیتا ہوں۔

سماک بن خرشہ کا نام سُن کر عابر بن ایلیا کی ساری اُمید افزائیاں خوف زدگی میں بدل گئی تھیں۔ اس کی محبوس آنکھوں کے سامنے دِن کے وقت ستارے لہرا گئے تھے۔ بہادری کی ساری زرنگاری اور اس کی آزادی کا ہر تڑپتا جذبہ ٹھنڈا ہو کر رہ گیا تھا اور ان ویرانوں کے اندر سماک بن خرشہ کے سامنے تنہا کھڑے وہ اپنے آپ کو انتہائی بدقسمتی، بدنصیبی اور تنہائی و کرب میں کھڑا محسوس کر رہا تھا۔

اس نے اپنی تلوار ایک جھٹکے کے ساتھ بے نیام کر لی اور سماک کے مقابلے میں اپنا دفاع کرنے کے لیے وہ تیار ہو گیا تھا۔

اس موقع پر سماک نے بھی اپنے گھوڑے کو ایک سخت ایڑ لگائی پھر وہ کسی ایسے کیمیاگر کی طرح آگے بڑھا جو اپنے دُشمن کی خیمہ و خردگاہ میں داخل ہو کر ایک طوفان کھڑا کر دینے کا عزم کر چکا ہو۔

عابر بن ایلیا کے قریب آ کر سماک بن خرشہ پھر بلند آواز میں بولا اور کہا۔" اے ابنِ ایلیا دیکھ خدائے بزرگ و متعال کی قسم اِس دشتِ وحشت کی ویرانیوں کے اندر میں



تیرے جبّے کی سنہری پٹی پھاڑ دوں گا۔ تیرے چہرے پر جھلکتی سُرخی کے رنگ ماند کر دوں گا اور تیری حالت بے کنار صحراؤں کے اندر کھو جانے والی ندی نالوں جیسی ویران بنا کر رکھ دوں گا۔ میں تجھ سے اے ابنِ ایلیا تیری برسوں کی لُوٹ مار کا حساب لوں گا اور تجھے تیرے ہی خون میں نہلا کر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کر دوں گا۔

پھر سماک بن خرشہ نے بڑے جوکنے اور نڈر انداز میں آگے بڑھتے ہوئے مسکراتی اور سمٹتی ندی کی سی تیزی کے ساتھ عابر بن ایلیا پر حملہ کر دیا۔ ابن ایلیا کی بدقسمتی کہ وہ سماک بن خرشہ کے پہلے ہی وار کو نہ روک سکا، نہ اپنے آپ کو بچا سکا اور سماک کی تلوار اس کے شانوں کو کاٹتی ہوئی پیٹ تک گزرتی چلی گئی تھی۔ صحرا کی ان ویرانیوں کے اندر عابر بن ایلیا کی ایک وحشت ناک چیخ سُنائی دی اور پھر وہ زمین پر گر کر ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ پھر سماک پُرجوش انداز میں اپنے گھوڑے سے کُود گیا تھا۔ اپنی تلوار اس نے عابر بن ایلیا کے لباس سے صاف کر کے نیام میں کر لی اپنے سر سے خود اُتار کر اس نے گھوڑے کی زین سے باندھ لیا۔ اپنی ڈھال اپنی پیٹھ پر باندھنے کے بعد اس نے اپنے خنجر کی مدد سے وہیں ریت کے اندر ایک گڑھا کھودا۔ عابر بن ایلیا کی لاش کو اس نے کھینچ کر گڑھے کے اندر ڈالا اور اوپر اس نے ریت ڈال دی تھی۔

پھر جس جگہ اس کے ہاتھوں زخمی ہو کر عابر بن ایلیا گرا تھا وہاں پر جو خون پھیلا تھا اس پر بھی سماک نے ریت ڈال کر اس کو مکمّل طور پر ڈھانپ دیا تھا۔ پھر سماک نے عابر بن ایلیا کے گھوڑے کو مار مار کر خیبر کی طرف بھگا دیا تھا۔

اس کے بعد وہ کچھ دُور تک خیبر کی طرف گیا اور اپنے گھوڑے کے پاؤں کے نشانات کے علاوہ اس نے عابر بن ایلیا کے گھوڑے کے نشانات بھی ریت کے اندر مٹا کر رکھ دیئے تھے۔ پھر سماک واپس لوٹا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہُوا۔ تھوڑی دُور تک وہ مدینہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا رہا۔ جہاں سے ایک شاہراہ شمال مغرب کی طرف جاتی تھی وہاں وہ وادی القریٰ کی طرف جانے کے لیے مڑا۔ پھر اس شاہراہ پر اس نے اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

آنے والی وہ رات سماک بن خرشہ نے وادی القریٰ کی ایک سرائے میں بسر کی، دوسرے روز جب سورج کافی چڑھ آیا تو وہ وادی القریٰ سے خیبر کی طرف روانہ ہو گیا اور خیبر میں داخل ہونے کے بعد اس نے عدیم بن ساعدہ کی حویلی کے دروازے پر دستک دی تھی تھوڑی ہی دیر بعد جب حویلی کا دروازہ کھلا تو سماک نے دیکھا عدیم بن ساعدہ خود اس کے سامنے کھڑا تھا۔

سماک کو دیکھتے ہی ابن ساعدہ نے کہا "اے ابن لبید! تھوڑی دیر رکو، اپنے گھوڑے کو باہر ہی باندھو، میں اتنی دیر تک دیوان خانے کا دروازہ کھولتا ہوں پھر اندر بیٹھ کر اطمینان سے گفتگو کرتے ہیں کیوں کہ میں شدت سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ اس لیے کہ کل یہاں ایک بہت بڑا حادثہ رونما ہو چکا ہے۔

سماک، ابن ساعدہ کی ساری گفتگو کو سمجھ رہا تھا۔ اپنے گھوڑے سے اتر کر اس نے گھوڑے کو گھر سے باہر باندھ دیا پھر وہ دیوان خانے کے بیرونی دروازے پر کھڑا ہو کر انتظار کرنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ابن ساعدہ نے دیوان خانے کا دروازہ کھولا اور سماک کو مخاطب کر کے اس نے کہا تم بیٹھو میں تمہارے گھوڑے کو اصطبل میں باندھ کر اور پانی پلا کر چارہ ڈالتا ہوں۔ اس لیے کہ میں محسوس کرتا ہوں تمہارے گھوڑے کو چارے اور آرام کی ضرورت ہے۔

سماک نے فوراً ابن ساعدہ کے ان خیالات کی تائید کی۔ اندر داخل ہو کر وہ دیوان خانے کی ایک نشست پر بیٹھ گیا تھا جب کہ ابن ساعدہ اس کے گھوڑے کو کھول کر اپنی حویلی کے اصطبل کی طرف لے جا رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد عدیم بن ساعدہ لوٹا اور سماک کے سامنے بیٹھ گیا۔ قبل اس کے کہ وہ گفتگو کی ابتدا کرتا سماک نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ ساعدہ! اس عابر بن ایلیا نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ پانچ محرم کی شام کو مجھے جبلِ اُحد کی مشرقی چٹانوں کے پاس ملے گا۔ میں وہاں پر آدھی رات تک کھڑا ہو کر اس کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ وہاں نہیں پہنچا۔ آخر میں مایوس ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ صبح پھر میں گھر سے نکلا اور ان چٹانوں کی طرف آیا لیکن عابر بن ایلیا وہاں موجود نہ تھا۔ لہٰذا مجھے اس کے متعلق تشویش اور فکرمندی ہوئی۔ سو میں سیدھا تمہاری طرف چلا آیا۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ عابر بن ایلیا کہاں ہے۔ اگر اس نے اپنے وعدے کے مطابق وہاں نہیں پہنچنا تھا تو اس نے اپنے کسی آدمی کو وہاں بھیج کر مجھے اس سے مطلع تو کر دیا ہوتا تاکہ میں اس کے انتظار کی زحمت سے تو بچ جاتا۔ اب میری التجا ہے کہ تم عابر بن ایلیا کو یہاں بلاؤ تاکہ میں جان سکوں کہ آخر وہ کیوں اپنے وعدے کے مطابق پانچ محرم کی شام کو جبل احد کی مشرقی چٹانوں کے پاس نہیں پہنچ سکا۔

سماک کی گفتگو سن کر عدیم بن ساعدہ کا چہرہ رات کی بے کیف قربت کے نشہ جیسا ویران اور دھوپ میں جھلسے ہوئے بدن جیسا پریشان کن ہو گیا تھا۔ پھر اس نے سماک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابن لبید! تم اپنی جگہ پر سچے ہو پر میں تم پر ایک ہولناک انکشاف کرنے والا ہوں اور وہ یہ کہ عابر بن ایلیا کسی خوفناک حادثے کا شکار ہو چکا ہے۔ وہ کل صبح ہی صبح مجھ سے مل کر تمہاری طرف جانے کے لیے روانہ ہوا تھا لیکن اس کی روانگی کے تھوڑی ہی دیر بعد اس کا گھوڑا خالی پیٹھ اس کے گھر واپس لوٹ آیا تھا۔ اس کے گھوڑے کے خالی آنے پر اس کے بھائی اور دیگر عزیز و رشتہ دار سب فکرمند ہو گئے تھے۔ لہٰذا سب گھوڑوں پر سوار ہو کر عابر بن ایلیا کی تلاش میں نکلے لیکن وہ کہیں بھی نہیں ملا۔ اس تلاش میں میں خود بھی ان کے ساتھ تھا اور اے ابن لبید ہمیں نہ تو عابر بن ایلیا ملا ہے اور نہ ہی اس کے کہیں زخمی ہونے یا مرنے کے نشانات ہی ملے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ یہ سماک بن خرشہ اسے راستے ہی سے کہیں اٹھا کر لے گیا ہے۔ اور نہ جانے یہ سماک بن خرشہ کیسا انسان ہے اور کس چیز سے اس کا خمیر اٹھا ہے۔ یہ تو نامراد ہمارے بدن اور ہماری روح دونوں ہی کے لیے ایک خطرناک دیمک ثابت ہو رہا ہے۔ کاش کوئی سماک بن خرشہ جیسی اور اس طوفانی عفریت پر ہمارے لیے

کوئی قابو پا سکتا۔

اے ابن لبید اگر حالات ایسے ہی رہے تو میرا خیال ہے کہ جس طرح سماک بن خرشہ نے میرے بھائی جبیر بن ساعدہ اور اس عابر بن ایلیا کا خاتمہ کیا ہے۔ ایسے ہی یہ سماک بن خرشہ ایک روز ان کے دیگر چار ساتھیوں کے ساتھ ہمارا بھی خاتمہ کر کے رکھ دے گا۔ اے ابن لبید! اب تم ہی بتاؤ ایسے حالات میں ہمیں کیا قدم اٹھانا چاہیے۔ میرا تم پر مکمل اعتماد اور بھروسہ ہے اور میرے خیال میں تم مجھے اچھا ہی مشورہ دو گے۔

سماک مصنوعی انداز میں تھوڑی دیر کے لیے تفکرات کے سے انداز میں خاموش بیٹھا رہا پھر اس نے عدیم بن ساعدہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے ابن ساعدہ! مجھے عابر بن ایلیا کا سخت افسوس اور صدمہ ہے۔ اگر وہ گزشتہ شب میرے پاس مدینہ پہنچ جاتا تو اب میں اور وہ دونوں مل کر سماک بن خرشہ کا خاتمہ کر چکے ہوتے۔ اب پتہ نہیں وہ زندہ ہے یا سماک اسے موت کے گھاٹ اتار چکا ہے۔ یہ سماک بن خرشہ بھی عجیب و غریب انسان ہے۔ نہ جانے اسے کیسے خبر ہو گئی کہ عابر بن ایلیا محرم کی پانچ تاریخ کو خیبر سے مدینہ کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے وہ اِدھر اُدھر ہی کہیں بھیس بدل کر منڈلاتا رہتا ہے اور ضرورت کے وقت اپنی ضرب لگا جاتا ہے۔ پس اے ابن ساعدہ! سماک بن خرشہ کے خلاف کوئی فیصلہ کن حربہ استعمال کرنے سے قبل تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے بھائی جبیر بن ساعدہ اور اس عابر بن ایلیا کے باقی چار دوست اس وقت کہاں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ان کے ساتھ مل کر ہم سماک بن خرشہ سے نپٹنے کا کوئی نہ کوئی حل تلاش کر ہی سکتے ہیں۔

سماک کے اس استفسار پر عدیم بن ساعدہ کچھ پریشان اور فکرمند ہو گیا تھا پھر اس نے سماک کی طرف دیکھا اور بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"اے ابن لبید! حالات اب عجیب ہی رُخ اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ میں نے ایک موقع پر تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ سلام بن ابی حقیق کے بعد عبیل بن جاثرہ اس گروہ کا سرکردہ تھا اور اس نے ہی ابی حقیق کی بیٹی خویلہ کو سلام کی حویلی کے تہہ خانے کے



اندر محبوس کر رکھا تھا۔ پھر جب سماک بن خرشہ نے میرے بھائی جبیر بن ساعدہ کو وادی القریٰ کی طرف جاتے ہوئے قتل کر دیا تو عبیل بن جاثرہ کو پتہ چل گیا کہ سماک بن خرشہ ان کے تعاقب میں ہے۔ لہٰذا وہ خویلہ کو لے کر نہ جانے کہاں جا چکا ہے۔ اس نے اپنے دوستوں اور ملنے والوں سے یہی کہا تھا کہ وہ وادی القریٰ کی طرف جا رہا ہے لیکن ہمارے ساتھیوں نے وادی القریٰ کا ہر گھر چھان مارا ہے۔ پر عبیل بن جاثرہ وہاں نہیں ہے۔ میرے خیال میں اس نے اپنے ساتھیوں کو دھوکا دیا ہے اور وہ خویلہ کو لے کر کسی اور شہر جا چکا ہے۔

اس کی اس دھوکہ دہی پر اس کے دو ساتھی قطمیر بن عامیل اور راس بن دعویل اس کے خلاف بے انتہا برافروختہ ہیں اور وہ دن رات عبیل بن جاثرہ کی تلاش میں ہیں انہوں نے عہد کر رکھا ہے کہ وہ عبیل بن جاثرہ کو قتل کر کے ابی حقیق کی بیٹی خویلہ کو اس سے حاصل کریں گے اور اسے واپس سلام بن ابی حقیق کی حویلی میں لائیں گے تاکہ خیبر کی حویلی دوبارہ آباد ہو جائے۔

اب یہ قطمیر بن عامیل اور راس بن دعویل اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہر وقت عبیل بن جاثرہ کی ہی تلاش میں رہتے ہیں اور بہت کم وہ خیبر میں دکھائی دیتے ہیں رہا ان کا چوتھا ساتھی زیاد بن موص تو یہ اپنے بھائی اور اہلِ خانہ کے ساتھ مستقل طور پر عیص میں جا کر آباد ہو چکا ہے اور تم جانو یہ عیص نام کا قصبہ جب مکّہ سے شام کی طرف آئیں تو راستے میں بحیرہ احمر کے کنارے ذوالمروہ کے پاس پڑتا ہے۔ اس کا چچا پہلے ہی وہاں تجارت کا کاروبار کرتا ہے اور جب سے اس نے سُنا ہے کہ سماک بن خرشہ نے میرے بھائی جبیر بن ساعدہ کو قتل کر دیا ہے تو وہ ایسا بدکا اور ایسا خوفزدہ ہُوا کہ اپنے چھوٹے بھائی اور دیگر اہلِ خانہ کے ساتھ مستقل طور پر ہی عیص کی طرف جا چکا ہے اور اس نے یہاں اپنا خیبر کا مکان بھی بیچ دیا ہے۔

عدیم بن ساعدہ تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر اس نے سماک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابن لبید! شاید اس خیبر شہر میں یہ میری اور تمہاری آخری ملاقات ہو کیوں کہ

میں خود بھی اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ خیبر شہر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر دومتہ الجندل کی طرف جا رہا ہوں۔ میں نے وہاں شہر کے مشرقی حصّہ میں ایک سرائے کے عقب میں ایک بڑی اچھی حویلی خرید لی ہے اور چند روز تک میں مستقل طور پر خیبر سے دومتہ الجندل چلا جاؤں گا اور اے ابولبید! میں تم سے گزارش کرتا ہوں کہ دومتہ الجندل میں تم مجھ سے ضرور ملنے کے لیے آنا۔ تمہارے ملنے سے مجھے ڈھارس رہتی ہے۔

دومتہ الجندل کے مشرقی حصّے میں صرف ایک ہی سرائے ہے۔ اس سرائے کو ہر کوئی جانتا ہے۔ اس سرائے کی پُشت پر ہی میرا مکان ہے۔ تم جب بھی ادھر آؤ میرے پاس ضرور آنا، میں کھلے دل سے تمہارا استقبال کروں گا۔ کیوں کہ تم میرے محسن ہو۔ ہاں اب جب بھی قطمیر بن عامیل اور راس بن دعویل مجھ سے ملے تو میں ان سے تمہارا ذکر ضرور کروں گا۔"

سماک نے فوراً عدیم بن ساعدہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا: "اے عدیم بن ساعدہ میں اب جاتا ہوں اور خدا نے چاہا تو ہماری اگلی ملاقات دومتہ الجندل میں ہی ہوگی، اور ہاں تم قطمیر بن عامیل اور راس بن دعویل سے میرا ذکر ضرور کرنا۔ اگر وہ سماک بن خرشہ کو ٹھکانے لگانے کے لیے میرے ساتھ تعاون پر آمادہ ہوگئے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اب تک کچھ بھی نہیں کھویا اور ہاں اے ابن ساعدہ! تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ تم خیبر چھوڑ کر کیوں مستقل طور پر دومتہ الجندل میں آباد ہو رہے ہو۔"

اس پر عدیم بن ساعدہ نے بڑی افسردگی میں کہا: "اے ابن لبید یہاں خیبر شہر میں افواہیں پھیلنے لگی ہیں کہ عنقریب مسلمان خیبر پر حملہ کرنے والے ہیں کیوں کہ اہلِ مکہ کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کا معاہدہ ہو چکا ہے جس کے تحت وہ ایک دوسرے کے خلاف دس سال کے لیے برسرِ پیکار نہ ہوں گے۔ لہٰذا اہلِ مکہ کی طرف سے پُرسکون ہو جانے کے بعد مسلمان ضرور اب خیبر، وادی القریٰ اور تبوک شہروں کا رُخ کریں گے کیوں کہ یہاں آکر آباد ہو جانے والے یہودیوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف عنادانہ رویہ ہی روا رکھا ہے۔ لہٰذا مسلمان ضرور ان شہروں کے خلاف



اپنی کارروائی کریں گے۔ اسی بنا پر اور اسی خدشے کے تحت خیبر کو چھوڑ کر میں دومتہ الجندل کی طرف جا رہا ہوں۔"

اس پر سماک نے فیصلہ کن انداز میں کہا: "اے ابن ساعدہ! کیا تم میرا گھوڑا لانے کی زحمت کرو گے تاکہ میں یہاں سے کوچ کر سکوں۔"

ابن ساعدہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے مکان کے سکونتی حصّے کی طرف چلا گیا تھا۔ جب کہ سماک دیوان خانے سے نکل کر باہر گلی میں آ کھڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد عدیم بن ساعدہ سماک کا گھوڑا لے آیا۔

سماک پُرجوش انداز میں عدیم بن ساعدہ سے گلے ملا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اسے ایڑ لگا کر خیبر سے مدینہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

صلح حدیبیہ کے بعد کفاران مکہ کی طرف سے امن ہو جانے کے بعد حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ خیبر فتح کرنے کے لیے محرم کے آخر میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔ خیبر کی طرف جانے کے لیے کوہستان عصر کے پاس سے گزرتے ہوئے راستے میں وہاں آپؐ نے ایک مسجد تعمیر کرائی پھر صہبا کے مقام پر آپؐ نے پڑاؤ کیا اور وادی رجیع سے ہوتے ہوئے آپؐ نے خیبر اور بنوغطفان کے بیچوں بیچ آگے بڑھنا شروع کیا۔

بنوغطفان نے جب دیکھا کہ مسلمان خیبر پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو چونکہ ان کی مسلمانوں کے ساتھ پرانی عداوت اور دشمنی تھی تو اس بنا پر انہوں نے مسلمانوں کے خلاف خیبر کے یہودیوں کی مدد کرنا چاہی۔ لیکن جب انہوں نے اسلامی لشکر کی تعداد اور ان کے چمکتے ہوئے ہتھیاروں کو دیکھا تو وہ اپنے اس ارادے سے باز رہے۔

بہر حال حضورؐ نے اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کر خیبر کا محاصرہ کر لیا اور خیبر چونکہ مختلف قلعوں پر مشتمل تھا لہذا آپؐ نے ایک ایک کر کے ان قلعوں کی تسخیر کا کام شروع کیا۔

خیبر کے ان قلعوں میں سے جو سب سے پہلے فتح ہوا وہ حصن ناعم تھا۔ اس قلعہ کے پاس حضورؐ کے صحابی محمود بن مسلمہ شہید ہوئے۔ قلعہ کے اوپر سے ان پر کسی نے چکی گرا دی تھی جس سے وہ جاں بحق ہو گئے تھے۔

جو قلعہ دوسرے نمبر پر فتح ہوا وہ حصن قموص تھا۔ اس قلعہ کو فتح کرنے کے لیے



حضورؐ نے علیؓ کرم اللہ وجہ کو علم دے کر روانہ کیا۔ چنانچہ آپ نے اس قلعہ کے سامنے پتھروں کے ایک ڈھیر کے اندر اپنا علم گاڑا۔

اس وقت اس قلعہ کی چوٹی سے ایک یہودی جھانک کر مسلمانوں کو دیکھ رہا تھا اور جب علیؓ نے اپنا جھنڈا گاڑا تو اس یہودی نے بلند آواز میں چلاتے ہوئے پوچھا۔ ”من اَنتَ“ (تو کون ہے)

اس پر علیؓ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا ”میں علیؓ ابن ابی طالب ہوں“۔ اس کے جواب میں وہ یہودی پھر بلند آواز میں کہتا ہوا بولا۔ ”اس کتاب کی قسم جو موسیٰؑ پر نازل کی گئی تم لوگ ہم پر غالب رہو گے“ اور پھر جب علیؓ نے اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ پر حملہ کیا تو وہ اسے فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

اس قلعہ سے مشہور یہودی سردار ابن اخطب کی بیٹی صفیہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگی تھی جب صفیہ کو حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے دیکھا صفیہ کی آنکھ کے نیچے ایک نیلا نشان تھا۔ حضورؐ نے اس کی وجہ پوچھی تو صفیہ جو آپ کی پشت پر سمٹی ہوئی کھڑی تھی اس نے جواب دیا۔

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ابن اخطب کی بیٹی اور کنانہ بن ربیع کی بیوی ہوں۔ کچھ دن پہلے میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ ایک چاند میری گود میں آ گرا ہے میں نے اپنا یہ خواب جب اپنے شوہر سے بیان کیا تو اس نے طعنہ دینے کے انداز میں مجھ سے کہا۔ تمہارا یہ خواب اس کے سوا اور کیا ہے کہ تم حجاز کے بادشاہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آرزو کر رہی ہو، یہ کہہ کر اس نے میرے منہ پر ایک زوردار طمانچہ دے مارا اور میری آنکھ کے نیچے یہ نیلا نشان اسی طمانچے ہی کے باعث ہے“۔

صفیہ سے یہ واقعہ سننے کے بعد حضورؐ نے صفیہ بنت اخطب کو اپنی زوجیت میں لے لیا تھا۔ کیوں کہ صفیہ اسلام قبول کر چکی تھیں اور انہوں نے حضورؐ پر یہ بھی انکشاف کر دیا تھا کہ یہودیوں کے قبیلے بنونضیر کا خزانہ ان کے سابق شوہر کنعانہ بن ربیع کے پاس ہے۔

اِس انکشاف پرحضورؐ نے کنعانہ بن ربیع کو طلب کیا اور اس سے بنو نصیر کے خزانے سے متعلق دریافت فرمایا۔ کنعانہ بن ربیع صاف انکار کر گیا کہ مجھے اس خزانے کے متعلق کچھ علم نہیں ہے۔

آخر ایک یہودی بھاگا بھاگا آیا اور اس نے حضورؐ پر یہ انکشاف کیا کہ مَیں نے اس کنعانہ بن ربیع کو اکثر دیکھا ہے کہ یہ خیبر سے باہر ایک ویرانے کے اطراف میں چکر لگاتا رہتا ہے۔

اس انکشاف پر جب حضورؐ نے اس ویرانے کو کھودنے کا حکم دیا تو وہ مطلوبہ خزانہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

آہستہ آہستہ کرکے خیبر کے سارے قلعے فتح ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ وطیح اور سلالم نام کے دو قلعے صرف باقی رہ گئے تھے انہیں بھی فتح کیا جانا تھا۔ آخرکار حضورؐ نے اپنے لشکر کے ساتھ ان دونوں قلعوں کا بھی محاصرہ کر لیا۔ جب ان دونوں قلعوں کا محاصرہ شروع ہُوا تو یہودیوں کا مشہور پہلوان مرحب اپنے آپ کو خوب مسلح کرکے اپنے قلعہ سے نکلا اور بلند آواز میں اپنی تلوار فضاؤں میں اُونچی کرکے اس نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے کہا ”خیبر کو معلوم ہے کہ مَیں مرحب ہوں، ہتھیار چلانے والا اور آزمودہ کار بہادر اور جنگجو ہوں۔ جب جنگ میں لوگ غیظ و غضب میں آگے بڑھتے ہیں تو مَیں انہیں کبھی نیزوں سے مارتا ہوں اور کبھی تلوار سے کہ میرے مخصوص علاقے کے قریب کوئی نہیں آ سکتا۔ پس اے مسلمانو! تم میں سے کون ہے جو میرا مقابلہ کرے۔“

مرحب کے اس رجز کا جواب دیتے ہوئے مشہور صحابی کعبؓ بن مالک نے کہا ”اے مرحب! خیبر کو معلوم ہے کہ مَیں کعب ہوں اور یہ کہ جب آتشِ جنگ بھڑکائی جاتی ہے تو مَیں اور مشکلات پر قابو پانے والا مضبوط بہادر ہوں۔ میرے پاس ایک کاٹنے والی بجلی کی طرح چمکنے والی تلوار ہے جو ایسے ہاتھ میں ہے جس میں کوئی کجی نہیں، اور ہم تمہارے ٹکڑے اُڑا دیں گے اور اپنے لیے ہر دشواری کو آسان بنا کر رکھ دیں گے۔

کعب بن مالک مرحب کے رجز کا جواب رجز میں دینے کے بعد فارغ ہی ہوئے



تھے کہ حضورؐ نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرکے پوچھا۔ ”کون ہے جو اس مرحب کا مقابلہ کرے۔“

حضورؐ کی اس پکار پر مشہور صحابی محمدؓ بن مسلمہ اپنی تلوار سونتتے ہوئے حضورؐ کے سامنے آئے اور عرض کیا، ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس مرحب سے مَیں مقابلہ کروں گا اور مَیں اس کو ہرا کر ضرور اپنے بھائی محمودؓ بن مسلمہ کے قتل کا بدلہ لوں گا کیونکہ میرے بھائی کو ان لوگوں نے اس پر چکی گرا کر اس کا خاتمہ کر دیا تھا۔

حضورؐ نے محمدؓ بن مسلمہ کو اجازت دیتے ہوئے فرمایا۔ ”جاؤ اور اس کا مقابلہ کرو۔“ پھر آپؐ نے آسمان کی طرف دعائیہ انداز میں ہاتھ اُٹھاتے ہوئے فرمایا۔ ”اے اللہ! اس یہودی پہلوان مرحب کے خلاف محمدؓ بن مسلمہ کی اعانت فرما۔“

بہرحال محمدؓ بن مسلمہ مرحب کے مقابلے پر گئے۔ دونوں ایک درخت کے پاس ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ دونوں پہلے اس درخت کی آڑ لے کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے رہے اور دونوں کے وار اس درخت پر پڑتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی تلواریں لگنے کے باعث اس درخت کی ساری شاخیں کٹ کر علیحدہ ہو گئیں اور وہ ایک ٹنڈ مُنڈ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ جب اس درخت کے اِردگرد اس کی ساری شاخیں کٹ کر پھیل گئیں تو دونوں اس کی آڑ لینے کے قابل نہ رہے اور دونوں اس درخت سے ہٹ کر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔

پہلے مرحب نے محمدؓ بن مسلمہ پر اپنی تلوار کا وار کیا اور محمدؓ بن مسلمہ نے مرحب کے وار کو اپنی ڈھال پر لیا اور مرحب کا وار ایسا تھا کہ وہ محمدؓ بن مسلمہ کی آدھی ڈھال کو کاٹتا ہُوا چلا گیا تھا۔ اس کے بعد محمدؓ بن مسلمہ نے مرحب پر وار کیا اور محمدؓ بن مسلمہ کا یہ وار ایسا پُرقوت اور زوردار تھا کہ محمدؓ بن مسلمہ کی تلوار مرحب کو شانوں سے لے کر خوب نیچے تک کاٹتی چلی گئی تھی اور وہ میدانِ جنگ میں گر کر ڈھیر ہو گیا تھا۔ یوں یہودیوں کے قبیلہ بنو حمیر سے تعلق رکھنے والا مرحب نامی یہ پہلوان محمد بن مسلمہ کے ہاتھوں ختم ہو گیا تھا۔

مرحب کے مارے جانے کے بعد اس کا بھائی یاسر میدان میں اُترا اور مسلمانوں کی طرف رُخ کرتے ہوئے اس نے پکارا۔ "کون میرے مقابلے پر آتا ہے۔"

یاسر کی اس پکار پر حضورؐ سے اجازت لے کر زبیرؓ بن عوام مقابلے کے لیے نکلے۔ اس وقت زبیرؓ بن عوام کی ماں اور حضورؐ کی پھوپھی صفیہؓ بھی حضورؐ کے پاس ہی کھڑی تھیں۔

جب زبیرؓ بن عوام مقابلے کے لیے نکلے تو حضورؐ کی پھوپھی صفیہؓ نے حضورؐ کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میرا بیٹا اس مقابلے میں اس یاسر کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا۔"

حضورؐ نے جواب دیا۔ "نہیں، انشاء اللہ آپ کا بیٹا یاسر کو قتل کر کے لوٹے گا۔" پھر زبیرؓ بن عوام اور یاسر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور زبیرؓ بن عوام نے اپنے پہلے ہی حملہ میں مرحب کے بھائی یاسر کا سر کاٹ کر رکھ دیا۔

ابھی یہودیوں کے ان دو آخری قلعوں یعنی مطیح اور سلالم کا محاصرہ جاری تھا کہ ان دونوں قلعوں کا ایک وفد قلعہ سے نکل کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے دونوں قلعوں کو آپ کے حوالے کرنے کی پیش کش کی اور یہ گزارش کی کہ جو ہماری زمین ہے ہمارے پاس ہی رہنے دیں اور اس کی نصف پیداوار ہم آپؐ کے حوالے کرتے رہیں گے۔"

آپؐ نے نصف نصف کی اس شرط پر ان دونوں قلعوں کے ساتھ صلح قبول کر لی اور اس طرح خیبر مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا تھا۔ خیبر فتح ہونے کی خبر جب یہودیوں کی قریبی بستی فدک میں پہنچی تو وہاں کا ایک وفد بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فدک آپؐ کے حوالے کر دیا۔ اس طرح یہ قصبہ بغیر لڑائی اور جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

جب خیبر فتح ہو چکا اور آپؐ کو اپنے لشکر میں امن اور سکون نصیب ہوا تو ایک یہودی عورت زینب بن حارث جو سلام بن مشکم کی بیوی تھی حضورؐ کی خدمت میں



حاضر ہوئی۔ ایک دستی بکری تواضع کے طور پر حضورؐ کی خدمت میں پیش کی۔ یہ زینب پہلے ہی دریافت کر چکی تھی کہ آپؐ کو بکری کا کون سا حصّہ زیادہ مرغوب اور پسند ہے اور اسے بتایا جا چکا تھا کہ آپؐ کو دستی زیادہ پسند ہے۔

اس زینب نے یوں تو ساری بکری میں زہر ملایا تھا مگر دستی میں نسبتاً زیادہ زہر ملایا تھا اور اب یہ زہر آلود بکری کا گوشت اس نے بڑے اہتمام کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

حضورؐ نے زینب بنت حارث کی اس پیش کش کو قبول کیا اور جب آپ اس گوشت کو تناول فرمانے لگے تو اس وقت صحابہؓ میں سے بشیرؓ بن براؓ بن معرور آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے انہیں بھی وہ گوشت کھانے میں شامل کر لیا۔ پس دونوں حضرات مل کر کھانے لگے۔

بشیرؓ تو ایک لقمہ کھا چکے تھے پر حضورؐ جب ایک لقمہ چبا کر کھانے لگے تو وہ لقمہ آپؐ نگل نہ سکے اور اسے اُگل کر باہر پھینک دیا۔ پھر آپؐ نے اس گوشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اس گوشت کی ہڈی بتاتی ہے کہ گوشت زہر آلود ہے۔ اس پر زینب بنت حارث کو پکڑ لیا گیا اور جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے اعتراف کر لیا کہ اس نے بکری کے اس گوشت کو زہر آلود کیا تھا۔

بشیرؓ بن براؓ تو ایک لقمہ کھاتے ہی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے پر حضورؐ نے چونکہ لقمہ اُگل دیا تھا لہٰذا آپؐ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضورؐ نے اس موقع پر زینب بنت حارث کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "تجھے کس چیز نے ایسا کام کرنے پر آمادہ کیا۔"

اس پر زینب بنت حارث نے جواب دیا۔

"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جو کون سے سلسلے میں جس حد تک پہنچ گئے ہیں وہ آپؐ پر مخفی نہیں ہیں۔ میں نے سوچا اگر آپؐ بادشاہ ہیں تو آپؐ کو زہر سے مار کر مجھے سادان مل جائے گا اور اگر آپؐ اللہ کے نبی ہیں اور رسول ہیں تو آپؐ کو بہر حال معلوم ہو جائے گا کہ بکری کے اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے۔" حضورؐ نے

زینب بنت حارث کی یہ بات سُن کر اسے معاف کر دیا اور اسے جانے دیا۔

خیبر[1] کو فتح کرنے اور اس کا نظم و نسق درست کرنے کے بعد حضورؐ نے فدک پر قبضہ کیا۔ وہاں سے آپؐ نے وادی القریٰ کا رُخ کیا اور اسے بھی اپنے زیرِنگین کرنے کے بعد حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف لوٹ گئے تھے۔

○

فتح خیبر کے بعد حضورؐ عمرہ ادا کرنے کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے کیوں کہ پچھلے سال صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ ادا کرنے سے روک دیا گیا تھا اور اگلے سال آنے کے لیے کہا گیا تھا۔ لہٰذا آپؐ عمرہ ادا کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ قریش کو جب آپؐ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ سب دار الندوہ میں جمع ہو گئے تھے۔

جس وقت حضورؐ اپنی ناقہ پر سوار مکہ میں داخل ہوئے اس وقت عبداللہؓ بن رواحہ آپؐ کی ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور مکہ میں داخل ہوتے ہوئے انہوں نے جو اشعار پڑھے ان کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

"اے منکرین توحید و رسالت کی اولاد! حضورؐ کا راستہ چھوڑ دو اور الگ ہٹ جاؤ کیونکہ دُنیا کی ساری خیر و فلاح حضورؐ ہی کے ساتھ ہے۔ اے پروردگار! مَیں ان کے تمام افعال پر یقین رکھتا ہوں۔ انہیں مانتا ہوں اور انہیں ہی مان کر اللہ کا حق پہچانتا ہوں۔ اے لوگو! جس طرح ہم نے تم سے اس بات پر جنگ کی کہ تم نے قرآن میں تلبیس کی۔ اسی طرح اب بھی ہم تم سے لڑ کر قتل و خون کریں گے اور اگر تم نے حضورؐ کو عمرہ نہ کرنے دیا اور مکہ سے یوں ہی واپس جانے

---

[1] خیبر کی فتح کے یہ سارے حالات و واقعات تاریخ طبری کے ساتھ ساتھ ابن ہشام کی سیرۃ النبیؐ سے اخذ کیے گئے ہیں۔



کے لیے کہا تو ایسی تلواروں سے تمہارا قتل و خون کریں گے جو تمہاری کھوپڑیوں کو اپنے سونے کی جگہ سے ہمیشہ کے لیے جدا اور ایک ایک اعضاء کو الگ اور علیحدہ کر کے رکھ دیں گی"۔

بہر حال اہلِ مکہ نے کوئی احتجاج نہ کیا۔ حضورؐ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ شہر میں داخل ہوئے۔ مکہ میں اس قیام کے دوران حضورؐ کے چچا عباس بن عبد المطلب نے اپنی بیوی اُم الفضل کی چھوٹی بہن میمونہ کا نکاح حضورؐ سے کر دیا تھا۔

جب مکہ میں حضورؐ کے قیام کو تین دن ہو گئے تو کفارانِ مکہ کا ایک وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اس وفد کے لوگوں نے حضورؐ کو مخاطب کر کے کہا کہ "تین دن کی مُدت پوری ہو گئی۔ اب آپ مکہ سے روانہ ہو جائیے۔ اس لیے کہ صلح حدیبیہ میں طے کر دیا گیا تھا کہ آپؐ مکہ میں تین دن سے زائد قیام نہ کریں گے"۔

اس پر حضورؐ نے کفارانِ مکہ کے اس وفد کو مخاطب کر کے فرمایا "اگر تم میری روانگی کا معاملہ مجھ پر ہی چھوڑ دیتے تو اچھا تھا۔ تم لوگ جانتے ہو کہ مَیں نے اس شہر میں میمونہ کے ساتھ شادی کی ہے اور اگر تم لوگ مجھے رخصت ہونے کو نہ کہتے تو شہر مکہ میں مَیں اپنی شادی کی رسم مناتا اور تم سب کو شادی کے اس کھانے میں دعوت دیتا خود سوچو کہ یہ موقع کیسا اچھا ہوتا اور عمدہ ہوتا مگر کفارانِ مکہ کے وفد کے ان ارکان نے بڑی بے حسی کا مظاہرہ کیا اور حضورؐ کو جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا۔ ہمیں آپؐ کے کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اب آپؐ مکہ سے رخصت ہو جائیے۔ لہٰذا حسبِ وعدہ آپؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ سے روانہ ہو گئے اور مدینہ کی طرف جاتے ہوئے سرف کے مقام پر آپؐ نے میمونہؓ کے ساتھ اپنی شادی کی رسم منائی۔

صلح حدیبیہ کے باعث جب مسلمانوں کو کفارانِ مکّہ کی طرف سے کسی قدر امن اور چین نصیب ہُوا تو حضورؐ نے مختلف حکمرانوں کو خطوط لکھے اور ان خطوط میں انہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی تھی اور یہ خطوط آپؐ نے اپنے مختلف قاصدوں کے ذریعے ان حکمرانوں کی طرف بھجوائے۔

جن حکمرانوں کو خط لکھے گئے ان میں روما کا بادشاہ ہرکولیس، مصر کا بادشاہ مقوقس، حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور ایران کا کسریٰ زیادہ مشہور ہیں۔ روما کے ہرکولیس کی طرف آپؐ نے دحیہؓ بن خلیفہ کلبی کو روانہ کیا۔

جن دنوں حضورؐ نے دحیہؓ کے ہاتھ روما کے بادشاہ ہرکولیس کی طرف اپنا خط بھجوایا، ان دنوں ہرکولیس بیت المقدس میں مقیم تھا۔ اس لیے کہ فلسطین کی سرزمین پہلے ایران کے قبضہ میں تھی اور چند ہی روز پہلے ہرکولیس نے اس سرزمین کو ایران سے واپس لیا تھا۔ لہٰذا ہرکولیس بیت المقدس کی زیارت کے لیے وہاں گیا تھا حضورؐ کے قاصد دحیہؓ بن خلیفہ کلبی بھی مدینہ سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے تھے تاکہ ہرکولیس کو حضورؐ کا خط پیش کیا جا سکے۔

حضورؐ کے قاصد دحیہؓ ہرکولیس کے پاس ابھی پہنچے بھی نہ تھے کہ ایک رات ہرکولیس نے ایک بڑا ڈراؤنا اور بھیانک خواب دیکھا۔ دوسرے دن جب وہ اپنے دربار یوں



میں آکر بیٹھا تو وہ بڑا فکرمند تھا اور بار بار آسمان کی طرف دیکھتا تھا۔ اس پر اس کے درباریوں میں سے ایک نے بادشاہ کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "اے بادشاہ! کیا بات ہے ہم دیکھتے ہیں کہ آج آپ بہت پریشان ہیں کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے"۔

اس پر ہرکولیس بولا اور کہا "تم لوگوں کا اندازہ درست ہے۔ میں آج واقعی بہت پراگندہ اور فکرمند ہوں۔ اس لیے کہ گزشتہ رات میں نے ایک بہت بُرا اور ڈراؤنا خواب دیکھا ہے اور یہ خواب کچھ اس طرح تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مختونوں کا ملک ہم سب پر غالب آنے والا ہے"۔

اس پر ایک اور درباری اٹھا اور اس نے ہرکولیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے بادشاہ! یہودیوں کے علاوہ اور کوئی قوم ہمیں ایسی معلوم نہیں جو ختنہ کراتی ہو، لہٰذا وہی مختون ہیں جن سے ہمیں خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اور ان سے نپٹنا کوئی بڑی بات نہیں اس لیے کہ ان دنوں فلسطین آپ کے قبضے میں ہے۔ لہٰذا یہ سارے یہودی آپ کی رعایا ہیں۔ اگر آپ ان سے خطرہ اور اندیشہ محسوس کرتے ہیں تو ہماری سلطنت کے اندر جتنے بھی یہودی ہیں۔ انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیا جائے"۔

اس درباری کے مشورے کے جواب میں ہرکولیس نے بولتے ہوئے کہا "تمہارا اندازہ درست نہیں ہے۔ میں نے خواب میں جن مختونوں کو دیکھا ہے وہ یہودی نہیں ہیں۔ یہ کوئی اور ہی قوم ہے"۔

اس پر وہ درباری پھر ہرکولیس سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خاموش ہو گیا اس لیے کہ ہرکولیس کے ماتحت اور بصرہ کے رئیس کا ایک قاصد ہرکولیس کے دربار میں داخل ہُوا تھا اور وہ ایک عرب کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔

ہرکولیس کے سامنے آنے کے بعد بصرہ کے رئیس کے قاصد نے ہرکولیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے بادشاہ! یہ شخص عرب ہے۔ یہ بکریاں اور اونٹ چراتے ہیں اور ان کے ملک میں یہی کام کیا جاتا ہے۔ یہ اپنے ملک کا ایک عجیب واقعہ بیان کرتا ہے اسی واقعہ کی خاطر بصرہ کے رئیس نے اس کے ساتھ مجھے آپ کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ اس

کا علم آپ کو بھی ہو اور اگر یہ واقعہ آپ کے لیے خطرناک ہو تو اس کے خلاف بروقت کوئی اقدام کیا جا سکے۔

اس پر ہرکولیس نے اس عرب کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "تمہارے ملک میں کیا عجیب بات پیش آئی ہے۔"

اس پر اس عرب نے بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے۔ "اے بادشاہ! ہم میں سے ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ہے اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے وہ اس پر ایمان لائے ہیں اور وہ اس کے لیے اپنی جان تک کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے تیار ہیں جب کہ دوسروں نے اس کی مخالفت کی ہے اور ان دونوں گروہوں کے مابین بہت سی لڑائیاں بھی ہوئیں اور جب میں حجاز کی سرزمین سے اپنے ریوڑ کے ساتھ روانہ ہوا تھا تو جنگوں کا یہ سلسلہ اس وقت بھی جاری تھا۔"

اس عرب کے اس بیان پر ہرکولیس نے تھوڑی دیر تک اُسے غور سے دیکھا پھر اپنے درباریوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا "اس شخص کو برہنہ کر کے اس کا جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ کیا یہ مختون ہے۔"

اس پر جب اس عرب کو دیکھا گیا تو وہ مختون نکلا۔ اس پر ہرکولیس نے اپنے درباریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "خداوند کی قسم جو کچھ خواب میں مَیں نے دیکھا وہ یہی شخص تھا یہودی نہ تھا۔ اب تم اس شخص کو اس کے کپڑے دے دو اور اسے جانے دو۔" پھر درباریوں نے اس عرب کے کپڑے اُسے دے دیئے اور وہ وہاں سے چلا گیا۔

اِنہی دِنوں حضورؐ کے قاصد وحیہ کلبی بھی بیت المقدس میں ہرکولیس کے سامنے حاضر ہوئے اور حضورؐ کا خط اسے پیش کیا۔ ہرکولیس نے حضورؐ کا خط لیا اور پڑھا۔ لکھا تھا۔

"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط محمّدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ کی جانب سے ہے۔ روما کے بادشاہ ہرکولیس کی جانب ہے۔ سلامتی ہو اس شخص کے لیے جو راہ ہدایت کی پیروی کرے اس



کے بعد اے ہرکولیس! مَیں تجھے اسلام کے بلاوے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کر لو تو سلامت رہے گا اور خداوند تجھ کو دوہرا اجر دے گا اور اگر تو اس سے رُو گردانی کرے گا تو تجھ پر ان لوگوں کا وبال ہو گا جو تیری رعایا ہیں۔ اے اہلِ کتاب ایک ایسی بات پر آ کر جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر یکساں ہے اور وہ یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں۔ کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور نہ ہی ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں کو رب بنائیں۔"

حضورؐ کا خط پڑھنے کے بعد ہرکولیس نے اُسے اپنی رانوں تلے دبا لیا۔ اپنے درباریوں کو اس نے حکم دیا کہ خط لانے والے قاصد وحیہ کلبی کو عزت اور احترام کے ساتھ ایک معزز مہمان کی حیثیت سے ٹھہرایا جائے۔ پھر اس نے دو کام کیے۔ پہلا یہ کہ اس نے ایک قاصد پاپائے اعظم روم کی طرف بھجوایا اور حضورؐ کے خط کا تفصیل سے اس سے ذکر کیا۔

روما کے اس پاپائے اعظم نے عبرانی انجیل پڑھ اور سمجھ رکھی تھی جب ہرکولیس کا قاصد پہنچا اور حضورؐ سے متعلق آپؐ کے خط سے متعلق ساری تفصیل اُس نے سُنی تو اس قاصد کے ذریعے روما کے پاپائے اعظم نے ہرکولیس کو کہلا بھیجا۔ "بے شک یہ شخص وہی نبیؑ برحق ہے جس کے ہم منتظر تھے۔ ان کی نبوت میں کوئی شبہ یا شک نہیں اور تم ان کا اتباع کرو اور ان پر ایمان لاؤ۔"

ہرکولیس نے دوسرا کام یہ کیا کہ اس نے اپنے آدمی اطراف کے شہروں میں بھجوائے کہ کسی ایسے عرب کو پکڑ کر لائیں جو اس رسول کا جاننے والا ہو، تاکہ اس رسول سے متعلق اس سے معلومات حاصل کی جا سکیں۔

انہی دِنوں اتفاق سے ابوسفیان تجارت کی غرض سے فلسطین گئے ہوئے تھے۔ اور غزہ کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہرکولیس کے ایک کارندے نے ابوسفیان اور اس کے ساتھ دوسرے ساتھی تاجروں کو غزہ میں آ پکڑا اور انہیں لے کر ہرکولیس کے سامنے پیش کیا۔ ہرکولیس نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "کیا تم حجاز کی قوم

سے ہو جو رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

اس پر ابوسفیان نے کہا ۔" ہاں ہمارا تعلق اسی قوم سے ہے ۔"

ہرکولیس نے پھر پوچھا" کیا تم اس شخص کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو"؟

ابوسفیان نے پھر ہاں میں جواب دیا ۔

ہرکولیس نے پوچھا ۔" تم میں سے اس کا قریب ترین عزیز کون ہے ؟"

ابوسفیان پھر بولے اور کہا " میں اُن کا قریب ترین عزیز اور رشتہ دار ہوں ۔"

اس پر ہرکولیس نے ابوسفیان کو اپنے قریب بُلا کر عزت کے ساتھ بٹھایا ۔ پھر وہ بولا اور ابوسفیان کے ساتھیوں کو مخاطب کرکے اس نے کہا ۔

" اگر یہ شخص جس نے اپنا نام ابوسفیان بتایا ہے' میرے ساتھ گفتگو کے دوران جھوٹ بولے تو تم سب اس کی تصدیق کرنا ۔"

اگر اس موقع پر ابوسفیان جھوٹ بولتے بھی تب بھی اس کے وہ آدمی اس کی تصدیق تو نہ کرتے ۔ چونکہ ابوسفیان خود ایک بڑا معزز رئیس تھا ۔ جھوٹ بولنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا تھا اور اس بات سے واقف تھا کہ اگر اس وقت اس نے جھوٹ بولا تو اس کے ساتھی اس بات کی تصدیق تو نہیں کریں گے مگر اس بات کو یاد رکھیں گے اور پھر دُنیا میں کہتے پھریں گے کہ ابوسفیان جھوٹا ہے ۔ اس لیے اس موقع پر ابوسفیان نے کوئی بات جھوٹ نہ لی ۔ پھر ہرکولیس نے اسے مخاطب کرکے پوچھا ۔" جس شخص نے تم میں سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کا حال بیان کرو ۔

ابوسفیان نے اس موقع پر چاہا کہ میں حضورؐ کی شان اور ان سے متعلق گفتگو کو اس ہرکولیس کے دل میں اہمیت اختیار نہ کرنے دوں گا ۔ اس لیے اس نے ہرکولیس کو مخاطب کرکے کہا ۔" آپ اس کی وجہ سے کیوں پریشان ہیں جو بات آپ کو اس کے متعلق معلوم ہوئی ہے اس سے اس کی شان بہت کمتر ہے ۔"

مگر ابوسفیان نے دیکھا کہ اس کے اس جواب کا ہرکولیس پر کچھ اثر نہ ہُوا اور اس جواب پر ہرکولیس نے کوئی توجہ بھی نہ دی تھی ۔ پھر ہرکولیس دوبارہ بولا اور ابوسفیان کو مخاطب کرکے



کہا اچھا جو بات میں پوچھتا ہوں صرف اُسی کا جواب دو ۔ اس پر ابوسفیان نے اثبات میں سر ہلایا تو ہرکولیس نے پوچھا ۔

نبوت کے مدعی اس شخص کا نسب کیا ہے ۔ اس پر ابوسفیان نے سچ بتاتے ہوئے کہا'

" وہ نجیب الطرفین ہیں اور ہم سب میں شریف تر ہیں ۔

ہرکولیس نے پھر پوچھا گیا ۔ اس کے خاندان میں سے کوئی اور بھی کبھی نبوت کا مدعی ہوا ہے جس کی نقل اور جس کا اتباع کرتے ہوئے اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہو ۔"

ابوسفیان نے پھر کہا" ایسی کوئی بات نہیں ہے ۔ اس خاندان سے پہلے کوئی نبی اور رسول نہیں ہُوا ۔"

ہرکولیس پھر بولا اور پوچھا ۔" کیا تم لوگوں پر اُسے حکومت حاصل تھی اور پھر تم نے اس سے یہ چھین لی اور اب نبی بن کر پھر حکومت کرنا چاہتا ہو ۔" ابوسفیان نے پھر اس کا جواب نفی میں دیا ۔

تب ہرکولیس بولا ۔" اس کے پیروکار کون ہیں ؟"

ابوسفیان نے کہا " اس کے پیروکار کمزور غریب ' نوجوان ' بچے اور عورتیں ہیں مگر اس کی قوم کے عمائد اور اشراف میں سے ایک نے بھی اس کا اتباع نہیں کیا ۔"

اس پر ہرکولیس تھوڑی دیر کے لیے سوچوں میں ڈوبا رہا پھر دوبارہ اس نے ابوسفیان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا ۔" اچھا یہ بتاؤ جو اس پر ایمان لانے والے ہیں اور اس کا اتباع کرنے والے ہیں کیا وہ اس کو دل سے چاہتے ہیں اور اس کے وفادار ہیں یا پھر بُرا سمجھ کر اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں ۔"

ابوسفیان بولا اور کہا" آج تک ان کے متبعین میں سے ایک نے بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑا اور جو بھی ان پر ایمان لاتا ہے وہ انہی کا ہو کر رہ جاتا ہے ۔"

ہرکولیس نے پھر پوچھا ۔" کیا تمہارے اور اس کے درمیان کچھ لڑائیاں بھی ہوئی ہیں اور اگر ہوئی ہیں تو ان لڑائیوں کا کیا ہُوا ۔"

ابوسفیان نے جواب دیا ۔" کبھی وہ ہم پر غالب ہوتے رہے ہیں اور کبھی ہم ان

پر ۔ ذرا سوچ کر ہرکولیس نے پھر پوچھا ۔ "اچھا بتاؤ وہ بدعہد ہیں یا اپنے عہد کی پابندی کرنے والے ہیں؟"

ابوسفیان نے کہا "نہیں وہ عہد کی پابندی کرنے والے ہیں ۔ اب ہمارے اور ان کے درمیان امن اور صلح ہے مگر ان کی بدعہدی سے ہم بالکل مطمئن ہیں" ۔

اس قدر گفتگو کرنے کے بعد ہرکولیس تھوڑی دیر تک سر جھکائے گہری سوچوں میں غرق رہا پھر اس نے ابوسفیان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ "میں نے تم سے ان کا نسب پوچھا تھا ۔ تم نے کہا وہ تم میں سے نہایت شریف اور نجیب الطرفین ہیں ۔ اور اللہ کا یہی دستور ہے کہ جب وہ کسی کو نبوت عطا کرتا ہے تو جو شخص اپنی قوم میں باعتبار ، نسب کا اچھا ہوتا ہے اسے عطا کرتا ہے ۔ میں نے تم سے پوچھا کہ ان کی قوم میں کوئی اور بھی نبوت کا مدعی ہوا ہے جس کی نقل میں اور جس کا اتباع کرتے ہوئے اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا ہو ۔ تم نے کہا نہیں ۔ میں نے پوچھا کہ کیا تمہاری حکومت اسے حاصل تھی اور پھر تم نے اس سے چھین لی اور اب اس حکومت کو دوبارہ حاصل کرنے کے سبب اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہو تم نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا ۔ پھر میں نے پوچھا اس کے ماننے والے کون لوگ ہیں ۔ تم نے بیان کیا کہ وہ کمزور مساکین نوجوان اور عورتیں ہیں اور ہر زمانے میں انبیاءؑ کے متبعین ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں ۔

ہرکولیس تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر وہ اپنا سلسلۂ کلام دوبارہ جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا ۔ "میں نے تم سے پوچھا کہ آیا اس کے پیروکار دل سے اس کے جانثار اور ہمیشہ کے لیے وفادار ہیں یا چند روز بعد اس کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں ۔ تم نے کہا ان کے ماننے والے اسلام پر ایمان لانے والے آج تک کسی نے بھی ان کی مفارقت اختیار نہیں کی ۔ بے شک ایمان کی حلاوت ایسی ہی ہوا کرتی ہے کہ جب وہ دل میں اتر جائے تو پھر نہیں نکلتی ۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا وہ بدعہدی کرتے ہیں ۔ تم نے کہا نہیں ۔ لہٰذا اگر تم نے ان کا سچا حال بیان کیا ہے تو وہ ضرور میری اس سلطنت پر جو میرے قدموں کے نیچے ہے غالب آ جائیں گے ۔ کاش میں ان کی خدمت میں ہوتا



اور ان کے پاؤں دھوتا ۔ اچھا اب تم جا سکتے ہو"

لہٰذا ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے نکل گیا تھا ۔ دربار سے باہر نکل کر ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ اے میرے ساتھیو ! تم نے سنا یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اب یہ اثر ہو گیا ہے کہ روما کا بادشاہ فلسطین کی اس سرزمین میں جو اس کی اپنی سلطنت میں ہے بیٹھے بیٹھے محمدؐ بن عبداللہ سے خوفزدہ ہو رہا ہے ۔

روما کے پاپائے اعظم کی طرف سے فیصلہ مل جانے کے بعد اور ابوسفیان کے ساتھ تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد ہرکولیس نے اپنے سارے امراء کو اپنے دربار میں طلب کیا ۔ یہ ایک بہت بڑا قصر تھا جس کے اندر دربار منعقد کیا گیا تھا اور اس قصر کے ساتھ ایک برآمدہ تھا ۔ اس قصر اور برآمدہ کے درمیان لوہے کا ایک جنگلہ تھا ۔

اپنے سارے امراء کو جمع کرنے کے بعد خود ہرکولیس اس لوہے کے جنگلے لگے برآمدے میں کھڑا ہو گیا ۔ کیوں کہ جو انکشاف ان امراء پر کرنے جا رہا تھا اس کے باعث ہرکولیس کو اپنے امراء کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ تھا ۔ لہٰذا باہر برآمدے میں کھڑے ہو کر ہرکولیس نے قصر میں بیٹھے اپنے امراء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

"اے میرے عزیزو ! میں نے تم لوگوں کو ایک اچھے مقصد اور ایک نیک بات کے لیے یہاں بلایا ہے ۔ میرے پاس اس عرب کا ایک خط آیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اس خط میں اس نے مجھے اپنے دین کی دعوت دی ہے ۔ جہاں تک میرا اپنا ذاتی خیال ہے تو میں سمجھتا ہوں بے شک وہی نبی برحق ہے جس کا ہم کو انتظار تھا اور جس کی پیش گوئیاں ہماری مذہبی کتابوں میں موجود ہیں ۔ لہٰذا میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ آؤ ہم سب اس کا اتباع کریں ۔ اس پر ایمان لائیں تاکہ ہماری دنیا اور آخرت دونوں ہی بنی رہیں" ۔

ہرکولیس کی اس تقریر کا اس کے امراء نے برا اثر لیا اور انہوں نے حضورؐ پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہوئے اس قصر کے اندر ہرکولیس کے خلاف ایک شور برپا کر

دیا اور وہ چاہتے تھے کہ قصر سے باہر نکل کر اس سلسلے میں ہرکولیس سے بات کریں لیکن ہرکولیس نے احتیاطاً قصر کے سارے ہی دروازے پہلے سے بند کرا رکھے تھے۔ اس لیے کہ اسے خطرہ تھا کہ جب اس قسم کی گفتگو کرے گا تو اس کے اُمرا ضرور اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اب جو اس نے دیکھا کہ میری اس تقریر کا اس کے اُمرا نے بُرا تاثر لیا ہے تو اس نے فوراً بات کا رُخ بدلا اور اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "یہ جو گفتگو مَیں نے تم سے ابھی ابھی کی ہے۔ اس گفتگو کا مطلب صرف تم لوگوں کا امتحان لینا تھا اور تمہیں ایک آزمائش میں ڈالنا تھا کہ تم میں سے کون اپنے دین پر کس طرح کی مضبوطی کے ساتھ قائم ہے اور عرب کے اس شخص نے جس نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے، اس کا خط آنے کے بعد اس امتحان اور آزمائش کی ضرورت مجھے محسوس ہوئی مگر اب مجھے آپ لوگوں کے دینِ مسیحی پر ایمانِ پختہ کو دیکھ کر بڑی خوشی اور مسرت ہوئی ہے۔"

ہرکولیس کے یہ الفاظ سُننے کے بعد اس کے تمام درباری اور اُمرا، اس کا شکریہ ادا کرنے کی خاطر سجدے میں گر گئے۔ چونکہ ہرکولیس کو اب ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا لہٰذا اس نے قصر کے سارے دروازے کھلوا دیئے اور وہ اُمرا اور درباری اپنی اپنی رہائش گاہوں کی طرف چلے گئے تھے۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ہرکولیس نے حضورؐ کے قاصد وحیہ کلبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا مَیں جانتا ہوں کہ تمہارے نبیؐ برحق ہیں۔ بے شک یہی وہ نبیؐ ہیں۔ جن کے ہم منتظر ہیں اور جن کا ذکر ہماری مذہبی کتابوں میں موجود ہے مگر مجھے رومیوں سے اپنی جان کا خوف ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مَیں ضرور اس نبیؐ کا اتباع کر لیتا۔ اب تمہارے لیے مناسب یہ ہے کہ تم اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیغام لے کر رومیوں کے سب سے بڑے پیشوا اور اسقف ضغاطر کے پاس جاؤ۔ اس سے اپنے نبیؐ کا حال بیان کرو اور سنو تمام رومیوں کے اندر اس کی شان اور عزت مجھ سے زیادہ ہے اور اس کی بات کا سب پر مجھ سے کہیں زیادہ اثر ہے۔ اس کے پاس



جاؤ اس سے جو بات تمہارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہی ہے اس سے جا کر کہو اور پھر دیکھو وہ اس معاملہ میں کیا کہتا ہے۔

وحیہ کلبی رومیوں کے اس اسقف ضغاطر کے پاس آئے اور حضورؐ نے جس غرض سے اور جس دعوت کے لیے ان کو ہرکولیس کے پاس بھیجا تھا وہ اس سے بیان کی۔

ضغاطر نے کہا "بے شک تمہارے نبیؐ برحق ہیں۔ ہم ان کی تعریف سے پہچان گئے ہیں۔ ان کا نام ہماری کتابوں میں ہے۔" اس کے بعد ضغاطر اندر اپنی قیام گاہ میں گیا۔ وہاں اس نے اپنا سیاہ لباس جو وہ پہنے ہوئے تھا اُتار کر سفید کپڑے پہنے پھر اپنا عصا ہاتھ میں لے کر وہ گرجا میں آیا اور وہاں جمع ہونے والے رومیوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"ہمارے پاس احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خط آیا ہے جس میں انہوں نے ہمیں اللہ عزوجل کی دعوت دی ہے اور مَیں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔"

اپنے اس اسقف سے یہ کلام سُنتے ہی تمام حاضرین اکٹھے ہو کر اس اسقف پر حملہ آور ہو گئے اور وہیں ضغاطر نام کے اس اسقف کو انہوں نے شہید کر دیا تھا۔ اس ہولناک واقع کے بعد وحیہ کلبی پھر ہرکولیس کے پاس آئے اور یہ واقعہ اُسے تفصیل سے سُنا ڈالا۔

اس پر ہرکولیس نے تاسف کا اظہار کرتے ہوئے کہا "مَیں نے پہلے ہی تم سے یہ بات کہہ دی تھی کہ ہمیں ان کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ ضغاطر کا مجھ سے کہیں زیادہ اثر تھا اور وہ اس کی مجھ سے زیادہ عزت اور تعظیم کرتے تھے۔ مگر تم نے دیکھ لیا کہ سچائی اور حق کی بات سُننے کے بعد انہوں نے ضغاطر کو بھی معاف نہیں کیا اور اُسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور اگر جیسا کہ ضغاطر نے کیا ہے ایسا معاملہ مَیں بھی ان کے ساتھ کرتا، تو یہ رومن یقیناً مجھے بھی موت کے گھاٹ اُتار کر رکھ دیتے۔" اس گفتگو کے بعد حضورؐ کے قاصد وحیہ کلبی مدینہ کی طرف لوٹ گئے تھے۔

اس واقعہ کے بعد رومیوں کے بادشاہ ہرکولیس نے بیت المقدس سے قسطنطنیہ واپس جانے کا ارادہ کر لیا تھا پھر کوچ کرنے سے پہلے اس نے اپنے فوجی جرنیلوں اور لشکر میں شامل اُمراء کو جمع کیا اور انہیں مخاطب کر کے اس نے کہا۔ "اے میرے عزیزو! میں بیت المقدس سے قسطنطنیہ کی طرف کُوچ کرنے سے قبل تمہارے سامنے چند باتیں پیش کرتا ہوں۔ تم ان پر غور کرو اور پھر سوچ سمجھ کر مجھے جواب دو۔"

اس پر ہرکولیس کے ان لشکری اُمراء نے ہرکولیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے بادشاہ! کہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

اس پر ہرکولیس بولا اور کہا۔ "تم خود جانتے ہو کہ یہ شخص جو مدینہ سے ہمارے لیے پیغام لے کر آیا تھا اور جس شخص کی طرف سے یہ پیغام تھا۔ یہ شخص نبی مُرسل ہے جس کا ذکر خود ہماری کتابوں میں موجود ہے' اور اب جو صفت ان کی بیان کی گئی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا ہے کہ یہی وہ نبی ہے۔ لہٰذا آؤ ہم سب مل کر اس کا اتباع کر لیں تاکہ ہماری دُنیا و آخرت محفوظ رہے۔"

اس پر اُن اُمراء نے ہرکولیس کو مخاطب کر کے کہا۔ "اگر ہم اس کا اتباع کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم عربوں کے ماتحت ہو جائیں گے۔ حالانکہ دُنیا میں سب سے بڑی سلطنت ہماری ہے اور سب سے بڑی قوم ہم ہیں اور ہمارا ملک سب سے بہتر ہے۔"

ہرکولیس نے کہا۔ "اچھا اگر تمہیں یہ قبول نہیں تو پھر اس بات کو قبول کرو کہ ہم ہر سال ان کو جزیہ دے دیا کریں تاکہ پھر ہمیں ان کی قوت کا اندیشہ نہ رہے اور ان سے لڑنا نہ پڑے۔"

اس پر وہاں موجود اُمراء نے پھر ہرکولیس کو مخاطب کر کے کہا۔ "بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم عربوں کے مقابلے میں یہ ذلت گوارہ کر لیں کہ وہ ہم سے خراج وصول کیا کریں۔ ہماری قوم دُنیا میں سب سے بڑی' ہماری سلطنت دُنیا میں سب سے بڑی اور ہمارا ملک نہایت محفوظ ہے۔ ہم ہرگز اس بات کو نہ مانیں گے۔"



اپنے فوجی اُمراء کے اس جواب کے بعد ہرکولیس تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر دوبارہ ان کو مخاطب کر کے کہا۔ "اچھا تو پھر ہم سوریا کا علاقہ دے کر ان سے صلح کر لیں اور شام کا علاقہ وہ ہمارے قبضے میں رہنے دیں۔"

اس پر اُمراء میں سے ایک نے اُٹھ کر کہا۔ "اے بادشاہ! سوریا کے علاقے میں فلسطین' اُردن' حمص اور دمشق کے علاقے پڑتے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ سوریہ کا علاقہ شام کے لیے بمنزلہ ناف کے ہے۔ ہم وہ کیوں کر دے دیں۔ ہم اس کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔"

اس طرح جب رومیوں نے ہرکولیس کی ہر بات رد کر دی تو اس نے کہا۔ "اچھا تو تم اب دیکھو گے کہ تم ان کے مقابلے میں مفتوح اور مغلوب ہو گے اور خود اپنے دارالسلطنت میں محصور ہو کر مقابلہ کرنا پڑے گا" یہ کہہ ہرکولیس خچر پر سوار ہو کر چل دیا اور جب وہ حمص کے قریب اپنے مرکز کی طرف بڑھ رہا تھا تو اس نے ایک درے پر پہنچ کر شام کی سرزمین کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی حسرت اور افسوسناک انداز میں کہا۔ "اے سوریہ! میں اب ہمیشہ کے لیے تجھے خیرباد کہتا ہوں۔ اس کے بعد ہرکولیس اپنے لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ چلا گیا تھا۔

○

حضورؐ نے عبداللہ بن خذافہؓ کو خط دے کر ایران کے بادشاہ کسریٰ کی طرف روانہ کیا۔ اس خط میں لکھا تھا۔ "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط یہ خط محمدؐ رسول اللہ کی جانب سے فارس کے بادشاہ کسریٰ کے نام بھیجا جاتا ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے راہِ راست کی اتباع کی۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لایا اور اس بات کی شہادت دی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ جو تمام عالم کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں۔ تاکہ وہ جو زندہ ہیں اُن کو آخرت سے ڈرائیں اسلام قبول کر لو' محفوظ رہو گے۔ اور اگر اس سے انکار کرو گے تو تمام مجوسیوں کا وبال تم پر ہو گا۔

یہ خط فارس پہنچ کر جب عبداللہؓ بن حذافہ نے کسریٰ کے سامنے پیش کیا تو کسریٰ نے اس خط کو پھاڑ کر پُرزے پُرزے کر دیا اور پھر کسریٰ نے اپنے ماتحت اور یمن کے والی بازان کو لکھا کہ تم دو بہادر اور جنگجو آدمیوں کو حجاز کی سرزمین کی طرف روانہ کرو تاکہ یہ دونوں جوان اس شخص کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کریں جس نے حجاز کی سرزمین کے اندر نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے"۔

یمن کے والی بازان نے کسریٰ کے حکم کے مطابق اپنے داروغہ بابویہ کو جو کاتب اور ایرانی طریقۂ حساب کا ماہر تھا اس کو حجاز کی طرف روانہ کیا اور ایک بہادر اور جنگجو جوان کو اس کے ساتھ کر دیا جس کا نام خرخسرہ تھا ان دونوں کے ہاتھ یمن کے والی باذان نے حضورؐ کے نام ایک خط بھی بھیجا جس میں لکھا تھا کہ حضورؐ یہ خط ملتے ہی ایران کے بادشاہ کسریٰ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ باذان نے بابویہ سے زبانی یہ بھی کہا تھا کہ تم اس شخص کے شہر میں جا کر اس سے گفتگو کرنا اور اس کا صحیح حال مجھ سے آکر بیان کرنا۔

یہ دونوں ایرانی یمن سے چل کر طائف آئے اور پھر نخب کے مقام پر ان سے کچھ قریش ملے۔ انہوں نے قریش کے لوگوں سے حضورؐ کا پتہ پوچھا تو ان قریشیوں نے کہا، وہ تو مدینہ میں ہیں اور جب وہ دونوں ایرانی جوان وہاں سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے تو ان قریش کے لوگوں نے ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہمارے لیے کوئی خوشخبری آنے والی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ اب ایران کا شہنشاہ کسریٰ محمدؐ بن عبداللہ کے پیچھے پڑنے والا ہے اور اگر ایسا ہوا تو وہ اس کی خوب خبر لے گا۔ بہر حال وہ دونوں ایرانی وہاں سے چل کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بابویہ نے گفتگو کی ابتدا کرتے ہوئے کہا۔

"بادشاہوں کے بادشاہ شہنشاہ کسریٰ نے باذان کو لکھا ہے کہ تم کسی کو حجاز کی سرزمین پر نبوت کا دعویٰ کرنے والے کے پاس بھیجو۔ سو انہوں نے مجھے اور میرے اس ساتھی کو آپؐ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ ہمارے ہمراہ چلیں۔ اگر آپؐ چلتے ہیں، تو باذان ایران کے شہنشاہ کو آپؐ کی سفارش لکھ دے گا تاکہ وہ آپؐ کے معاملے میں درگزر



کر کے معافی دے دے اور اگر آپؐ نے اس کے حکم کی سرتابی کی تو آپؐ اس سے خود واقف ہیں وہ آپؐ کو اور آپؐ کی قوم کو ہلاک کر دے گا اور آپؐ کو اور آپ کے ملک کو بھی برباد کر کے رکھ دے گا۔

بابویہ اور اس کا ساتھی خرخسرہ حضورؐ کے سامنے اس حالت میں حاضر ہوئے تھے کہ دونوں کی داڑھی صاف اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ آپؐ نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کراہیت کا اظہار کیا پھر پوچھا" یہ کیا شکل ہے۔ کس نے اس کا حکم دیا ہے"۔

انہوں نے کہا" ہمارے پروردگار شہنشاہ کسریٰ نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے"۔

اس پر حضورؐ نے فرمایا" مگر میرے رب نے مجھے داڑھی چھوڑنے اور مونچھیں ترشوانے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے ان سے کہا" اچھا آج تم جاؤ کل پھر آنا۔ اس کے بعد ہی حضورؐ کو وحی کے ذریعے سے خبر کر دی گئی تھی کہ کسریٰ پہ اس کے بیٹے شورویا کو مسلط کر دیا گیا ہے اور یہ کہ شورویا نے اپنے باپ پر حملہ آور ہو کر اسے قتل کر دیا ہے۔

دوسرے دن حضورؐ نے ان دونوں ایرانیوں کو بلا کر کہا کہ" واپس لوٹ جاؤ کہ تمہارے بادشاہ کسریٰ کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے"۔

اس پر بابویہ نے حیرت اور تعجب سے حضورؐ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو کچھ آپؐ کہہ رہے ہیں اس کے مفہوم سے آپ واقف ہیں۔ ہم نے جو بات آپؐ سے کہی ہے وہ آپؐ کے اس دعوے کے مقابلے میں معمولی ہے۔ کیا ہم اپنے رئیس کو یہ بات آپؐ کی طرف سے لکھ دیں"

اس پر حضورؐ نے فرمایا" ہاں، اس سے کہہ دو اور یہ بھی کہو۔ میرا دین میری حکومت بہت جلد کسریٰ کی تمام سلطنت پر پھیل جانے والی ہے اور وہاں تک پہنچے گی جہاں تک اونٹ اور گھوڑے جاتے ہیں اور اسے یہ بھی لکھ دو کہ اگر تم اسلام لے آئے تو جو

ملک تمہارے تحت ہے یعنی یمن کی ریاست وہ اسی کو حاصل رہے گی اور وہ بدستور اس پر حاکم رہے گا۔"

اس کے بعد آپ نے خرخسرہ کو ایک بگلوس عطا فرمایا جس میں سونا چاندی لگا ہوا تھا اور یہ بگلوس آپؐ کو کسی رئیس نے تحفے میں بھیجا تھا۔ یہ دونوں آپؐ سے رخصت ہونے کے بعد یمن کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

بابویہ اور خرخسرہ دونوں یمن کے والی باذان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو گفتگو حضورؐ کے ساتھ ہوئی تھی وہ اسے کہہ سنائی اور ساتھ ہی یہ بھی اس پر انکشاف کیا تھا کہ حجاز کی اس سرزمین کے اس نبیؐ کا کہنا ہے کہ کسریٰ کے بیٹے شورویا نے اس کو قتل کر دیا ہے۔

باذان یہ گفتگو سن کر بڑا متحیر ہوا۔ پھر اس نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی طرف سے تم آرہے ہو، وہ دنیاوی بادشاہ نہیں بلکہ نبیؐ بھی ہیں اور ان کی اس گفتگو سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور سنو جو کچھ انہوں نے دعویٰ کیا ہے ہم اس کے وقوع کا انتظار کرتے ہیں۔ اگر یہ بات سچ نکلی تو پھر ان کے نبیؐ مرسل ہونے میں کوئی شک ہی نہیں اور اگر یہ بات سچ ثابت نہیں ہوئی تو پھر ہم اس معاملہ پر مزید غور کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

ان واقعات کے کچھ عرصہ بعد ایران کے بادشاہ کسریٰ کے بیٹے شورویا نے ایک خط میں یمن کے بادشاہ باذان کے نام لکھا جس میں باذان کو تاکید کی گئی تھی، کہ میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اور اس طرح میں نے اپنے ہم قوم ایرانیوں کا انتقام لیا ہے جن کو میرا باپ بے دریغ اُن کے گھروں میں قتل اور سنگسار کیا کرتا تھا اور باذان کو یہ تاکید بھی کی گئی تھی کہ میرا یہ خط موصول ہوتے ہی اپنے یہاں کے لوگوں سے میرے لیے حلفِ اطاعت لو اور حجاز کی سرزمین کے جس شخص کی طرف میرے باپ نے تمہیں آدمی بھجوانے کا حکم دیا تھا۔ اس معاملہ کو سردست التوا میں ڈال دو اور میرے اگلے حکم کا انتظار کرو۔



کسریٰ کے بیٹے شورویا کا یہ خط پڑھ کر یمن کے بادشاہ باذان نے بلند آواز میں چلاتے ہوئے کہا۔ "قسم خداوند کی حجاز کی سرزمین کے اندر مدینہ میں رہنے والے وہ شخص اللہ کے سچے رسول ہیں"۔ اس کے بعد باذان اور اس کے اُمراء اور اراکین سلطنت جو اس کے پاس موجود تھے سب اسلام لے آئے اور خرخسرہ کو جو حضورؐ نے بگلوس عطا فرمایا تھا تو اس بگلوس کی وجہ سے یمن میں خرخسرہ کو ذوالمعجزہ کہہ کر پکارا جانے لگا تھا۔ بہرحال یمن میں بڑی تیزی کے ساتھ اسلام پھیلنے لگا تھا۔

حضورؐ نے عمرؓ بن اُمیہ کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام خط دے کر روانہ کیا اور جعفرؓ بن ابی طالب کی امارت میں اپنے کچھ صحابہؓ کو بھی نجاشی کی طرف روانہ کیا۔ اللہ کے نام کی ابتداء کے بعد اس خط میں لکھا تھا۔ یہ خط محمدؐ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام ارسال کیا جاتا ہے۔ تم محفوظ ہو۔ میں تمہارے سامنے اللہ کی جو تمام کائنات کا حاکم ہے پاک ہے اور امان دینے والا اور مقتدر ہے تعریف کرتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریمؑ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ تھے جسے اس نے نیک اور پاک عفیفہ مریم کے بطن میں ڈالا اور عیسیٰ بطنِ مریمؑ سے بہ شکلِ حمل جلوہ افروز ہوئے۔
اللہ نے اُن کو اپنی روح اور دم سے اس طرح پیدا کیا تھا جس طرح آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور پھر اس میں جان پھونکی۔ میں تم کو اس اللہ کی طرف جو صرف ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، دعوت دیتا ہوں کہ اس پر ایمان لاؤ اور اس کی فرمانبرداری میں میرا ساتھ دو۔ میری پیروی کرو اور میری رسالت کو مانو چونکہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ میں نے اپنے چچا زاد بھائی جعفرؓ کو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ تمہارے پاس بھیجا ہے۔ جب یہ تمہارے پاس پہنچیں تم ان کی تواضع کرنا اور نخوت و غرور کو ترک کر دینا میں تم کو اور تمہاری رعایا کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے اللہ کا پیغام خلوص کے ساتھ تم کو پہنچایا، تم میری اس نصیحت کو قبول کرو۔ اس کے لیے سلامتی ہے جس نے

راہِ راست کی اتباع کی۔

نجاشی نے حضورؐ کا یہ خط بڑی عزت اور احترام کے ساتھ وصول کیا اور جواب میں اس نے اللہ کے نام کے بعد حضورؐ کو لکھا "یہ عریضہ نجاشی بن اجبر کی جانب سے محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ارسال ہے۔ اے اللہ کے نبیؐ آپ پر سلامتی ہو اور اس اللہ کی جو بلا شرکت ایک ہے اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی ہے۔ رحمت اور برکات آپ پر نازل ہوں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ مجھے آپؐ کا خط موصول ہوا جس میں آپؐ نے عیسیٰؑ کا ذکر کیا ہے۔ آسمان اور زمین کے پروردگار کی قسم آپؐ نے عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے خود انہوں نے بھی اس سے انحراف نہیں کیا اور نہ کہا۔ میں آپؐ کی رسالت کا معترف ہوں۔ میں نے آپؐ کے چچازاد بھائیؓ اور ان کے ہمراہیوں کو اپنا مہمان بنایا ہے۔

اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں اور دوسرے انبیاءؑ کے مصداق ہیں۔ میں نے آپؐ کے لیے آپؐ کے چچازاد بھائی کی بیعت کر لی ہے اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے اسلام لے آیا ہوں۔ میں اپنے بیٹے ارہا کو آپؐ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ کیونکہ میں صرف اپنے نفس کا مالک ہوں اور اگر آپؐ کی بھی خواہش ہو کہ میں خود حاضر ہوں، تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں آپ کا ارشاد برحق ہے۔ السلام علیکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

حضورؐ نے نجاشی کو یہ بھی لکھا کہ اُم حبیبہ بنت ابوسفیان بن حرب کی میرے ساتھ شادی کر دو اور اُن کو ان مسلمانوں کے ساتھ جو تمہارے ہاں ہوں میرے پاس بھیج دو۔

نجاشی نے حضورؐ کے اس پیغام کو اپنی لونڈی ابرہ کے ذریعے اُم حبیبہ تک پہنچایا۔ ام حبیبہ یہ پیغام سن کر بے حد مسرور ہوئیں اور خوشی میں انہوں نے ابرہ نام کی اس لونڈی کو اپنی جھانجریں عنایت کر دیں اور کہا کہ اس کام کے لیے میرا وکیل بنا دو۔ ابرہ نے خالد بن سعید العاص کو ان کا وکیل مقرر کر دیا اور انہوں نے اُم حبیبہ کا حضورؐ کے ساتھ نکاح کرا دیا۔ نجاشی نے چار سو دینار زرِ مہر خالد بن سعید کو دیئے



انہوں نے وہ رقم اُم حبیبہ کو لا کر دی۔

جب ابرہ یہ رقم لائی اُم حبیبہ نے اس میں سے پچاس مثقال اسے دے دیئے اور کہا جب میرے پاس کچھ نہ تھا تب بھی میں اتنا سونا تم کو دینے والی تھی۔ اب اللہ عزوجل نے خود ہی یہ رقم بھیج دی ہے۔

اس پر ابرہ نے بڑی ممنونیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا "بادشاہ نے مجھے ممانعت کر دی ہے کہ اس میں سے کچھ نہ لوں اور جو کچھ میں نے پہلے آپ سے لیا ہے وہ بھی واپس کر دوں" چنانچہ اس نے اُم حبیبہ کو ان کا زیور بھی لوٹا دیا تھا اور ساتھ ہی اس نے اُم حبیبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میں تو شاہی توشہ خانہ کی مہتمم ہوں۔ میں حضورؐ کی تصدیق کر کے ان پر ایمان لائی ہوں۔ میں آپ سے صرف یہ چاہتی ہوں کہ آپ میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلام کہہ دیں"۔

اُم حبیبہ نے اس کا وعدہ کیا۔ ابرہ نے کہا "نجاشی بادشاہ نے اپنی تمام بیویوں سے کہا ہے کہ جس قدر عود اور عنبر ان کے پاس ہو، آپ کو بھیج دیں"۔

نجاشی نے ام حبیبہ اور اُن کے ساتھ والوں کو دو کشتیوں میں سوار کر کے حجاز کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

جس وقت اُم حبیبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ پہنچیں، اس وقت حضورؐ خیبر جا چکے تھے۔ صحابہؓ کی اکثریت بھی اس مہم میں ان کے ساتھ تھی۔ اُم حبیبہ مدینہ میں ٹھہر گئیں۔ جب آپؐ خیبر سے واپس تشریف لائے تو اُم حبیبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضورؐ ان سے نجاشی کے حالات پوچھتے رہے۔ اس کے علاوہ اُم حبیبہ نے ابرہ کا سلام کہا۔ آپؐ نے اس کا جواب دیا۔

جب مکہ میں ابوسفیان کو معلوم ہوا کہ حضورؐ نے ام حبیبہ سے نکاح کر لیا ہے تو اس کو اسے بڑا دکھ اور افسوس ہوا۔

مصر کے بادشاہ مقوقس کی طرف حضورؐ نے حاطبؓ بن ابی بلتعہ کو اپنا قاصد بنا کر بھیجا اور ایک خط آپؐ نے مقوقس کے نام لکھا۔ حاطب بن ابی بلتعہ سکندریہ شہر میں مقوقس شاہِ مصر سے ملنے کو گئے۔ حضورؐ کا نامہ مبارک جب مقوقس کو پیش کیا گیا۔ تو اس نے حضورؐ کے نامہ مبارک کی تکریم کی اور توقیر کی نگاہوں سے خط کو دیکھ کر قبول کیا اور پھر جس وقت حاطبؓ بن ابی بلتعہ اسکندریہ سے مدینہ کی طرف واپس ہو رہے تھے، تو مقوقس نے اپنی طرف سے چار لونڈیاں بطور ہدیہ حضورؐ کی خدمت میں روانہ کیں۔

ان چار لونڈیوں میں ماریہؓ بھی شامل تھیں جو بعد میں حضورؐ کی زوجہ بنیں اور انہی کے بطن سے حضورؐ کے بیٹے ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔

○

شجاعؓ بن وہب کو خط دے کر حضورؐ نے دمشق کے حکمران حرث بن شمر غسانی کی طرف روانہ کیا۔ اللہ کے نام کی ابتدا کرنے کے بعد حضورؐ نے اس خط میں لکھا ہدایت کی پیروی کرنے والوں اور اس پر ایمان لانے والوں پر سلام پہنچے۔ میں تمہیں اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ اس سے تمہارا ملک محفوظ اور باقی رہے گا۔

دمشق کے حکمران حرث بن شمر غسانی نے جب حضورؐ کا یہ نامہ مبارک پڑھا تو بڑا برہم اور خفا ہوا اور کمال طیش میں آکر اس نے شجاعؓ بن وہب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”کون شخص میرا ملک مجھ سے چھین لینے کی جرأت کر سکتا ہے۔ میں خود ایسے شخص کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوں گا۔“

شجاعؓ بن وہب نے واپس لوٹ کر جب یہ الفاظ حضورؐ کے سامنے کہے تو اس پر دمشق کے حکمران حرث بن شمر غسانی کے متعلق حضورؐ نے فرمایا۔ اس کا ملک اب جانے والا ہے۔



اجل کا بھیدی اور روزِ ازل سے روزِ جزا تک کا رازداں سورج اپنے ہونٹوں پر قفل لگائے اور شعلوں سے ڈھلی اپنی جبین لیے مشرقی اُفق پر نمودار ہوا تھا۔ سورج کے یوں نمودار ہونے سے رات کی تاریکیاں مٹ گئیں اور چاروں طرف رنگین سحر کی لہلہاہٹ پھیل گئی تھی جب کہ زمہریر فضاؤں کے اندر اُٹھتے بخارات کے باعث ہر سو دھواں ہی دھواں اور دھند ہی دھند پھیل کر رہ گئی تھی۔ بلند کھجوروں، تناور چناروں دیومالائی بوڑھے درختوں اور آسمان بوس پیڑوں کے سائے رواں دواں ہو گئے تھے۔ ایک راستے سے لے کر ان گنت رنگین گنبدوں تک ایک ذرّہ سے لے کر پتھریلے کوہساروں تک ہر شے روشن اور عیاں ہو گئی تھی۔ سورج کے حساس اور پُرسکون چہرے نے کائنات کے اندر چاروں طرف خوشیوں کے گیت اور شادمانیوں کے زمزمے پھیلا دیئے تھے۔

ایسے میں سماک بن خرشہ بحیرہ قلزم کے کنارے عیص نام کی ایک بستی میں داخل ہوا۔ پھر وہ لوگوں سے پوچھتا ہوا ایک کھلی اور وسیع حویلی میں داخل ہوا۔ جس کے اندر بہت سے چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ جب وہ اس حویلی کے صحن میں آکر اپنے گھوڑے سے اُترا تو وہاں کھڑے ایک جوان کو اس نے مخاطب کر کے پوچھا ”اے میرے عزیز! مجھے مکّہ کے اس ابو بصیر سے ملنا ہے جو اسلام قبول کر چکا ہے اور

اپنے دشمنوں سے بھاگ کر اس نے یہاں اس عیص نامی بستی میں پناہ لے رکھی ہے۔"

وہ جوان تھوڑی دیر تک سماک بن خرشہ کو سر سے پاؤں تک شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک اجنبی اور نا ملائم سے لہجہ میں سماک کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔" تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور کیوں ابو بصیر سے ملنا چاہتے ہو۔"

سماک شاید اس کے اس استفسار کی وجہ اور اس احتیاط کا مقصد جان گیا تھا۔ اس لیے اس نے اپنے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا اگر میں غلطی پر نہیں تو تم بھی مسلمان ہو اور ابو بصیر کے ساتھیوں میں سے ایک ہو۔"

اس جوان نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔ تمہارا اندازہ درست ہے میں ابو بصیر کے ہی ساتھیوں میں سے ایک ہوں اور یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

اس بار سماک نے پہلے کی نسبت مطمئن انداز میں کہا۔" اے میرے عزیز! میں تم لوگوں کے لیے اجنبی اور نا آشنا نہیں۔ میں تم لوگوں کا ہم مذہب اور تمہارا بھائی سماک بن خرشہ ہوں۔ میں مدینہ سے آیا ہوں۔ ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں ابو بصیر سے ملنا چاہتا ہوں۔"

سماک بن خرشہ کا نام سن کر وہ نوجوان پہلے سماک سے لپٹ گیا۔ پھر اس نے اس کی کمر سے لٹکتی ہوئی تلوار کے دستے کو بوسہ دیا اور اس کے بعد وہ بڑی تیزی سے اور والہانہ انداز میں سماک کی پیشانی چومنے لگا تھا پھر جب وہ علیحدہ ہوا تو سماک نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔" اے عزیزی! میں تمہارے اس سلوک کی وجہ نہیں جان سکا جس ہمدردی جس خلوص، اور جس عقیدت کا اظہار تم مجھ سے کر رہے ہو۔ کیا تم بتاؤ گے یہ کس بنا پر ہے۔"

اس جوان نے فرطِ جذبات سے مغلوب ہو کر اور رقت آمیز سی آواز میں کہا۔ " اے ابنِ خرشہ! تم اسی خلوص اور اسی عقیدت کے حق دار ہو۔ سماک بن خرشہ کا نام اب کسی بھی مسلمان کے لیے اجنبی اور نا آشنا نہیں ہے۔ اے جنگ کے موقع پر اپنے سر پر سرخ پٹی باندھ کر ابتدا کرنے والے تیرے کارنامے مدینہ سے لے کر مکہ تک



ہر وادی میں گونجتے ہیں۔ تو نے بدر کے مقام پر جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ بھی لوگوں کو یاد ہیں اور اُحد کے میدان میں جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں اپنی تلوار عطا کی اور اس تلوار سے تم نے شاندار طریقہ سے اس تلوار کا حق ادا کیا۔ اے سماک بن خرشہ! مکہ سے مدینہ تک لوگ تمہارے اس کارنامے کو بھی جانتے ہیں۔ تم نے اپنے آپ کو اس قابل بنایا کہ حضورؐ نے خود تمہیں اپنی تلوار عطا کی۔ تم نے اس تلوار کا حق بھی خوب ادا کیا۔"

" اے سماک بن خرشہ اگر میں غلطی پر نہیں تو تمہاری جس تلوار کے دستے کو میں نے بوسہ دیا ہے یہ تلوار یقیناً وہی ہے جو حضورؐ نے تمہیں جنگِ اُحد کے موقع پر عطا کی تھی۔"

اس جوان کی ساری گفتگو سننے کے بعد سماک نے اس کو آگے بڑھ کر اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا۔" اے میرے عزیز! تم سے مل کر مجھے خوشی ہوئی۔ جس تلوار کے دستے کو تم نے بوسہ دیا ہے۔ یقیناً یہ وہی تلوار ہے جو میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطا کی تھی اور یہ تلوار میرے لیے ایسی برکت کا باعث ہے کہ جس پر بھی میں وارد ہوتا ہوں۔ جس پر بھی میں نزول کرتا ہوں اسے زیر اور مغلوب ہی کرتا چلا جاتا ہوں۔"

اس جوان نے پھر بڑی عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔" میں ابن حاطب ہوں۔ آیئے اب میں آپ کو ابو بصیر کے پاس لے کر چلوں۔"

سماک نے وہاں صحن میں ایک کھونٹے کے ساتھ اپنے گھوڑے کو باندھ دیا۔ پھر وہ ابن حاطب کے ساتھ ہو لیا۔ ابن حاطب اس حویلی کے کمروں میں سے ایک کمرے کے دروازے پر اسے لے گیا اور اندر بیٹھے ہوئے ایک خوب قدر آور جوان کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا آپ دیکھیں آج اس حویلی میں کون سی ہستی داخل ہوئی ہے اور ساتھ ہی اس نے سماک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ یہ اس وقت آپ کے سامنے ابو بصیر بیٹھے ہیں ابو بصیر اپنی جگہ سے فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور ابنِ حاطب کو اس نے مخاطب کر کے پوچھا۔ " اے ابنِ حاطب! بات پہیلیوں میں کیوں کرتے ہو۔ کھل کر کہو تم کسے یہاں لائے ہو۔ اور یہ کون ہیں جو مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔

ابن حاطب نے ہلکی ہلکی دھیمی دھیمی مسکراہٹ میں کہا۔ ”اے ابوبصیر جس شخص کو میں اپنے ساتھ لایا ہوں یہ ایک ایسی ہستی ہے جس سے آپ بے پناہ محبت کرتے ہیں اور جس سے آپ بے پناہ محبّت کرتے ہیں اور جس سے ملنے کی ہمہ وقت آرزو اور خواہش کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔“ اس پر ابوبصیر نے حیرت اور کسی قدر تشویش ملے جلے انداز میں ابن حاطب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اے ابن حاطب! میں سمجھا نہیں تو کیا کہنا چاہ رہا ہے، یہ کون ہے جنہیں تو اپنے ساتھ لے کر آیا ہے“ اس پر ابن حاطب پھر بولا اور کہا۔

”اے ابوبصیر یہ مدینہ کے سماک بن خرشہ ہیں اور تم سے ملنے کے لیے آئے ہیں“۔ سماک بن خرشہ کا نام سن کر ابوبصیر تڑپ سا اٹھا بھاگ کر وہ آگے بڑھا اور سماک کو اپنے ساتھ پُرجوش انداز میں لپٹاتے ہوئے اس نے ابن حاطب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”ابنِ حاطب! تونے میرے ساتھ ظلم کیا ہے اگر تجھے پتہ تھا کہ سماک بن خرشہ حویلی میں داخل ہو رہے ہیں تو مجھے پہلے اطلاع کرتا۔ قسم خداوندکی میں ننگے پاؤں چل کر اس حویلی کے بیرونی دروازے پر ان کا استقبال کرتا“۔

”اے ابن حاطب! یہ بات میرے لیے قابلِ شرم ہے کہ ایک ایسا جوان جس نے اسلام کی بہترین خدمت کی۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار عطا کی۔ جس نے بدر و اُحد اور دیگر معرکوں کے اندر بے مثال کارہائے نمایاں انجام دیئے جب وہ اس حویلی میں داخل ہو۔ اس وقت اپنی جگہ پر میں بیٹھا ہوا ہوں۔ چاہئیے تو یہ تھا کہ میں کھڑا ہو کر اس حویلی کے باہر اس کا استقبال کرتا۔

جب ابوبصیر علیحدہ ہوا تب سماک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اے ابوبصیر ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ ابنِ حاطب بھی مجھے پہلے سے نہ جانتا تھا۔ بلکہ اس حویلی کے صحن میں میں نے اس سے تمہارے متعلق پوچھا اور دورانِ گفتگو میں نے اسے بتایا کہ میں مدینہ کا سماک بن خرشہ ہوں“۔

”اے ابوبصیر! وہ صحن میں میرا گھوڑا بندھا ہے اور میں صرف تھوڑی دیر کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس لیے کہ اس بستی میں مجھے ایک انتہائی اہم کام



ہے۔ اس کام کے سلسلے میں میں تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں“۔

ابوبصیر نے فوراً سماک کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اس نشست پر بٹھایا جس پر وہ پہلے خود بیٹھا ہوا تھا جب کہ وہ خود اور ابن حاطب دونوں اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر ابوبصیر نے بھی انتہائی عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”اے ابن خرشہ! اب کہو تم کیا چاہتے ہو؟“

جواب میں سماک نے خویلہ اور ربطہ سے اپنی منگنی، ابی حقیق اور اس کے غلام لمیس کے اسلام قبول کرنے اور یمن سے مدینہ کی طرف جاتے ہوئے ان کے قتل اور بعد میں ان کے قاتلوں میں سے جبیر بن ساعدہ اور عابر بن ایلیا کے قتل کی ساری داستان تفصیل کے ساتھ سنا ڈالی تھی۔ پھر اس نے ابوبصیر کو مخاطب کر کے کہا۔

”اے ابوبصیر! اب مجھے خیبر کے جبیر بن ساعدہ کے بھائی عدیم بن ساعدہ سے خبر ہوئی ہے کہ ابی حقیق اور لمیس کے قاتلوں میں سے ایک کہ جس کا نام زیاد بن موص ہے وہ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ خیبر سے اس عیص نام کی بستی میں آباد ہو گیا ہے میں نے سُنا ہے کہ اس بستی میں پہلے سے اس کا چچا رہتا تھا جو یہاں تجارت اور سوداگری کا کام کرتا تھا۔ خیبر سے یہاں آ کر وہ اپنے چچا کے پاس ہی رہنے لگا ہے۔ اب مجھے اس زیاد بن موص کی تلاش ہے“۔

”اے ابوبصیر! اس بستی میں رہتے ہوئے کیا تم مجھے بتا سکو گے کہ زیاد بن موص کہاں رہتا ہے۔ اس کے چچا کا گھر اس بستی میں کس طرف ہے کہ میں اس سے مل سکوں اور اس سے انتقام لینے کا کوئی حربہ اور حیلہ تیار کر سکوں“۔

سماک کے اس انکشاف پر ابوبصیر تھوڑی دیر کے لیے گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے سماک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اس نام کے کسی یہودی جوان کو میں جانتا تو نہیں بہرحال میں اس کے متعلق ضرور پتہ کرتا ہوں“۔ پھر اس نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ابن حاطب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اے ابنِ حاطب! جاؤ اور بستی کے دکانداروں میں سے کسی سے اس زیاد بن موص نام کے جوان کے متعلق پوچھو

اور جو تمہیں اطلاعات ملیں پھر وہ واپس آ کر مجھے بتاؤ"۔ اس کے ساتھ ہی وہ ابنِ حاطب وہاں سے اُٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد سماک نے پھر ابوبصیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابوبصیر! جس وقت تم مکہ سے بھاگ کر مدینہ چلے گئے تھے اور وہاں سے تمہیں واپس کر دیا گیا تھا اور راستے میں تم بھاگ کر اس بستی کی طرف چلے آئے اس وقت میں مدینہ سے باہر اسی مہم پہ تھا جس مہم کے سلسلے میں اس وقت میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ لہٰذا اے ابوبصیر! کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم مجھے اپنی پوری داستان سناؤ کہ کن حالات میں تم نے مکہ سے مدینہ کی طرف فرار کیا اور وہ کیا حالات تھے جن کے تحت تم اس بستی میں آ کر آباد ہو گئے ہو"۔

سماک کے اس سوال پہ ابوبصیر تھوڑی دیر کے لیے مسکراتا رہا پھر اس نے کہنا شروع کیا۔ "سنو ابن خرشہ! میرا نام عتبہ بن اسید اور میری کنیت ابوبصیر ہے۔ میں نے مکہ میں اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اہل مکہ میں سے میرے رشتہ داروں نے مجھے زبردستی مکہ میں روک رکھا تھا اور اکثر وہ مجھے رسیوں میں جکڑ کر باندھ دیا کرتے تھے تاکہ میں مکہ سے مدینہ نہ جا سکوں۔ آخر ایک روز مجھے موقعہ مل گیا اور میں بھاگ کر مدینہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ صلح حدیبیہ میں یہ معاملہ طے پایا تھا کہ جو کوئی بھی مکہ سے بھاگ کر مدینہ جائے گا اسے واپس کر دیا جائے گا اور اگر کوئی جو مدینہ سے بھاگ کر مکہ کی طرف جائے گا اسے واپس نہ کیا جائے گا۔ اسی معاہدہ کے تحت قریش کے سردار اظہر بن عبدع اور احنظ بن شریک نے بنو عامر کے ایک نوجوان اور اس کے غلام کو مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ وہ مجھے مدینہ سے واپس لے کر آئیں اور قریش کے ان سرداروں نے میرے متعلق حضورؐ کے نام ایک مکتوب بھی لکھ دیا تھا۔ سو جب یہ عامری اور اس کے غلام مجھے لینے کے لیے مدینہ شہر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سردارانِ قریش کا خط حضورؐ کو پیش کیا تو حضورؐ نے وہ خط پڑھنے کے بعد مجھے طلب فرمایا اور جب میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضورؐ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔



اے ابوبصیر! ہم نے قریش سے جو عہد کیا ہے وہ تمہیں معلوم ہے ہمارے دین میں عہد شکنی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ دوسرے کمزور مسلمانوں کے لیے کشادگی کی کوئی راہ پیدا کر دے گا اور کوئی نہ کوئی راستہ نکالے گا۔ اس لیے تم اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ"۔

اس پہ اے ابن خرشہ میں نے حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کی۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ مجھے مشرکوں کی طرف واپس کر رہے ہیں جو میرا دین برباد کر دینا چاہتے ہیں"۔

اس پہ آپؐ نے مجھے پھر تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ "اے ابوبصیر! تم چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ دوسرے کمزور مسلمانوں کے لیے کوئی نہ کوئی کشادگی اور بچاؤ کا راستہ پیدا کر دے گا۔ سو اے ابن خرشہ! حضورؐ کے اس طرح سمجھانے پہ میں مدینہ سے مکہ واپس جانے پر تیار ہو گیا۔ اس طرح وہ عامری جوان اور اس کا غلام دونوں مجھے لے کر مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

مدینہ سے مکہ کی طرف سفر کرتے ہوئے جب ہم تینوں ذوالحلیفہ کے مقام پہ پہنچے تو ان دونوں نے وہاں تھوڑی دیر کے لیے قیام کرنے اور ستانے کا ارادہ کر لیا۔ ذوالحلیفہ کا یہ قصبہ مدینہ سے قریباً چھ میل کے فاصلے پہ ہے اور سنو اے ابن خرشہ! اس قصبہ میں آرام کرنے کے لیے ہم تینوں ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور وہاں بیٹھے بیٹھے میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ یہ بہترین موقع ہے اور میں ان لوگوں سے جان چھڑا کر اس عیص نام کی بستی میں پناہ لے کر اپنی غلامی کو آزادی میں بدل سکتا ہوں۔ یہ بستی پہلے سے میری دیکھی بھالی تھی۔ لہٰذا مجھے اُمید تھی کہ اس کے اندر میں قریش کی دسترس سے محفوظ رہ سکوں گا۔

سو ذوالحلیفہ کی اس دیوار کے پاس بیٹھے بیٹھے میں نے اس عامری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے عامری بھائی! کیا یہ تلوار جو تمہاری کمر سے بندھی ہے کاٹنے والی ہے یا تم نے یوں ہی اپنی شان و شوکت کی خاطر اس کو کمر کے ساتھ باندھ رکھا

ہے۔ اس پر اس عامری نے بڑے خوش کن انداز میں جواب دیا۔ "یہ تو اریوں ہی نہیں ہے ابو بصیر! یہ تلواروں میں سے ایک بہترین اور عمدہ تلوار ہے اور کاٹنے کا عمل خوب جانتی ہے۔"

اس جواب پر میں نے اس عامری کو مخاطب کر کے پھر کہا۔ "اے عامری بھائی! تم نے اس تلوار کی اس انداز میں تعریف کر کے میرے جذبہ جستجو کو اور بھڑکا دیا ہے۔ میں تمہاری اس تلوار کو دیکھ سکتا ہوں۔"

عامری نے فوراً جواب دیا۔ "تم چاہو تو اس تلوار کو ضرور دیکھ سکتے ہو"۔
میں نے اس لمحے کو اپنی زندگی کا بہترین لمحہ اور اس موقع کو ایک سنہری موقع جانتے ہوئے عامری کی تلوار کھینچ لی اور پھر میں نے سونت کر ایسا حملہ کیا کہ عامری کی تلوار سے میں نے اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ جب کہ اس کا غلام بڑی تیزی سے بھاگتا ہُوا مدینہ کی طرف چلا گیا تھا۔ میں بھی اپنی خون آلود تلوار لیے مدینہ کی طرف بھاگ کھڑا ہُوا۔ وہ غلام مدینہ آکر حضورؐ کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا۔ آخر اسے خبر ہوئی کہ حضورؐ اس وقت مسجد میں تشریف رکھتے ہیں لہٰذا وہ بھاگا بھاگا مسجد میں داخل ہُوا۔ حضورؐ نے جب اسے دیکھا تو وہاں بیٹھے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "شاید اس نے کوئی خطرناک چیز دیکھ لی ہے۔"

جب وہ غلام حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا۔ "تیرا بُرا ہو کیا بات ہے"۔

اس پر غلام نے کہا۔ "آپؐ کے ساتھی ابو بصیر نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا" اور سن ابنِ خرشہ! یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ میں بھی اپنے ہاتھ میں خون آلود تلوار لیے مسجد میں حضورؐ کے سامنے جا کھڑا ہُوا۔

حضورؐ کے سامنے حاضر ہو کر میں نے آپؐ کو مخاطب کر کے کہا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں مکّہ سے بھاگ کر مدینہ آیا اور آپ نے معاہدہ حدیبیہ کی رُو سے مجھے واپس کر دیا۔ اس طرح آپؐ کی ذمہ داری پوری ہو گئی اور خدا تعالیٰ نے جو



کچھ آپ کی طرف واجب تھا ادا کر دیا اور میں بھی اپنے دین کے معاملے میں فتنے میں پڑنے سے بچ گیا۔ اب میں آزاد ہوں جہاں چاہے جا سکتا ہوں۔ اس لیے کہ ایک بار آپؐ ان لوگوں کے حوالے کر چکے ہیں۔ اب یہ اگر مجھے سنبھال نہیں سکے تو یہ ان کی غلطی ہے۔ اب میں دوبارہ اس غلام کے ساتھ نہیں جا سکتا"۔

اس پر حضورؐ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ "اے ابو بصیر! تیری ماں کا بُرا ہو اگر مکّہ کے ان لوگوں کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہوتے تو جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی"۔

حضورؐ کا جواب سن کر وہ غلام تو مکہ کی طرف چلا گیا جب کہ میں یہاں اس بستی میں آکر آباد ہو گیا۔ بعد میں میں نے سُنا کہ میرے اس طرح بھاگ جانے پر اور عامری کو اس طرح قتل کر دینے پر مکہ میں غم و غصہ کی لہر پھیل گئی اور قریش کے سردار سہیل بن عمرو کو جب یہ خبر ہوئی کہ میں نے ان کے آدمی کو قتل کر دیا ہے اور اپنی جان ان سے چھڑا کر بھاگ گیا ہوں تو یہ سہیل بن عمرو کعبۃ اللہ سے اپنی پیٹھ کی ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا اور کہا۔ "خدا کی قسم میں کعبۃ اللہ سے اپنی پیٹھ اس وقت تک نہ ہٹاؤں گا جب تک عامری کا خون بہا ابو بصیر سے وصول نہیں کیا جاتا۔"

ابو سفیان بن حرب نے یہ خبر سنی تو وہ کعبۃ اللہ میں سہیل بن عمرو کے پاس آیا اور اسے پکڑ کر اس کی پیٹھ کعبۃ اللہ سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ خدا کی قسم یہ تو بے وقوفی ہے۔ اس ابو بصیر سے خون بہا اب نہیں لیا جا سکتا۔ اس طرح سہیل بن عمرو نے مجھ سے اس عامری کا خون بہا لینے کی جو قسم کھائی تھی اسے توڑ دیا۔

ابو بصیر تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر اس نے سماک کو مخاطب کر کے کہا۔ اے ابن خرشہ! یہاں آنے کے بعد مجھے بہت فوائد حاصل ہوئے مکّہ میں جو لوگ اسلام قبول کر چکے تھے اور کفاران مکہ نے ان کو زبردستی اپنے ہاں روک رکھا تھا انہیں میں نے اپنے ایک عزیز ترین ساتھی کے ذریعے خبر دی کہ میں ان دنوں اس عیص نامی بستی میں ہوں۔ لہٰذا تم میں سے جو اپنے عزیز و اقارب سے جان چھڑا سکے وہ بھاگ کر یہاں عیص میں میرے پاس آجائے۔ سو اے ابنِ خرشہ! ایسا ہی ہُوا

اب مکہ سے بھاگ کر یہاں آنے والے بہت سے جوان جمع ہو گئے ہیں اور میرے خیال میں اس وقت ان کی تعداد ۷۰ کے قریب ہو گئی ہے ۔ اب میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ جو بھی کفارِ مکہ کا تجارتی قافلہ شام سے مکہ جانے کے لیے واپس لوٹے گا میں ان پر شب خون ماروں گا اور ان کو ایسا ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا کروں گا کہ وہ آپ سے آپ مدینہ جا کر حضورؐ سے یہ التماس کریں گے کہ ان تمام مسلمان جوانوں کو مدینہ بلا لیا جائے جو اس وقت عیص کے مقام پر پناہ لیے ہوئے ہیں اور یہ کہ معاہدہ حدیبیہ سے یہ شرط بھی نکال دی جائے کہ جو شخص بھاگ کر مکہ سے مدینہ جائے اسے واپس کر دیا جائے اور جو مدینہ سے مکہ جائے اس کو واپس نہیں کیا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ میں ایک نہ ایک روز بلکہ بہت جلد اس کام کو کر گزروں گا ۔

اس موقع پر سماک کچھ ابوبصیر سے پوچھنے ہی والا تھا کہ ابن حاطب اندر داخل ہوا اور سماک کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔ " اے میرے عزیز! میں اس زیاد بن موص کا پتہ چلا کر لوٹ رہا ہوں ۔ وہ اس وقت بازار میں اپنے چچا کی دکان پر ہی بیٹھا ہوا ہے اور میں اس کے چچا کی دکان بھی دیکھ آیا ہوں ۔"

سماک فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور ابنِ حاطب کو اس نے مخاطب کر کے کہا ۔ " اے میرے بھائی! اس وقت تم میرے ساتھ چلو اور دور دہ کر زیاد بن موص کے چچا کی دوکان کی طرف اشارہ کر دینا اور وہاں مجھے تم اس زیاد بن موص کا حلیہ بتا دو اگر وہ اپنے چچا کی دوکان سے اٹھ کر اپنے گھر جا چکا ہو تو میں وہاں بھی اس سے مل لوں اور مجھے اس کو پہچاننے میں کوئی مشکل اور دقت پیش نہ آئے۔"

ابن حاطب نے مسکراتے ہوئے کہا' اس کا مختصر حلیہ یہ ہے کہ اس کی مونچھیں چھوٹی چھوٹی اور داڑھی گھنی گھنی اور آگ جیسی سرخ ہے ۔ اس کی ناک تنگ نکیلی نوک جیسی ہے نہ موٹا ہے نہ اتنا پتلا ہے ۔ قد درمیانہ ہے' اپنے سر پر سیاہ رنگ کا عمامہ رکھتا ہے ۔ سیاہ رنگ کی عبا پہنے ہوئے ہے ۔"

سماک نے اس موقع پر مصافحہ کے لیے اپنا ہاتھ ابوبصیر کی طرف بڑھاتے ہوئے



کہا ۔ " اے ابوبصیر! میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں ۔ ہو سکتا ہے زندگی رہی تو پھر کبھی ملنے کا موقع ملے اس وقت میں ابن حاطب کو ساتھ لے کر زیاد بن موص کے چچا کی دکان کی طرف جاتا ہوں اور اگر وہ اس وقت اپنے چچا کی دوکان پر بیٹھا ہوا مل گیا تو میں اس کو اپنے ساتھ بہلا پھسلا کر اس بستی سے باہر لے جاؤں گا اور پھر اس سے ایسا نپٹوں گا کہ اس کی آنے والی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔"

اس کے ساتھ ہی سماک نے ابوبصیر کے ساتھ مصافحہ کیا ۔ پھر ابنِ حاطب کی طرف اس نے دیکھتے ہوئے کہا ۔ " آؤ میرے ساتھ "۔ ابن حاطب فوراً اس کے ساتھ ہو لیا ۔ صحن میں آ کر سماک نے اپنے گھوڑے کو کھولا پھر وہ ابن حاطب کے ساتھ اس حویلی سے باہر نکل گیا تھا ۔

بستی کے بازار میں آگے بڑھتے ہوئے ایک جگہ ابن حاطب رک گیا اور سماک کے گھوڑے کی آڑ میں کھڑے ہوتے ہوئے اس نے بڑی رازداری سے ذرا فاصلے پر ایک دکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔ " اے ابن خرشہ! وہ سامنے دیکھو' وہ جس دکان کے سامنے سیاہ عبا اور سیاہ عمامہ پہنے ایک نوجوان بیٹھا ہوا ہے وہ زیاد بن موص ہے اور وہی اس کے چچا کی دکان ہے ۔"

سماک نے بڑے پیار اور محبت سے ابن حاطب کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا ۔ اے ابن حاطب! میں تمہارا ممنون ہوں ۔ اب میں زیاد بن موص سے نپٹ لیتا ہوں ۔" ابنِ حاطب فوراً وہاں سے چلا گیا اور سماک نے جب دیکھا کہ ابنِ حاطب گلی کا موڑ مڑ کر اوجھل ہو گیا ہے تو وہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے آگے بڑھا' اور اس سیاہ عبا اور عمامے والے جوان کے پاس آ کر وہ رکا ۔ اپنے گھوڑے کو اس نے دکان کے ایک طرف کر کے باندھ دیا ۔ پھر اس جوان کو مخاطب کر کے اس نے کہا ۔ جس طرح خیبر کے عدیم بن ساعدہ نے مجھے زیاد بن موص کا حلیہ بتایا ہے اس کے مطابق اگر میں غلطی پر نہیں تو پھر تم ہی زیاد بن موص ہو ۔"

سماک کی یہ گفتگو سن کر زیاد بن موص فوراً چونک کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا دایاں

ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر لے جاتے ہوئے اس نے پوچھا" تم کون ہو' کہاں سے آئے ہو اور تمہارا کیا نام ہے اور خیبر کے عدیم بن ساعدہ سے تمہارا کیا تعلق ہے"۔

سماک نے کسی قسم کی گھبراہٹ اور فکر مندی کا تاثر دیئے بغیر انتہائی مطمئن انداز میں کہا ۔" اے ابن موص! تم پریشان اور فکر مند نہ ہو' میں تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں ۔ میرا نام جابر بن لبید ہے اور یہ نام یقیناً تمہارے لیے اجنبی نہیں بلکہ شناسا ہو گا"۔

سماک کے ان الفاظ پر زیاد بن موص نے اپنی تلوار کے دستے پر سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور پھر آگے بڑھ کر سماک کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اس نے معذرت طلب انداز میں کہا ۔ اے ابن لبید تمہارا کہنا سچ ہے ۔ تم واقعی دشمن نہیں دوست ہو ۔ گو اس سے پہلے میرے ساتھ تمہارا تعارف نہیں اور نہ ہی میں نے اس سے پہلے تمہیں دیکھ رکھا ہے لیکن عدیم بن ساعدہ سے تمہارا اخلاص اور تمہاری ہمارے ساتھ ہمدردی اور جاں نثاری کی تفصیل سن رکھی ہے تم نے جس طرح سماک بن خرشہ سے عدیم بن ساعدہ کی جان بچائی اور اسے اس کے تجارتی مال کے ساتھ بحفاظت وادی القریٰ پہنچایا وہ ہم سب پر ایک احسان ہے ۔

اے ابن لبید! میں شرمندہ ہوں ۔ میں نے تمہارے ساتھ شروع میں "تلخ کلامی کی اور سنو! ہاں مجھے یاد آیا کہ تم نے میرے ساتھی عابر بن ایلیا کو پانچ محرم کی شب جبلِ اُحد کے پاس بلا کر اپنے ذمے ایک کام لیا تھا اس سے متعلق تم نے کیا کیا ۔ کیا تم مجھے اس کام کی تفصیل نہ کہو گے ۔

سماک نے فوراً فکر مندی' پریشانی اور غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا" اے ابن موص! میں اسی سلسلے میں تمہارے پاس آیا ہوں اور ایک بُری خبر تمہارے لیے لایا ہوں ۔ کیا تم تھوڑی دیر کے لیے علیحدگی میں میری بات نہ سنو گے"۔

زیاد بن موص کے چہرے پر فکر مندی کے آثار نمودار ہو گئے تھے ۔ اس نے فوراً سماک کا ہاتھ پکڑا اور اسے ایک طرف لے جاتے ہوئے رازداری میں پوچھا" اب



کہو' کیا کہنا چاہتے ہو"

سماک نے بھی اسی طرح رازداری برتتے ہوئے کہا" اے ابن موص میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ تمہارا ساتھی عابر بن ایلیا محرم کی پانچ تاریخ کو صبح ہی صبح خیبر سے روانہ ہوا تھا تاکہ وہ اس روز شام کے وقت جبلِ اُحد کی شرقی چٹانوں کے پاس مجھے مل سکے لیکن اس کی بدقسمتی کہ سماک بن خرشہ کہیں اس کی گھات میں تھا جوں ہی وہ خیبر سے نکلا سماک بن خرشہ نے اس پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر کے اس کے گھوڑے کو واپس خیبر کی طرف بھگا دیا میں جبلِ اُحد کی شرقی چٹانوں کے پاس آدھی رات تک عابر بن ایلیا کا انتظار کرتا رہا جب وہ نہ آیا تو میں اپنے گھر چلا گیا ۔ دوسرے روز پھر تیار ہو کر میں جبلِ اُحد کی چٹانوں کے پاس آ گیا لیکن عابر بن ایلیا اس وقت تک بھی وہاں نہ تھا ۔ لہذا میں اس سے متعلق ذرا فکر مند ہوا اور جبلِ اُحد کی ان چٹانوں سے اپنے گھر واپس جانے کے بجائے میں سیدھا وہیں سے خیبر کی طرف کوچ کر گیا ۔ وہاں میں عدیم بن ساعدہ سے ملا اور اس سے پتہ چلا کہ گزشتہ صبح جوں ہی عابر بن ایلیا خیبر سے نکل کر باہر گیا سماک بن خرشہ کہیں اس پر جھپٹ پڑا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے گھوڑے کو خیبر کی طرف بھگا کر خود نہ جانے کہاں روپوش ہو گیا ۔

ایک تو میں تمہیں یہ خبر دینے آیا ہوں کہ سماک بن خرشہ نے تمہارے دوسرے ساتھی عابر بن ایلیا کو بھی ختم کر دیا ہے اور تمہارے لیے دوسری بُری خبر یہ ہے کہ سماک بن خرشہ کو پتہ چل چکا ہے کہ تم خیبر سے یہاں اس عیص نام کی بستی میں منتقل ہو چکے ہو' میرا اندازہ ہے کہ وہ آج نہیں تو کل جلد نہیں تو بدیر ضرور تم سے نپٹنے کے لیے اس بستی کا رُخ کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ یہ مسلمان جنہوں نے مکہ سے بھاگ کر یہاں پناہ لے رکھی ہے ان ہی کی مدد سے وہ تم پر حملہ آور ہو اور تمہیں ٹھکانے لگا جائے ۔ لہذا میں تمہیں مخلصانہ و برادرانہ مشورہ دیتا ہوں کہ سماک بن خرشہ سے چوکنے رہنا اور میں تمہیں یہ بھی تنبیہہ کرتا ہوں کہ سماک بن خرشہ تہرانیت کا پروردہ ہے ۔ اس کی رُوح ایک آہن' اس کی آنکھیں شعلہ ہیں ۔ بظاہر وہ سہمی سہمی آوازوں اور ٹھہرے ٹھہرے بادلوں جیسا لگتا

ہے۔ پر اے ابن موص حقیقت میں وہ اس بھیس میں اپنے دشمنوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور پورے کینہ اور ذلت کے ساتھ وار کر کے وہ اپنے دشمن کو ابدی نیند سُلا کر رکھ دیتا ہے۔ لہٰذا اے ابن موص تمہیں سماک بن خرشہ سے انتہائی طور پر محتاط رہنا ہوگا۔ ورنہ تم دیکھو گے کہ تم پر حملہ آور ہونے کے لیے سماک بن خرشہ ایسا انداز اپنائے گا کہ تمہیں اس وقت پتہ چلنے دے گا۔ جب وہ اپنی تلوار کی نوک تمہاری شاہ رگ کے اوپر رکھ چکا ہوگا۔"

سماک کی یہ ہمت شکن اور رُوح پر غم طاری کر دینے والی گفتگو سُننے کے بعد زیاد بن موص نے انتہائی محبت اور چاہت کے ساتھ اپنا ہاتھ سماک کے کندھے پر رکھا اور بڑے شفیقانہ لہجے میں اس سے پوچھا۔ "اے ابن لبید! میرے بھائی! میرے عزیز تمہارا کیا خیال ہے، مجھے ان حالات میں کیسا اور کیا قدم اٹھانا چاہیے"؟

سماک نے ناصحانہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے کہنا شروع کیا۔ "اے ابن موص! تم جانتے ہو، مَیں بغیر کسی معاوضے اور اجر کے صرف تم لوگوں کی سلامتی اور سماک بن خرشہ کو ٹھکانے لگانے کی خاطر اپنا وقت برباد کر رہا ہوں اور اِدھر اُدھر تم لوگوں کی بہتری کے لیے بھاگ دوڑ کر رہا ہوں۔ مَیں تمہارے ہاں سے نکل کر سیدھا وادی القریٰ کی طرف جاؤں گا۔ کیونکہ مَیں نے مدینہ میں سماک بن خرشہ کے ایک دوست قطبہ بن عامر سے یہ سُنا ہے کہ سماک یہاں اس عیص نامی بستی میں تمہارے ساتھ نپٹنے کے بعد وادی القریٰ کا رُخ کرے گا۔ تاکہ وہ تمہارے دوسرے ساتھیوں کو وہاں تلاش کر سکے۔ کیونکہ تمہارے دوسرے ساتھی اِن دنوں خیبر میں نہیں ہیں۔ لہٰذا سماک بن خرشہ کو شک ہے کہ وہ اگر خیبر میں نہیں تو وادی القریٰ میں ہوں گے۔ لہٰذا مَیں بھی وادی القریٰ جا کر کسی سرائے میں قیام کروں گا اور وہاں مختلف سراؤں میں سماک بن خرشہ کو تلاش کروں گا اور جب مجھے وہ وہاں مِل گیا مَیں اچانک اور چوری چھپے اس پر ایسا حملہ کروں گا کہ اس کی گردن کاٹ کر رکھ دوں گا۔ اب سماک بن خرشہ کا سر قلم کرنا ہی میری زندگی کا مقصد ہے لہٰذا ان حالات میں مَیں تمہیں یہ مشورہ دوں گا



کہ تم میرے ساتھ آج بلکہ ابھی وادی القریٰ کی طرف چلو ورنہ ہر گزرتا لمحہ تمہارے لیے اندیشوں اور خطرات کا طوفان کھڑا کر سکتا ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے۔ چاہے تو یہاں اپنی بستی میں رُک کر سماک بن خرشہ کی صورت میں اپنی موت کا انتظار کرو، چاہے تم میرے ساتھ وادی القریٰ چلو اور وہاں ہم دونوں مل کر سماک بن خرشہ سے نپٹ لیں گے اس کے بعد یہاں تم اپنی مرضی اور آزادی کے ساتھ بے خطر ہو کر زندگی گزار سکو گے۔"

سماک کی اس تجویز کے جواب میں زیاد بن موص تھوڑی دیر تک خاموش کھڑا رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر شاید کوئی آخری فیصلہ کرنے کے بعد وہ سماک کی طرف متوجہ ہُوا اور فکرمندی میں ڈوبی ہوئی آواز میں بولا۔

"اے ابنِ لبید! میرا دِل کہتا ہے کہ تم درست کہتے ہو۔ اگر سماک بن خرشہ کو یہ خبر ہو گئی کہ مَیں خیبر سے یہاں اس بستی میں منتقل ہو گیا ہوں تو وہ ضرور میرا رُخ کرے گا۔ اور کسی نہ کسی بہانے اور حیلے سے کام لے میرا خاتمہ کرنے کی ضرور کوشش کرے گا۔ لہٰذا جب تک سماک بن خرشہ کو ٹھکانے نہیں لگا دیا جاتا اس وقت تک تمہارے ساتھ مَیں وادی القریٰ میں ہی قیام کروں گا اور مجھے اُمید ہے کہ ہم دونوں اپنی متحدہ اور مخلصانہ کوششوں کے ذریعے اپنے مشترکہ دشمن سماک بن خرشہ کو ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لہٰذا مَیں ابھی اور اسی وقت تمہارے ساتھ وادی القریٰ کی طرف کُوچ کروں گا۔ تم تھوڑی دیر تک یہاں رُک کر انتظار کرو، مَیں گھر سے اپنی سواری کا انتظام کر کے آتا ہوں اور پھر تمہارے ساتھ وادی القریٰ کی طرف کُوچ کرتا ہوں۔"

اس پر سماک نے مطمئن انداز میں اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "مَیں تمہارے ساتھ اتفاق کرتا ہوں۔ اب تم جاؤ۔ میں یہیں کھڑا رہ کر تمہارا انتظار کرتا ہوں"۔

زیاد بن موص فوراً واپس مڑا اور پھر وہاں سے چلا گیا تھا۔

سماک کو زیادہ دیر تک وہاں انتظار نہ کرنا پڑا تھا کیونکہ زیاد بن موص اپنے گھوڑے پر سوار وہاں آ نمودار ہُوا تھا۔ پھر وہ سماک کے قریب آ کر اپنے گھوڑے سے اُترا اور بڑی بشاشت اور ملائمت میں اسے مخاطب کر کے کہا۔ "اے ابن لبید!

میں اپنے اور تمہارے لیے زادِ راہ بھی ساتھ لے کر آیا ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے اپنے لباس کے تلے زرہ اور عمامے کے نیچے خود بھی پہن رکھی ہے اور میں پوری طرح مسلح ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اگر کہیں راستے میں ہم دونوں کا ٹکراؤ سماک بن خرشہ سے ہو گیا تو ہم راستے میں ہی دونوں مل کر اس سے نپٹ سکتے ہیں۔

اس پر سماک نے غور سے زیاد بن موص کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ موص! میں اس معاملے میں مکمل طور پر تم سے اتفاق کرتا ہوں۔ آؤ اب یہاں سے کوچ کریں۔" سماک کے کہنے پر زیاد بن موص فوراً اپنے گھوڑے پر بیٹھ گیا۔ سماک بھی لپک کر اپنے گھوڑے کی طرف گیا اسے کھولا، اس پر سوار ہوا، پھر وہ زیاد بن موص کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

عیص سے آٹھ میل دور تک جانے کے بعد سماک نے اچانک زیاد بن موص کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "اے ابن موص کیا تمہیں خبر ہے کہ ابی حقیق کی بیٹی خولیہ جسے تم لوگوں نے یمن سے مدینہ کی طرف جاتے ہوئے اٹھا لیا تھا۔ اس کے باپ اور غلام کو قتل کر دیا تھا، وہ خولیہ اس وقت کہاں ہے"۔

زیاد بن موص نے بڑے کرب اور تکلیف دہ الفاظ میں کہا۔ "اے ابن لبید اس خولیہ کی کچھ خبر نہیں ہے کہ ان دنوں وہ کہاں ہے۔ یہ عبیل بن جاثر ایسا ابلیس اور شیطان ثابت ہوا ہے۔ یہ ضرورت کے وقت ہمارا ساتھ چھوڑ گیا ہے اور جاتے ہوئے خولیہ کو بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ جب کہ اس کی غیر موجودگی میں سماک بن خرشہ نے نہ صرف یہ کہ سلام بن ابی حقیق کو ٹھکانے لگا دیا ہے بلکہ اس نے ہمارے ساتھیوں میں سے جبیر بن ساعدہ اور عابر بن ایلیا کو بھی قتل کر دیا ہے۔ ورنہ اے ابن لبید ہمارا تو خیال یہ تھا کہ ہم سلام بن ابی حقیق کی بہن خولیہ کو خیبر شہر میں ان کی حویلی کے اندر آباد کرتے"۔

سماک نے فوراً زیاد بن موص کی بات کاٹنے کے بعد ایک آہ بھرنے کے انداز میں کہا۔ "ہائے حیف نجانے یہ خولیہ اس وقت کہاں ہوگی۔ میں اس کی مدھم جھنکار جیسی



نورس آواز اور اس کے موج ابر کو ہسار جیسی قامت، اس کے نقرئی لہجے اور مترنم خوابوں جیسے انداز کو ترس گیا ہوں۔

اے ابن موص! خولیہ آنچلوں کا ایک حجاب، مہتاب کا ایک چہرہ، نور کی ایک قندیل اور صبح کا ایک سہانا جھونکا تھی۔ نہ جانے یہ شیطان عبیل بن جاثر اسے لے کر کہاں غائب ہو گیا ہے"۔

زیاد بن موص نے فکر مندی سے سماک کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اے ابن لبید! یہ آج تو نے خولیہ کے متعلق کیسی گفتگو کی۔ تمہارا اس خولیہ سے کیا تعلق ہے اور تم اسے کیسے جانتے ہو؟"

زیاد بن موص کے اس استفسار پر سماک نے کھنکھار کر اپنا گلا صاف کیا۔ پھر اس نے پہلے کی نسبت بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔

"اے ابن موص! میں ایک مکافاتِ عمل ہوں، میں تم لوگوں کا کھویا کھویا آرام اور الجھا الجھا چین ہوں۔ میں تم لوگوں کا بکھرا ہوا پریشان کن گمان اور ٹوٹا ہوا شیرازۂ خیال ہوں"۔

"اے ابنِ موص! میں ایک تند ٹکراؤ ہوں، ایک بخت آزما ہوں، بھیانک آندھیوں کا ایک طوفان اور دبوچ لینے والا ایک اضطراب جاوداں ہوں۔ اے ابنِ موص! میں ایک تبر بردار ہوں، بے پایاں نفرت ہوں اور بدیوں کے خلاف اور گناہگاروں کے مقابلے میں ایک ناشر خیر بھی ہوں"۔

اس موقع پر زیاد بن موص ایک الجھن کا شکار ہو گیا تھا اور اس نے سماک کے سامنے اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ لبید! یہ ابھی ابھی جو تم نے گفتگو کی ہے میں اس کو بالکل نہیں سمجھا۔ میں نے تم سے یہ تو سوال کیا ہی نہیں کہ تم کون ہو۔ میں جانتا ہوں تم جابر بن لبید ہو اور ہمارے دوست، ہمارے محسن، ہمارے چارہ گر ہو۔ یہ تم نے ذومعنی الفاظ میں کیسی گفتگو کی ہے، میں سمجھا نہیں۔ اے ابنِ لبید! تم کیا چاہتے ہو"۔

سماک نے فوراً اپنے سر پر سے عمامہ اُتار کر اپنے گھوڑے کی خرجین میں ڈال لیا اور زین کے ساتھ لٹکا ہُوا اپنا آہنی خود اپنے سر پر جمانے کے بعد اس نے پیٹھ سے ڈھال بھی سنبھال لی تھی اور ایک سخت غصیلے جھٹکے کے ساتھ پھر اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور ایک ہولناک انداز میں اس نے زیاد بن موص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابن موص میری طرف دیکھو اور مجھے پہچانو، میرے چہرے پر تجھے اَن گنت جذبات دکھائی دیں گے اور میری آنکھوں میں تمہیں انتقام کے بے شمار شعلے نظر آئیں گے۔ اے ابن موص! میں جابر بن لبید نہیں ہوں اور میرا تعلق طائف سے بھی نہیں ہے۔ میں تو مدینہ کا سماک بن خرشہ ہوں اور عیص نام کی بستی سے دُور ان ویرانوں کے اندر میں موت بن کر تمہیں دبوچ لوں گا اور تیری روح تیری جان تیری جوانی کو میں نسل در نسل بکھرے سکوت اور عہد در عہد پھیلے زمانے کی خاموشی میں ڈبو کر رکھ دوں گا۔

سماک کے یہ الفاظ سن کر زیاد بن موص کی حالت اس پرندے جیسی ہو گئی تھی۔ جو صید ہونے کے بعد کسی شکاری کے زیر کمند آ کر اندھیروں کے دوش پر بے موت مرنے پر مجبور ہو گیا ہو۔ وہ بغاوت کے گیتوں جیسا اُداس اور افسردہ ہو گیا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ اس کا دل اس کی نمود اور اس کی آبرو سب کچھ داؤ پر لگ گیا ہو۔ وہ ہمیشہ کے لیے جدا ہونے والے راستوں جیسا ویران اور اس سوداگر جیسا پریشان حال دکھائی دے رہا تھا جس کی ساری ہی کنیزیں اس سے چھین لی گئی ہوں۔ پر جلد ہی زیاد بن موص نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور فوراً ہی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالتے ہوئے اس نے کہا۔ اے فریبی، اے دھوکہ باز! تیری آنکھوں میں کیسی نرمی اور کیسا خلوص دکھائی دیتا تھا۔ تیری باتیں شہد سے میٹھی اور ترنم سے زیادہ پُر لطف تھیں۔

قسم ہے مجھے موسیٰؑ کے رب کی، اگر مجھے خبر ہوتی تو میں خیبر میں ہی تجھے موت کے گھاٹ اُتار کر رکھ دیتا اور اب بھی کچھ نہیں گیا۔ تُو یہ نہ سوچ کہ میں اکیلا تیرے سامنے شکست تسلیم کر لوں گا یا تُو مجھے اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ میں تیرے سارے ہی وہم و گمان نکال باہر کروں گا۔ تیری جرات کے جواں



عزم کو کاٹوں گا اور تیری ہر آنکھ میں بے تابی اور دل میں بے چینی بھر کر رکھ دوں گا۔

اے ابنِ خرشہ! جو کچھ تُو کر چکا سو کر چکا۔ کوئی دانشور، کوئی نکتہ داں مجھے اپنی چشم کے غمزہ و کنایہ سے بھی اس بات کی طرف اشارہ کر دیتا کہ تُو ابنِ لبید نہیں ابنِ خرشہ ہے تو اب تک میں تجھے گہری تاریک قبر میں لٹا چکا ہوتا۔ پر دیکھ اے ابن خرشہ اب میں ان ویرانوں کے اندر تیرے ساتھ مقابلہ کروں گا اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تجھ پر موت کی بے خودی طاری کرتے ہوئے تیری حالت بحرِ ناکنار میں گرنے والی پُرانی اور تعفن چھوڑی ہوئی شراب جیسی بنا کر رکھ دوں گا۔"

اے ابنِ خرشہ! میں تمہیں مقابلے کی دعوت دیتا ہوں تاکہ تم مجھ پر حملہ آور ہو اور پھر دیکھو میں اس ویرانے کے اندر تمہارا کیسا انجام اور کیسا حشر کر کے دکھاتا ہوں۔

سماک نے اپنی پوری غضب ناکی اور غصہ میں کہا۔" اے اطلس و سنجاب پہننے والے، اے بسترِ کم خواب میں سونے والے اور زر و جواہر میں پرورش پانے والے تو مجھے مقابلے کی دعوت دے کر احمقانہ غلطی کا ارتکاب کر رہا ہے۔ میں اپنے دشمنوں کا متلاشی اور اپنے اغیار کو زیرِ نگیں رکھنے کا فن خوب جانتا ہوں۔ میں جب تم پر حملہ آور ہوں گا تو تم اپنے سارے قرائن، سارے طغرے اور تہذیب و تمدن کے سارے ہی پہلو بھول جاؤ گے۔ میرے اگر بس میں ہوتا تو اے بے ہودہ انسان! کیا تم سب کی گردنوں اور جسموں کا مینار اس وقت ہی کھڑا کر دیتا جس وقت تم نے ابی حقیق اور ملبیس کو قتل کرنے کے بعد خولیہ کو اٹھایا تھا

میں جب تم پر حملہ آور ہوں گا تو تیری قسمت میں کسی پیڑ کا سایہ نہ رہے گا اور تیری ساری وحدتِ فکر اور تیرے سارے اوصافِ حمیدہ کو میں تیرے ہی غم و اندوہ میں ڈال دوں گا اور تیری چشمِ تند یہ کو بے رنگین اور عیب داری کی مہر لگا دوں گا۔"

زیاد بن موص نے آگے بڑھ کر سماک پر حملہ آور ہوتے ہوئے اپنی پوری کربناکی میں کہا۔" اے ابنِ خرشہ! جو کچھ تم نے کہا ہے۔ یہ میرے ہاں لاف زنی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ دیکھ قسم مجھے موسیٰؑ کی میں کس طرح تجھے تیری تاریک روح سے

اور صبح و شام کے چکر سے نکال باہر کرتا ہوں۔"

سماک نے بڑی آسانی سے اپنی ڈھال پہ ابن موص کا وار رد کر دیا۔ پھر جواباً اس نے بھی زیاد بن موص پہ حملہ کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر وہ جم کر ایک دوسرے پر وار کرتے رہے۔ پر جلد ہی سماک نے اپنے حملوں اور خوفناک واروں سے زیاد بن موص کو تھکا اور چونکا کر رکھ دیا اور پھر اس پر ایک ایسا خوفناک وار کیا کہ سماک کی تلوار ابنِ موص کو ایک سے دو حصوں میں کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی۔

پھر سماک اپنے گھوڑے سے اُترا وہاں زمین کھود کر زیاد بن موص کی لاش کو اس میں دفن کر دیا۔ اس کے گھوڑے کی باگ کو اس نے اپنے گھوڑے کی زین سے باندھا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ کچھ دُور تک مدینہ کی طرف جانے کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کی زین سے ابن موص کے گھوڑے کی لگام کھول دی تھی۔ پھر اُسے مار کر مکہ کی طرف بھگا دیا تھا۔ جب کہ وہ خود اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا مدینہ کی طرف جا رہا تھا۔



عمرہ ادا کرنے کے بعد حضورؐ چند ماہ تک مدینہ میں قیام پذیر رہے۔ اس وقت تک مکہ کے کئی صاحبِ حیثیت سرداروں اور رؤسا نے اسلام قبول کر کے مدینہ کی طرف ہجرت اختیار کر لی تھی۔

اسلام قبول کر کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے ان اکابر میں عمروؓ بن العاص، خالدؓ بن ولید اور عثمانؓ بن طلحہ بھی شامل تھے۔

عمرہ کے بعد چند ماہ آرام کرنے کے بعد آپؐ نے موتہ کی مہم کا آغاز کیا۔ اس مہم کے لیے جو لشکر تیار کیا گیا تھا اس کی تعداد کل تین ہزار تھی اور زیدؓ بن حارثہ کو اس لشکر کا سالار مقرر کیا گیا تھا۔ پھر حضورؐ نے خود اس لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اگر جنگ کے دوران اتفاق سے زیدؓ کو کوئی حادثہ پیش آئے تو اس کے بعد جعفرؓ بن ابی طالب لشکر کے سالار ہوں گے اور یہ بھی کسی حادثۂ ناگہانی میں مبتلا ہو جائیں تو پھر ان کی جگہ عبداللہؓ بن رواحہ امیرِ لشکر ہوں گے اور اے لوگو! اگر عبداللہؓ بن رواحہ بھی قضائے الٰہی میں مبتلا ہو جائیں تو پھر لشکر میں شامل مسلمانوں کو اختیار ہو گا کہ وہ جسے چاہیں اپنا امیر مقرر کر لیں۔"

اس طرح کی چند اہم باتیں لشکر کے گوش گزار کرنے کے بعد حضورؐ نے اس لشکر کو ارضِ شام کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر میں ایک عام لشکری کی حیثیت سے

خالد بن ولید بھی شامل تھے۔

حضورؐ نے دُعائیں دے کر اس لشکر کو رخصت کیا تھا اور اس الوداع کے موقع پر عبداللہ بن رواحہ پر عجیب طرح سے یہ گریہ وزاری کا عالم طاری ہوگیا تھا اس موقع پر لوگوں نے عبداللہ بن رواحہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا " اے ابن رواحہ یہ گریہ کا سبب کیا ہے "۔

اس پر عبداللہ بن رواحہ نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا " لوگو! خدا کی قسم مجھے دُنیا سے کوئی محبت نہیں۔ نہ ہی تم لوگوں سے ایسی شیفتگی ہے کہ اس موقع پر تمہاری جدائی مجھے شاق ہو لیکن بات یہ ہے کہ میں نے حضورؐ کو قرآن مقدس کی یہ آیت پڑھتے سُنا ہے جس میں دوزخ کا ذکر ہے اور جس میں کہا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جسے دوزخ میں نہ جانا پڑے یہ تیرے رب کا قطعی اور حتمی فیصلہ ہے۔ پس میں اس وجہ سے گریہ وزاری کرتا ہوں کہ نہ جانے مجھے اس جہنم سے نکلنا بھی نصیب ہوگا یا نہیں "۔

عبداللہ بن رواحہ کے ان الفاظ سے سارے لوگ بے حد متاثر ہوئے۔ پھر تمام لوگوں نے بلند آواز میں عبداللہ بن رواحہ اور لشکر کے دیگر لوگوں سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ " اللہ تم لوگوں کا ساتھ دے۔ تم لوگوں سے بلائیں دُور فرمائے اور ہماری طرف صحیح سلامت واپس لائے "۔

اس موقع پر عبداللہ بن رواحہ نے چند رقت آمیز اشعار پڑھے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

" میں خدائے رحمان سے مغفرت کی دُعا کرتا ہوں اور تلوار کا ایک ایسا وسیع اور گہرا گھاؤ لگنے کی التجا کرتا ہوں جو خون کے جھاگ ڈال رہا ہو، ایسے نیزے کا زخم کھانے کی دُعا کرتا ہوں جسے کوئی خون کا پیاسا کافر اپنے دونوں ہاتھوں پر پورا زور دے کر مارے۔ وہ نہایت تیزی سے قتل کر دے۔ جگر اور انتڑیوں میں نفوذ کرتا چلا جائے پھر جب



میرے مزار پر لوگ گزریں تو یہ کہتے ہوئے گزریں کہ اللہ نے اس مجاہد کو صحیح راستہ دکھایا اور اس نے بھی وہی راستہ اختیار کیا۔

عام لوگوں کو مخاطب کرنے کے بعد پھر عبداللہ بن رواحہ نے حضورؐ سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" آپؐ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ پس جو شخص اللہ کے رسولؐ کی دی ہوئی ہدایتوں سے اور ان کی خوشنودگی حاصل کرنے سے محروم رہے گا اس کی شومئی قسمت اسے کوتاہ وسعت اور خوار رکھے۔ ہر صورت خداوند نے آپؐ کو سارے پیغمبروں میں جو محاسن عطا فرمائے ہیں انہیں پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل پہلے انبیاءؑ کی پوری پوری مدد اور نصرت خداوند نے فرمائی تھی میں نے یہ بات بفراست سمجھ لی ہے کہ آپؐ کی خیر و فلاح اللہ کا عطا کردہ تحفہ ہے۔ یہ بات اسی فراست سے سمجھ لی ہے جو آپؐ کے مطابق مشرکین کے نقطۂ نظر سے بالکل خلاف اور برعکس ہے۔

اس کے بعد اسلامی لشکر نے مدینہ سے کوچ کیا اور لگاتار پیش قدمی کرتے ہوئے یہ لشکر شام کی سرزمین میں معان کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ یہاں پہنچ کر مسلمانوں کو پتہ چلا کہ قسطنطنیہ میں رومیوں کے بادشاہ ہرکولیس کو بھی مسلمانوں کی اس پیش قدمی کی خبر ہوگئی ہے۔ لہذا مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہرکولیس اپنے بہتر طور پر مسلح ایک لاکھ لشکر کے ساتھ تاب کے مقام پر خیمہ زن ہو چکا ہے اور ہرکولیس پر مسلمانوں کا ایسا خوف اور ایسی وحشت طاری ہے کہ مسلمانوں کے صرف تین ہزار لشکر کے مقابلے میں اس نے اپنے ایک لاکھ لشکر پر استفاس کیا بلکہ شام کی سرحدوں پر آباد عربوں کے قبائل میں سے بنولخم، بنوجزام، بنوقین، بنو بہرا اور بنو ملی کے ایک لاکھ لشکر کو بھی اس نے اپنے ساتھ ملا کر دو لاکھ کی تعداد پُوری کر لی ہے تاکہ مسلمانوں کے صرف تین ہزار لشکر کا مقابلہ بہتر طور پر کیا جا سکے۔

رومنوں کے ایک لاکھ لشکر کی ہرکولیس خود کمان کر رہا تھا۔ عربوں کے مختلف قبائل پر مشتمل ایک لاکھ لشکر کی کمان قبیلہ سلی کے ایک فرد مالک بن زافلہ کے ذمہ لگائی گئی تھی۔

مسلمانوں کو جب یہ خبر ملی کہ ان کے تین ہزار لشکر کے مقابلے میں ایک لاکھ رومن اور ایک لاکھ غیر مسلم عرب قبائل کا لشکر نکل کھڑا ہوا ہے تو انہوں نے معان میں ہی اپنا قیام رکھا اور لگاتار دو راتیں وہاں گزاریں اور لشکر میں سے کچھ لوگ یہ خیال ظاہر کرنے لگے کہ ہمیں یہیں رُک کر حضورؐ کو قاصد کے ذریعے یہ پیغام بھجوانا چاہیئے کہ مسلمانوں کے تین ہزار لشکر کے مقابلے میں دشمن کا دو لاکھ کا لشکر تیار کھڑا ہے ۔ اس کے بعد جو بھی حضورؐ حکم دیں اس کے مطابق عمل کیا جائے لیکن عبداللہ بن رواحہ نے اس چیز کو ناپسند کیا ۔ انہوں نے کہا ۔ حضورؐ ہمیں دشمنوں کے مقابلے میں روانہ کر چکے ہیں ۔ لہٰذا ہمیں دشمن کی تعداد سے فکرمند نہیں ہونا چاہیئے ۔ لہٰذا انہوں نے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے اور ان کے اندر شجاعت و ہمت اُبھارنے کی خاطر انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

" مسلمانو ! خدا کی قسم وہ چیز جس سے تم ہچکچا رہے ہو یہ تو وہی ہے جس کے طلب گار بن کر تم لوگ مدینہ سے نکل کر اس طرف آئے ہو ۔ ہم مسلمان تعداد ، قوت اور کثرت کے بھروسے پر نہیں لڑتے بلکہ ہم کفار سے اس دین کے تحفظ کے لیے لڑتے ہیں جس سے ہمیں خداوند نے عزت بخشی ہے ۔ اس لیے اُٹھ کھڑے ہو اور آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کرو اور سنو ، اگر ہم آگے بڑھ کر بے جگری سے اور خلوص کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور ملے گی ۔ اگر ہم میں سے کوئی اس جنگ میں مارا جاتا ہے تو اسے شہادت نصیب ہو گی اور اگر ہم کامیاب رہتے ہیں تو فتح ہمارے قدم چومے گی ۔ دو بھلائیوں میں سے تو ایک بھلائی ہمارے حصے میں ضرور آئے گی ۔ لہٰذا اُٹھ کھڑے ہو کہ اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کی پرواہ کیے بغیر ہم اپنے رب کا نام لے کر ان کے سامنے جم جائیں ۔"

رجا ۔ اور فرج کی پہاڑیوں سے ہم اپنے وہ گھوڑے نکال کر آگے لے



گئے جنہیں گھاس کے گٹھر کے گٹھر بار بار کھلائے جاتے ہیں اور جن کے پاؤں میں ہم نے لوہے کے وہ جوتوں کی طرح پہنا دیئے ہیں جن کی سطح نہایت چکنی اور چمڑے کی طرح ملائم ہے ۔

یہ گھوڑے تہذیب اور ہچکچاہٹ کے عالم میں دو راتوں تک مقام معان میں ٹھہرے رہے مگر پھر حزن و ملال کے بعد ان میں ایک نئی طاقت ایک نئی اُمنگ پیدا ہو گئی ہے ۔ پھر کیا تھا ہم چل پڑے اور ہمارے گھوڑے چھوڑ دیئے گئے جو اپنے نتھنوں سے بادِ سموم میں سانس لے رہے تھے ۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں ۔ اب تو ہم ضرور پہنچ کر رہیں گے خواہ وہاں عرب قبائل مقابل ہوں یا اہلِ روما ۔ چنانچہ ہم نے ان گھوڑوں کی لگامیں تھام لیں ۔ پھر یہ نہایت برق روی سے بڑھ کر آگے آگئے ۔

ان کی آنکھوں سے غبار آلودہ آنسو بہہ رہے تھے جو سرخ و سفید دھاگے کی طرح نظر کر دیتے تھے ۔ یہ گھوڑے اپنے عظیم لشکر کے ساتھ آئے جس میں سروں پہ خودوں کی چوٹیاں ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں زندگی کی راحتوں سے شادکامی میں رہنے والی ہو ۔ ہمارے نیزوں نے طلاق دے دی ۔ وہ چاہے دوبارہ شادی کرے چاہے بیوہ رہے ۔

عبداللہ بن رواحہ کے ان رزمیہ اشعار نے بھی اسلامی لشکر پہ گہرا اثر کیا ۔

لہٰذا اسلامی لشکر نے معان سے کوچ کیا اور ماب کی طرف روانہ ہوا جہاں پر رومنوں کا بادشاہ ہرکولیس دو لاکھ کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کا منتظر تھا ۔

جس وقت مسلمانوں کا لشکر رومنوں کے لشکر کے قریب گیا اس وقت عبداللہ بن رواحہ کے گھوڑے پر ان کے پیچھے زیاد بن ارقیم بیٹھے ہوئے تھے ۔ ابن ارقیم یتیم تھے اور عبداللہ بن رواحہ کے زیرِ تربیت تھے ۔ دشمن کے قریب جا کر عبداللہ بن رواحہ نے پھر اپنے آپ کو مخاطب کر کے بلند اور کھولتی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا ۔

" اے نفس ! جب تُو نے اپنا حق ادا کر دیا اور کنکریلی زمین کے بعد

چار دن کی مسافت کے لیے میرا کجاوہ کس دیا پھر کیا ہے۔ پھر تیرے لیے تو نعمتیں ہی نعمتیں ہیں اور تیرے سوا جو کچھ ہے وہ سب ہیچ اور پست ہے۔ خدا کرے اب میں پیچھے اپنے اہل و عیال میں لوٹ کر نہ جاؤں اور شہادت کا درجہ حاصل کر لوں اور یہ سب مسلمان جو آئے ہیں تو اس لیے آئے ہیں کہ مجھے ملک شام میں ایسی شہادت کے ٹھکانے پر چھوڑ جائیں جس کے لیے میں بے چین ہوں اور بھائی چارے سے منقطع کر کے اب ہر قریبی رشتہ دار نے مجھے خدائے رحمان کی طرف لوٹا دیا ہے۔ اس جگہ نہ مجھے نئے نئے پودوں کی کلیوں کی پروا رہے گی۔ نہ میں سیراب و شاداب نخلستان کی ڈالیوں کو جھکا جھکا کر پھل توڑوں گا۔ دُنیا کی ہر چیز سے میں بے نیاز ہو جاؤں گا۔

اس قدر کہنے کے بعد عبداللہؓ بن رواحہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور زید بن ارقم کو مخاطب کر کے انہوں نے کہا، زید! ان تیز رفتار اونٹوں والے جو چلتے چلتے دُبلے ہو گئے ہیں رات بہت لمبی ہو گئی ہے۔ تم جب سیدھے راستے پر ہو تو اب بڑھو اور جلد میدانِ کارزار میں داخل ہو کر مجھے شہادت کا شوق پورا کرنے دو۔"

آخر موتہ کے مقام پر دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے اور اپنی اپنی صفوں کو ترتیب دینے لگے تھے۔ اسلامی لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ میمنہ پر قطبہؓ بن قتادہ کو اور میسرہ پر عبایہ بن مالک کو کمان دار مقرر کیا گیا تھا جب کہ لشکر کی سپہ سالاری کے فرائض زیدؓ بن حارثہ ادا کر رہے تھے۔

جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے تو مسلمانوں نے دیکھا کہ رومن لشکر کے اندر ان کی عورتیں بھی شامل تھیں جو اپنے نغموں کی موج، اپنے رنگوں کے طوفان، اپنے حسن اور خوشبو کی ترنگ میں رزمیہ گیت گاتی ہوئی اپنے لشکر کو اندھیروں کے بھنور، سسکتی رات اور صدیوں پرانے قبرستانوں جیسی شکست سے بچانے کی کوشش کر رہی تھیں۔



ان کا خیال تھا کہ لشکر کے اندر ان کی موجودگی اور ان کے حسن و شباب کے باعث ان کے لشکریوں کی آرزوئیں اور خوابوں کی تکمیل ہو گی۔ یہ جنگ شروع کرنے سے پہلے رومن لشکریوں نے اپنے سپہ سالار ہرکولیس سے عہد کیا تھا کہ وہ تلوار، دغا، چالاکی اور ہر طرح کے فریب سے کام لیتے ہوئے زمین کی سرد پاتال اور جاڑے کی ٹھٹھرتی لمبی رات کی طرح ان تین ہزار مسلمانوں پر چھا کر ان کا خاتمہ کر دیں گے۔

جب جنگ شروع ہوئی تو ان رومنوں اور غیر مسلم عربوں نے دیکھا کہ ان کے مقابلے میں وہ مٹھی بھر مسلمان عجیب طرح سے جرأتوں و جسارت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے رشتہ اتحاد کو نہ صرف قائم رکھے ہوئے تھے بلکہ وہ خوفناک انداز میں حملہ آور ہو کر دشمن پر ایک طرح کی سنسنی خیزی بھی طاری کرنے لگے تھے۔ وہ موت کی تلاش میں زندگی کے خلاف سینہ سپر تھے۔ جب کہ زندگی ان کے تعاقب میں اور موت اُن کے سامنے فرار کی راہیں تلاش کر رہی تھی۔ اپنے عمل اور اپنی جرأت مندی سے وہ اس بات کا اعلان کر رہے تھے کہ ہمیں فاصلوں کی کیا فکر ہمارا رشتہ تو فاصلوں سے ماورا ہے وہ ہر قریہ، ہر کوچہ، ہر کھیت اور ہر شاہراہ پر اپنے دین کے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تلواروں کی چھاؤں اور تیروں کی بارش کے اندر ایک عجیب عہد کر رہے تھے۔ اُن مسلمان مجاہدوں کے سامنے موت غم کی اندھی رات کی طرح خود کو ڈھونڈتی اور اپنے آپ کو تلاش کرتی پھر رہی تھی۔

لیکن وہ اپنی تلوار کی نوک سے اپنی ملت کی تاریخ کو مرتب کر رہے تھے۔ وہ اپنی تقدیر کے خلاصے رومنوں کے ظلم کی رات کے اندر سے آئینے میں دیکھتے ہوئے آنے والی نسلوں کے لیے ایک پیغام، ایک نصیحت چھوڑتے ہوئے چلے جا رہے تھے بہر حال وہ مٹھی بھر مسلمان دو لاکھ لشکروں کے سامنے عجیب سی جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جبل کی صورت جم کھڑے ہوئے تھے۔

مٹھی بھر وہ مسلمان رومنوں کے لیے جدائی کا دکھ اور مجبوری بن گئے تھے اور اُن کے راستے میں انہوں نے موت کی اَن گنت صلیبیں کھڑی کر کے رکھ دی تھی۔ عین اس وقت

جب کہ جنگ کی بھٹی خوب فروزاں اور درخشاں تھی اور رومنوں کے اندر کا خبیث انسان اپنی پوری قوت سے جوش مار رہا تھا۔ مسلمانوں کے سالار زیدؓ بن حارثہ دشمن کے اَن گنت نیزوں سے زخمی ہو کر گر پڑے اور دم توڑ گئے۔

زیادؓ بن حارثہ کی شہادت کے بعد جعفرؓ بن ابی طالب نے اسلامی لشکر کا علم اور سپہ سالاری سنبھالی اپنے سُرخ گھوڑے پر سوار وہ اپنے لشکر کی کمان داری کرتے ہوئے خون کے اُبھرتے جوار بھاٹے، موجوں کے اُبھار اور سمندر کے تلاطم کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔ عجیب جرأت مندی سے اپنی ملت کا حساب چکا رہے تھے۔ جعفرؓ بن ابی طالب نے دین کے دشمنوں کی حالت ڈوبتی کشتی اور مایوسی کو ندامت جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔ ان کے حملوں کی سادگی کے اندر ایک قابلِ تقلید جدوجہد اور کشاکش پہنا دی تھی۔

آخر دشمن سے جنگ کرتے کرتے ایک موقع پر جعفرؓ بن ابی طالب مکمل طور پر رومنوں کے نرغے میں آن پھنسے تھے۔ اس موقع پر وہ فوراً اپنے سُرخ رنگ کے گھوڑے سے کُودے پھر خود اپنی ہی تلوار مار کر انہوں نے اپنے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں تاکہ اُن کے فرار کا کوئی موقع ہی نہ رہے۔ پھر انہوں نے چاروں طرف بڑی تیزی کے ساتھ اپنی تلوار چلاتے ہوئے دشمنوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے میرے نفس! خوش ہو جا کہ جنت تیرے اس درجہ قریب ہے۔ پاک اور ٹھنڈا ہے اس کا مشروب اور تیرے دشمن وہ ہیں جن پر عذاب کا وقت بالکل قریب آ گیا ہے۔ یہ منکر ہیں ان کے نسب بھی ہم سے دُور ہیں۔ جب یہ ہم سے بھڑے ہیں تو ہم پر واجب اور لازم ہے کہ انہیں تلواروں پر رکھ لیں۔ یوں دشمن کے گھیراؤ میں جعفرؓ بن ابی طالب چاروں طرف اپنی تلوار لہراتے ہوئے تھوڑی دیر تک شرارۂ برق اور ہما سوز سموم کی طرح دشمن کی قوتِ ارادی کو منقطع کرتے ہوئے ان پر خستگی اور بے چارگی طاری کرنے لگے تھے پھر ایک ساتھ کئی تلواریں جعفرؓ بن ابی طالب پر برسنے لگیں اور ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا جس میں وہ لشکر کا علم لیے ہوئے تھے۔ دایاں ہاتھ



کٹ جانے کے باعث آپ نے بائیں ہاتھ سے اپنے لشکر کا علم سنبھالا اور جب وہ بھی کٹ گیا تو اپنے دونوں بازوؤں میں جھنڈے کو لے کر سینے سے لگا کر تھامے رکھا اور اسی حالت میں آپ شہید ہو کر زمین پر گر پڑے۔

جعفرؓ بن ابی طالب کی شہادت کے بعد سپہ سالاری کا عہدہ سنبھالنے کے لیے عبداللہؓ بن رواحہ کا نمبر آتا تھا۔ سو جب عبداللہؓ بن رواحہ نے دیکھا کہ جعفرؓ بن ابی طالب شہید ہو گئے ہیں تو انہوں نے اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ "اے نفس! میں نے تو اس بات کی قسم کھائی تھی کہ تو معرکہ جنگ میں ضرور مقابلہ کرے گا۔ سُن لے یا تو تجھے خود اُتر کر مقابلہ کرنا پڑے گا۔ ورنہ تجھ سے یہ مقابلہ جبراً کرایا جائے گا۔ اگر لوگ واویلا کرتے اور گلوگیر ہو کر روتے ہیں تو یہ سب کچھ انہیں کرنے دے مگر میں یہ کیا دیکھتا ہوں کہ تو جنت سے گھبرا رہا ہے۔ یہ تو وہ چیز ہے جس پر تو ایک مدت سے مطمئن ہے"۔

"اے نفس! تو اگر قتل نہ کیا گیا تو اپنی موت مرے گا۔ یہ تو وہ موت ہے جس کی آنکھ میں تو کھٹک رہا ہے۔ اب بھاگ کر جائے گا کہاں۔ جس چیز کی تجھے خود تمنا تھی وہی تجھے دی جا رہی ہے۔ اگر تو ان دونوں یعنی زیدؓ بن حارثہ اور جعفرؓ بن ابی طالب جیسا کام کرے گا تو بالکل ٹھیک کرے گا۔

اس کے بعد ایک سپہ سالار کی حیثیت سے عبداللہ بن رواحہ نے اسلامی لشکر کا علم سنبھالا۔ وہ عجیب سے شعور، دب و تاب میں صبا رفتاری کے ساتھ نادیدہ و ناشنیدہ قوت کی طرح بڑی تیزی سے کاوا کاٹتے ہوئے اپنے سارے حیات بخش رنگوں کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوئے تھے اور رومنوں کو اپنے سامنے وہ شکار کیے جانے والے جانوروں کی طرح ہنکارتے ہوئے تاریخ کا قرض چکانے لگے تھے۔

دشمن پر تلخ حقیقتوں کے گہرے زخم لگا رہے تھے اور ان کی بھیڑیا نما آنکھوں میں انہوں نے وحشت اور خوف زدگی بھر کر رکھ دی تھی۔ وہ ابدیت کی گہرائی اور آخری تلوار کی طرح رومنوں کی انانیت کو وقت کی اُڑتی گرد میں اُمیدوں کی بکل کی طرح چیر چیر کرتے چلے گئے تھے۔

عبداللہؓ بن رواحہ اپنے لشکر کی اُمیدوں کا مرکز بن کر ایک مضبوط بُرج اور کوہِ گراں کے پتھر کی طرح مضبوطی کے ساتھ رومنوں کے سامنے جم گئے تھے۔ وہ رومنوں پر بحرِ محیط کی طرح حملہ آور ہو کر اور ان کے ساتھ بخت و اتفاق کا کھیل کھیلتے ہوئے اور انہیں آفات و آلام میں ڈالتے ہوئے ان کی عزت اور ان کی ناموس اور ان کی انانیت کو خطرات میں ڈبونے اور سمونے لگے تھے۔ عبداللہؓ بن رواحہ دشمن کو کاٹتے ہوئے ان کے اندر چلے گئے اور شہید ہو گئے۔

عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کے بعد زیدؓ بن ارقم نے اسلامی عَلم کو سنبھال لیا۔ اور اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا "اے مسلمانوں کے گروہ! بہتر ہو گا اگر تم اپنے میں سے کسی اور شخص کو سالار منتخب کر لینے پر رضامند ہو جاؤ۔"

اس پر لشکر میں سے بہت سے لوگوں نے بلند آوازوں میں چلاتے ہوئے کہا۔

"ہم آپ کو ہی اپنا سالار منتخب کرتے ہیں۔"

اس پر زیدؓ بن ارقم نے پھر بلند آواز میں مخاطب ہو کر کہا "نہیں میں یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔"

اس پر لوگوں نے متفقہ طور پر خالدؓ بن ولید کو اپنا سالارِ اعلیٰ منتخب کر لیا تھا۔

خالدؓ بن ولید اسلامی لشکر کے لیے اُمیدوں کا مظہر اور دِلوں کی دھڑکن ثابت ہوئے وہ جنگ اور لڑائی کے تمام مد و جزر سے خوب واقفیت رکھتے تھے اور رزم گاہ کی اُمیدوں اور آلام سے بہرا ور بھی تھے۔ انہوں نے دیکھا ان کے لشکر کی اپنے لہو کا صدقہ دیتے ہوئے دُشمن کی صفوں میں اس قدر دور تک گھستے چلے گئے تھے جہاں صرف موت کا سناٹا تھا اور جہاں مرگ کے کارکن صف بستہ کھڑے تھے۔ جہاں دُشمن کالی رات کے کوّوں کی طرح ان کا منتظر تھا اور چاہتا تھا کہ شیطانیت کی اتھاہ گہرائیوں کو چھو کر اسلامی لشکر کو زندگی کی آخری شب میں ڈال دے۔

اب خالدؓ بن ولید کے سامنے یہ مقصد اور مدعا نہ تھا کہ دُشمن کے دو لاکھ جرار لشکر کے سامنے اپنے تین ہزار مٹھی بھر مجاہدوں کو کیسے لڑائیں بلکہ ان کے سامنے سب سے اہم اور



ضروری امر یہ آن پڑا تھا کہ ان کے لشکری دشمنوں کی صف میں دائیں بائیں اور آگے پیچھے خوب پھیل چکے تھے اور ان کا دُور دُور پھیل کر دُشمن کے اندر جا کر جنگ کرنا ان کے لیے ہی خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ لہٰذا خالدؓ بن ولید نے چاہا کہ سب سے پہلا کام جو ان کے کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ دُشمن کے خلاف جنگ کرتے کرتے وہ اپنے سارے لشکریوں کو ایک جگہ جمع کر کے دُشمن کے خلاف کوئی کارگر ضرب لگانے میں کامیاب ہوں۔

اپنے اس مقصد میں خالدؓ بن ولید پوری طرح کامیاب و کامران رہے۔ انہوں نے اخوت مساوات اور اتحاد کا درس دینے والے مجاہدوں کو اپنی طرف بلایا اور انہیں آواز دی کہ دشتِ عرب کے سپوتو! میرے اِردگرد جمع ہو جاؤ پھر دیکھو میں اِن تار تک ویرانوں کے اندر دُشمن کے دِلوں پر کس طرح تالے اور ان کی آنکھوں پر کیسے پٹیاں ڈالتا ہوں۔"

خالدؓ بن ولید کی اس پکار اور اس آواز کا خاطر خواہ اثر ہُوا اور مسلمان لشکری دُشمن کے لہو میں اپنی اُنگلیاں ڈبوتے ہوئے خالدؓ بن ولید کے پاس آ جمع ہوئے۔ یہاں تک کہ سارا اسلامی لشکر پھر گتھی ہوئی صفحوں کی طرح ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا مِلا کر اور صفیں درست کر کے کھڑا ہو گیا تھا۔

دوسری طرف جب رومنوں کے بادشاہ ہرکولیس نے دیکھا کہ مسلمان صرف تین ہزار ہونے کے باوجود اس کے دو لاکھ کے لشکر پر کاری اور بھرپور ضرب لگانے کے بعد پھر اپنے نئے سالار کے پاس جمع ہو کر ایک نئے انداز اور ایک نئے ولولے کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں تو اس نے بھی اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا دیا اور حملہ آور ہونے میں پہل نہ کی۔"

خالدؓ بن ولید نے جب دیکھا کہ دشمن ہم پر حملہ آور ہوتے ہوئے ہچکچا رہے ہیں تو وہ بھی اپنے مختصر سے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹ گئے۔ اس موقع پر وہ نہیں چاہتے تھے کہ اپنے چھوٹے سے لشکر کو جس میں اَب کئی ایک زخمی بھی ہو چکے تھے دُو لاکھ کے لشکر سے ٹکرا کر انہیں دانستہ طور پر موت کے جبڑوں میں ڈال دیں۔ لہٰذا جب وہ اپنے لشکریوں کو لے کر پیچھے ہٹے تو ہرکولیس بھی اپنے لشکروں کو لے کر وہاں سے کوچ کر

گیا تھا۔ اس طرح اس جنگ کا خاتمہ ہو گیا اور خالدؓ بن ولید اپنے لشکر کو لے کر مدینہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

لشکر کے مدینہ پہنچنے سے قبل ہی زیدؓ بن حارثہ، جعفرؓ بن ابی طالب اور عبداللہؓ بن رواحہ کی شہادت کی خبر ایک قاصد کے ذریعے مدینہ میں حضورؐ کو پہنچا دی گئی تھی۔ یہ خبر سُن کر حضورؐ جعفرؓ بن ابی طالب کے گھر گئے۔ اس وقت ان کی اہلیہ اپنے بچوں کو نہلا دُھلا کر اور انہیں کپڑے پہنا کر آٹا گوندھ چکی تھی اور اپنے بچّوں کے سَر پر اس نے اس روز تیل بھی خوب لگا رکھا تھا۔ حضورؐ اس کے ہاں گئے اور فرمایا "جعفرؓ کے بچّوں کو میرے پاس لاؤ۔"

ان کی اہلیہ جب اپنے بچوں کو حضورؐ کے پاس لے گئی تو آپؐ نے بچوں کے بالوں کو سونگھا اور پیار کیا اور اس کے ساتھ ہی آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس پر جعفرؓ بن ابی طالب کی اہلیہ نے پوچھا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان۔ آپؐ کے رونے کی کیا وجہ ہے"۔

اس پر حضورؐ نے فرمایا "جعفرؓ اور اس کے ساتھیوں کی خبر مجھے ملی ہے کہ وہ جنگِ موتہ میں مارے گئے ہیں"۔ اس پر جعفرؓ بن ابی طالب کے ہاں رونا دھونا اور گریہ وزاری کا سماں شروع ہو گیا۔

اس پر حضورؐ وہاں سے اُٹھ کر اپنے اہلِ خانہ کو مخاطب کر کے آپؐ نے فرمایا "دیکھو جعفرؓ کے اہلِ خانہ کے لیے کھانا تیار کرنے میں غفلت نہ کرنا وہ تو جعفرؓ کے صدمے میں پڑے ہوئے ہیں۔

⊙

خالدؓ بن ولید کی کمان داری میں جب اسلامی لشکر موتہ میں ہرکولیس کے دو لاکھ کے لشکر سے ٹکرانے کے بعد مدینہ میں داخل ہوا تو حضورؐ نے اس لشکر کا استقبال کیا اور وہاں کھڑے ہوئے لشکریوں اور دوسرے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا۔



"زیدؓ بن حارثہ نے جھنڈا لیا تو اسے لیے ہوئے وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ پھر جب یہی عَلم جعفرؓ بن ابی طالب نے سنبھالے دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے شہادت کے درجہ کو پہنچے"۔ اس قدر فرمانے کے بعد حضورؐ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔

چونکہ زیدؓ بن حارثہ اور جعفرؓ بن ابی طالب دونوں مہاجرین میں سے تھے اور تیسرے سالار عبداللہ بن رواحہ چونکہ انصار میں سے تھے، حضورؐ کے رُک جانے پر انصار کے چہروں کا رنگ متغیر ہو گیا۔ انہیں خیال گزرا کیا عبداللہؓ بن رواحہ کے قریب کوئی ایسی چیز تو نہیں تھی جِسے ناپسند کیا گیا ہو اور حضورؐ اس کا اظہار نہیں فرما رہے۔

تھوڑی دیر کے بعد پھر حضورؐ نے فرمانا شروع کیا۔ "اس کے بعد عبداللہؓ بن رواحہ نے اسلامی لشکر کا جھنڈا لیا اور وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے"۔

یہ سُن کر انصار کے چہروں پر رونق اور خوشی پھیل گئی۔ اس کے بعد حضورؐ نے پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ "اے لوگوں جس طرح ایک سونے والا خواب دیکھتا ہے۔ ایسے ہی مَیں نے اِن تینوں کو بھی جنت میں اس حالت میں دیکھا کہ ان کے سامنے سونے کا تخت تھا۔

حضورؐ کی زبان سے یہ کلمات سُن کر سب لوگوں کے دِلوں پر خوشی اور مسرت کے جذبات دیکھے گئے تھے۔ اس کے بعد لشکری اپنے اپنے گھروں کو جا رہے تھے اور اس طرح جنگِ موتہ کسی فیصلہ کن نتیجے کے بغیر ہی اپنے اختتام کو پہنچ گئی تھی۔

شب کی دلہن کا سہاگ نابود ہوگیا تھا۔ چاندنی کی مطربہ کے پیار بھرے اندھے خواب ختم ہوگئے تھے۔ رات کے منتہیٰ اور صبح کے مبتدی ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے۔ صبح کی دوشیزگی نے گوہر افشاں گراتے بادلوں کی طرح زمین پر اپنی کرنوں کی گلریزی اور گل بیزی کا کام شروع کر دیا تھا۔ تاریک ترین تہہ خانوں اور گمنامی تک میں بھی روشنیوں کا رقص نشاط شروع ہوگیا تھا۔ جہاں تاریک رات کے اندھیرے کسی کے انتظار میں چُپ اور خاموش تھے، وہاں اب رنگِ آوازوں کا طوفان اور عجیب طرح کی کشاکش کا عالم طاری ہوگیا تھا۔ جب کہ سُورج طلوع ہونے کے بعد مسافرانہ انداز میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوگیا تھا۔

ابوقیس ابھی ابھی سماک کے گھر سے اس کی بکریاں چرانے کے لیے لے گیا تھا۔ جب کہ سماک خود صبح کا کھانا کھانے کے بعد اپنے گھوڑے کو کھریرا کر رہا تھا۔ ننھا خالد مطبخ کے ساتھ والے کمرے میں گہری نیند ابھی تک سو رہا تھا۔ جب کہ خود ربطیہ مطبخ میں برتن دھو رہی تھی کہ ایسے میں مکان کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔

سماک نے اپنے گھوڑے کو کھریرا کرنا چھوڑ دیا اور مکان کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ جونہی اس نے دروازہ کھولا، اس نے دیکھا باہر عیس نام کی بستی کا ابنِ حاطب اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر سماک کے لبوں پر مسکراہٹ



بکھر گئی تھی۔ پھر اپنے اس نے ہاتھ جھاڑے۔ پہلے آگے بڑھ کر وہ ابن حاطب سے گلے ملا پھر اس کے ساتھ پُر جوش مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابن حاطب! تم تھوڑی دیر رکو میں تمہارے گھوڑے کو اندر باندھ کر پہلے چارہ ڈالتا ہوں پھر دیوان خانے کا دروازہ کھول کر تمہیں بھی اندر بٹھاتا ہوں۔"

جب سماک آگے بڑھ کر ابنِ حاطب سے اس کے گھوڑے کی باگ لینے لگا۔ تو ابنِ حاطب نے سماک کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ خرشہ! میں یہاں بیٹھنے کے لیے نہیں آیا ہوں، میں تمہیں ایک انتہائی اہم خبر دینے کے لیے آیا ہوں۔ سنو ابنِ خرشہ میں یہاں رکوں گا نہیں۔ تمہاری جان اس وقت خطرے میں ہے اور یہی میں تمہیں بتانے آیا ہوں۔"

اس موقع پر سماک نے فکرمندی سے ابنِ حاطب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کس کی طرف سے میری جان کا خطرہ ہے۔ تم اس کا نام لو، تاکہ میں اس کے خطرہ بننے سے پہلے ہی اس پر نزول کر جاؤں۔"

حاطب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے اُمید تھی تم ایسی ہی گفتگو کرو گے اور سنو عیس نام کی بستی کے جس زیاد بن موص کو تم اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس کا گھوڑا خالی زین اپنے گھر چلا گیا تھا۔ تم نے یقیناً اس زیاد بن موص کو قتل کر دیا ہوگا لیکن تم نے یہ غلطی کی کہ اس کے گھوڑے کو چھوڑ دیا تم یا تو اُسے کسی کے ہاتھ بیچ دیتے، یا اس کا بھی کام تمام کر دیتے۔ جب کہ وہ گھوڑا خالی پیٹھ واپس گھر گیا تو اس کے چچا نے بتایا کہ زیاد بن موص سے اس کی دوکان پر کوئی ملنے آیا تھا اور وہی اسے اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ جب کہ زیاد بن موص کے بھائی کا خیال تھا کہ ساتھ لے جانے والا کوئی بھی ہو لیکن زیاد بن موص کو سماک بن خرشہ کے علاوہ کوئی اور قتل نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ زیاد بن موص کے دوسرے دو ساتھیوں جبیر بن ساعدہ اور عابر بن ایلیا کو بھی سماک نے ہی قتل کیا تھا

ابنِ حاطب جب خاموش ہوا تو سماک نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے

ابنِ حاطب : تمہارا اندازہ درست ہے ۔ مَیں نے زیاد بن موص کو راستے میں ختم کر کے ایک جگہ دبا دیا تھا لیکن اس کے گھوڑے کو تو مَیں بہت آگے لے آیا تھا اور پھر مَیں نے اسے مکّہ کی طرف ہانک دیا تھا ۔ تاکہ وہ اپنی بستی کی طرف نہ جائے لیکن وہ گھوڑا بڑا سیانا نکلا جو اپنے مالک کے گھر پہنچ گیا ۔ بہرحال تم یہ کہو کہ اس وقت مجھے زیاد بن موص کے بھائی سے اپنی جان کا خطرہ ہے یا کسی اور سے "۔

ابن حاطب اس پر پھر بولا اور کہا " زیاد بن موص کا بھائی اتنی جراُت نہیں کر سکتا کہ وہ اکیلا تم پر حملہ آور ہونے کی جسارت کرے ۔ دراصل فلسطین میں ایلہ کے مقام پر اس کے کچھ جاننے والے تھے ۔ لہٰذا یہ زیاد بن موص کا بھائی ایلہ گیا اور وہاں اپنے رشتہ دار یہودیوں سے مِل کر تمہارے خاتمے کی بات کی ۔ سو ایلہ میں جو ان کے رشتہ دار تھے انہوں نے ایلہ کے ایک بدقماش جوان کی خدمات حاصل کیں ۔ اس جوان کا نام بکیر بن کارہ ہے اور زیاد بن موص کے بھائی نے اس بکیر بن کارہ کو اس شرط پہ دس ہزار سُرخ دینار دینے کا وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دے ۔

ایلہ کا بکیر بن کارہ اس کام پہ آمادہ ہو گیا ، سُنا ہے وہ فلسطین کا ایک بے مثال اور لاجواب تیغ زن ہے اور بڑے بڑے شہسواروں اور بڑے بڑے جنگجوؤں کو وہ اپنے سامنے مغلوب کر دینے کا فن خوب جانتا ہے ۔ یہ بکیر بن کارہ ایلہ سے ہماری بستی عیس میں وارد ہوا ۔

عیس میں چند دِن گزارتے ہوئے اس بکیر بن قارہ نے ہمارے امیر ابوبصیر کے ساتھ تعلقات استوار کیے ۔ جب اس نے دیکھا کہ ابوبصیر کے ساتھ اس کی دوستی گہری ہو گئی ہے تو اس نے اس سے درخواست کی کہ وہ اسلام میں دلچسپی رکھتا ہے ۔ لہٰذا وہ اس کے ساتھ اپنے کسی آدمی کو روانہ کرے تاکہ وہ مدینہ میں حاضری دے کر اسلام قبول کر سکے ۔

اس پر ابوبصیر نے مجھے اس بکیر بن کارہ کے ساتھ کر دیا لیکن ساتھ ہی ابوبصیر نے مجھے یہ بھی تنبیہہ کی کہ بکیر بن کارہ کوئی خطرناک جوان لگتا ہے لہٰذا اس کی حرکات سے



محتاط رہنا تو جب مَیں اس کے ساتھ سفر کرتا رہا مَیں نے اپنا ایک ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پہ ہی رکھا ۔ اپنے سفر کا آدھا راستہ طے کرنے کے بعد اس بکیر بن کارہ نے مجھے اپنے راستے پر لانے کا کام شروع کیا اور اس کی ابتدا اس نے ایسے کی کہ اس نے مجھے کہا ۔ کہ اگر مَیں مدینہ میں داخل ہو کر مدینہ کے سماک بن خرشہ کو مدینہ کے شمال میں کوہستانی سلسلے میں لے آؤں تو وہ بکیر بن کارہ مجھے ایک ہزار سُرخ دینار انعام کے طور پر دے گا ۔

چونکہ ہماری بستی میں رہتے ہوئے اس بکیر بن کارہ کی رہائش زیاد بن موص کے گھر میں تھی لہٰذا مَیں نے محسوس کیا کہ زیاد بن موص کا بھائی ہی اس جوان کو کہیں سے لے کر آیا ہے اور اب یہ مجھے ایک ہزار سُرخ دینار کا لالچ دے کر تمہیں مدینہ سے باہر بُلا کر تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے ۔ لیکن مَیں نے بھی اس کے سامنے پوری دانش و فراست کا ثبوت دیا ۔

مَیں نے اس سے پوچھا کہ تم کیوں سماک بن خرشہ کو باہر بلانا چاہتے ہو اور یہ کہ جب مَیں سماک بن خرشہ کو جانتا ہی نہیں تو مَیں اُسے کیسے باہر بلاؤں گا "۔

اِس پر اس نے کھُل کر سارا معاملہ بتا دیا کہ کس طرح زیاد بن موص کا بھائی اُسے ایلہ سے دس ہزار دینار کے عوض سماک بن خرشہ کو قتل کرنے کے لیے لایا ہے ۔ جب میں سارے معاملے کو سمجھ گیا تو مَیں نے حامی بھر لی کہ مَیں ایک ہزار دینار کی خاطر سماک بن خرشہ کو بلا کر ضرور باہر لاؤں گا لیکن مَیں نے اپنے اس کام کو پختہ کرنے کے لیے اس سے یہ بھی عہد لیا کہ جب میں سماک بن خرشہ کو باہر بلاؤں تو اس کے ساتھ جھگڑا کرنے سے پہلے تم مجھے میرے ایک ہزار دینار ادا کر دو گے تو اُسے یقین ہو گیا کہ مَیں ضرور اس کا یہ کام کروں گا ۔ لہٰذا اس نے میرے ساتھ پکا پختہ عہد کیا کہ جونہی تم سماک بن خرشہ کو لاؤ گے ، میں تمہیں ایک ہزار دینار ادا کر دوں گا ۔ تو اے ابنِ خرشہ سنو ! یہ بکیر بن کارہ نام کا جوان جو یہودی ہے اس وقت مدینہ کے شمال میں جبل عینین کی وسطی چٹانوں کے پاس کھڑا تمہارا انتظار کر رہا ہے ۔ لہٰذا تم تیار ہو کر میرے ساتھ چلو تاکہ دونوں مِل کر اس کا خاتمہ کر دیں ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آگے

چل کر ہی بکیر بن کارہ تمہارے لیے بہت بڑا خطرہ ثابت ہو جائے، اور سنو ابن خرشہ ! تم اپنے آپ کو خطرات سے محفوظ کرنا چاہتے ہو تو مَیں تمہیں مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ اس بکیر بن کارہ کے ساتھ زیاد بن موص کے چھوٹے بھائی مخراق بن موص کا بھی خاتمہ کر دو ۔ ورنہ آج اُس نے بکیر بن کارہ کو تمہارے قتل پہ آمادہ کیا ہے تو کل وہ کسی اور کو اس سے بھی بڑی رقم کا لالچ دے کر تمہارے قتل پہ آمادہ کر سکتا ہے ۔

بکیر بن کارہ اور مخراق بن موص کے قتل کے بعد اس مخراق بن موص کا چچا ایسی جرأت و جسارت نہیں کرے گا کہ وہ تمہارے خلاف کارروائی کر سکے ۔ کیونکہ وہ خود مخراق بن موص اور اس کے بڑے بھائی کو اپنے لیے بوجھ تصوّر کرتا ہے ۔ لہٰذا تم تیار ہو کر میرے ساتھ آؤ تاکہ دونوں جبل علنین کی طرف چلیں اور وہاں بکیر بن کارہ یہودی سے نبٹ لیں ۔

ابنِ حاطب کی گفتگو سُن کر سماک بے حد خوش ہوا ۔ آگے بڑھ کر اس نے ابن حاطب کو گلے لگاتے ہوئے کہا ۔ اے ابنِ حاطب تُو نے میرے ساتھ کیسا مخلصانہ اور مہربانہ رویے کا اظہار کیا ہے مَیں تمہارا احسان مند ہوں ۔

ابنِ حاطب نے بھی زوردار طریقے سے سماک کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا ۔ اے ابن خرشہ ۔ تم پہ کوئی احسان نہیں ہے ایک مسلمان کی حیثیت سے مجھ پہ لازم تھا کہ مَیں اپنے مسلمان بھائی کی حفاظت کروں ۔ اُس کے خاموش ہونے پہ سماک نے پھر کہا ۔

' اچھا مَیں اپنے دیوان خانے کا دروازہ کھولتا ہوں تم وہاں بیٹھو ۔ اتنی دیر تک مَیں تیار ہو کر آتا ہوں ۔'

ابنِ حاطب نے کہا ۔ ' نہیں مَیں یہیں رُک کر تمہارا انتظار کرتا ہوں ، تم مکان کے اندر جاؤ اور تیار ہو کر لوٹو ۔ تو ابن حاطب کے کہنے پہ سماک فوراً مڑا اور اپنے مکان کے اندر چلا گیا تھا ۔

گھر میں داخل ہو کر سماک نے جب بیرونی دروازہ بند کیا تو اس نے دیکھا



وہاں دروازے کی اوٹ میں ربیطہ فکر مندی کی حالت میں کھڑی تھی ۔ سماک کو دیکھتے ہی اُس نے پوچھا ۔ یہ شخص کون ہے اور کس بکیر بن قارہ کے خطرے سے آپ کو آگاہ کر رہا ہے مَیں اس کے اور آپ کے درمیان ہونے والی پوری گفتگو سُن چکی ہوں ۔

سماک تھوڑی دیر کے لیے مسکرایا پھر کہا اگر تم ساری گفتگو سُن چکی ہو تو تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں یہ شخص جو اس وقت اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہمارے گھر کے دروازے پر کھڑا ہے ، یہ میرے دوستوں اور محسنوں میں سے ایک ہے ۔ اس کا تعلق بحیرہ قلزم کے کنارے علیس نام کی بستی سے ہے ۔ اس کی مدد سے مَیں اپنے دُشمن زیاد بن موص کو ختم کرنے میں کامیاب ہوا تھا ۔ اب اسی زیاد بن موص کے بھائی نے ایک یہودی کو ایک بھاری رقم کے عوض میرے پیچھے لگایا ہے اور یہ یہودی اس وقت جبل علنین کی وسطی چٹانوں کے پاس میرا منتظر ہے اور اس شخص کو جس کا نام ابنِ حاطب ہے اس نے ایک ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا ہے اور چونکہ یہ شخص میرا مخلص اور محسن ہے لہٰذا اس نے مجھے خطرے سے آگاہ کر دیا ہے ۔ لہٰذا تم اندر جا کر خالد کے پاس سکون سے بیٹھو ، مَیں تیار ہو کر جاتا ہوں اور مجھے اُمید ہے مَیں بہت جلد اس بکیر بن قارہ سے نبٹ لوں گا اور اس کے بعد مَیں اسی ابن حاطب کے ساتھ بحیرۂ قلزم کے کنارے علیس نام کی بستی کی طرف باہر ہی باہر چلا جاؤں گا ۔ اگر مَیں شام تک آ گیا تو درست ورنہ تم ابو قیس کے ہاں چلی جانا ۔ ویسے میرا شام تک آنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے ۔ کیونکہ مَیں زیاد بن موص کے بھائی مخراق بن موص پہ ہاتھ ڈالوں گا اور یہ کام رات کی تاریکی میں بہتر طور پہ انجام دیا جا سکتا ہے ، اب مجھے تیار ہونے دو اور تم خالد کے پاس جا کر بیٹھو ۔'

اس پر ربیطہ نے حوصلہ مندی اور جرأت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔

' خالد اس وقت گہری نیند سویا ہوا ہے ۔ لہٰذا مَیں آپ کے ساتھ مل کر آپ کی تیاری مکمل کراتی ہوں ۔'

ربیطہ کے اس جواب پر سماک خوش ہو رہا تھا ۔ پھر ربیطہ سماک کے ساتھ مل

کہ اس کی تیاری میں اس کی مدد کرنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر بعد سماک جب اپنے گھر سے نکلا اور ابنِ حاطب کے قریب آکر وہ گھوڑے پر سوار ہُوا تو ابن حاطب نے دیکھا وہ اپنے سَر پر عمامہ باندھے ہوئے تھا اور اس عمامے پر اس نے سُرخ پٹی باندھ رکھی تھی۔ جب کہ اپنے جسم پر اس نے سفید رنگ کی عبا پہن رکھی تھی۔ اس پر ابنِ حاطب نے اس کی طرف تعجب سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم کسی سے ملنے جا رہے ہو یا اپنے دُشمن کے مقابلے کے لیے نکل رہے ہو۔ اے ابنِ خرشہ! میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہ بکیر بن قارہ ایک انتہائی خوفناک تیغ زن اور ایک انتہائی جان لیوا جنگجو ہے۔ اس کے مقابلے میں تمہیں پوری تیاری سے نکلنا چاہیے۔ جب کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم عام ضیافتوں میں پہننے والا لباس زیب تن کیے ہوئے ہو مجھے یہ خطرہ ہے کہیں اس لباس میں بکیر بن قارہ تم پر حاوی نہ ہو جائے۔"

ابنِ حاطب کی اس گفتگو پر سماک بن خرشہ تھوڑی دیر کے لیے مسکرایا۔ پھر اس نے کہا۔ "اے ابنِ حاطب! یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ میں پوری مسلح ہوں۔" پھر سماک نے اپنی عبا کے نیچے سے لباس اُتار کر دکھایا وہ نیچے اپنی چمکتی ہوئی زرہ پہنے ہوئے تھا اس کے بعد اس نے اپنا عمامہ اُتارا، اس کے نیچے اس کا چمکتا ہُوا آہنی خود تھا۔ جب کہ گھوڑے کی زین سے ڈھال، کمان اور اس کی پیٹھ پر تیروں سے بھرا ترکش بھی لٹک رہا تھا۔

یہ دیکھ کر ابنِ حاطب کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور کہا۔ "اے ابنِ خرشہ! میں تمہارے انتظامات سے مطمئن اور خوش ہوں ——— یہ تم نے اپنے عمامے کے اُوپر سُرخ پٹی کیوں باندھ لی ہے۔"

اس پر سماک نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اے ابنِ حاطب! جب میں کسی کے ساتھ موت کا کھیل کھیلنے نکلتا ہوں تو یہ میری روایت ہے کہ میں اپنے عمامے پر



سرخ پٹی باندھتا ہوں اور یہ اس امر کی نشانی ہے کہ یا میں نہیں یا جس سے میں نے ٹکرانا ہے وہ نہیں۔"

ابنِ حاطب نے اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کے بعد آگے بڑھ کر سماک کی پیٹھ تھپتھپائی پھر وہ دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر جبلِ عینین کی طرف جا رہے تھے۔

جب وہ دونوں جبلِ عینین کی چٹانوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا وہاں ایلہ کا یہودی بکیر بن قارہ ایک چٹان کے قریب اپنے گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ سماک اور ابنِ حاطب دونوں اس کے قریب آئے پھر سماک نے بکیر بن قارہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "اے ابنِ قارہ! دیکھ تُو نے عیس نام کی بستی کے ابنِ حاطب کو جس کام پر لگایا تھا وہ کام اس نے کر دکھایا ہے۔ تُو نے اسے ایک ہزار دینار کے بدلے مدینہ سے بلا کر مجھے لانے کو کہا تھا۔ پھر تُو دیکھ مجھے یہ یہاں بُلا لایا ہے۔ اور اے ابنِ قارہ سُن! میں ہی سماک بن خرشہ ہوں۔ میں ہی وہ سماک ہوں جس نے مخزیق بن موص کے بڑے بھائی زیاد بن موص کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ ابنِ قارہ! میں جانتا ہوں مخزیق بن موص نے تجھے دس ہزار سرخ دینار دینے کے وعدے پر میری طرف بھیجا ہے تاکہ تُو میرا سَر قلم کرے۔

اے ابنِ قارہ! جبلِ عینین کی ان وسطی چٹانوں کے قریب میں تیرے سامنے ہوں اور اب دیکھنا یہ ہے کہ تو سماک بن خرشہ کا سَر قلم کرتا ہے۔ یا ان چٹانوں کے پاس سماک بن خرشہ تیری گردن کا بوجھ تیرے جسم سے اُتار پھینکتا ہے۔

"اے ابنِ قارہ! یہ ابنِ حاطب میرا پُرانا جاننے والا ہے۔ یہ میرے مہربانوں اور محسنوں میں سے ہے۔ اس نے مجھے یہاں لا کر احسان کیا ہے۔ دیکھ یہ ایک طرف ہٹ کر تیرے میرے مقابلے کا تماشہ دیکھے گا جب کہ میں اکیلا تیرے مقابلے پر آؤں گا اور اے ایلہ کے جنگجو! یہ ایلہ نہیں مدینہ کی مقدس سرزمین ہے اور قسم مجھے اس زمین کے تقدس اور اس کے اندر رہنے والے آخری اور مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم مجھے غازیوں کے ثبات اور ماؤں کی حرمت کی۔ اے ابنِ قارہ! قسم مجھے

بہنوں کی عظمت اور بیٹیوں کی عصمت کی ۔

اے بکیر بن قارہ ! قسم مجھے بچیوں کی طیلسان کی آبرو اور سرفروشوں کے وجدان کی میں سیل کا شہر اور خون کا شرر بن کر تجھ پر ایسے حملہ آور ہوں گا جس طرح ظلمت وقت پر کوئی شعلہ زن ہوتا ہے ۔

اے ابن قارہ ! تو میرے حملوں میں دریاؤں سے اٹھتی لہروں کی گونج دار للکار اور سانس لیتے صحرا اور دہکتے دشت کی سی وسعت، مہکتے کھیتوں کی تازگی، چھلکتی اوس کی طراوت، نیلے جھرنوں کے شوخ پانی کی جدت، ہریالی کی ساحری، نیلم کے آب گینوں کا سا نیا پن دھنک رنگوں کا سا جدت اور بلوط شمشاد کی جوانی جیسی رفعت اور بلندی پاؤ گے ۔

جواب میں بکیر بن قارہ نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار کھینچ لی اور انتہائی غضب میں غراتے ہوئے اس نے کہا ۔ اے ابن خرشہ ! میں جب اپنے دشمنوں پر حملہ آور ہوتا ہوں تو اس کی بے قرار آنکھوں میں انتظار بھر کے اسے جمود حبس میں باندھ کر رکھ دیتا ہوں اور اس کی حالت اس آتش کدے جیسی بنا کر رکھتا ہوں، کہ جو اپنی ہی تمازت میں پگھل کر رہ گیا ہو ۔

اے ابن خرشہ ! میں تیری اشک میں خون اور تیرے زخم زخم میں زہر بن کر رکھ دوں گا ۔ یہ فضاؤں کا فسوں، آسماں کا نیلا پن، یہ بہاروں کا تبسم اور ہواؤں کا جنون، میرے مقابلے میں تیری بے بسی اور تیری لاچارگی کا نظارہ کریں گے ۔

سماک نے بھی ایک تیز غصیلے جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کرتے ہوئے ڈھال سنبھالی پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھایا اور پہلے سے بھی زیادہ غضب ناک آواز میں اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ " اے ابن قارہ ! ان سنگلاخ چٹانوں کے پار میں تیرے لیے غم کی دوہری زنجیر اور مجبوری کی چٹان بن جاؤں گا ۔ ان بے چراغ اور بے نمود فضاؤں کے اندر اے ابن قارہ ! میں اپنے دشمنوں کے لیے رقابت اور اپنے حریفوں کے لیے شکایت بن جایا کرتا ہوں ۔



سن اس معاملے میں تجھے بیں جبر کی راز دانیوں، ظلم کی بہتات اور آگ کے بادلوں میں چھپا کر رکھ دوں گا ۔ دیکھ آگے بڑھ کہ میں تجھے پہلے حملہ آور ہونے کا موقع دیتا ہوں ۔"

ابن قارہ نے فوراً اس سے فائدہ اٹھایا حملہ آور ہونے کے لیے اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھایا اور پھر وہ اپنی تلوار بلند کرتا ہوا سماک پر حملہ آور ہوا ۔ سماک نے ڈھال مار کر ابن قارہ کی تلوار کو دور ہٹا دیا تھا اور پھر ابن قارہ پر اس نے جوابی کارروائی کی تھی ۔ ابن کارہ نے بھی بڑی مہارت سے اس کا حملہ اپنی ڈھال پر روک دکھایا تھا ۔

تھوڑی دیر تک وہ دونوں فضائے بسیط میں اپنی آرزوئے حیات اور اپنے اپنے نصیب کی سحر کو دل کے اندھیروں سے نکالنے کے لیے ایک دوسرے پر پوری ہمت اور پوری قوت سے حملہ آور ہوتے رہے تھے ۔ پھر ایک دم سماک نے اللہ اکبر کی تکبیر بلند کی اور اسے مخاطب کر کے کہا ۔"

" اے ابن قارہ ! یہ تلوار جو تو میرے ہاتھ میں دیکھتا ہے ۔ یہ تلوار میرے رسولؐ کی عطا کردہ ہے اور سن رکھ کہ تلوار میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو اور کوئی دوسری تلوار اس پر غالب رہے، یہ ناممکن سی بات ہے ۔ تو دیکھ اے ابن قارہ ! اپنے آپ کو سنبھال میں تجھ پر اپنے آخری حملوں کی ابتدا کرنے والا ہوں ۔ پھر نہ کہنا کہ ابن خرشہ نے مجھے پہلے نہیں بتایا ۔ اب کی بار میری جو تلوار تجھ پر گرے گی تو تیری ڈھال سمیت تیرے جسم کو بھی کاٹتی چلی جائے گی ۔"

سماک بن خرشہ کی یہ گفتگو سن کر ابن کارہ کی ساری قوتِ ارادی جواب دینے لگی تھی کیونکہ وہ اس سے پہلے سماک کے خطرناک حملوں کا اندازہ لگا چکا تھا تاہم اس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا ۔" میں تیرے اس حملے کا منتظر ہوں ابن خرشہ !"

اس کے جواب میں سماک آگے بڑھا ایک اور انداز میں اپنے گھوڑے کی اگلی ٹانگوں کے قریب اس نے ایڑھ لگائی اس پر گھوڑا دونوں اگلی ٹانگیں اٹھا کر ابن قارہ کے قریب زور سے ہنہنایا، اس کے ساتھ ہی سماک نے ایسی قوت سے تلوار

لہرا کر ماری کہ تلوار ابن قارہ کی ڈھال سے پھسلتی ہوئی اس کے دائیں پہلو کو کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی۔ خلاؤں کے اندر ابن قارہ کی ہولناک اور بھیانک چیخ بلند ہوئی پھر وہ اپنے گھوڑے سے گر کر دم توڑ گیا تھا۔

ابنِ قارہ کا خاتمہ کرنے کے بعد سماک اپنے گھوڑے سے اُترا ابن قارہ کے کپڑوں سے اپنی تلوار صاف کر کے اس نے نیام میں کی، اتنی دیر تک ابن حاطب بھی اپنے گھوڑے سے اُتر کر بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا اور سماک کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اس نے بے انتہا خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ خرشہ! قسم مجھے خداوندِ دو عالم کی تُو تو جرأت وجسارت کا ایک لعل و یاقوت بھرا خزانہ ہے۔ تُو اس پر اس انداز سے حملہ آور ہُوا جیسے فطرت اس پر اپنی پُوری قوت سے وارد ہونے لگی ہو اور اے ابنِ خرشہ! واہ، تیرے حملوں میں جھلملاتی جھیلوں کے پانی جیسی تازگی اور حدّت تھی۔

اے ابنِ خرشہ! ان میدانوں کے اندر تو نے یقیناً بکیر بن قارہ کی آمریت کو اپنے سامنے زیر کر کے رکھ دیا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ بڑے سے بڑا جنگ جُو اور ماہر سے ماہر تیغ زن بھی تیرے سامنے جمنے اور تیرے سامنے غالب رہنے کی جرأت اور جسارت نہیں کر سکتا۔

اے ابنِ خرشہ! قسم اس خداوند کی جو ازلی اور ابدی ہے مَیں نے تیرے حملوں میں ستاروں کا حصول اور ماہِ تاباں کا طلسم دیکھا ہے۔ تیرے حملوں میں زندگی کی خُوب صورتی اور حرزِ دل و جاں ہے تو کیا خوب خیالوں کی ایک خوف ناک عفریت کی طرح اس بکیر بن قارہ پر حملہ آور ہُوا اور اس کے حوصلوں کو شکن شکن اور پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ اے ابنِ خرشہ! یقیناً تیری جرأت مندی اور جسارت آپ اپنی آئینہ دار ہے۔

ابنِ حاطب جب خاموش ہُوا تو سماک نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے ابنِ حاطب! اس عالمِ خواب گاہ میں انسان اپنے لیے موتیوں جیسی بڑی بڑی اُونچی اور قیمتی خواہشوں کا اظہار کرتا ہے لیکن ہر خواہش اپنے پیچھے اَن گنت برائیاں اور بربادیاں لیے ہوئے آتی ہے۔ اب اس بکیر بن کارہ کو دیکھو، یہ اپنی قوت میں جوش مارتا



ہوا اور دس ہزار سُرخ دینار کے لالچ میں میرے خلاف عداوتوں کی آگ بھڑکاتا ہُوا اس طرف آیا تھا لیکن اے ابنِ حاطب! تُو نے دیکھا کہ مَیں نے اس کے دل میں اُٹھنے والے آگ کے شرر کو کیسے بجھایا ہے اور گفتگو کے حروف کی طرح اسے بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ اب تُو دیکھتا ہے کہ یہ ہمارے سامنے یوں بے حس و حرکت اور خاموش پڑا ہے جیسے کسی کے انتظار میں کوئی آرزوؤں کی شمع بُجھ کر خاموش ہو گئی ہو۔

اے ابنِ حاطب! آؤ دونوں مِل کر جبل عینین کی وسطی چٹانوں کے پاس اس بکیر بن قارہ کو دفن کر دیں اور تمہاری بستی عیص کا رُخ کریں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ مَیں آج ہی مخریق بن موص سے نبٹ لوں۔"

ابنِ حاطب نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابن خرشہ! مَیں تمہاری اس تدبیر سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں لیکن یہ معاملہ کچھ ایسا سنجیدہ تھا کہ مَیں تمہیں ایک دوسری خوش خبری بتانا تو بھُول ہی گیا تھا۔"

اس پر سماک نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ "کیسی خوشخبری"؟

ابنِ حاطب خوشی کے اظہار میں پھر کہہ رہا تھا۔ "اے ابنِ خرشہ! اسلام قبول کر کے مکہ سے بھاگ کر ہمارے پاس عیص میں آنے والوں کی تعداد ستّر کے قریب ہو چکی ہے۔ اس دوران ہم نے اہلِ مکہ کے کئی قافلوں پر شب خون مارا اور انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اب ایک طرح سے یہ بحیرۂ قلزم کا راستہ ہم نے مکہ کے ان قافلوں کے لیے خطرناک اور ناقابلِ گزر بنا دیا ہے جو شام اور عرضِ فلسطین کی طرف تجارت کے لیے آتے ہیں۔ اب ہم نے سُنا ہے کہ مکہ کے رؤسا اب سب مل کر یہ صلاح و مشورہ کر رہے ہیں کہ ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں مدینہ روانہ کیا جائے اور آپؐ سے یہ گزارش کی جائے کہ معاہدہ حدیبیہ کی یہ شرط ختم کر دی جائے کہ مدینہ سے کوئی بھاگ کر جب مکہ آئے تو اُسے واپس نہ کیا جائے گا۔ جب کہ مکہ سے بھاگ کر اگر کوئی مدینہ گیا تو اُسے واپس کرنا ہوگا۔ اور اے ابنِ خرشہ! جب یہ شرط ختم ہو جائے گی تو تم دیکھو گے کہ مَیں، ابو بصیر اور ہمارے دوسرے ساتھی جن کی تعداد اب ستّر

کے قریب ہے اور جو اسلام قبول کرنے کے بعد قریش کی سختیوں سے بھاگ کر مکہ سے عیس کی بستی میں جمع ہوگئے ہیں اس معاہدے کی یہ شرط ختم ہوجانے کے بعد ہمیں بھی مدینہ جاکر رہنا نصیب ہوجائے گا اور ہم بھی پھر آزادی کے ساتھ مسلم معاشرے کا ایک حصّہ بن کر زندگی بسر کرسکیں گے"۔

ابنِ حاطب کی اس گفتگو پر سماک خوش ہوا اور آگے بڑھ کر اس نے پیار سے ابنِ حاطب کا شانہ تھپتھپایا۔ پھر انہوں نے بکیر بن قارہ کی لاش کو وہاں دفن کر دیا اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہوکر وہ عیس کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

○

سماک اور ابنِ حاطب جب عیس کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو رہا تھا۔ آسمان کے حاشیوں پر سنہری شعاعوں کا ہجوم پھیل کر بکھر گیا تھا جس کے باعث دشت و دمن کے نکھار اور برگ و سمند کے وقار میں اضافہ ہوگیا تھا۔ کائنات کی ہر شے شرارہ افروز ہوگئی تھی اور مشیت خداوندی کا اتباع کرتے ہوئے ماہ و نجوم طواف کرنے لگے تھے۔ رات کی گہری تاریکیوں کے اندر چاند کی چاندنی اور نجوم کی لَو خلاؤں کے اندر تقدیر کی تقدیس، بہاروں کی تفسیر اور ستاروں کی تقدیر کا سماں پیش کرنے لگی تھی۔

چاند کی چاندنی نے بزمِ جہاں کے اندر در افسانہ، نیلم در نیلم، شعلہ در شعلہ، شبنم در شبنم، ساعت در ساعت، ستارہ در ستارہ اور روشنی در روشنی ملاپ و وصال کے سکون، جلترنگ کی کھنک اور محبت کی اَن گنت کہانیاں اور داستانیں بکھیر کر رکھ دی تھیں۔ نجم بہ نجم، سایہ بہ سایہ اور ہالہ در ہالہ رات کے در و بام پر اور روشنیوں کا فسوں محیط ہونے لگا تھا۔

ایسے میں سماک اور ابنِ حاطب عیس کی اس حویلی میں داخل ہوئے جہاں مکہ سے بھاگ کر آنے والے مسلمانوں کی رہائش گاہ تھی۔ دونوں نے اپنے گھوڑے اس حویلی کے صحن میں باندھے اور اس کمرے کی طرف گئے جس میں ابوبصیر رہتا تھا۔ وہ دونوں ابھی اس کمرے کے نزدیک ہی گئے تھے کہ ابوبصیر اپنے کمرے سے نکل آیا۔ پھر آگے بڑھ



کر اُس نے سماک کو گلے لگایا اور گہری مسکراہٹ اور خوش طبعی میں اس نے کہا۔"اے میرے بھائی! اے میرے عزیز! اے میرے محترم! اس طوفان بگوش رات کے وقت اس حویلی میں مَیں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ کہو، تم دونوں نے مل کر بکیر بن قارہ کے ساتھ کیا معاملہ کیا"۔

جواب میں سماک بھی مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے ابوبصیر سے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا "پہلے اندر چل کر بیٹھو پھر تمہیں پوری داستان سناتے ہیں"۔

ابوبصیر دونوں کو اپنے کمرے میں لے گیا۔ پھر وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ۔ پھر ابوبصیر نے مخاطب کر کے کہا۔" اب بولو، بکیر بن کارہ کا تم لوگوں نے کیا حشر کیا"۔

اس استفسار پر سماک نے ابن حاطب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ حاطب! میرے بھائی! تم ہی بکیر بن قارہ کے حالات ابوبصیر سے کہو"۔

اس پر ابنِ حاطب کہہ رہا تھا۔"اے ابوبصیر! مَیں نے اپنی زندگی میں پہلی بار سماک کو آندھیوں اور طوفانوں کی طرح لڑتے دیکھا ہے۔ قسم خداوند کی اس کے حملہ آور ہونے کے انداز میں اجل کی ظلمت کے سائے اور مومنین کا سا عمل اور افسون کی حکمت تھی کہ عجیب طرح کے مجاہدوں کی علامت اور معجزوں کا امین بن کر یہ بکیر بن قارہ پر حملہ آور ہوا اور اس کا یوں خاتمہ کر کے رکھ دیا جیسے کسی نے اچانک آندھیوں کے اندر چراغ بجھا کر رکھ دیئے ہوں۔

اے ابن بصیر! وہ یہودی بکیر بن قارہ جو اہلِ ایلہ کے اندر اپنی شجاعت اور طاقت کی وجہ سے مشہور اور معروف تھا اور فلسطین کے لوگ اُسے جراَت مندی کا روحِ رواں اور اس کے بازوؤں اور اس کی باہوں میں چٹانوں کا سا تحفظ اور زور سمجھتے تھے، پر اے ابوبصیر! مَیں نے جبلِ عینین کے پاس دیکھا کہ سماک نے اس پر حملہ آور ہوکر اس کی ساری شجاعت کو جھیر جھیر اور اس کی ساری روشنی کو سایہ سایہ کر کے رکھ دیا تھا۔ یہ اس پر سُرخ انگاروں کے طوفان کی طرح حملہ آور ہوا

اور جس طرح تیز آندھیوں کے طوفان درختوں سے ٹکرا کر فضاؤں کے اندر شاخوں اور پتوں کی دف بجاتے ہیں ایسے ہی اس سماک نے بھی اس کے جسم کو اپنی تلوار اور ڈھال سے بجا کر رکھ دیا۔

اے ابو بصیر! اس سماک بن خرشہ نے بڑی آسانی کے ساتھ بکیر بن قارہ کو جبلِ عینین کے پاس موت کے گھاٹ اتارا اور پھر ہم دونوں نے اُسے وہیں پر دفن کر دیا ہے۔ اب سماک میرے ساتھ اس لیے اس طرف آیا ہے تاکہ مخرِق بن موس سے نبٹ سکے۔ اس لیے کہ مخرِق بن موس ہی بکیر بن قارہ کو سماک کا خاتمہ کرنے کے لیے ایلہ سے لے کر آیا تھا۔" یہاں تک کہنے کے بعد ابن حاطب خاموش ہو گیا تھا۔

ابو بصیر نے یہ سارا واقعہ سننے کے بعد سماک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" اے ابن خرشہ! اب اس مخرِق بن موس کے متعلق تم کیا لائحہ عمل اختیار کرو گے"۔

سماک شاید مخرِق بن موس سے نبٹنے کا طریقہ پہلے ہی سوچ چکا تھا لہٰذا اس نے بغیر کسی توقف کے ابو بصیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" اے ابو بصیر! یہ ابن حاطب ابھی اُٹھ کر مخرِق بن موس کے پاس جائے اور اس سے بات کرے کہ کس طرح بکیر بن قارہ نے ایک ہزار درہم کے عوض اسے اپنے ساتھ ملا لیا تھا تاکہ سماک بن خرشہ کو اس کے گھر سے بلا کر جبلِ عینین کے پاس لائے اور وہاں بکیر بن قارہ اس پر قابو پا لے۔ اب ابن حاطب جا کر اس سے یہ کہے کہ یہ بکیر بن قارہ کے ساتھ مدینہ کی طرف گیا اور سماک کو بکیر بن قارہ کے پاس جبلِ عینین کے پاس بلا کر لایا جہاں پر ابن قارہ نے ابن خرشہ پر قابو پا لیا اور یوں اُسے یہ یقین دلائے کہ بکیر بن قارہ سماک بن خرشہ کو زندہ پکڑ کر یہاں لے آیا ہے اور اس وقت وہ بستی سے باہر ویران جگہ کے پاس رُکا ہوا ہے۔ اس نے سماک بن خرشہ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر گھوڑے پر بٹھا رکھا ہے اور اس خدشے کے تحت بستی میں داخل نہیں ہو رہا کہ بستی میں رہنے والے وہ جوان جو ہیں سماک کو دیکھ کر حرکت میں نہ آ جائیں جو مکہ سے بھاگ کر یہاں پناہ لے چکے ہیں۔ لہٰذا یہ مخرِق بن موس سے کہے کہ تم میرے ساتھ چلو اور اپنے ہاتھ سے سماک بن خرشہ کو ان



ویرانوں کے اندر قتل کر دو۔

اور ابن حاطب مخرِق بن موس کو یہ یقین دلائے کہ بکیر بن قارہ نے اس لیے سماک بن خرشہ کا خاتمہ نہیں کیا کہ کہیں مخرِق بن موس کو یہ کہنے کا موقع نہ مل جائے، کہ میں کیا جانوں کہ تم نے سماک بن خرشہ کو قتل بھی کیا ہے یا نہیں اور اس بات کو بہانہ بنا کر کہیں مخرِق بن موص دس ہزار دینار کی رقم دینے سے ہی انکار نہ کر دے۔ تو اسے یقین دلائے کہ بکیر بن قارہ اس وقت سماک بن خرشہ کے ساتھ تمہاری حویلی سے ایک میل شمال کی طرف انتظار کر رہا ہے۔

یہ ساری خود ساختہ گفتگو سن کر مخرِق بن موص ضرور ابن حاطب کے ساتھ ہو لے گا۔ لہٰذا ابن حاطب اسے لے کر اپنی اس حویلی کے شمال میں ایک میل کے فاصلے پر لے جائے۔ میں بھی ابھی اور اسی وقت کوچ کروں گا اور حویلی سے ایک میل دُور جا کر رُک جاؤں گا اور جب یہ مخرِق بن موص کو وہاں لے کر آئے گا تو میں رات کی تاریکی میں ان ویرانوں کے اندر اس مخرِق بن موص سے بھی نبٹ کر مدینہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد سماک بن خرشہ تھوڑی دیر کے لیے رُکا، تو ابو بصیر کی طرف دیکھتے ہوئے اُس نے پوچھا۔" میرا یہ لائحہ عمل کیسا ہے"؟

ابو بصیر نے توصیفی انداز میں سماک بن خرشہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" یہ ایک بہترین اور عمدہ تدبیر ہے"۔ پھر ابو بصیر نے ابن حاطب کو مخاطب کر کے کہا۔" اے ابن حاطب! اُٹھو، تم ابھی اور اسی وقت مخرِق بن موص کی طرف جاؤ اور جس طرح سماک نے کہا ہے اس کے مطابق کرو"۔

ابن حاطب فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ صحن میں بندھا ہوا گھوڑا اس نے کھولا اور اس پر سوار ہو کر حویلی سے نکل گیا تھا۔ اسی وقت سماک بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور ابو بصیر کے ساتھ اس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔" میں بھی اب جاتا ہوں اور اس حویلی کے شمال میں ایک میل کے فاصلے پر جا کر انتظار کرتا ہوں"۔

ابو بصیر نے آگے بڑھ کر سماک کو گلے لگایا پھر دونوں نے پرجوش مصافحہ کیا اس کے بعد ابو بصیر سماک کو لے کر اپنے کمرے سے باہر آیا۔ پھر سماک صحن میں بندھے اپنے گھوڑے کو کھول کر اس پر سوار ہوا اور یوں وہ بھی وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

عیس سے ایک میل شمال میں جانے کے بعد درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس سماک رک گیا تھا۔ اپنے گھوڑے کو اس نے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا اور خود اسی درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور ابن حاطب اور مخریق بن موص کے وہاں پہنچنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

دوسری طرف ابن حاطب نے مخریق بن موص کے گھر پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد مخریق بن موص ہی نے جب دروازہ کھولا تو ابنِ حاطب کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر وہ منتشر اور پراگندہ ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر اس نے گہری پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"اے ابنِ حاطب! تم اکیلے واپس لوٹ کر آئے ہو، بکیر بن قارہ کہاں ہے اور کیا اس نے سماک بن خرشہ کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ آؤ پہلے دیوان خانے میں بیٹھو اور پھر مجھے تفصیل سے یہ حالات بتاؤ۔"

ابنِ حاطب نے اپنے چہرے پر خوشی اور مسرت کے آثار پیدا کرتے ہوئے کہا "اے ابنِ موص! میں بیٹھوں گا نہیں، میں تمہارے لیے خوش خبری لے کر آیا ہوں تم اپنا گھوڑا تیار کرو اور ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ بستی سے ایک میل شمال کی طرف چلو۔"

ابنِ حاطب کی اس گفتگو پر مخریق بن موص چونکا اور کسی قدر متفکر لہجے میں اس نے پوچھا "کیوں؟ اس وقت میں بستی سے ایک میل شمال کی طرف کیا کرنے جاؤں گا؟" اس پر ابنِ حاطب نے پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنو! میں تمہیں پوری داستان سناتا ہوں۔ تمہیں خبر ہے کہ بکیر بن قارہ ایک ہزار دینار کے عوض مجھے یہاں سے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ تاکہ مدینہ جا کر میں



سماک بن خرشہ کو باہر بلاؤں اور بکیر بن قارہ اس کا خاتمہ کر دے گا۔"

تو اے ابنِ موص! ایسا ہی ہوا، میں سماک بن خرشہ کو جبلِ عینین کے پاس بلا کر لایا، وہاں بکیر بن قارہ نے حیرت انگیز طور پر اپنی کمند پھینک کر اس سماک بن خرشہ کو اس نے قابو میں کر لیا اور پھر وہ اُسے رسی سے جکڑ کر یہاں لے آیا ہے ——

اس موقع پر مخریق بن موص نے ابنِ حاطب کی بات کاٹتے ہوئے کہا، "اے ابنِ حاطب! میری سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آئی کہ آخر یہ بکیر بن قارہ اس سماک بن خرشہ کو اپنے ساتھ یہاں کیوں کر لے آیا ہے۔ یہ بکیر بن قارہ نہیں جانتا کہ یہ سماک بن خرشہ کیسا ہولناک اور کس قدر خطرناک انسان ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ یہ سماک بن خرشہ اپنے آپ کو خود ہی بکیر بن قارہ کے سامنے مغلوب کر کے بکیر بن قارہ کے ساتھ نہ آ گیا ہو اور یہاں آ کر کسی نئی ہولناکی اور نئی ترکتاز اور یلغار کی ابتدا نہ کر دینا چاہتا ہو۔ اگر ایسا ہے تو پھر بکیر بن قارہ کے ساتھ ساتھ یہ ہولناک جوان ہمیں بھی مٹی کی طرح روند کر رکھ دے گا۔"

ابنِ حاطب نے مخریق بن موص کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ موص! یہ بکیر بن قارہ سماک بن خرشہ کو لے کر اس بستی میں اس بنا پر داخل نہیں ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں رہنے والے مسلمانوں کو اس کی خبر ہو جائے اور ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہو کیوں کہ یہاں رہنے والے مسلمان سماک بن خرشہ سے نہ صرف یہ کہ خوب واقف ہیں بلکہ بڑی عزت اور تعظیم کرتے ہیں۔

سنو اے مخریق بن موص! اسی احتیاط کے تحت بکیر بن قارہ سماک بن خرشہ کو لے کر بستی میں داخل نہیں ہوا بلکہ وہ اسے لے کر بستی کے شمال میں ایک میل کے فاصلے پر رکا ہوا ہے۔ وہ اب تک سماک بن خرشہ کو قتل کر دیتا لیکن اس نے ایسا اس لیے نہیں کیا کہ وہ سماک بن خرشہ کو زندہ تمہارے سامنے لانا چاہتا ہے۔ اس کی یہ خواہش ہے کہ تم خود اس کی گردن کاٹو اور پھر اسے اس کی دس ہزار کی رقم ادا کرو۔

بکیر بن قارہ کو یہ خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر سماک بن خرشہ کو قتل کر کے اس نے

جبلِ عنیین کے پاس ہی دفن کر دیا ہوتا تو ہو سکتا ہے مخریق بن موص یہ اعتراض کھڑا کرتا کہ کیا ثبوت ہے کہ تم نے سماک بن خرشہ کو قتل کر دیا ہے اور اس کا ثبوت نہ ہونے کے باعث ہو سکتا ہے ابنِ موص اسے اس کی مقرر کی ہوئی رقم ہی ادا نہ کرے لہذا اسی احتیاط کے تحت بکیر بن قارہ اس سماک بن خرشہ کو زندہ باندھ کر اپنے ساتھ لے آیا ہے۔ اب تم میرے ساتھ چلو بستی سے باہر ایک میل کے فاصلے پر بکیر بن قارہ بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔ وہاں جا کر تم خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بدترین دشمن سماک بن خرشہ کی گردن کاٹو۔"

یہ کہانی سن کر مخریق بن موص خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اپنی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ حاطب! تم تھوڑی دیر رکو، میں ابھی آتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی ابن موص بھاگتا ہوا اپنی حویلی کے اندرونی حصّے کی طرف چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ لوٹا تو اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے تھا۔ پھر حویلی سے نکل کر وہ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شمال کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

○

جمالِ مہتاب اور عرش کے نجوم سے سجی رات بھاگتی جا رہی تھی۔ آسمان سے بہتی چاندنی کے خنجر زمین کے اندر پیوست ہوتے جا رہے تھے۔

سماک اسی طرح اپنے گھوڑے کو درخت سے باندھنے کے بعد اسی درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا کہ وہ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا جیسے اس نے کوئی انہونا خواب دیکھ لیا ہو۔ کیوں کہ اسے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی تھی۔ فوراً اٹھ کر اس نے اپنے گھوڑے کی باگ کھول دی تھی اور اپنے سر پر خود درست کرنے کے بعد اس نے اپنی تلوار بھی کھینچ ڈالی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اس کے قریب ابنِ حاطب اور مخریق بن موص نمودار ہوئے اور دونوں قریب آ کر اپنے گھوڑوں سے اُتر گئے تھے۔ مخریق بن موص سماک کے



قریب آیا تو اس کے چہرے پر عجیب سے مضطرب اور حیران کن جذبات بکھر گئے تھے۔ پھر اس نے تعجب سے ابن حاطب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اے ابنِ حاطب! تُو نے تو کہا تھا کہ یہاں اس جگہ بکیر بن قارہ، سماک بن خرشہ کو رسیوں میں جکڑے ہوئے میرا منتظر ہے۔ لیکن بکیر بن قارہ تو یہاں ہے ہی نہیں۔ تو یہ جو اجنبی ہے یہ تم مجھے بتاؤ گے کہ یہ کون ہے۔"

ابنِ حاطب کے بولنے سے پہلے ہی سماک اپنی تلوار لہراتا ہوا چند قدم آگے بڑھا۔ اس کے جواب میں مخریق بن موص نے بھی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال لی تھی پھر سماک نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابن موص! ابنِ حاطب نے تم سے ٹھیک ہی کہا تھا۔ سنو تم نے دس ہزار دینار کے عوض بکیر بن قارہ کو مدینہ کی طرف بھیجا تھا تاکہ وہ سماک بن خرشہ کو قتل کر دے سوائے مخریق بن موص! اس دس ہزار دینار کی رقم کے عوض کسی ایک فرد کو تو قتل ہونا تھا۔ اب یہ بکیر بن قارہ کی بدقسمتی ہے کہ سماک بن خرشہ کو قتل کرنے کے بجائے وہ خود اُس کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

سنو اے ابن موص! میں سماک بن خرشہ ہوں اور میں نے بکیر بن قارہ کو قتل کر کے مدینہ کے نواح میں جبلِ عنیین کے پاس دفن کر دیا ہے اور اب میں تمہاری طرف آیا ہوں۔

اے ابنِ موص! میں نیکی کو اس کی جگہ اور بدی کو اس کی اپنی جگہ رکھ کر نبٹنے کا فن خوب جانتا ہوں۔ رات کی تاریکی اور ویرانی کے اندر اے ابنِ موص! میں تیری بھی گردن کاٹ کر ان ویرانوں کے اندر دفن کر کے مدینہ کی طرف کُوچ کر جاؤں گا اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو گی کہ بکیر بن قارہ اور مخریق بن موص کو کس نے کہاں اور کب قتل کر ڈالا۔

سماک کے اس انکشاف پر مخریق بن موص کا رنگ غصے میں سُرخ ہو گیا تھا۔ پھر وہ اپنی تلوار لہراتا ہوا انتہائی غضب ناکی کے عالم میں ابن حاطب کی طرف بڑھا،

اور زہر بھرے انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے اس سے کہا۔

"اے ابنِ حاطب! تُو نے میرے ساتھ دھوکا اور فریب کیا ہے۔ تُو تو بکیر بن قارہ کے ساتھ اس لیے گیا تھا۔ تاکہ سماک بن خرشہ کو اس کے لیے باہر بلا کر لائے، تو نے دھوکا اور فریب کیا ہے۔ تم الٹا مجھے سماک بن خرشہ کے لیے باہر بلا کر لائے ہو۔

قبل اس کے کہ مخزیق بن موص آگے بڑھ کر ابنِ حاطب کو نقصان پہنچاتا سماک بن خرشہ آگے لپک کر ان دونوں کے درمیان حائل ہو گیا اور اپنی تلوار اپنے سامنے کر کے کہا۔ "اے ابن موص! یہیں رُک جاؤ۔ اگر تم نے ابنِ حاطب کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو مَیں تیری گردن کاٹ کر رکھ دوں گا۔ سنو، مَیں تم پر ایک معاملہ واضح کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد مَیں تم پر ہاتھ ڈالوں گا۔"

"اے ابن موص! یہ ابنِ حاطب واقعی اپنا فرض ادا کر چکا ہے۔ یہ مدینہ گیا اور مجھے بُلا کر جبل عینین کے پاس لے گیا لیکن وہاں بکیر بن قارہ کی بدقسمتی کہ میرے ساتھ مقابلہ ہُوا اور وہ میرے ہاتھوں مر گیا اور جس طرح تم نے ابن حاطب کو استعمال کیا اُسی طرح میں نے اسے استعمال کیا۔ جس طرح یہ مجھے بُلا کر بکیر بن قارہ کے لیے جبلِ عینین کے پاس لے گیا، اسی طرح مَیں نے بھی اس کے ذریعے سے تمہیں یہاں منگوا لیا ہے۔ سو اے مخزیق بن موص! یہ جگہ جہاں تم اس وقت کھڑے ہو یہیں پہ تمہاری موت واقع ہوگی اور یہیں تمہیں دفن کر دیا جائے گا۔"

سماک تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر وہ دوبارہ مخزیق بن موص کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ اے ابن موص! تم نے بکیر بن قارہ کو دس ہزار دینار کے عوض مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کو اس لیے کہا تھا تاکہ اس کے ذریعے سے تو مجھ سے میرے ہاتھوں مرنے والے اپنے بھائی زیاد بن موص کا بدلہ لے سکے۔

سن اے ابن موص! مَیں نے تیرے بھائی کو قتل کر کے کوئی زیادتی نہیں کی۔ نہ ہی ایسا کر کے مَیں نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے بلکہ تیرے بھائی نے خیبر کے پانچ اور جوانوں کے ساتھ مِل کر سلام بن ابی حقیق کے باپ ابی حقیق اور اس کے غلام



لبیس کو قتل کیا اور اِن دونوں کو اس وقت موت کے گھاٹ اتارا گیا جس وقت وہ دونوں اسلام قبول کر چکے تھے۔ اس کے علاوہ تیرے بھائی نے اُن دوسرے پانچ جوانوں کے ساتھ مل کر ابی حقیق کی بیٹی خویلہ کو اُٹھا لیا اور اُسے خیبر کی طرف لے گئے جب کہ یہ لڑکی بھی اسلام قبول کر چکی تھی۔

پس مَیں خویلہ کی بازیابی اور ابی حقیق اور لبیس کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے حرکت میں آیا۔ سو اے ابنِ موص تمہارے بھائی کو قتل کرنے سے قبل مَیں اس کے ساتھیوں میں سے دو کو پہلے ہی موت کے گھاٹ اُتار چکا ہوں اور چونکہ اے ابنِ موص! تُو نے بھی اپنے آپ کو اس واردات میں ملوث کیا ہے۔ لہٰذا تو بھی میرے ہاتھوں یہاں سے بچ کر نہ جا سکے گا۔"

مخزیق بن موص تھوڑی دیر کے لیے بڑے غور سے سماک بن خرشہ کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور غصیلی آواز میں اُس نے سماک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابن خرشہ! کسی وہم اور کسی گمان میں نہ رہنا۔ مَیں تمہارے اس مقابلے میں اس وقت مسلح کھڑا ہوں اور مجھے زیر کر لینا اتنا آسان نہیں جتنا تم نے سمجھ رکھا ہے۔ اگر یہاں مجھ پر موت طاری ہو سکتی ہے اور مجھے یہاں دفن کیا جا سکتا ہے تو ایسا معاملہ تمہارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ شاید بکیر بن قارہ کو قتل کرنے کے بعد تم نے اپنی تلوار اور اپنے زور بازو سے کچھ زیادہ ہی اُمیدیں وابستہ کر لی ہیں"۔

"سنو اے ابن خرشہ! مَیں پُرہول حالات کے اندر تمہارے دِل کا دِیا بجھا دوں گا۔ تمہارے وہم و گمان کے سارے پردے چاک کروں گا اور تُو چونکہ ایک طاغوت کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا مَیں تیری ساری طاغونیت کے داموں کو اور فریبوں کو برباد کر کے رکھ دوں گا۔"

اس موقع پر سماک نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہا۔ "اے ابنِ موص ہر مرنے والا اپنی موت سے قبل اپنی ڈھارس اور تسلّی کے لیے ایسے ہی الفاظ استعمال

کرتا ہے جیسے ابھی تم نے کیے ہیں ۔"

سنو ! اے ابن موص ! مَیں تیرے ساتھ اپنا معاملہ ختم کرتا ہوں اور مَیں یہاں زیادہ دیر اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہتا ۔ مَیں تمہیں اب پہلے حملہ آور ہونے کا موقع دیتا ہوں ۔ سو اے ابنِ موص ! آگے بڑھ اور مجھ پر اپنا وار کر پھر دیکھ مَیں تیرا کیا انجام کرتا ہوں ۔"

اس موقع کو مخراق بن موص نے غنیمت جانا اور اپنی تلوار اور ڈھال پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے آگے بڑھا اور اپنے دفاع میں اس نے سماک پر ایک ہولناک وار کیا تھا ۔

مخراق بن موص کے اس وار کو سماک نے اپنی ڈھال پر روک دیا تھا ۔ پھر اس نے ابنِ موص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "سن اے ابن موص ! یہ میری تلوار مجھے میرے آقا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محسنِ بشر نے عطا کی ہے اور یہ تلوار ایسی ہے کہ انسانیت کے اندھے خمیر پر خوب ضرب لگاتی ہے اور تیرے جیسے موجدانِ معصیت کو کاٹتے ہوئے دیر نہیں کرتی ۔

اے ابن موص ! مَیں تم پر ضرب لگانے لگا ہوں ۔ اگر تُو میری ضرب کو روک سکتا ہے تو پھر روک دکھا ۔" اس کے ساتھ ہی سماک ڈھول نچاتے بگولوں کی جرأت مندی کی پرچھائیوں، خرد کی گہری دھند کی طرح حملہ آور ہوا تھا ۔

رات کی مدھم روشنی میں مخراق بن موص، سماک کی بلند ہو کر گرتی اور برستی تلوار کے انداز کو سمجھ نہ سکا اور سماک نے اسے کاٹ کر رکھ دیا تھا ۔ پھر سماک نے آگے بڑھ کر ابنِ موص کے لباس سے اپنی تلوار صاف کر کے نیام میں کر لی ۔ پھر اس نے انتہائی نرمی اور شفقت سے ابنِ حاطب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

" اے ابنِ حاطب ! اس مخراق بن موص کو ٹھکانے لگانے میں میری مدد کرو اس کے بعد تم اپنی حویلی کی طرف چلے جانا ۔ جب کہ مَیں یہاں سے مدینہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا ۔"



اس کے جواب میں ابن حاطب نے بڑی شفقت اور اپنائیت میں کہا اے ابنِ خرشہ ! کیا ایسا ممکن نہیں کہ مخراق بن موص کو یہاں دفن کرنے کے بعد تم میری حویلی میں چلو اور وہاں رات بسر کرنے کے بعد صبح سویرے مدینے کو کوچ کر جانا ۔"

سماک پھر بولا اور کہا "تمہاری اس پیش کش کا شکریہ لیکن مَیں کہیں قیام کیے اور رات بسر کیے بغیر مدینہ کی طرف کوچ کروں گا ۔" اس کے ساتھ ہی دونوں نے مل کر مخراق بن موص کی لاش کو دفن کر دیا ۔ اس کے بعد ابن حاطب اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی بستی کی طرف چلا گیا ۔ جب کہ سماک اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا مدینہ کا رُخ کر رہا تھا ۔

صلح حدیبیہ میں کفارانِ مکہ اور مسلمانوں میں طے پایا تھا کہ جو شخص مکہ سے بھاگ کر مدینہ جائے گا اُسے مسلمان واپس کر دیں گے اور جو مدینہ سے بھاگ کر مکہ جائے گا اُسے واپس نہ کیا جائے گا ۔

اس شرط کا اثر یہ ہوا کہ وہ لوگ جو مکہ میں اسلام قبول کر چکے تھے اور کفارانِ مکہ نے زبردستی انہیں روک رکھا تھا ۔ وہ بھاگ بھاگ کر مدینہ کے بجائے عیص نام کی بستی میں ابوبصیر کے پاس جمع ہونے لگے اور جب ان لوگوں کی تعداد ستر کے قریب ہو گئی اور انہوں نے کفارانِ قریش کے تجارتی قافلوں کو اپنا ہدف اور نشانہ بنانا شروع کیا تو مکہ کے لوگ چونکے اور ان کے ذہنوں میں یہ خدشات پیدا ہو گئے تھے کہ اگر ابوبصیر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسی طرح ان کے تجارتی کاروان پر شب خون مارتے رہے تو وہ وقت دور نہیں جب اہلِ مکہ بالکل قلاش اور مفلوج ہو کر رہ جائیں گے ۔

لہٰذا اہلِ مکہ کے رؤسا نے مِل بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا کہ کسی نہ کسی طرح اس ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں سے نجات حاصل کرنی چاہیئے تاکہ اُن کے تجارتی کارواں مکہ اور شام فلسطین میں آزادی اور امن کے ساتھ نقل و حرکت کر سکیں ۔

آخر کار صلاح و مشورے کے بعد یہ طے پایا کہ ایک وفد مدینہ میں حضورؐ کی خدمت میں یہ عرض کرے کہ معاہدے سے اس شرط کو نکال دیا جائے کہ جو شخص مکہ



سے بھاگ کر مدینہ آئے اُسے واپس کیا جائے گا اور جو شخص مدینہ سے بھاگ کر مکہ جائے اُسے واپس نہ کیا جائے گا اور یہ کہ مسلمان ابوبصیر اور اس کے ساتھیوں کو عیص نام کی بستی سے واپس بلا لیں ۔ پس یہ وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ بات پیش کی ۔

آپؐ نے اُن کی اس تجویز کو قبول کرتے ہوئے ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ بُلا لیا اور یوں صلح حدیبیہ کی ایک شرط کفارانِ مکہ نے خود بخود ہی ختم کر کے رکھ دی تھی ۔

صلح حدیبیہ کے اندر ایک شرط یہ بھی رکھی گئی تھی کہ عرب قبائل میں سے جو قبیلہ چاہے مسلمانوں کا حلیف بن کر زندگی بسر کرے اور جو قبیلہ چاہے کفارانِ مکہ کا رفیق اور حلیف بن کر زندگی بسر کرے ۔ اس طرح عرب کے قبائل بھی دو حصوں میں بٹ گئے تھے اسی شرط کے نتیجے میں مکہ کے دو قبائل بنو بکر اور بنو خزاعہ میں سے بنو بکر کفارانِ مکہ کے رفیق اور دوست بن گئے جب کہ بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف اور ساتھی ہو گئے تھے ۔ ایسا کرنے سے اِن دونوں قبائل میں پرانی دشمنیاں پھر سے بحال ہو گئی تھیں ۔

اِسلام سے قبل ہی ان دونوں قبائل میں کدورت اور عداوت چلی آ رہی تھی وہ اس طرح کہ بنو بکر سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اسود بن ازن تجارت کی غرض سے بنو خزاعہ کی طرف جا نکلا اور جب وہ بنو خزاعہ کے وسطی علاقے میں پہنچا تو کچھ خزاعیوں نے اس پر حملہ کر کے اسے ہلاک کر دیا اور جو کچھ تجارت کا سامان اس کے پاس تھا وہ بھی اس سے چھین لیا ۔ اس کے نتیجے میں قبیلہ بنو بکر کے لوگ بھی بنو خزاعہ کے خلاف حرکت میں آئے اور ظہورِ اسلام سے قبل انہوں نے بھی بنو خزاعہ کے ایک شخص کو ہلاک کر ڈالا ۔ جواب میں بنو خزاعہ پھر حرکت میں آئے اور انہوں نے اسود بن ازن کے بیٹوں اسلمی کلثوم اور صواب کو اس وقت موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ جب کہ وہ عرفات کے قریب حرم کی سرحد پر تھے ۔

اب بنو بکر اس تاک میں رہے کہ بنو خزاعہ کا کوئی آدمی ان کے ہاتھ لگے اور وہ اپنے انتقام کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لیے اسے قتل کر دیں ۔

اتفاق سے بنو خزاعہ سے تعلق رکھنے والے دو جوان تمیم اور منبہ تھے یہ دونوں

کہیں سے سفر کرتے ہوئے اپنے قبیلے کی طرف جا رہے تھے کہ بنو بکر والے ان کے تعاقب میں لگ گئے ۔ منبہ کمزور اور بیمار آدمی تھا ۔ اس نے اپنے ساتھی تمیم کو مخاطب کر کے کہا ۔" تم اپنا آپ بچاؤ ، جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں پہلے ہی کمزور اور بیمار ہوں اور ایک مرا ہوا انسان لگتا ہوں ، مجھے یا تو بنو بکر والے قتل کر دیں گے یا چھوڑ دیں گے ۔ اگر وہ مجھے قتل کر دیں گے تو اس بیماری اور کمزوری سے میری جان چھوٹ جائے گی اور اگر مجھے چھوڑ دیں گے تو میں اپنے قبیلے میں تم سے آن ملوں گا ۔"

تمیم اپنے ساتھی منبہ کو چھوڑ کر نہ جانا چاہتا تھا لیکن جب منبہ نے زور دیا اور اس نے یہ بھی دیکھا کہ تعاقب کرنے والے ان کے سر پہ پہنچ گئے ہیں تو وہ بھاگ کھڑا ہوا ۔ جب کہ بنو بکر نے منبہ کو آ لیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ۔

اپنے قبیلے میں پہنچ کر جب تمیم کو خبر ہوئی کہ اس کے ساتھی منبہ کو بنو بکر والوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو اس نے اپنے ساتھی سے متعلق چند اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے :-

" جب میں نے دیکھا کہ خود رو جھاڑیوں کی بود اور حشرات الارض کی طرح بے شمار لوگ آ کر ہمارے تعاقب میں پتھریلی اور نرم سطح مرتفع پر پھیل گئے ہیں تب مجھے ان کا خون بہا یاد آ گیا جو گزشتہ کئی برسوں سے پرانا چلا آ رہا تھا ۔ جب میں نے ان کی جانب سے موت کی بو سونگھ لی اور کاٹ کر رکھ دینے والی مار اپنے تعاقب میں دیکھی تب میں نے محسوس کر لیا کہ جو تعاقب کرنے والوں کے ہاتھ آ جائے گا وہ بچ نہ سکے گا اور یہ اسے کاٹ کر کوؤں کی خوراک بنا دیں گے ۔ تب یہ سارا منظر یہ سارا حال دیکھ کر میں نے اپنے پاؤں کو سیدھا کر لیا ۔ جن کے ٹھوکر کھانے کا بھی مجھے ڈر نہ تھا ۔ اپنے کپڑوں کو اسی برہنہ زمین پر پھینکا اور سرپٹ بھاگ کر اپنی جان بچائی ۔

جس طرح میں نے دوڑ کر اپنی جان بچائی ۔ اس طرح تو ہلکے پیٹ والا



جنگلی گدھا بھی نہ دوڑ سکتا تھا ۔

اے ملامت کرنے والے مجھے ملامت نہ کر کیونکہ ہمارے سب آدمیوں کو معلوم ہے کہ میں نے اپنے دوست ، اپنے ساتھی منبہ کو خوشی سے نہیں چھوڑا تھا ۔ پس تو میرے دوسرے ساتھیوں سے پوچھ لے کہ میں خلوص اور وفا کرنے والا جوان ہوں ۔"

منبہ کے قتل کے بعد ایک طرح سے بنو بکر اور بنو خزاعہ کا معاملہ برابر ہو گیا تھا اور دونوں نے جو ایک دوسرے سے انتقام لینا تھا وہ بے باق ہو گیا تھا لیکن صلح حدیبیہ کے بعد جب بنو بکر نے کفارِ مکہ کو اپنا حلیف بنایا تو کفارِ مکہ نے بنو بکر کو اکسایا کہ اگر وہ بنو خزاعہ پر حملہ کر کے انہیں نیست کرنا چاہیں تو وہ خفیہ طور پہ ان کی مدد کریں گے ۔

قریش مکہ کی اس یقین دہانی پر بنو بکر بنو خزاعہ کے خلاف شیر ہو گئے ۔ لہٰذا انہوں نے اپنے سردار نوفل بن معاویہ کی سرکردگی میں ایک رات بنو خزاعہ پر شب خون مار دیا ۔

شب خون میں چونکہ قریش کے کچھ مسلح جوانوں نے بھی خفیہ طور پر حصہ لیا تھا ۔ لہٰذا بنو خزاعہ والے بنو بکر اور قریش کے اس متحدہ لشکر کا مقابلہ نہ کر سکے اور پناہ لینے کے لیے حرم کی طرف بھاگے ۔ جب وہ حرم میں داخل ہو گئے تو بنو بکر کے وہ جوان جو اُن کا تعاقب کر رہے تھے انہوں نے اپنے سردار نوفل بن معاویہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔" اے ہمارے سردار ! اب تو یہ حرم میں داخل ہو چکے ہیں ، اب ہم بنو خزاعہ کے خلاف تلوار نہیں اٹھائیں گے ۔ لہٰذا ان کا جس قدر قتل عام ہو چکا ہے اس پر ہی اکتفا کر لیا جائے اور حرم میں پناہ لینے والوں پہ ہاتھ نہ اٹھایا جائے ۔ تو نوفل نے برہم ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا ۔

" میں جانتا ہوں تم کس قدر حرم کا احترام اور عزت کرتے ہو ۔ میری جان کی قسم تم حرم میں چوریاں تو کرتے ہو مگر یہاں اپنا خون بہا وصول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو ۔"

پس بنو بکر والے بنو خزاعہ کو جو نقصان پہنچا چکے تھے وہ پہنچا چکے اور حرم میں وہ ان کے خلاف حرکت میں نہ آئے اور اپنے سردار کی بات ماننے سے انہوں نے انکار کر

دیا اور حرم میں بنوخزاعہ کا قتلِ عام نہ کیا۔

حرم میں پناہ حاصل ہو جانے کے بعد بنوخزاعہ میں سے ایک شخص عمرو بن سالم مکہ سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ اپنے آپ کو مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کر لینے کے بعد بنوخزاعہ کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا لہٰذا عمرو بن سالم کو اُمید تھی کہ وہ حضورؐ کے پاس جا کر بنوبکر اور قریش کی اس زیادتی کی خبر کرے گا تب ان دونوں قوتوں کے خلاف حضورؐ بنوخزاعہ کی مدد کرنے پر ضرور آمادہ ہو جائیں گے۔ لہٰذا اسی اُمید اور اسی نظریے کے تحت عمرو بن سالم کسی کو بتائے بغیر مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور جس وقت حضورؐ مسجد میں تشریف فرما تھے اس وقت یہ عمرو بن سالم حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور جن اشعار میں اس نے حضورؐ کی خدمت میں التجا کی اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"اے پروردگار! میں محمدؐ کو اپنے آبا و اجداد کا قدیم معاہدہ یاد دلاتا ہوں۔ یہ کہ بنی عبد مناف اور قصی کی مائیں بنوخزاعہ سے ہی تعلق رکھتی تھیں۔

اے محمدؐ اور آلِ محمدؐ تم ہماری ہی نسل سے تعلق رکھتے ہو اور ہمارے ہی اندر کے لوگ تمہیں جننے والے ہیں۔ اسی بنا پر قریش کو چھوڑ کر ہم نے اپنے آپ کو تمہارے ساتھ وابستہ کر لیا تھا اور ہمارے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ پس اللہ آپ کو ہدایت دے ہماری فوری مدد فرمایئے اور اللہ کے بندوں کو بلایئے کہ وہ ہماری کمک کے لیے جمع ہو جائیں۔

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ والوں نے آپؐ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ جس قبیلے کا دل چاہے قریش سے اتحاد کرے اور جس کا دل چاہے مسلمانوں سے اتحاد کرے۔ کوئی بھی کسی قبیلے کے خلاف حرکت میں نہ آئے گا۔ سو اے اللہ کے رسولؐ! قریش نے اس میثاق کو توڑ دیا ہے انہوں



نے بنوبکر کی مدد کرتے ہوئے ہمارے خلاف اپنے آدمی ہماری گھات میں بٹھائے اور وتیر کے مقام پر انہوں نے ہم پر ایک ہولناک شب خون مارا۔ اس وقت ہمارے لوگوں کا قتلِ عام کیا۔ جب وہ رکوع اور سجود کے عالم میں تھے۔ سو اے اللہ کے رسولؐ ان دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرمایئے۔"

عمرو بن سالم کے یہ سارے اشعار سننے کے بعد حضورؐ نے اس سے مخاطب کرتے ہوئے بڑی شفقت اور نرمی میں ڈھارس دیتے ہوئے کہا۔ "اے ابن سالم! اطمینان رکھو اگر قریش اور بنوبکر نے مل کر تمہارے خلاف شب خون مارا ہے تو پھر تمہاری مدد ضرور کی جائے گی۔"

حضورؐ کی طرف سے یہ یقین دہانی ہونے کے بعد عمرو بن سالم واپس مکہ کی طرف چلا گیا تھا کیونکہ عمرو بن سالم اپنے طور پر مکہ سے نکل کر مدینہؐ کی طرف آیا تھا اور حضورؐ سے مدد کی درخواست کی تھی۔ لہٰذا اس کے قبیلے والوں کو علم نہ تھا کہ عمرو بن سالم مسلمانوں سے مدد طلب کرنے کے لیے مدینہ جا چکا ہے۔ اسی بنا پر بنوخزاعہ نے اپنے ایک سردار بدیل بن ورقا کو اپنے چند جوانوں کے ایک وفد کو حضورؐ کے پاس روانہ کیا۔ تاکہ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر نہ صرف یہ کہ بنوخزاعہ کے نقصان کی خبر کریں بلکہ حضورؐ سے اعانت کی درخواست بھی کی جائے۔ پس بدیل بن ورقا کی سرکردگی میں یہ وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اس وفد کے لوگوں نے بنوخزاعہ کے نقصان سے حضورؐ کو باخبر کیا اور ساتھ ہی بنوبکر اور قریش کے خلاف مدد کی درخواست بھی کی۔

حضورؐ نے اس وفد کو بھی اعانت کی یقین دہانی کرائی اور اس وفد نے جاتے جاتے حضورؐ سے یہ بھی کہہ دیا کہ ابوسفیان معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کرنے ضرور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ کیونکہ ہم پر حملہ آور ہو کر انہوں نے صلح حدیبیہ کی قطعی طور پر خلاف ورزی کی ہے۔ بہرحال حضورؐ کی یقین دہانی پر بدیل بن ورقا

کی سرکردگی میں آنے والا یہ وفد مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

راستے میں بدیل بن ورقا کی ملاقات ابوسفیان بن حرب سے ہو گئی۔ اس وقت ابوسفیان ایک وفد لے کر مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہا تھا کیونکہ اُسے خدشہ تھا کہ حضورؐ کو یہ خبر ضرور پہنچ جائے گی کہ قریش نے بنو بکر کے ساتھ مِل کر صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ لہٰذا اپنے وفد کے ارکان کے ساتھ صلح حدیبیہ کی تجدید کرنے مدینہ کی طرف جا رہا تھا۔

راستے میں جب دونوں ایک دوسرے کے سامنے آئے اور ابوسفیان نے بدیل بن ورقا کو دیکھا تو اس نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔ "اے ابنِ ورقا کہاں سے آ رہے ہو۔"

"بدیل بن ورقا نے فوراً اصل معاملے کو چھپاتے ہوئے کہا۔" مَیں یوں ہی وادی کے اندر اس ساحل کی طرف نِکل گیا تھا۔ کیوں کہ بنو بکر کے شب خون مارنے کے باعث ہمارے آدمی اِدھر اُدھر بکھر گئے تھے۔ مَیں اُنہیں ہی تلاش کرتا پھر رہا ہوں"۔

ابوسفیان نے پھر پوچھا" کیا تم مُحَمَّدؐ کے پاس مدینہ نہیں گئے تھے"۔

بدیل نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔" ہرگز نہیں' مَیں مدینہ نہیں گیا"۔

بدیل بن ورقا کے اس جواب پر ابوسفیان بن حرب کی تسلّی نہ ہوئی تاہم اس نے اُسے اس کے وفد کے ارکان کے ساتھ جانے دیا اور جب بدیل بن ورقا اپنے ساتھیوں کے ساتھ دُور چلا گیا تو ابوسفیان نے اپنے وفد کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے میرے عزیزو! سنو' میرا دل کہتا ہے کہ بدیل ضرور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ سے لوٹ رہا ہے اور اُس نے وہاں جا کر ضرور مسلمانوں سے ہمارے خلاف اور بنو بکر کے خلاف مدد کی استدعا کی ہو گی۔ لہٰذا آؤ دیکھتے ہیں کہ بدیل بن ورقا مدینہ گیا تھا یا نہیں۔

اے میرے عزیزو! بدیل بن ورقا اور اس کے ساتھیوں کے اونٹوں نے کھڑے ہو کر یہاں جو مینگنیاں کی ہیں' یہ بتائیں گی کہ یہ لوگ مدینہ گئے تھے یا نہیں کیونکہ مدینہ کے



لوگ اپنے جانوروں کے چارے میں کھجور ضرور ملاتے ہیں۔ سو ان اونٹوں کی مینگنیاں دیکھو، اگر ان میں کھجوروں کی گٹھلیاں ملتی ہیں تو یہ ضرور مدینہ سے ہو کر آئے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ لوگ مدینہ نہیں گئے"۔

اس پر ابوسفیان کے ساتھیوں نے فوراً آگے بڑھ کر بدیل بن ورقا کے اونٹوں کی مینگنیوں کو جب دیکھا تو انہوں نے ان کے اندر کھجور کی گٹھلیوں کو پایا۔ اس پر ابوسفیان نے چِلا کر کہا۔

"سنو میرے ساتھیو! یہ بدیل بن ورقا اور اس کے ساتھی ضرور مدینہ سے آ رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی پہلے کی نسبت زیادہ تیزی کے ساتھ مدینہ کی طرف سفر کرنا چاہیئے اور قبل اس کے کہ مسلمان بنو خزاعہ کے حق میں ہمارے اور بنو بکر کے خلاف حرکت میں آئیں ہمیں فوراً اُن سے مِل کر صلح حدیبیہ کی تجدید کر لینی چاہیئے"۔ اس کے بعد بڑی تیزی سے ابوسفیان اپنے وفد کے اراکین کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچ گیا۔ مدینہ میں داخل ہو کر یہ پہلے اپنی بیٹی اُم حبیبہؓ کے ہاں داخل ہُوا اور وہاں حضورؐ کے لیے جو بستر لگا ہُوا تھا اس پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ اُم حبیبہؓ نے جب دیکھا کہ ان کا باپ حضورؐ کے بستر پر بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے، تو فوراً آگے بڑھیں اور وہ بستر لپیٹ کر الگ رکھ دیا۔

اس پر ابوسفیان نے اپنی بیٹی ام حبیبہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" اے میری بیٹی! مَیں سمجھ نہیں سکا' یہ بستر لپیٹ کر تُو نے الگ کیوں رکھ دیا ہے۔ کیا تُو نے مجھے بستر سے بہتر سمجھا جو تُو نے بستر ہٹا دیا۔ یا بستر کی حفاظت کے لیے خود مجھے اس سے ہٹا دیا ہے"۔ اس پر اُم حبیبہؓ نے اپنے باپ ابوسفیان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" اے میرے باپ! بات یہ ہے کہ یہ بستر حضورؐ کا ہے اور آپ ایک مشرک ہیں۔ مشرک چونکہ نجس ہوتا ہے۔ اس لیے مَیں نے پسند نہیں کیا کہ آپ حضورؐ کے بستر پر بیٹھیں۔ لہٰذا مَیں نے اسے لپیٹ کر الگ رکھ دیا ہے"۔

اس پر ابوسفیان کی حالت عجیب سی ہو گئی تھی اور اس نے اپنی بیٹی کو مخاطب کرتے

ہوئے کہا۔" اے میری بیٹی! خدا کی قسم مجھ سے الگ ہونے کے بعد تیرے اندر شر پیدا ہو گیا ہے۔"

اپنی بیٹی کے پاس سے اُٹھ کر ابوسفیان حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب اس نے حضورؐ سے گفتگو کرنا چاہی تو آپؐ نے اُس کی کسی گفتگو اور کسی سوال کا جواب نہ دیا تب ابوسفیان وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا اور ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو باتیں اس نے حضورؐ سے کی تھیں وہی ان سے بھی کیں۔

اس پر ابوبکر صدیقؓ نے ابوسفیان کو جواب دیتے ہوئے کہا۔" اے ابوسفیان! تو صلح حدیبیہ کی تجدید چاہتا ہے۔ چونکہ اس سلسلے میں حضورؐ نے تمہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ لہٰذا یہ کام میں کیسے اور کیونکر کر سکتا ہوں۔

ابوبکر صدیقؓ سے مایوس ہونے کے بعد ابوسفیان وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا، اور عمرؓ بن خطاب کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی گفتگو کی جو اس نے حضورؐ اور ابوبکر صدیقؓ سے کی تھی۔ اس پر عمر فاروقؓ نے اُسے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اے ابوسفیان! بھلا میں تمہاری خاطر حضورؐ سے تمہاری کیونکر سفارش کروں گا۔ خدا کی قسم اگر مجھے معمولی سی بھی قدرت مل جائے تو میں تمہارے خلاف جہاد کا اعلان کر دوں۔"

عمر فاروقؓ سے بھی مایوس ہو جانے کے بعد ابوسفیان وہاں سے اُٹھ کر علیؓ کرم اللہ وجہہٗ کے گھر میں گیا تو اس وقت اُن کے پاس فاطمہؓ اور ان کے بیٹے حسینؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ جو ابھی ننھے سے بچے ہی تھے۔ ابوسفیان نے علیؓ کو مخاطب کر کے کہا۔" اے علیؓ! میں سب لوگوں میں تمہیں اپنے لیے زیادہ مہربان پاتا ہوں۔ دیکھو میں ایک ضرورت کے تحت مکہ سے مدینہ آیا ہوں اور جس مقصد کے لیے میں یہاں آیا ہوں اس مقصد میں ناکام مکہ میں نہیں لوٹنا چاہتا۔ اس لیے اس سلسلے میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری سفارش کریں۔"

اس پر علیؓ نے ابوسفیان کو جواب دیتے ہوئے کہا۔" اے ابوسفیان! تیرا بُرا



ہو۔ خدا کی قسم حضورؐ نے تو ایک بات پر مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ لہٰذا میں اس سلسلے میں اُن سے ہرگز بات نہیں کرتا۔"

علیؓ سے مایوس ہونے کے بعد ابوسفیان فاطمہؓ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا۔" اے محمدؐ کی بیٹی! کیا تم اپنے اس چھوٹے سے بیٹے سے کہو گی کہ وہ دونوں فریقوں میں بیچ بچاؤ کرا دے اور اس طرح یہ ہمیشہ کے لیے عرب کا سردار پکارا جائے۔"

اس پر فاطمہؓ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔" خدا کی قسم ابھی تو یہ بچہ ہے اور اس قابل نہیں کہ لوگوں میں بیچ بچاؤ کرا سکے۔ دراصل اس وقت کوئی بھی بیچ بچاؤ نہیں کرا سکتا۔"

ابوسفیان نے ہر طرف سے مایوس ہونے کے بعد دوبارہ علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" میں سمجھتا ہوں کہ تم میرے معاملے میں کچھ بگڑے بگڑے اور ناراض سے لگتے ہو۔ اس لیے مجھے کچھ خیر خواہانہ مشورہ دو کہ اس موقع پر مجھے کیا اقدام کرنا چاہیے۔"

اس پر علیؓ نے ابوسفیان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" اے ابوسفیان! خدا کی قسم! تمہارے لیے کوئی ایسی بات نہیں کر سکتا جس سے تمہیں کوئی فائدہ پہنچ سکے۔ لیکن تم بنو کنانہ کے سردار ہو اس لیے سب لوگوں کے سامنے جا کر معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دو پھر مکہ کا راستہ لو۔"

ابوسفیان یہ بات سُن کر خوش ہوا اور پوچھا۔" تم سمجھتے ہو کہ ہمیں اس سے کوئی فائدہ پہنچے گا؟"

علیؓ نے پھر جواب دیتے ہوئے کہا۔" نہیں خدا کی قسم! میں ایسا نہیں سمجھتا لیکن اس کے سوا کوئی دوسرا چارہ بھی نہیں۔" چنانچہ ابوسفیان وہاں سے بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور سیدھا مسجد نبویؐ میں داخل ہوا اور وہاں کھڑے ہو کر اہلِ مدینہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" لوگو! میں سب کے سامنے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر ابوسفیان مسجد سے نکلا۔ پھر اپنے اونٹ پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

ابوسفیان جب مکہ میں داخل ہوا تو قریش کے سردار اس کے پاس جمع ہوئے

اور پوچھا۔" اے ابوسفیان! تم مدینہ میں کیا معاملہ طے کرکے لوٹے ہو"۔

ابوسفیان نے مایوسانہ انداز میں کہا۔" سنو میرے رفیقو! میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس گیا لیکن بخدا انہوں نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں ابنِ قحافہ (ابوبکرؓ) سے مِلا مگر ان سے بھی مجھے کوئی بھلائی نظر نہ آئی۔ اس کے بعد میں ابنِ خطاب (عمرؓ) کے پاس گیا لیکن اس شخص کو تو میں نے اپنا سخت اور بدترین دشمن پایا اور آخر میں میں علیؓ کے پاس گیا تو انہیں باقی تمام لوگوں سے نسبتاً اپنے لیے نرم ملائم پایا۔ پس علیؓ نے جو مجھے مشورہ دیا وہ میں نے کر دیا مگر خدا کی قسم میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے عمل سے کوئی فائدہ ہوگا یا نہیں"۔

اس پر قریش کے رؤسا نے پوچھا۔" اے ابوسفیان! علی نے تمہیں کیا مشورہ دیا اور تم نے اس پر کیسا عمل کیا"۔

ابوسفیان پھر بولا اور کہا۔" انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں مسجد میں داخل ہو کر اہلِ مدینہ کو مخاطب کرتے ہوئے معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کر دوں۔ سو اے میرے رفیقو! میں نے ایسا ہی کیا۔ میں مسجد میں داخل ہوا اور مدینہ کے سارے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے میں نے کہا کہ ہم معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کرتے ہیں"۔ اس پر قریش کے رؤسا میں سے ایک نے ابوسفیان کو مخاطب کرتے ہوئے پھر پوچھا۔" اے ابوسفیان! کیا محمدؐ نے تمہاری اس تجدید کی تصدیق کی یا نہیں"۔

ابوسفیان نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا۔" انہوں نے میرے اس اعلان کی تصدیق نہیں کی"۔

تب اس سردار نے سخت لہجے میں ابوسفیان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" ابو سفیان! تیرا بُرا ہو۔ خدا کی قسم یہ شخص تو تم سے کھیل کھیل گیا جو تم کہہ کر آئے ہو اس سے تو کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوگا"۔

اس پر ابوسفیان نے مایوسانہ انداز میں کہا۔" خدا کی قسم! اس کے سوا میرے پاس کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔



O

دوسری طرف حضورؐ نے لوگوں کو تیاری کا حکم دے دیا تھا لیکن لوگوں پر یہ ظاہر نہ کیا تھا کہ لشکر کس طرف روانہ ہوگا اور کس کے خلاف لشکر کشی کی جائے گی۔ تاہم آپؐ نے اپنے اہلِ خانہ سے بھی سامان تیار کرنے کے لیے کہہ دیا تھا۔

اسی اثناء میں ایک روز ابوبکرؓ اپنی بیٹی عائشہ صدیقہؓ کے ہاں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ عائشہؓ حضورؐ کے سفر کی تیاری میں مصروف تھیں۔ اس پر ابوبکرؓ نے بڑی جستجو اور تعجب سے اپنی بیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔" اے میری بیٹی! کیا تمہیں حضورؐ نے تیاری کا حکم دیا ہے اور تم ان کے لیے تیاری کر رہی ہو؟"

اس پر عائشہؓ نے کہا" جی ہاں، آپ بھی تیاری کیجیے"۔

اس پر ابوبکرؓ نے پھر دریافت کیا۔" اے میری بیٹی! تمہارا کیا خیال ہے حضورؐ کہاں اور کدھر کا ارادہ رکھتے ہیں"۔

جواب میں عائشہؓ بولیں اور کہا" خدا کی قسم! مجھے بھی علم نہیں"۔ اس کے بعد ابوبکرؓ وہاں سے چلے گئے پھر چند ہی روز بعد حضورؐ نے سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔" کہ ہمارا مکہ کا ارادہ ہے اور اعلانیہ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ کوشش کرکے اپنی تیاریاں جلد مکمل کر لیں۔ ساتھ ہی آپؐ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دعائیہ انداز میں فرمایا۔" اے میرے اللہ قریش کو آنکھوں اور خبروں کے معاملے میں پکڑ لے۔ یعنی نہ قریش کو ہماری تیاری کی خبر ہو اور نہ وہ ہماری تیاری کو دیکھ ہی سکیں۔ یہاں تک کہ ہم ان پر اچانک حملہ آور ہو جائیں۔

بہر حال حضورؐ کے اس اعلان پر مسلمان بڑے ذوق و شوق اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ اہلِ مکہ کے خلاف جنگ کی تیاریاں کرنے لگے تھے۔

اس موقع پر لوگوں کے جذبہ حریت کو اُبھارنے کے لیے اور لوگوں کو اہلِ مکہ کے خلاف بنو خزاعہ کی مدد پر آمادہ کرنے کے لیے حسانؓ بن ثابت نے چند رزمیہ قسم کے اور پُرجوش اشعار کہے۔ جن کا مطلب کچھ یوں ہے۔

"اس امر نے مجھے سخت تکلیف اور دُکھ پہنچایا ہے کہ بنو کعب[1] کے آدمیوں کی گردنیں ان لوگوں کے ہاتھوں سے کیوں کاٹی گئیں ۔ جنھوں نے کھلم کھلا اپنی تلواروں کو نیام سے نکالا تھا ۔ حالانکہ میں اس وقت بطحائے مکہ میں موجود نہ تھا لیکن مجھے خبر ملی کہ دُشمن نے چوری چھپے قتل گری میں حصہ لیا تھا اور بہت سے مقتولین کو کپڑوں میں نہیں چھپایا گیا تھا کیونکہ وہ بے گور و کفن ہی پڑے رہ گئے تھے ۔

کاش مجھے کوئی بتاتا کہ آیا سہیل بن عمرو کے خلاف میری چھوٹی بڑی مدد پہنچی ہے یا نہیں اور صفوان بن اُمیہ ایک معمر اُونٹ کی طرح ہے ۔ جو اپنی باریک آواز سے رو رہا ہے ۔ پس اب اس جنگ کا وقت آگیا ہے اے عکرمہ بن ابوجہل ! اب تو ہم سے مامون نہیں رہ سکتا ۔ جب جنگ کے تھنوں سے خالص دُودھ نکالا جائے گا اور دانت چباتے چباتے ٹیڑھے ہو جائیں گے تو تم بھی امان میں نہ رہ سکو گے اور اب ہم سے گھبرا کر بھاگنے کی کوشش نہ کرو ۔ تو ہماری تلواریں وہ ہنگامہ کریں گی کہ جس سے تمہارے دانت کھٹے ہو جائیں گے ۔"

حضورؐ نے جب لوگوں پر کھلے عام یہ واضح کر دیا کہ ہم مکہ پر چڑھائی کرنے والے ہیں ۔ تو مدینہ کے اندر ایک غیر معمولی حادثہ پیش آیا اور وہ یوں کہ اصحابؓ میں سے ایک اصحابی حاطب بن بلتعہ تھے جو اکیلے اسلام قبول کر کے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے ۔ جب کہ اُن کے بیوی بچے ابھی تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور مکہ ہی میں تھے ۔ انہوں نے سوچا کہ جب مکہ پر چڑھائی ہو گی تو یقیناً ان کے بیوی بچوں کو جنگ کے دوران تکلیف ہوگی ۔ اس لیے کہ یہ ابن بلتعہ مکہ کے کسی قبیلے سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ باہر سے آکر وہاں آباد ہو گئے تھے ۔ لہٰذا ان کا خیال تھا کہ ہر

---

[1] بنو خزاعہ کا ایک ذیلی قبیلہ



قبیلہ اپنے اپنے لوگوں کی حفاظت کرے گا ۔ جب کہ ان کے بیوی بچے ہر قسم کی حمایت اور مدد سے محروم رہ کر بے کسی اور لاچارگی کی موت مارے جائیں گے کہ ان کا تو وہاں کسی قبیلے اور خاندان سے تو تعلق ہی نہ تھا ۔ لہٰذا انہوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ کفارانِ مکہ کو ایک خط لکھ کر پہلے سے اس حملے سے متنبہ کر دیں گے کہ فلاں وقت پر مسلمان تم پہ حملہ آور ہونے والے ہیں ۔ تاکہ اہلِ مکہ ان کا یہ خط پڑھ کر اُن کے ممنون ہوں اور ان کے بیوی بچوں کو ہر طرح کے نقصان سے بچا کر رکھیں ۔

اتفاق سے اُن دِنوں مکہ کی ایک عورت جو بنی مُطلب کی باندیوں میں سے ایک تھی اپنے کسی کام کے سلسلے میں مدینہ آئی ہوئی تھی اور یہ واپس مکہ جانے کا ارادہ کر رہی تھی ۔

پس یہ ابی بلتعہ اس عورت سے ملا ۔ اس نے مکہ کے رؤسا کے نام ایک خط لکھا کہ حضورؐ چند دِنوں میں تم پر حملہ کرنے والے ہیں اور میں تمہیں پہلے سے اس کی خبر کر رہا ہوں ۔ ساتھ ہی انہوں نے خط میں یہ بھی لکھ دیا کہ مکہ میں جو اُن کے بیوی بچے ہیں اُن کی حفاظت کی جائے ۔

اس عورت کو ملنے کے بعد ابی بلتعہ نے اس کے ساتھ ایک اچھے معاوضہ پر اس سے ایک وعدہ لیا کہ یہ خط وہ مکہ کے رؤسا تک پہنچا دے گی ۔ اُس عورت نے حامی بھر لی ۔ اس خط کو اس نے اپنے بالوں میں رکھا اور اُوپر سے مینڈیاں گوندھ لیں اور یوں وہ حاطب بن بلتعہ کا خط لے کر مدینہ سے مکہ روانہ ہو گئی ۔

اسی دوران حضورؐ کو وحی کے ذریعے حاطب بن بلتعہ کے خط اور اس عورت کے متعلق بتا دیا گیا تھا ۔ جو خط لے کر مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہو گئی تھی ۔ وحی کے ذریعے علم ہونے کے بعد حضورؐ نے علیؓ بن ابن طالب اور زبیر بن عوام کو پوری تفصیل بتانے کے بعد اس عورت کے تعاقب میں لگا دیا کہ اس عورت کو پکڑو اور ہر صورت میں اس سے وہ خط لے کر آؤ جو حاطب بن بلتعہ نے مکہ کے رؤسا کے نام لکھ کر حملے کی پہلے سے اطلاع کر دی ہے ۔

علیؓ بن ابی طالب اور زبیرؓ بن عوام اُس عورت کے تعاقب میں نکلے۔ کیکا کے مقام پر انہوں نے اس عورت کو جا لیا۔ اور جب اس سے پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے صاف انکار کر دیا کہ حاطب بن بلتعہ سے اُسے کوئی خط ملا ہے۔ پھر جب دونوں حضرات نے اس کے اونٹ کو بٹھا کر اُسے اونٹ سے اُتارا اور اس کے سامان کی تلاشی لی تو پھر بھی اُنہیں کچھ نہ ملا۔ اس پر علیؓ نے اس عورت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میں خداوند کی قسم کھاتے ہوئے کہتا ہوں کہ حضورؐ کو غلط خبر نہیں دی گئی۔ اور نہ ہمیں غلط بتایا گیا ہے۔ خط بہر حال تمہارے پاس ہی ہے اور تم نے اُسے کہیں چھپا رکھا ہے اور یہ بھی سُن رکھو کہ تم نے شرافت کے ساتھ خط ہمارے حوالے نہ کیا تو پھر دیکھو ہم تمہارے سارے کپڑے اُتار کر تمہیں ننگا کریں گے اور تمہاری تلاشی لے کر اُس خط کو ضرور نکال کر رہیں گے۔

اس عورت نے جب دیکھا کہ کسی طرح اس کی جان نہیں بچ رہی تو اس نے دونوں حضرات سے کہا کہ تم ذرا ایک طرف ہٹ جاؤ۔ میں خط نکال کر تمہارے حوالے کرتی ہوں۔ سو اس نے ایک طرف ہٹ کر اپنے سر کی مینڈیاں کھولیں اور خط نکال کر اس نے اُن دونوں حضرات کو دے دیا۔ لہٰذا وہ دونوں حضرات خط لے کر پلٹے اور حاطب بن ابی بلتعہ کا یہ خط انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس خط کو پڑھنے کے بعد حضورؐ نے حاطب بن بلتعہ کو طلب کیا اور جب وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اُسے مخاطب کر کے پوچھا۔ "اے ابن ابی بلتعہ اس حرکت پر تمہیں کس چیز نے آمادہ کیا۔

اس پر حاطب بن بلتعہ نے بڑی عاجزی اور انکساری سے کہا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سُنیے، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر پکا اور پختہ ایمان رکھتا ہوں اور اس سلسلے میں میرے خیال میں کسی قسم کا تغیر اور تبدل نہیں ہوا۔ آپؐ جانتے ہیں کہ میں نے اکیلے ہی اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ جب کہ میرے بیوی اور بچے تو مکہ ہی میں مقیم ہیں



یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک ایسا انسان ہوں جس کا نہ کوئی قبیلہ ہے، نہ خاندان نہ نسل ہے، نہ اصل بلکہ میں تنہا آ کر باہر سے مکہ میں آباد ہو گیا تھا اور اب میرے بچے اور اہل خانہ اُن لوگوں میں موجود ہیں۔ مجھے خدشہ ہُوا کہ جب ہم مکہ پر چڑھائی کریں گے۔ تو ہر کوئی اپنے اپنے قبیلے کی حفاظت کرے گا اور میرے اہلِ خانہ اور میرے بچوں کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔ اس لیے کہ ان کا تو کسی قبیلے سے تعلق ہی نہیں ہے۔ لہٰذا وہ ضرور مارے جائیں گے۔ اسی خدشے کے تحت میں نے قریش کے رؤسا کے نام خط لکھ کر اس عورت کے ہاتھ بھجوایا تو رؤسا سے میں نے یہ التجا کی تھی کہ یہ جو میں مسلمانوں کے حملے کی پہلے سے خبر کر رہا ہوں تو اس سلسلے میں تم میرے بچوں اور میرے اہلِ خانہ کی حفاظت کرتا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے یہ معاملہ صرف اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کے لیے کیا۔ ورنہ اس خط کے ذریعے میں نہ تو کفار کو کوئی فائدہ پہنچانا چاہتا تھا اور نہ ہی میری اُن کے ساتھ کوئی ساز باز ہے۔

حاطب بن ابی بلتعہ کا یہ جواب سُن کر حضورؐ مطمئن ہو گئے تھے۔ اس موقع پر کچھ حضرات نے آپؐ کے سامنے کچھ تجویز پیش کی کہ رؤسائے قریش کو خط لکھ کر اور مسلمانوں کے حملے کی پہلے سے اطلاع کر کے حاطب بن ابی بلتعہ نے منافقت کا اظہار کیا ہے۔ لہٰذا اسے قتل کر دینا چاہیے"۔

حضورؐ نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ حاطب بن ابی بلتعہ جنگِ بدر میں شامل تھے۔ تمہیں کیا معلوم، شاید بدر میں حصّہ لینے والوں پر اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم ہے لہٰذا میں نے حاطب بن ابی بلتعہ کو معاف کر دیا ہے"۔ یوں اُس عورت سے خط واپس لے لیا گیا۔ اہل مکہ کو مسلمانوں کے حملے کی خبر بھی نہ ہوئی۔ حاطب بن ابی بلتعہ کو بھی معاف کر دیا۔

○

پھر حضورؐ نے اپنے دس ہزار کے لشکر کو لے کر مدینہ سے مکہ کی طرف کُوچ کیا۔

اور اُن دس ہزار معززین لشکر میں سے ایک ہزار کا تعلق بنو سلیم سے تھا اور ایک ہزار بنو مزینہ سے تعلق رکھتے تھے۔ باقی قبائل نے بھی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس لشکر میں شمولیت اختیار کی۔ مہاجر اور انصار کے وہ لوگ جو جنگ کرنے کے قابل تھے۔ اُن سب نے اس لشکر میں شمولیت اختیار کی تھی۔

یوں اپنے لشکر کو لے کر ۱۰ رمضان المبارک کو آپؐ نے مدینہ سے کوچ کیا اور مدینہ پر آپؐ نے ابو اُم کلثومؓ بن حصین کو اپنا جانشین بنایا۔

کوچ کرنے کے بعد آپؐ نے پہلا پڑاؤ کدید کے مقام پر کیا اور یہیں آپؐ نے اور دیگر لشکریں نے روزہ افطار کیا تھا۔ کدید سے کوچ کرنے کے بعد دس ہزار کا یہ لشکر حضورؐ کی سرکردگی میں مقام مرالظہران پر خیمہ زن ہوا۔ ابھی تک قریش کو آپؐ کے کوچ کی اور حملہ آور ہونے کی خبر نہیں ملی تھی اور مکّہ کے لوگ بے خبر اپنے روز مرہ کے کاموں میں مصروف تھے۔

مقام مرالظہران سے کوچ کرنے کے بعد مکّہ کی طرف بڑھتے ہوئے آپ نے جحفہ کے مقام پر قیام کیا۔ یہیں آپؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلب اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکّہ سے ہجرت کر کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ جحفہ سے کوچ کرنے کے بعد آپ پھر مکّہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان ورنیق کے مقام پر آپؐ نے پھر قیام کیا۔ اس جگہ قیام کے دوران ابن حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابو اُمیہ حضورؐ کے پڑاؤ میں داخل ہوئے اور حضورؐ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

اس پر اُم سلمہؓ حضورؐ کے خیمے میں داخل ہوئیں اور آپ کو مخاطب کرتے ہوئے التجا کی۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کے چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی آپؐ سے ملنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو میں اُنہیں آپؐ کی خدمت میں پیش کر دوں۔"

اس پر حضورؐ نے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ "مجھے اُن دونوں کی کوئی



ضرورت نہیں۔ چچا زاد بھائی نے میری ہتک اور توہین کی، رہ گیا میرا پھوپھی زاد بھائی۔ یہ وہی ہے جس نے مکہ میں مجھ سے وہ باتیں کیں جو کسی طرح مناسب نہ تھیں۔

حضورؐ کے اس فیصلے کی خبر جب ابنِ حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابو اُمیہ کو ہوئی تو ابن حارث کے ساتھ اس کا ایک چھوٹا سا بچّہ بھی تھا۔ اس نے اپنے بچّے کا ہاتھ پکڑ کر بلند آواز میں کہا۔ "خُدا کی قسم! یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مِلنے کی اجازت دیں یا میں اپنے اس بچّے کا ہاتھ پکڑ کر جنگل کی طرف نکل جاؤں گا۔ اور وہیں بھوکا پیاسا اس کے ساتھ مر جاؤں گا۔"

حضورؐ کو جب ابنِ حارث کے اس فیصلے کی خبر ہوئی تو آپؐ نے ابنِ حارث بن عبدالمُطلب اور عبداللہ بن ابو اُمیہ دونوں کو طلب کیا اور یوں اِن دونوں حضرات نے حضورؐ سے ملاقات کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد حارث نے حضورؐ کے سامنے چند اشعار پڑھے اور زمانہ جاہلیت میں جو کچھ اسلام کے خلاف وہ کر چکے تھے انہوں نے معذرت کی۔ ان کے اشعار کا ترجمہ نیچے دیا جاتا ہے:

> "تیری جان کی قسم! جس وقت میں کفر کا جھنڈا لیے ہوئے اس بات کے لیے کوشاں تھا کہ لات و منات اور کفر و شرک کے سوا مُحمّدؐ بن عبداللہ پر غالب آ جائیں۔ اُس وقت میں قطعی طور پر اس شخص کی مانند تھا جو گھُپ اندھیری رات میں جس میں گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی ہوئی ہو اِدھر اُدھر یونہی ہاتھ پاؤں مارتا پھرے۔ مگر اے لوگو! اب میرا وہ وقت ہے کہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے سیدھے راستے پر لگا دیا گیا ہے اور میں اس راستے پر نیک نیتی سے لگ گیا ہوں۔ اب میں کفر کی تاریکی سے نکل کر اسلام کی روشنی میں داخل ہو چکا ہوں۔"

جس وقت حضورؐ نے مکہ کے قریب ایک مقام پر قیام کیا اس وقت آپؐ کے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب نے سوچا کہ کفارِ مکہ کو چاہیئے کہ خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر

ہو کر حصولِ امن کے لیے درخواست کریں، ورنہ اگر حضورؐ بزورِ طاقت اور شمشیر مکہ میں جنگ کر کے داخل ہوئے تو ہمیشہ کے لیے قریش کی موت ہو جائے گی۔

یہ سوچ کر عباسؓ بن عبدالمطلب حضورؐ کے سفید خچر پر سوار ہو کر نکلے ان کا ارادہ تھا کہ مکہ کی طرف اگر کوئی لکڑیاں چننے والا یا کوئی دودھ لے جانے والا ملا، تو میں اُسے بتا دوں گا کہ حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ مکہ پر حملہ کا قصد کیے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اہلِ مکہ اگر اپنی بہتری اور سلامتی چاہتے ہیں تو خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر امن و سلامتی کی درخواست کریں اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو جنگ کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

عباسؓ بن عبدالمطلب حضور کے سفید خچر پر سوار ہو کر مکہ کی سمت تھوڑی دور گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک جگہ ابوسفیان اور بدیل بن ورقا گفتگو کر رہے تھے اس وقت سورج غروب ہو گیا تھا اور اسلامی لشکر کے اندر مشعلیں اور آگ کے الاؤ روشن ہو گئے تھے۔

عباسؓ بن عبدالمطلب نے سُنا کہ ابوسفیان بدیل بن ورقا کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا کہ اے ابنِ وقار! تم نے دیکھا کہ آج کی رات ہمارے سامنے جگہ جگہ روشنی ہو رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہاں ایک بہت بڑے لشکر نے پڑاؤ کر لیا ہے۔

اس پر بدیل نے ابوسفیان کو جواب دیتے ہوئے کہا۔ "یہ بنو خزاعہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ چونکہ ہم نے بنو بکر کے ساتھ مل کر بنو خزاعہ پر جنگ مسلط کی تھی۔ لہٰذا اپنی اس قتل و غارت گری کا انتقام لینے کے لیے میرا خیال ہے کہ بنو خزاعہ اپنے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان سے مکہ کا دفاع کرنا چاہیے۔"

اس پر ابوسفیان نے بدیل بن ورقا کے ان خیالات کی نفی کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ ورقا! میں تمہارے ان خیالات اور تمہارے اس فیصلے سے اتفاق نہیں کرتا۔ یہ کسی بھی صورت بنو خزاعہ کا لشکر نہیں ہے۔ کیوں کہ رات کے وقت یہ جو دُور دُور



تک اور حدِ نگاہ تک جو مشعلیں روشن ہیں اور آگ کے الاؤ جل رہے ہیں تو یہ اس پڑاؤ کے لشکر کی تعداد کا پتہ دیتے ہیں۔ خدا کی قسم جس قدر یہ بڑا لشکر ہے اتنی تو بنو خزاعہ کے افراد کی کل تعداد بھی نہ ہو گی۔ لہٰذا یہ لشکر بنو خزاعہ کا نہیں ہے اور یہ قوت مکہ پر حملے کا ارادہ رکھتی ہے۔ لہٰذا ہمیں ضرور یہ بات معلوم کرنی چاہیے کہ یہ لشکر کس کا ہے۔ اور کہاں سے آیا ہے اور اس لشکر کے افراد کا کیا ارادہ ہے۔"

یہ سُننے کے بعد عبّاسؓ بن عبدالمطلب نے خچر کو ایڑ لگائی اور ان دونوں کے قریب جا کر انہوں نے بلند آواز میں کہا۔ "اے ابوسفیان سنو! میں تم لوگوں کی بہتری کو کچھ کہنا چاہتا ہوں ——"

ابوسفیان نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم عباسؓ بن عبدالمطلب ہو۔"

اس پر انہوں نے کہا۔ "ہاں۔"

ابوسفیان نے پھر کہا۔ "کیا بات ہے، تم کہاں سے آ رہے ہو؟"

اس پر عباسؓ بن عبدالمطلب نے سارا واقعہ کہہ سنایا کہ کس طرح وہ مکہ سے کوچ کر کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا اور اسے یہ بھی بتایا کہ حضورؐ مکہ پر حملہ آور ہونے کے لیے یہ قریب ہی پڑاؤ کیے ہوئے ہیں۔

عباسؓ بن عبدالمطلب نے ابوسفیان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "اے ابوسفیان! اگر یہ لشکر مکہ پر حملہ آور ہوا اور تم ان کے ہاتھ لگ گئے تو وہ ضرور تمہاری گردن کاٹ کر رکھ دیں گے۔ لہٰذا تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم میرے پیچھے اس خچر پر بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں حضورؐ کے پاس لے چلتا ہوں اور وہاں میں تمہارے لیے امن کی درخواست کرتا ہوں۔"

ابوسفیان کے ساتھی تو مکہ کی طرف چلے گئے لیکن عباسؓ بن عبدالمطلب کے کہنے پر ابوسفیان اُن کے پیچھے سفید خچر پر سوار ہوئے اور یوں عباسؓ انہیں لے کر حضورؐ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

ابوسفیان کو لے کر عباسؓ بن عبدالمطلب جب لشکر میں داخل ہوئے اور وہ

آگ کے اس الاؤ کے پاس سے گزرے جس کے پاس عمرؓ بن خطاب بیٹھے ہوئے تھے۔ عمرؓ نے عباسؓ کے پیچھے ابوسفیان کو بیٹھے ہوئے دیکھ لیا۔ لہٰذا انہوں نے بلند آواز میں پکارتے ہوئے کہا۔ "خدا کا شکر ہے جس نے بغیر کسی عہد و پیمان کے ابوسفیان پر ہمیں قدرت دے دی ہے۔"

اس کے بعد عمرؓ بن خطاب اٹھ کر حضورؐ کے خیمے کی طرف بھاگے تاکہ ابوسفیان کا سر قلم کرنے کی اجازت حاصل کریں۔

عباسؓ بن عبدالمطلب کو بھی خبر ہوگئی تھی کہ عمرؓ بن خطاب کس مقصد کے لیے حضورؐ کے خیمہ کی طرف بھاگے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے خچر کو ایڑ لگا کر پوری طاقت کے ساتھ بھگا دیا تھا۔ وہ عمرؓ بن خطاب سے پہلے ہی حضورؐ کے خیمے میں داخل ہوئے اور ابوسفیان کو حضورؐ کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ عین اس وقت عمرؓ بن خطاب بھی خیمے میں داخل ہوئے اور حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ابوسفیان ہے۔ اللہ نے بغیر کسی عہد و پیمان کے اس پر ہمیں قدرت دے دی ہے۔ آپؐ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن تلوار سے اڑا کر رکھ دوں۔"

اس پر عباسؓ نے حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے۔ لہٰذا میں آپؐ سے گزارش کروں گا کہ اس کی گردن نہ کاٹی جائے۔"

حضورؐ نے عمرؓ بن خطاب اور عباسؓ بن عبدالمطلب میں صلح صفائی کروا دی اور پھر انہوں نے عباسؓ بن عبدالمطلب کو مخاطب کر کے کہا۔ "ابوسفیان کو اپنی قیام گاہ پر لے جاؤ۔ جب صبح ہو تو اسے میرے پاس لے کر آؤ۔" تو یوں عباس بن عبدالمطلب ابوسفیان کو اپنے خیمے میں لے گئے تھے۔

اگلی صبح عباسؓ بن عبدالمطلب ابوسفیان کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ابوسفیان کو دیکھ کر فرمایا۔ "اے ابوسفیان تیرا برا ہو کیا تیرے



لیے اب تک اس بات کا وقت نہیں آیا کہ یہ سمجھ سکے کہ خدا کے بعد اور کوئی معبود نہیں ہے۔" اس پر ابوسفیان بولا اور کہا۔

"آپ پر میرے ماں باپ قربان، آپؐ کتنے بردبار کتنے شریف اور کتنے صلہ رحمی کرنے والے انسان ہیں۔ خدا کی قسم مجھے یہ خیال قطعی طور پر ہو گیا ہے کہ خدا کے بعد اگر اور کوئی معبود بھی ہوتا تو مجھے ان حالات میں نفع نہ پہنچاتا۔"

حضورؐ نے ابوسفیان کو مخاطب کیا اور فرمایا۔ "تیرا برا ہو اے ابوسفیان کیا تیرے لیے اس بات کا وقت اب تک نہیں آیا، کہ تو سمجھ سکے میں اللہ کا پیغمبر ہوں۔"

ابوسفیان نے پھر جواب دیا اور بولا۔ "آپؐ کتنے بردبار کتنے شریف اور کتنے صلہ رحمی کرنے والے انسان ہیں۔ رہ گئی یہ چیز تو خدا کی قسم میرے دل میں اس کی طرف سے کھٹکا ہے۔"

اس گفتگو کے بعد عباسؓ بن عبدالمطلب نے ابوسفیان کی طرف دیکھا اور رازدارانہ انداز میں اسے مخاطب کر کے کہا۔ "اے ابوسفیان! اسلام قبول کر لو اور اس بات کی گواہی دے دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بھی کہہ دو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں، نہیں تو تمہاری گردن تلوار سے اڑا دی جائے گی۔" پھر ابوسفیان نے حضورؐ کے سامنے حق کی شہادت کا اعتراف کیا اور اسلام قبول کر لیا۔

جب ابوسفیانؓ وہاں سے روانہ ہونے لگا تو حضورؐ نے عباسؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ابوسفیانؓ کو سامنے والے پہاڑ کی تنگ گھاٹی کی طرف لے جاؤ اور وہاں اس کو رکھو۔ تاکہ یہ ہمارے لشکر کو وہاں سے گزرتے ہوئے دیکھے۔

سو عباسؓ بن عبدالمطلب ابوسفیانؓ کو وادی کی اس تنگ جگہ پر لے گئے جہاں پر حضورؐ نے اسے روکنے کے لیے کہا تھا۔ جب اسلامی لشکر وہاں سے گزرنے لگا تو سب سے آگے قبیلہ بنی سلیم کے لشکری تھے۔ ابوسفیانؓ نے عباسؓ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "اے ابوالفضل! یہ لشکر کس کا ہے۔" تو عباسؓ نے کہا۔ "بنوسلیم کا ہے۔" تو ابوسفیان نے تغیر اور حیرانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بنوسلیم ہیں۔"

اس کے بعد دوسرا لشکر گزرا تو پھر ابوسفیان نے پوچھا " یہ لشکر کس کا ہے "؟

عباس بولے " یہ قبیلہ مزینہ والے ہیں "

ابوسفیانؓ نے پھر متغیر اور متفکر ہو کر کہا " تو یہ قبیلہ مزینہ والے ہیں "

اس کے بعد جو بھی اور جس قبیلے کا بھی لشکر گزرتا ابوسفیانؓ اس کے متعلق عباسؓ سے پوچھتے۔ حتیٰ کہ سارے قبائل کے لشکر گزر گئے۔ آخر میں حضورؐ اپنے سبز لشکر کے ساتھ وہاں سے گزرنے لگے۔ اسے سبز لشکر اس لیے کہا گیا کہ اس میں بہت زیادہ ہتھیار تھے۔ جس کی وجہ سے اس میں ایک قسم کی سبزی نظر آتی تھی اور اس لشکر میں صرف مہاجرین اور انصار شامل تھے اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو جسم پر لوہے کی زرہ بکتر نہ پہنے ہوئے ہو۔ جب یہ لشکر وہاں سے گزرنے لگا تو ابوسفیان نے پھر عباسؓ کو مخاطب کر کے پوچھا

" اے ابوالفضل! یہ کون لوگ ہیں "؟

اس پر عباس نے بتایا " یہ مہاجرین اور انصار ہیں اور حضورؐ کے لشکر خاص ہیں اور حضورؐ کی سرکردگی ہی میں دیکھو وہ گزر رہے ہیں "

اس پر ابوسفیان نے تھوڑی دیر تک بڑے غور اور انہماک سے اس لشکر کو دیکھا۔ پھر اس نے بلند آواز سے عباس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا " اے ابوالفضل خدا کی قسم یہ لشکر ایسا ہے کہ کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی میں ایسی طاقت ہے کہ اس لشکر کا راستہ روک سکے۔ اے ابوالفضل! میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے برادر زادے کی حکومت اس مملکت میں عظیم الشان ہو جائے گی "

عباسؓ نے فیصلہ کن انداز میں ابوسفیانؓ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ سب نبوت کا کرشمہ ہے۔

اس تنگ وادی میں کھڑے ہو کر ابوسفیانؓ نے سارے اسلامی لشکر کا وہاں سے نظارہ کیا۔ پھر وہ بڑی تیزی سے مکہ شہر میں داخل ہوا اور بلند آواز میں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ اے اہل مکہ مجھے غور سے سنو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ تمہارے سروں پر آن پہنچے ہیں اور ان کا یہ فیصلہ ہے کہ تم ہرگز ہرگز



ان کا سامنا نہیں کر سکتے "۔

" سنو، میں تمہیں یہ نوید اور یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ اس کٹھن گھڑی کے دوران جو شخص بھی میرے گھر میں آ جائے گا وہ امن پا جائے گا "۔

ابوسفیانؓ کی یہ بات سن کر ہندہ بنت عتبہ بڑی تیزی سے ابوسفیان کی طرف بڑھی۔ اس نے بڑے غصیلے انداز میں ابوسفیان کی مونچھیں پکڑ لیں اور انہیں کھینچتے ہوئے وہاں جمع ہو جانے والے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

" اس موٹے چربیلے شخص کو جو مشک کی طرح پھولا جاتا ہے مار ڈالو۔ اس کے باعث ہماری قوم پر تباہی آنے والی ہے۔ رہا اس کا یہ اعلان کہ جو اس کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ وہ امن میں رہے گا۔ اس کا یہ اعلان تمہیں کسی دھوکے میں نہ ڈال دے نہ جانے یہ مسلمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کر آیا ہے اور اب شہر میں آ کر لوگوں میں بدامنی اور اندیشے پھیلانے کے لیے یہ اعلان کرنے لگا ہے "۔

اس پر سب لوگوں نے زور زور سے آوازیں کستے ہوئے کہا " اے ابوسفیان! تم پر خدا کی مار ہو، تیرا گھر ہمیں کیا فائدہ پہنچائے گا "۔

اس پر ابوسفیان نے ہندہ بنت عتبہ سے اپنی مونچھیں چھڑوا لیں اور دوبارہ لوگوں کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ میرے گھر کے علاوہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ آپ بند کر لے گا وہ بھی امن پائے گا اور جو کوئی مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا وہ بھی مامون اور محفوظ ہو گا "۔

چنانچہ لوگوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا لشکر قریب آ گیا ہے تو انہوں نے ابوسفیانؓ کی باتوں پر عمل کیا۔ کچھ لوگ ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہوئے اور باقی میں سے کچھ نے اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیے اور کچھ نے مسجد حرام میں جا کر پناہ لے لی تھی۔

حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ آپ نے جبل ابوقیس کی وادی ذی طویٰ میں اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا۔ اس وقت آپ اپنے سر

پر بغیر شملے کا عمامہ رکھتے تھے اور وہ عمامہ نصف سُرخ یمنی چادر کا تھا۔

مکہ شہر کو اپنے قریب اور اپنے سامنے دیکھتے ہوئے۔ آپ نے اپنی سواری پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنا سَر اپنے خدا کے آگے بڑی انکساری اور بڑے خشوع کے ساتھ جھکا دیا تھا۔ اس لیے کہ خدا نے آپ کو فتح مکہ سے نوازا تھا۔ آپ کا سَر اپنی سواری پر اس قدر جھکا ہوا تھا کہ آپ کی ریش مبارک کجاوے کے پٹھے سے لگ رہی تھی۔

جس وقت حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ جبل ابو قبیس کی وادی ذی طویٰ میں قیام رکھتے تھے اس وقت ابوبکرؓ صدیق کے والد ابو قحافہ اپنے بچوں میں سے ایک چھوٹی بچی کو ساتھ لے کر نکلے۔ اس چھوٹی بچی کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اے بیٹی! مجھے جبل ابو قبیس کی چوٹی پر لے چلو۔ چونکہ ابوبکر صدیقؓ کے والد ابو قحافہ کی بینائی ضائع ہو چکی تھی۔ لہٰذا وہ اکیلے پہاڑ کی بلندی تک نہ جا سکتے تھے۔

بہر حال آپ کی وہ چھوٹی بیٹی آپ کو جبل ابو قبیس کی چوٹی تک لے گئی۔ اوپر جا کر آپ نے اس چھوٹی بچی سے پوچھا "اے میری بیٹی! تو یہ سامنے وادی ذی طویٰ کے اندر کیا دیکھتی ہے۔" اس بچی نے جواب دیا "اے میرے باپ میں اس وادی کے اندر ایک بہت بڑی جمعیت دیکھتی ہوں۔"

اس پر ابو قحافہ نے پھر پوچھا "کیا یہ جمعیت سوار ہے یا پیدل۔"

اس پر لڑکی پھر بولی اور اس نے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ لوگ اس وادی کے اندر پڑاؤ کر رہے ہیں اور میں ایک ایسے آدمی کو بھی دیکھتی ہوں جو لوگوں کے آگے پیچھے اپنی سواری کو دوڑا رہا ہے۔" اس پر ابو قحافہ نے اُس بچی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے میری بیٹی! جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اب تو مجھے واپس گھر لے چل۔ سو وہ بچی آپ کو واپس گھر لے گئی۔

پھر حضورؐ جب اپنے لشکر کے ساتھ مکہ شہر میں داخل ہوئے اور آپ مسجد حرام کے اندر داخل ہوئے تو ابوبکر صدیق اپنے والد کا ہاتھ پکڑے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے آپؓ کے والد کو دیکھتے ہوئے فرمایا "اے صدیق! تم نے بوڑھے



آدمی کو گھر ہی کیوں نہ رہنے دیا۔ میں خود وہاں جا کر ان سے مل لیتا۔"

اس پر ابوبکرؓ نے جواب دیا "ان کے پاس چل کر جانے سے زیادہ مناسب یہی تھا کہ یہ خود چل کر آپ کے پاس پہنچیں۔"

پھر حضورؐ نے ابوبکر صدیقؓ کے والد ابو قحافہ کو اپنے سامنے بٹھایا۔ ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو ابو قحافہ نے اسلام قبول کر لیا۔

○

جس وقت حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ وادی ذی طویٰ میں قیام کیے ہوئے تھے، تو آپؐ نے اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے پر زبیرؓ بن عوام کو کمانڈر منتخب کیا گیا تھا۔ دوسرے حصے کے سالار سعدؓ بن عبادہ تھے جب کہ تیسرے حصے کے سرکردہ خالدؓ بن ولید تھے۔ اور ان سارے سالاروں کو حضورؐ نے مختلف راستوں سے مکہ شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا۔ جب کہ حضورؐ خود مکہ کی گھاٹی کے راستے شہر میں داخل ہوئے تھے۔

جس وقت اسلامی لشکر مکہ شہر میں داخل ہو رہا تھا۔ اس سے پہلے ہی کفارانِ مکہ کے سرداروں میں سے صفوان بن اُمیہ، عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے مکہ کی ایک گھاٹی جس کا نام خندمہ تھا وہاں پر کفار کا ایک لشکر جمع کر لیا تھا۔ تاکہ مناسب موقع پر مسلمانوں پر ضرب لگا کر انہیں نقصان پہنچایا جا سکے۔ اور مکہ کا ایک جوان حماس بن قیص ان سرداروں اور ان کے لشکر کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے لیے اسلحہ اور خوراک پہنچا رہا تھا۔

جب یہ حماس بن قیص ایسا کام کر رہا تھا تو اس کی بیوی نے جو اسلحہ اور خوراک کا سامان اُسے وادی خندمہ کی طرف لے جاتے دیکھا۔ تو اُس نے اپنے شوہر کو مخاطب کر کے پوچھا "یہ تیاری کیوں اور کس کے خلاف کی جا رہی ہے۔"

اس پر حماس بن قیص نے جواب دیا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں کے لیے۔" اس پر اس کی بیوی نے برہم ہو کر کہا۔ خدا کی قسم میں نہیں سمجھتی کہ

مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے میں کوئی ٹھہر سکتا ہے۔"

اس پر حماس نے جل کر کہا "میں اُمید رکھتا ہوں کہ میں اِن میں سے ضرور کوئی آدمی تمہاری خدمت میں مقرر کروں گا۔ جب میں اُن پر قابو پا چکا ہوں گا۔ پھر اس نے فخریہ انداز میں کہا۔" اگر آج یہ لوگ میرے مقابلے پر آئیں گے تو میرے اندر کوئی کمزوری نہیں جو اُن پر ظاہر ہو۔ میرے سارے ہتھیار میرے پاس موجود ہیں۔ یہ لمبی سنان والا حربہ ہے۔ دُو دھاری تلوار ایک خطرناک دیو ہے۔

پھر اس حماس بن قیس نے کفار کے لشکر کے ساتھ اس وقت خالدؓ بن ولید کے لشکر پر حملہ کر دیا جس وقت وہ شہر میں داخل ہو رہے تھے اور اس اچانک حملے میں خالدؓ بن ولید کے چند لشکری شہید بھی ہو گئے تھے لیکن جب اس واقع کی اطلاع خالدؓ بن ولید کو ہوئی تو انہیں پتہ چلا کہ حماس بن قیس نے اچانک حملہ کر کے اُن کے کچھ سواروں کو شہید کر دیا ہے تو آپ نے ایسے خوفناک انداز سے اور ایسی جرأت مندی سے حملہ کیا کہ دُشمن کے کئی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد اُنہوں نے اُنہیں اپنے سامنے سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ تھوڑی دُور تک خالدؓ بن ولید نے اُن کا تعاقب کیا۔ پھر وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔

حماس بن قیس خالد بن ولید کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد بھاگتا ہوا اپنے گھر میں داخل ہوا اور منت کرنے کے انداز میں اُس نے اپنی بیوی سے کہا۔ "گھر کا دروازہ مجھ پر بند کر لو۔"

اس پر اس کی بیوی نے طنزیہ انداز میں اُسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ اب وہ تمہاری شجاعت اور جرأت مندی کہاں گئی جس کا اظہار تھوڑی دیر پہلے تم کر رہے تھے"۔ اس پر حماس بن قیس نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا۔" دیکھ اگر تو خندمہ کی جنگ خود دیکھ لیتی تو تُو دیکھتی کہ میرے ساتھیوں میں سے صفوان بھاگ کھڑا ہوا۔ عکرمہ بھی میدان چھوڑ کر چلا گیا۔ جب کہ سہل بن عمرو ستون کی طرح دُور کھڑا رہ گیا تھا اور میں مسلمانوں کی تلواروں کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے



ساتھیوں کے ساتھ اکیلا تھا اور مسلمانوں کی تلواریں ایسی تھیں کہ ہر کلائی اور ہر کھوپڑی کو مار مار کر کاٹ رہی تھیں، سو میں زیادہ دیر تک اپنے ساتھیوں کو اکیلا نہ سنبھال سکا۔ اور شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ لہذا تُو اپنی زبان سے میرے لیے ملامت کے الفاظ نہ نکال اس پر بھی اس کی بیوی خاموش ہو گئی اور حماس بن قیس اپنے گھر میں معبوث ہو کر قید ہو گیا تھا۔

○

مکہ میں داخل ہونے کے بعد حضورؐ نے چند مرد اور عورتوں کے قتل کا حکم دیا۔ پہلا آدمی جس کے قتل کا حکم دیا گیا۔ وہ عبداللہ بن سعد[1] تھا۔ یہ عثمان غنیؓ کا رضائی بھائی تھا اور جب مکہ فتح ہوا اور حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ فاتحانہ انداز میں شہر میں داخل ہوئے تو اس نے اپنے بھائی عثمانؓ بن عفان کے گھر پناہ لے لی۔ عثمانؓ اسے لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس ابنِ سعد کے لیے حضورؐ سے امن کی درخواست کی۔

عثمانؓ غنی کی اس سفارش پر حضورؐ کافی دیر تک خاموش رہے۔ پھر ارد گرد بیٹھے صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔" میں اس لیے خاموش ہو گیا تھا کہ تم میں سے کوئی اُٹھ کر اس گردن اُڑا دے لیکن تم میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا۔"

اس عبداللہ بن سعد کو حضورؐ نے اس بنا پر قتل کرنے کا حکم دیا تھا کہ اس نے پہلے اسلام اختیار کر لیا اور اسے وحی لکھنے پر متعین کیا گیا تھا پھر یہ شخص اسلام چھوڑ کر مشرک اور مرتد ہو گیا اور قریش کی طرف واپس چلا گیا تھا۔ لہذا حضورؐ نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔

دوسرا آدمی جس کے قتل کا حضورؐ نے حکم دیا تھا۔ وہ ابن خطل[2] تھا۔ اس کے قتل کا

---

[1] یہ عبداللہ بن سعد اسلام لائے۔ فاروق اعظمؓ نے انہیں اپنے دَور میں بعض معاملات کا والی مقرر فرمایا تھا اس کے بعد عثمانؓ بن عفان نے بھی اس عبداللہ بن سعد کو والی مقرر فرمایا تھا۔

[2] اس کا پورا نام عبداللہ بن خطل تھا۔ اس کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔ اس کی دو باندیاں تھیں جو حضورؐ

حکم اس بنا پر دیا گیا تھا کہ شروع میں یہ شخص مسلمان ہو گیا تھا۔ اور اسے حضورؐ نے صدقات[1] وصول کرنے کے لیے عامل بنا کر ایک انصاری کے ساتھ روانہ کیا اور اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا جو مسلمان تھا۔ اور اس کی خدمت پر مامور تھا۔

ابن خطل سفر کرتے ہوئے راستے میں ایک منزل پر اُترا اور اپنے غلام کو اُس نے حکم دیا کہ وہ ایک مینڈھا ذبح کر کے کھانا تیار کرے اور یہ حکم دینے کے بعد وہ سو گیا۔ جب وہ جاگا تو اس نے دیکھا اس کے غلام نے ابھی تک کھانا اس کے لیے تیار نہیں کیا تھا لہٰذا اپنے اس غلام پر ابن خطل بڑا برہم ہوا اور غصے میں آکر اس نے اس غلام پر حملہ کیا اور قتل کر دیا اور خود مرتد ہو کر مکہ کی طرف بھاگ گیا تھا۔ اس لیے حضورؐ نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

تیسرے اور چوتھے نمبر پر ابن خطل کی دو باندیاں تھیں جنہیں حضورؐ نے قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ بھی ابن خطل کے ساتھ مکہ چلی گئی تھی اور وہاں پر یہ دونوں حضورؐ کی ہجو، بدگوئی اور غیبت گایا کرتی تھیں لہٰذا ابن خطل کے ساتھ اس کی ان دو باندیوں کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

پانچواں شخص حویرث بن نقیذ تھا۔ جب عباسؓ بن عبدالمطلب حضورؐ کی دو صاحبزادیوں فاطمہؓ اور ام کلثومؓ کو لے کر مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو اس حویرث نے نہ صرف راستے میں ان لوگوں کو پریشان کیا تھا بلکہ تیر مار مار کر انہیں زمین پر گرا دیا تھا۔ لہٰذا حضورؐ نے اس حویرث بن نقیذ کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

چھٹا شخص مقیس بن حبابہ تھا۔ اس نے ایک انصاری کو قتل کر دیا اور اس قتل کے بعد یہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا اور وہاں پر مُرتد ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس کے قتل کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۷) کی ہجو گایا کرتی تھیں۔ اس عبداللہ بن خطل کے ساتھ ساتھ ان باندیوں کے قتل کا حکم بھی حضورؐ نے صادر فرمایا تھا۔

[1] عبداللہ بن خطل سے متعلق یہ معلومات سیرت النبیؐ ابن ہشام سے حاصل کی گئی ہیں۔



حکم دیا گیا۔

ساتویں سائرہ نام کی ایک عورت تھی جو خاندان عبدالمطلب کے کسی شخص کی باندی تھی۔ یہ مکہ میں حضورؐ کو سخت تکلیفیں اور ایذائیں دیا کرتی تھی۔ لہٰذا اس کے قتل کا بھی حکم دیا گیا تھا۔

اور آٹھواں عکرمہ بن ابوجہل تھا جس کے قتل کا حکم حضورؐ نے دیا لیکن یہ شخص عین اس وقت مکہ سے بھاگ گیا تھا جب حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے تھے۔ ان میں سے ابن خطل اور ابن نقیذ کو قتل کر دیا گیا۔ ابن خطل کی دو باندیوں میں سے ایک باندی تو قتل ہوئی لیکن دوسری بھاگ گئی۔ بعد میں اس کے لیے حضورؐ سے امن کی درخواست کی گئی تو آپؐ نے اسے امان دے دی۔ سارہ کے لیے بھی جب لوگوں نے امن کی درخواست کی تو حضورؐ نے اسے بھی امان دے دی اور اس طرح یہ عورت بچ گئی مگر عمرؓ بن خطاب کے زمانہ خلافت میں وادیٔ مکہ میں ایک سوار کے گھوڑے کے نیچے آکر مر گئی تھی۔ باقی رہ گیا حویرث بن نقیذ تو اسے علیؓ بن ابی طالب نے قتل کر دیا تھا۔

اس دوران ایک عجیب واقعہ ہوا اور وہ یوں کہ علیؓ ابن ابی طالب کفار میں سے دو اشخاص حارث بن ہشام اور زہیر بن ابو اُمیہ کو قتل کرنے کے ارادے سے ان کے پیچھے بھاگے یہ دونوں شخص بھاگ کر علیؓ بن ابی طالب کی بہن ام ہانی کے گھر میں داخل ہوئے اور وہاں پناہ حاصل کی۔

ان دونوں جوانوں کا تعلق بنو مخزوم سے تھا اور چونکہ اُم ہانی کے شوہر ہبیرا بن ابو وہب کا تعلق بھی بنو مخزوم سے تھا۔ لہٰذا اُم ہانی نے ان دونوں کو پناہ دے دی تھی۔

جب علیؓ بن ابی طالب ان دونوں کو قتل کرنے کے لیے اپنی بہن کے گھر کی طرف گئے تو ان کی بہن اُم ہانی نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور حضورؐ کی طرف بھاگی۔ اس وقت حضورؐ ایک تسلے میں پانی سے جس میں آٹے کے نشانات تھے غسل فرما رہے

تھے اور آپؐ کی صاحبزادیوں میں سے فاطمہؓ ایک کپڑے سے پردہ کیے ہوئے تھیں ۔ آپؐ غسل سے فارغ ہوئے اور کپڑے پہن کر آپؐ نے چاشت کی آٹھ رکعت نماز ادا کی اس کے بعد آپؐ اُم ہانی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ” خوش آمدید ام ہانی ! کہو کیونکر آنا ہوا “

اس پر ام ہانی نے کہا ” میرے بھائی علیؓ بن ابی طالب، حارث بن ہشام اور زہیر بن اُمیہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں جب کہ میں اُنہیں پناہ دے چکی ہوں “

اس پر حضورؐ نے خوش طبعی میں فرمایا ” جسے تم نے پناہ دی اُسے ہم نے پناہ دی ۔ جسے تم نے امن دیا اُسے ہم نے امن دیا ۔ لہذا جاؤ علیؓ انہیں قتل نہ کریں گے ۔ ان دونوں کے لیے امان حاصل کر کے اُم ہانی واپس لوٹ گئی تھی ۔

پھر آپؐ مکہ میں داخل ہوئے اور حرم کعبہ کے اندر جو ملائکہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویریں لگی ہوئی تھیں وہ آپؐ نے ہٹا دیں اور حرم کعبہ کے اندر اور آس پاس جتنے بت تھے وہ بھی آپؐ نے توڑ کر رکھ دیئے تھے پھر آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے اس موقع پر بلالؓ بھی حضورؐ کے ساتھ تھے حضورؐ نے بلالؓ کو اذان دینے کے لیے فرمایا ۔ اور جب وہ اذان کہنے لگے تو اس وقت ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اُمیہ اور حارث بن ہشام بھی کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے ۔

بلالؓ کی آواز سُن کر ابن اُمیہ نے ابوسفیان اور ابن ہاشم کو مخاطب کر کے کہا ۔ میرے باپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے کانوں میں اذان کی یہ آواز نہ پڑی کیونکہ اگر وہ اس آواز کو سُن لیتا تو سخت برہم ہوتا ۔

اس پر حارث بن ہشام بولا اور کہا ” خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہارا باپ اس آواز کو مٹانا چاہتا ہے تو میں ضرور اس کا ساتھ دیتا “

ان دونوں کی یہ گفتگو سُن کر ابوسفیان نے کہا ” میں اس معاملہ میں کچھ نہیں بولتا ۔ اگر میں کچھ کہوں گا تو حضورؐ کو اس کی بھی خبر ہو جائے گی ۔ لہذا میں خاموش ہی رہوں گا “



ابھی وہ گفتگو جاری ہی رکھے ہوئے تھے کہ حضورؐ اُن کے قریب آئے اور ان کے پاس آ کر فرمایا ” جو تم لوگوں نے گفتگو کی ہے وہ سب مجھے معلوم ہو گئی ہے ۔ چنانچہ آپؐ نے انہیں تفصیل سے بتا دیا کہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے تھے “

اس پر حارث اور عتاب دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے اور یک زبان ہو کر انہوں نے کہا ” ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپؐ واقعی اللہ کے فرستادہ ہیں ۔ خدا کی قسم اس گفتگو کا کسی کو علم نہیں ہوا ۔ ہمارے ساتھ کوئی نہ تھا کہ ہم کہتے اس نے آپؐ کو خبر دی ہے ۔ لہذا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں “ ۔ اس طرح یہ لوگ سچے دل سے حضورؐ پر ایمان لے آئے تھے ۔

اس طرح مکہ شہر حضورؐ کے سامنے سرنگوں ہو گیا تھا ۔ اس کے بعد مکہ میں تین عجیب وغریب واقعات پیش آئے ۔ پہلا واقعہ فضالہ بن عمیر کا تھا ۔ فتح مکہ کے بعد یہ اس وقت حضورؐ کو قتل کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلا جب آپؐ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے ۔ یہ شخص بھی حضورؐ کے ساتھ طواف کرنے لگا ۔

اس پر حضورؐ نے اس شخص کو مخاطب کر کے پوچھا ” کیا تو فضالہ ہے ؟ “

جواب دیا ” جی ہاں، میں فضالہ ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! “

آپؐ نے پھر فرمایا ” تم اپنے دل میں کیا بات کر رہے تھے ؟ “

فضالہ نے جواب دیا ” کچھ نہیں، میں تو صرف اللہ کا ذکر کر رہا تھا اپنے دل میں “ ـــــ فضالہ کا یہ جواب سُن کر حضورؐ کو ہنسی آ گئی ۔ پھر آپؐ نے فضالہ سے فرمایا ” اللہ سے استغفار کرو “ اور دست مبارک اس کے سینے پر رکھ دیا ۔ اس کا دل سکون میں آ گیا ۔

چنانچہ بعد میں فضالہ کہا کرتے تھے ” خدا کی قسم ! آپؐ کا اپنا دست مبارک سینے سے ہٹایا ہی تھا کہ اللہ کی ساری مخلوق میں حضورؐ کو میں اپنے لیے سب سے محبوب اور پسندیدہ سمجھنے لگا “

پھر اس واقعہ کے بعد جب فضالہ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو اُن کی بیوی نے جو اُن کی رازدار تھی اور جانتی تھی کہ فضالہ حضورؐ کو قتل کرنے کے ارادے سے گئے ہیں۔ اس نے فضالہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے فضالہ! تُو کیا خبر لایا ہے؟" چونکہ فضالہ کی تو حضورؐ کے دست مبارک رکھنے کے بعد دُنیا ہی بدل گئی تھی لہٰذا اس نے اپنی بیوی کے اس استفسار پر خاموشی اختیار کی۔

اس پر پھر اس کی بیوی نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے پوچھا "اے فضالہ! کوئی بات ضرور ہے جو تم یوں خاموش ہو۔ ورنہ جس کام کے لیے تم گئے تھے واپس آکر اس کام سے متعلق تم مجھے ضرور خبر کرتے۔"

اس پر فضالہ نے بڑی عاجزی اور انکساری میں کہا "اللہ اور اسلام منع کرتا ہے کہ میں تجھ سے اس معاملہ پر کوئی بات کروں۔ اے خاتون! اگر تُو حضورؐ اور آپؐ کی جماعت کو فتح مکہ کے وقت جب بُت ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے جارہے تھے دیکھ لیتی تو تجھے معلوم ہو جاتا کہ اللہ کا دین بالکل واضح ہو گیا ہے اور شرک کے چہرے پر تاریکی چھا گئی ہے۔ لہٰذا دیکھ! میں جس کام کے لیے گیا تھا اُسے میں نے نہیں کیا۔ اس لیے کہ مجھ پر بھی دین واضح ہو گیا ہے اور میں نے اپنے چہرے سے شرک کی سیاہی کو اُتار پھینکا ہے۔"

○

دوسرا عجیب واقعہ صفوان بن اُمیہ کا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ صفوان بن اُمیہ جدّہ کی طرف بھاگ گیا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ میں جہاز میں سوار ہو کر پھر سمندر میں کُود کر اپنی جان دے دوں گا۔

اس کے بھاگ جانے کے بعد عمیرؓ بن وہب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صفوان بن اُمیہ مکہ کے چوٹی کے سرداروں میں سے ہے اور وہ اس شہر کی فتح کے موقع پر بھاگ کر نکل گیا ہے۔



تاکہ سمندر میں کُود کر اپنے آپ کو فنا کر ڈالے اس لیے آپؐ اسے امان عنایت فرمائیے آپؐ پر اللہ اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔"[۱]

اس پر حضورؐ نے عمیر بن وہب کو مخاطب کر کے کہا "میں نے اسے امان دی۔" عمیرؓ نے اس پر پھر حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صفوان بن اُمیہ کو امان دیتے ہوئے آپؐ مجھے اس امان کے لیے کوئی اپنی طرف سے نشانی بھی عنایت فرمائیے تاکہ میں صفوان بن اُمیہ کو تلاش کر کے اُسے وہ نشانی دکھا کر یقین دلا سکوں کہ آپؐ نے واقعی اسے امان دے دی ہے۔"

اس پر حضورؐ نے اپنا وہ عمامہ جسے پہن کر آپؐ مکہ شہر میں داخل ہوئے تھے، نشانی کے طور پر عمیرؓ بن وہب کو دے دیا۔ لہٰذا یہ عمیرؓ بن وہب صفوان کی تلاش میں نکلے۔ بالآخر انہیں اس حالت میں جدّہ میں جا پکڑا جب وہ ایک جہاز میں سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہونے والے تھے۔ عمیرؓ نے انہیں پکڑ لیا اور انہیں مخاطب کر کے کہا "اے ابنِ اُمیہ! تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ خُدا کی شان کہ تم خود اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال رہے ہو۔ دیکھو میں تمہارے لیے یہ خوشخبری لایا ہوں کہ حضورؐ تمہیں امان عطا کر چکے ہیں۔"

صفوان کو عمیرؓ بن وہب کی اس بات کا یقین نہ آیا۔ لہٰذا اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے ابنِ وہب! تیرا بُرا ہو، مجھ سے دُور ہو جاؤ اور کچھ نہ کہو۔"

اس پر عمیرؓ بن وہب نے اس کو پھر مخاطب کر کے کہا "سُن صفوان! تجھ پر میرے ماں باپ قربان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں میں سے سب سے افضل، سب سے نیک، سب سے بُردبار اور سب سے بہتر انسان ہیں۔ اور اس کے علاوہ وہ تمہارے عم زاد ہیں۔ ان کی عزت تمہاری عزت ہے، ان کا شرف تمہارا شرف اور ان کی حکومت تمہاری حکومت ہے۔"

عمیر بن وہب کی یہ گفتگو سُن کر صفوان نے قدرے نرم ہو کر کہا "مجھے حضورؐ کی طرف سے اپنے معاملہ میں اندیشہ ہے۔" اس پر عمیرؓ نے پھر کہا "ان کی بُردباری اور

شرافت کی شان اس سے کہیں بالاتر ہے اور یہ دیکھو انہوں نے تمہارے لیے امان کے طور پر مجھے اپنا یہ عمامہ نشانی کے طور پر دیا ہے تاکہ میں تمہیں یہ نشانی دکھا کر مکّہ لے جا سکوں "۔

اس پر صفوان کو یقین ہو گیا لہٰذا وہ عمیرؓ بن وہب کے ساتھ ہو لیا اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ پھر اس نے حضورؐ سے عرض کی " یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ عمیرؓ بن وہب نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے مجھے امان دے دی ہے "۔ حضورؐ نے فرمایا "۔ اس نے سچ کہا ہے "۔

اس کے بعد صفوان بن اُمیہ نے سچّے دِل سے اسلام قبول کر لیا تھا۔

تیسرا واقعہ عکرمہ بن ابوجہل کا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر عکرمہ جدہ کی طرف بھاگا اور ایک کشتی میں سوار ہو کر اس نے حبشہ کی راہ لی تھی۔ راستے میں سمندر کے اندر سخت طوفان اُٹھا اور کشتی خطرے میں پڑ گئی۔

اوّل اوّل تو کشتی میں سوار لوگ اپنے دیوی دیوتاؤں کو پکارنے لگے اور جب اس کا کوئی اثر نہ ہُوا اور طوفان کی شدّت بڑھتی چلی گئی اور مسافروں کو یقین ہو گیا، کہ کشتی ڈوب جائے گی اور کوئی اسے بچا نہ سکے گا تو سب یک زبان ہو کر کہنے لگے " لوگو! یہ وقت اللہ کے سوا کسی اور کے پکارنے کا نہیں ہے۔ وہ ہی چاہے تو ہم بچ سکتے ہیں "۔

ان لوگوں کی پکار سُن کر عکرمہ کی آنکھیں اور اس کے دل نے آواز دی کہ اگر یہاں سمندری طوفان کے اندر اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں تو کسی دوسری جگہ کوئی کیوں اور کیسے مدد کر سکتا ہے۔ یہی تو وہ بات ہے جو اللہ کا وہ نیک بندہ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ ہمیں گزشتہ بیس برس سے سمجھا رہا ہے اور ہم خواہ مخواہ اس سے لڑ رہے ہیں "۔

یہ عکرمہ کی زندگی میں فیصلہ کن لمحہ تھا۔ اس نے اسی وقت خدا سے عہد کیا کہ اگر میں اس طوفان سے بچ گیا تو سیدھا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اور انؐ کے



ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر اسلام قبول کر لوں گا "۔

چنانچہ وہ کشتی اس سمندری طوفان سے بچ نکلی اور عکرمہ نے اپنا عہد یوں پورا کیا کہ وہ سیدھا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اسلام قبول کیا اور باقی ساری زندگی اس نے جہاد میں گزار دی تھی۔

اس طرح مکہ حیرت انگیز طور پر مسلمانوں کے سامنے سرنگوں ہو گیا تھا۔

بکھرتی بکھرتی رات ہر شے کی رگوں میں اُترتی چلی گئی تھی قطرہ قطرہ شبنم اپنی محدود زندگی کے سفر سے برسرپیکار تھی گھروں کی ویرانیاں بادفالمحوں کی کالی یلغار کا سا سماں پیش کر رہی تھیں ۔ افق دھواں دھواں اور نگر فسوں فسوں ہو کر رہ گئے تھے ۔ ایسے میں دومتہ الجندل کے ایک تہہ خانے میں حسین خویلہ اپنا سر گھٹنے پر رکھے اُداس و افسردہ پڑی ہوئی تھی ۔ اس کی حالت سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ ماضی کے سایوں، حال کی اذیتوں مستقبل کے اندیشوں اور اپنی ہستی کے بکھراؤ میں کھو کر رہ گئی ہو ۔

اس کے پریشان چہرے کی لو میں تمناؤں کے جذبوں کا بھڑکاؤ، ظلمتِ زندانِ فکر کی دیمک اور رات بھر جاگنے کی اذیت تھی ۔ اس کی ویران، معصوم اور بُجھی بُجھی آنکھوں کے اندر حوادث کی آندھیاں، مجبوریوں کی صلیبیں اور دہر کے ناموافق کردار رقص کناں تھے ۔ اس کی بے خواب پلکوں میں رات کی تاریک غاروں کا سا سماں تھا، ایسے میں تہہ خانے سے باہر راہداری میں جب کسی کے پاؤں کی آہٹ سُنائی دی تو خویلہ سنبھل کر بیٹھ گئی تھی ۔ اپنے بکھرے بالوں کو اس نے درست کر لیا تھا اور سر پر بندھے ہوئے رومال سے اس نے اپنی آنکھوں میں اُتری ہوئی نمی کو پونچھتے ہوئے اپنا چہرہ بھی صاف کر لیا تھا پھر وہ کسی قدر سنبھل کر بیٹھ گئی تھی ۔

اتنے میں اس تہہ خانے کے آہنی دروازے پر امیثا نام کی وہ معمّر خاتون نمودار



ہوئی جو تہہ خانے کی زندگی میں خویلہ کی نگرانی پر مامور تھی ۔

اِس امیثا نے بھی خویلہ کو افسردگی اور پریشانی کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھ لیا تھا ۔ اس لیے کہ تہہ خانے میں جلتی ہوئی چھوٹی سی مشعل تہہ خانے کی ہر چیز کو واضح اور نمایاں کیے ہوئے تھی ۔ پھر کھانے کی طشتری امیثا نے لوہے کے دروازے کے نیچے سے تہہ خانے میں کرتے ہوئے خویلہ کو مخاطب کر کے کہا ۔ "اے بنتِ ابی حقیق! اگر تم بُرا نہ مانو تو مَیں ایک بات کہوں"۔

خویلہ فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کر تہہ خانے کے آہنی دروازے کے قریب آبیٹھی اور امیثا کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے قدرے نرمی اور ملائمت میں کہا ۔ "کہو امیثا تم کیا کہنا چاہتی ہو"۔

امیثا تھوڑی دیر تک بڑے غور اور ہمدردی سے خویلہ کی طرف دیکھتی رہی پھر وہ بولی ۔

"اے بیٹی! تم کیوں اپنے آپ کو پریشانی اور خواری کی موت کے دھندلکوں کرب و فنا کے سیلاب اور جراحت کی اذیتوں میں ڈالتی ہو ۔ یہ زندگی، یہ زیست تو ایک جھنکار، ایک آہنگ، ایک نغمہ، ایک سرگم گیتوں کا برستا ہوا ساون دھنک کا جادو اور مسرت کی قوس و قزح ہے ۔ زندگی کو زندگی جان کر بسر کرو ۔ زندگی تو نکھری نکھری صبح اور قلب و نظر کا نور ہے ۔ تم کیوں اپنے ہی ہاتھ سے اپنی زندگی کو تلخ حقائق کا سمندر اور فرقتوں کی چِتا بنا رہی ہو ۔ میری مانو تو اپنے اس نئے دین کو ترک کر کے دوبارہ یہودیت اختیار کر لو اور اس عبیل بن جابر سے شادی کر کے ایک نئی اور خوشحال زندگی کی ابتدا کرو ۔

تم کب تک ماضی کی تلخ یادوں سے اُڑتے ہوئے لمحوں کے پکڑنے کی تمنا میں اور خواہشوں کی کالی دیویوں کی طرح اس تہہ خانے کے اندر زندگی بسر کرتی رہو گی ۔ میری مانو تو پھر یہودیت اختیار کر لو اور اس تہہ خانے کی زردیوں کی نحوست سے اپنے آپ کو نجات دِلا کر سبز پتّوں کی سی خوش کن اور خوشگوار زندگی بسر کرو ۔

امیثا جب خاموش ہوئی تو خویلہ تھوڑی دیر تک اُسے تیز نگاہوں سے گھورتی رہی۔ پھر اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے امیثا! اس زمین کی پیشانی کے فلکنوں میں لکھی ہوئی میری تقدیر میں یہ میرا نیا دین ہی تو میرے لبوں کا نطق ہے۔ یہ نیا دین ہی تو اس تاریک قید خانے کے اندر میرے لیے عنبریں خوشیاں لاجوردی فضاؤں کی ستارہ گریاں اور امیدوں سے بھری جھنکاریاں لے کر آتا ہے۔ یہ نیا دین تو اب میرے لہو کی گردش میں شامل ہو چکا ہے۔ اسے میں اپنے آپ سے علیحدہ کروں گی تو کیسے اور کیونکر زندہ رہ سکوں گی۔ لہٰذا اس دین کو چھوڑ کر کیسے اور کیونکر یہودیت اختیار کر سکتی ہوں"۔

امیثا نے ایک حیرت اور ایک آس بھرے انداز میں خویلہ کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کہا۔" اے بیٹی! یہ زندگی تو بجتے رباب بہتے دریا، بساطِ جمال، بہاروں کے قہقہوں اور دھڑکن رقص کرتی آسودوں جیسی ہونی چاہیے۔ تم ذرا اپنی زندگی کا بھی احتساب کرو، کیا اس تہہ خانے کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔ نہ آنگن ہے نہ آنگن آنگن گونجتی پیار کی گونجیں ہیں۔ نہ کوئی ساتھی ہے نہ کوئی سنگی ہے۔ کب تک تم یوں اکیلی اس تہہ خانے میں پڑی رہو گی۔ کیا تم ساری زندگی ہی اس تہہ خانے میں بسر کرنے کا عزم کر چکی ہو"۔

خویلہ کچھ دیر سر جھکائے سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔" اے امیثا! میرا دل کہتا ہے کہ میں ہمیشہ کے لیے اس تہہ خانے میں چشمِ ثریا کی تابش، خواہشوں کی آمریت، دوریوں کے غم اور سلگتے صحرا کی رفیق بن کر نہ رہوں گی۔ مجھے اُمید ہے کہ ایک روز گردشِ تقدیر مجھے ضرور اس تہہ خانے سے نکال کر رہے گی"۔

"اے امیثا! میرا منگیتر سماک بن خرشہ آفاق کی تسخیر کرنے والا اور طوفانوں کو پتوار بنا کر اپنے دشمنوں کو زیر کر دینے والا جوان ہے۔ اپنی شجاعت سے دشمن کی رونق کو مغلوب کرنے کا فن وہ خوب جانتا ہے۔ اپنی رُوح کی توانائیوں کے ساتھ جب وہ حرکت میں آتا ہے تو اپنے ہر دشمن کے جسم کو شعلوں میں اور ضمیر کو



بوجھ تلے ڈال کر رکھتا ہے۔

میری سانسوں میں اب بھی اس کی باتوں، اس کے وعدوں کی مہک ہے۔ مجھے تو یہی اُمید ہے کہ ایک روز وہ سلگتے سموں کی طرح حرکت میں آئے گا اور میرے لیے سدِ راہ ہونے والی رکاوٹوں کی اس چتا کو ہمیشہ کے لیے بجھا دے گا"۔

"اے امیثا! میرا وہ منگیتر سماکؓ بن خرشہ خاموش نہ بیٹھا ہو گا۔ وہ دستیوں کے حصار، رات دن کی بے قرار گرداب اور اخلاق و ایثار کی ضمانتوں کی طرح حرکت میں ہو گا اور ایک روز ایسا ضرور آئے گا کہ وہ ٹوٹ جانے والی کرچیوں سے ایک نئے آئینے کو جنم دے کر پُرانے رشتوں، پرانے رابطوں کو بحال کرے گا اور سن رکھو وہ روز میری زندگی کا اس تہہ خانے کے اندر آخری دن ہو گا"۔

اے امیثا! یہ دین اللہ کا دین ہے اور یہ وہی ہے جسے میں قبول کر چکی ہوں اور یہ وہی دین ہے جس کی گونج آج کل مدینہ کی مقدس وادیوں کے اندر گونجتی اور بلند ہوتی ہے۔

اس پر امیثا نے ہار ماننے کے انداز میں کہا۔" اے خویلہ! میں نے جو کچھ کہا تیری ہی بہتری کے لیے کہا تم جانتی ہو تمہارا باپ ابی حقیق اور تمہارا بھائی سلام بن ابی حقیق دونوں ہی مارے جا چکے ہیں۔ میں نے تو اس نظریے سے بات کی تھی کہ یہودیت اختیار کرنے کے بعد تم عبیل بن جابر سے شادی کر کے اپنی خیبر کی حویلی کو دوبارہ آباد کر سکتی ہو اور اس حویلی کو آباد کرنا تمہارا فرض بھی ہے۔

خویلہ نے بیگانگی کا سا انداز اپناتے ہوئے کہا۔" اے امیثا! مجھے اپنے باپ کی موت کا تو دُکھ ہے لیکن اپنے بھائی سلام کا قطعی کوئی دُکھ نہیں ہے کہ اس لیے کہ مجھے اس تہہ خانے کے کرب میں ڈالنے والا میرا بھائی ہی ہے۔ رہا مسئلہ خیبر کی حویلی کا تو اس سے میرا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔ میں مسلمان ہوں اور وہ حویلی میرے بھائی سلام کی تھی جو کفر کی حالت میں مرگیا۔ لہٰذا میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

امیثا نے خویلہ کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خویلہ نے بھی مزید کوئی گفتگو نہیں کی بلکہ وہ خاموشی سے ہاتھ آگے بڑھا کر کھانا کھانے لگی۔

○

دومۃ الجندل شہر کی شرقی سرائے کے عقبی حصّے میں عدیم بن ساعدہ کی حویلی پر دُو سواروں نے دستک دی - یہ دُو سوار قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل تھے - تھوڑی ہی دیر بعد خود عدیم بن ساعدہ نے ہی دروازہ کھولا - ان دونوں کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر سکون اور خوشی بکھر گئی تھی - پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا - " میں دیوان خانے کا دروازہ کھولتا ہوں - تم اندر آ کر بیٹھو" - پھر ساتھ ہی اس نے دیوان خانے کا بیرونی دروازہ کھولا - قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو اس نے وہاں بٹھایا پھر ان دونوں کے گھوڑوں کی باگیں پکڑے ہوئے اس نے کہا " میں تمہارے دونوں گھوڑوں کو اصطبل میں باندھ کر پھر لوٹتا ہوں اس کے ساتھ ہی وہ دونوں کے گھوڑوں کی باگیں پکڑ کر اپنی حویلی کے اصطبل میں لے گیا تھا اور وہاں انہیں باندھ کر ان کے سامنے چارہ ڈالنے کے بعد وہ دوبارہ دیوان خانے میں ان دونوں کے سامنے آ بیٹھا تھا - پھر قطمیر بولا -

" اے ابن ساعدہ ! تم جانتے ہو کہ اس سماک بن خرشہ نے تمہارے بھائی اجبیر بن ساعدہ اور عامر بن ایلیا کو پہلے ہی قتل کر دیا ہے - جب کہ ہمارا پانچواں ساتھی زیاد بن موص پہلے ہی ہمیں چھوڑ کر عیص نام کی بستی میں اپنے چچا کے پاس جا کر آباد ہو چکا ہے - اب ہماری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ سب سے پہلے عبیل بن جاثر کو تلاش کیا جائے اور اسے قتل کر کے خولیہ کو حاصل کرنے کے بعد سلام بن حقیق کی خیبر والی حویلی کو آباد کیا جائے - اس کے بعد ہم اس سماک بن خرشہ کے تعاقب میں لگیں گے - اور ہمیں امید ہے کہ ہم اس کی گردن کاٹ کر رکھ دیں گے -

اور سنو اے ابنِ ساعدہ ان دونوں کاموں سے نمٹنے کے لیے ہم عابر بن ایلیا کے چھوٹے بھائی حارب بن ایلیا کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے - اب وہ پہلے عبیل بن جاثر کو تلاش کرنے اور پھر سماک بن خرشہ کو قتل کرنے کی دھن میں ہمارا ساتھ دے گا - وہ ہمارے ساتھ یہاں آیا ہے - راستے میں بازار سے کچھ چیزیں خریدنے کے لیے رُک گیا ہے - اور اب تھوڑی دیر تک یہاں آتا ہی ہو گا - یہ بات قطمیر بن عابیل نے عدیم بن ساعدہ



کو مخاطب کرتے ہوئے کہی تھی -

جواب میں عدیم بن ساعدہ بھی کچھ کہنے والا تھا کہ دیوان خانے کے بیرونی دروازے کے سامنے حارب بن ایلیا نے آ کر اپنے گھوڑے کو روکا - عدیم بن ساعدہ فوراً باہر نکلا پہلے حارب کو گلے لگا کر ملا پھر اس نے حارب کو دیوان خانے میں بٹھایا اور اس کا گھوڑا بھی وہ اپنے اصطبل میں باندھ کر پھر ان کے پاس آ بیٹھا تھا -

تھوڑی دیر تک دیوان خانے میں خاموشی رہی - پھر عدیم بن ساعدہ نے قطمیر بن عبیل سے پوچھا - " آج اِدھر دومۃ الجندل کی طرف کیسے آنا ہُوا "

اس پر قطمیر بن عبیل بولا اور کہا " تم دیکھتے ہو کہ عابر بن ایلیا کی جگہ تم نے محارب بن ایلیا کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے - اب ہم تینوں تمہاری طرف آئے ہیں اور تم سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تم اپنے بھائی جبیر بن ساعدہ کی کمی پوری کرتے ہوئے ہمارے گروہ میں شامل ہو جاؤ - اس طرح ہم چاروں مل کر بڑی آسانی کے ساتھ نہ صرف یہ کہ عبیل بن جاثر کو تلاش کر کے اسے ٹھکانے لگا سکتے ہیں بلکہ ہم سماک بن خرشہ کو بھی ختم کر کے اپنے سروں پر لہراتی اس کی دہشت کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دُور کر سکتے ہیں اب بولو، اے ابن ساعدہ ! کیا تم ہمارے ساتھ ہماری اِن دونوں مہموں میں شامل ہونے کے لیے تیار ہو "

اس پر عدیم بن ساعدہ نے فراخ دلی کا ہرہ کرتے ہوئے کہا " اے ابنِ عابیل ! میں تم تینوں کے ساتھ اِن دونوں مہموں میں شامل ہونے کے لیے دِل و جان سے تیار ہوں ، پر میں تمہارے لیے دو نئی خبریں رکھتا ہوں - پہلے وہ سنو، اس کے بعد فیصلہ کرتے ہیں کہ مجھے کب اور کس موقع پر تمہارے ساتھ ان مہموں میں شامل ہونے کے لیے حرکت میں آنا چاہیے -

اس پر راس بن دعویل نے چونک کر پوچھا " وہ دُو نئی خبریں کیا ہیں جو تم ہمیں سنانا چاہتے ہو "

اس کے جواب میں عدیم بن ساعدہ سنبھل کر بیٹھا پھر وہ کہہ رہا تھا " میرے دوستو !

میرے عزیزو! پہلی بڑی خبر جو مَیں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ زیاد بن موص اپنے بھائی اور دیگر اہلِ خانہ کے ساتھ خیبر سے اُٹھ کر اپنے چچا کے پاس عیص نام کی بستی میں چلا گیا تھا لیکن سماک بن خرشہ نے اس کا وہاں بھی تعاقب کیا اور مجھے کچھ جاننے والوں نے جو عیص نام کی بستی سے آئے تھے یہ بتایا ہے کہ سماک بن خرشہ نے نہ صرف زیاد بن موص کو قتل کر دیا ہے بلکہ اس نے زیاد بن موص کے چھوٹے بھائی کو بھی موت کے گھاٹ اُتار کر رکھ دیا ہے اور وہ لوگ مزید یہ کہہ رہے تھے کہ زیاد بن موص کے بھائی نے ایلہ کے بدقماش جوان کو جس کا نام بکیر بن قارہ تھا سماک بن خرشہ کے پیچھے لگایا تھا۔ جسے اس نے دس ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس شرط پر کہ وہ بکیر بن قارہ سماک بن خرشہ کو قتل کر دے لیکن میرے ساتھیو! جانتے ہو اس کا کیا انجام ہُوا اس سماک بن خرشہ نے نہ صرف یہ کہ بکیر بن قارہ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا بلکہ اس نے زیاد بن موص کے چھوٹے بھائی کی بھی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ اب تمہارا ساتھی زیاد بن موص اور اس کا چھوٹا بھائی دونوں ہی اس جہان میں نہیں ہیں''۔

اور اے میرے عزیزو! دوسری خبر جو مَیں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مجھے جابر بن لبید پر اب شک ہونے لگا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ یہی شخص اب ہمیں دھوکہ دے رہا ہے۔ یہ زیاد بن موص کے عیص نام کی بستی کی طرف جانے کی خبر کسی کو نہ تھی مَیں نے یہ بات صرف جابر بن لبید سے ہی کہی تھی۔ پھر یہ جو سماک بن خرشہ نے عیص نام کی بستی میں جا کر زیاد بن موص اور اس کے چھوٹے بھائی کو قتل کیا ہے تو اس کے پیچھے خدشات ہی خدشات ہیں۔

میرے ذہن میں دُو خدشات جنم لیتے ہیں۔ اوّل یہ کہ یا تو یہ جابر بن لبید سماک بن خرشہ کا آدمی ہے اور اگر یہ جابر بن لبید سماک بن خرشہ کا آدمی نہیں ہے تو پھر یہ خود سماک بن خرشہ ہے۔ جو اب تک ایک بھوکے عقاب کی طرح ہمارے اِرد گرد منڈلاتا رہا ہے اور دوستی کے پردے میں وہ ہمارے ساتھ دُشمنی اور عداوت کرتا رہا ہے ہمیں دوستی کا دھوکہ اور چکمہ دے کر اس نے نہ صرف یہ کہ میرے بھائی بلکہ عابر بن ایلیا



زیادہ بن موص اور اس کے بھائی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے اور اب سُن رکھو میرے ساتھیو! اب وہ قطمیر بن عابیل، راس بن دعویل اور علبیل بن جافر کی تلاش میں نکلے گا اور اگر ہم لوگوں نے متحد ہو کر اس کے سامنے کوئی بند نہ باندھا تو وہ ہم میں سے ہر ایک کو کاٹ کر قبرستان تک پہنچا دے گا''۔

''سنو میرے دوستو! اس جابر بن لبید کی اصلیت اور حقیقت جاننے کے لیے مَیں نے ایک لائحہ عمل تیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مَیں نے بنو ذبیان کے تین خونخوار نصرانیوں کو معاوضے پر حاصل کیا ہے۔ یہ تینوں بڑے بدقماش اور کرایہ اور معاوضہ پر لوگوں کو قتل کرنے والے ہیں۔ ان دنوں یہ دومتہ الجندل کی ایک سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ مَیں اُونٹوں پر ان تینوں کے ساتھ تاجروں کے بھیس میں چند یوم تک مدینہ کی طرف روانہ ہوں گا۔

مدینہ میں داخل ہوتے وقت مَیں اپنے اُونٹ کے کجاوے کے اندر چھپ کر بیٹھ جاؤں گا۔ جب کہ یہ بنو ذبیان کے تینوں نصرانی جو تاجروں کے بھیس میں ہوں گے، یہ سماک بن خرشہ کے دروازے پر دستک دیں گے جب کہ مَیں چھپ کر اپنے اُونٹ کے کجاوے میں پڑا رہوں گا اور جب وہ سماک بن خرشہ اپنے گھر کا دروازہ کھولے گا تو مَیں دیکھوں گا کہ یہ جابر بن لبید اور سماک بن خرشہ ایک ہی ہستی ہے یا دو مختلف نام اور دو مختلف جوان ہیں۔

اگر جابر بن لبید اور سماک بن خرشہ ایک ہی ہُوا تو پھر مَیں اپنے ان تینوں نصرانی ساتھیوں کو یہاں واپس دومتہ الجندل لے آؤں گا اور اس وقت کا انتظار کروں گا جب سماک بن خرشہ مجھے ملنے یہاں دومتہ الجندل آئے گا۔ کیوں کہ اس نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ مجھ سے ملنے دومتہ الجندل آئے گا اور وہ میرے خیال میں صرف تم دونوں کی تلاش میں ایسا کرے گا اور جب یہاں میرے پاس وہ آئے گا تو اسے میرے ساتھیو! مَیں اس سے بڑا اچھا برتاؤ کروں گا۔ اور جس طرح پہلے ایک دوست ایک رفیق کی حیثیت سے ملتا رہا ہوں۔ ایسے ہی شفیقانہ برتاؤ اس کے ساتھ کروں گا

اور اس کی یہ منت کروں گا کہ میرے تین ساتھی تاجر تبوک سے کچھ تجارتی مال لانا چاہتے ہیں ۔ لہذا حفاظت کی خاطر تم ان کے ساتھ تبوک تک چلے جاؤ اور اس کے لیے میں اسے معقول معاوضے کی پیش کش کروں گا ۔

مجھے اُمید ہے کہ وہ ایسا کرنے پر آمادہ ہو جائے گا اور جب وہ ایسا کرے گا ، تو میں ان تین خونخوار نصرانیوں کے ساتھ اسے تبوک کی طرف روانہ کر دوں گا اور یہ تینوں نصرانی اسے دومۃ الجندل اور تبوک کے درمیانی حصے میں صحرا کے اندر قتل کر کے ریت کے اندر دفن کر دیں گے ۔

سنو میرے عزیزو ! میرے بھائیو ! ویسے تو سماک بن خرشہ کو اس وقت بھی قتل کیا جا سکتا ہے کہ جب وہ یہاں مجھ سے ملنے دومۃ الجندل میں آئے لیکن یہاں اب کافی لوگ اسلام قبول کرتے جا رہے ہیں اور میرے خیال میں کچھ لوگ ضرور ایسے ہوں گے جو سماک بن خرشہ کو جانتے ہوں گے ۔ لہذا ہم نے اُسے یہاں دومۃ الجندل میں قتل کیا تو کسی نہ کسی طرح ان مسلمانوں کو خبر ہو جائے گی اور پھر ہمارے خلاف مدینہ کے مسلمان ایسے حرکت میں آئیں گے کہ ہماری پشتوں کو فنا کر کے رکھ دیں گے ۔ لہذا میں اسے ان تین نصرانیوں کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ کروں گا جو راستے میں اسے موت کے گھاٹ اُتار کر ہمیشہ کے لیے ہمیں خوف اور خدشات سے نجات دلا کر رکھ دیں گے جو سماک بن خرشہ کی موت کے بعد میں تمہارے ساتھ عبیل بن جابر کی تلاش کرنے کی مہم میں شامل ہو جاؤں گا ۔"

عدیم بن ساعدہ تھوڑی دیر کو رُکا پھر ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا ۔ اب تم تینوں مجھے یہ بتاؤ کہ میرا لائحہ عمل کیسا ہے ؟"

اس پر راس بن دعویل نے بولتے ہوئے کہا ۔" اے ابن ساعدہ ! میں تمہارے اس لائحہ عمل پر مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں ۔ تم بنو ذبیان کے ان تینوں جوانوں کے ساتھ کب تک حرکت میں آؤ گے ؟"

اس کے جواب میں عدیم بن ساعدہ نے بولتے ہوئے کہا ۔" میں ان تینوں زبیانیوں



کے ساتھ کل یہاں سے مدینہ کی طرف کوچ کروں گا اور یہ جاننے کی کوشش کروں گا کہ جابر بن لبید اور سماک بن خرشہ ایک ہی ہستی ہے ۔ یا یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں ۔

اس موقع پر قطمیر بن عبیل نے بولتے ہوئے کہا لیکن اے ابن ساعدہ ! تمہارے اس لائحہ عمل میں ایک کمی اور ایک خامی بھی ہے ۔ اس پر ابنِ ساعدہ نے چونک پوچھا ۔ " وہ کیا ؟"

قطمیر بن عبیل پھر بولا اور کہا ۔" اگر تم ان تین ساتھیوں کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ جاتے ہو اور خود اپنے اونٹ کے کجاوے میں چھپ کر سارا معاملہ دیکھتے ہو تو یہ تمہارے تینوں ساتھی جب اس کے دروازے پر دستک دیں گے اور جو کچھ تمہیں جاننا ہے اور جان کر واپس آ جاؤ گے تو پھر جب ان تینوں کے ساتھ اس سماک بن خرشہ کو تبوک کی طرف روانہ کرو گے تو کیا سماک بن خرشہ ان تینوں کو پہچان نہ جائے گا کہ کچھ عرصہ پہلے انھوں نے ہی اس کے دروازے پر دستک دی ہے ۔ لہذا وہ ضرور شک و شبہ میں مبتلا ہو جائے گا اور میرے خیال میں تمہارے سارے لائحہ عمل کو بگاڑ کے رکھ دے گا ۔"

قطمیر بن عبیل کے اس اعتراض پر ابن ساعدہ سوچوں اور تفکرات میں کھو کر رہ گیا تھا ۔ پھر اس نے اپنی غلطی اور کوتاہی کو تسلیم کرتے ہوئے کہا ۔" اے ابن عبیل ! تم نے کیا اچھے اور خوب موقع پر میری اس غلطی اور خامی کو پکڑا ہے ۔ اب میں اپنے لائحہ عمل کو تبدیل کرتا ہوں ۔ میں اپنے دو اور جاننے والوں کو مدینہ کی طرف لے کر جاؤں گا اور جابر بن لبید کی حقیقت جاننے کے بعد لوٹ آؤں گا ۔ اس کے بعد پھر ان تین ذبیانیوں کے ساتھ سماک بن خرشہ کو تبوک کی طرف روانہ کروں گا اور اس کے لیے کل ہی یہاں سے مدینہ کی طرف کوچ کروں گا ۔"

قطمیر بن عبیل پھر بولا اور کہا ۔" ہاں اگر تم ایسا کرو تو درست ہے ۔" اس کے ساتھ ہی قطمیر بن عبیل اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور دوبارہ بولتے ہوئے کہا ۔" ہم تینوں اب جاتے ہیں اور ہم یہاں سے سیدھے خیبر کا رُخ کریں گے ۔ اور اپنے گھروں کو جائیں گے تم ایسا کرنا ، مدینہ میں اپنا کام مکمل کرنے کے بعد خیبر میں ہمیں پورے حالات سے آگاہ

کرتے جانا۔"

اس پر عدیم بن ساعدہ بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہُوا اور کہا۔" مدینہ سے لوٹتے ہوئے مَیں تم سے ضرور مل کر جاؤں گا، پر تم ابھی بیٹھو نا، جانے میں اس قدر جلدی کیوں کر رہے ہو۔"

قطمیر بن عبیل کی طرف دیکھتے ہوئے راس بن دعویل، محارب بن ایلیا بھی اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ قطمیر بن عبیل نے دوبارہ بولتے ہوئے کہا۔" اے ابنِ ساعدہ! ہم اب تینوں جاتے ہیں۔ ہم مختلف جگہوں، مختلف شہروں اور مختلف قصبوں میں عبیل بن جاثر کو تلاش کرتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں۔ اب ہم خیبر جا کر کچھ دن آرام کریں گے۔ اس کے بعد تازہ دم ہو کر پھر اس عبیل بن جاثر کی تلاش میں نکلیں گے۔ اب تم ایسا کرو ہمارے گھوڑے ہمیں لا کر دو تاکہ ہم یہاں سے کوچ کریں۔"

اس کے ساتھ ہی عدیم بن ساعدہ اپنے اصطبل کی طرف گیا۔ تینوں کے وہ گھوڑے پکڑ کر لے آیا اور اس کے بعد وہ تینوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے خیبر کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

○

دوسرے روز شام سے کچھ پہلے عدیم بن ساعدہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ مدینہ میں داخل ہُوا اس کے دونوں ساتھی اپنے اپنے اونٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب کہ خود عدیم بن ساعدہ ان میں سے ایک اونٹ کے کجاوے میں چھپا بیٹھا تھا۔

اس کے دونوں ساتھی لوگوں سے پوچھتے ہوئے سماک بن خرشہ کے گھر کے سامنے آئے تو انہوں نے دیکھا سماک بن خرشہ کے مکان کے بیرونی دروازے پر قفل لگا ہُوا تھا۔ اس پر ان دونوں میں سے ایک نے وہاں سے گزرتے ہوئے ایک شخص سے پوچھا

" اے میرے عزیز! کیا یہ سماک بن خرشہ کا گھر ہے"؛

اس شخص نے کہا۔" ہاں یہ سماک بن خرشہ کا ہی گھر ہے"؛

اس نے پھر پوچھا۔" لیکن یہ تو باہر سے مقفل ہے، کیا وہ یہاں نہیں ہے، ہم



اس سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔

اس پر اس شخص نے کہا" سماک بن خرشہ ان دنوں گھر پر نہیں ہے۔ وہ اسلامی لشکر کے ساتھ مکہ گیا ہُوا ہے۔"

اس پر عدیم بن ساعدہ کا وہ ساتھی اپنا مُنہ اس کجاوے کے پاس لے گیا جس کے اندر چھُپ کر عدیم بن ساعدہ بیٹھا ہُوا تھا اور خاموشی کے انداز میں اس نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" اے ابنِ ساعدہ! یہ سماک بن خرشہ تو ان دنوں اپنے لشکر کے ساتھ مکہ گیا ہُوا ہے اب بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے"؛

کجاوے کے اندر سے عدیم بن ساعدہ نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔" اپنے اونٹوں کا رُخ موڑو اور واپس چلو"۔ اس کے ساتھ ہی ان دونوں نے اپنے اُونٹوں کی نکیلیں کھینچتے ہوئے انہوں نے موڑا اور پھر وہ واپس جا رہے تھے۔

جب قبیلہ ہوازن کو خبر ہوئی کہ حضورؐ نے مکہ فتح کر لیا ہے تو وہ اس فتح کو برداشت نہ کر سکے اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے انہوں نے تیاریاں شروع کر دی تھیں۔

مالک بن عوف قبیلہ ہوازن کا سردار تھا۔ اس نے بنو ثقیف، بنو نصر اور بنو جشم کے علاوہ بنو سعد اور بنو ہلال کو بھی اپنے ساتھ مِلا کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جنگ کی تیاریاں کرنی شروع کر دی تھیں وہ بنو کعب اور بنو کلاب بھی بنو ہوازن کے حلیف اور ساتھی تھے لیکن مسلمانوں کے خلاف اس متوقع جنگ میں ان دونوں قبیلوں نے بنو ہوازن کا ساتھ نہ دیا تھا۔

قبائل کے اس متحدہ لشکر کے ساتھ مالک بن عوف نے مکہ کی طرف کوچ کیا اور بنو جشم کے ایک رئیس درید بن صمہّ کو بھی اس نے ساتھ لے لیا تھا۔ یہ شخص بہت بوڑھا اور ناتواں ہو چکا تھا لیکن چونکہ یہ جنگ کا گہرا تجربہ رکھتا تھا لہٰذا مالک بن عوف نے اسے اپنے ساتھ لے لیا تھا تاکہ ضرورت کے وقت اس سے مشورہ کیا جا سکے۔

قبیلہ ثقیف پہ مالک بن عوف نے قارب بن اسود کو کمان دار مقرر کیا تھا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اور مکہّ کی طرف کوچ کرتے وقت اس بنو ہوازن کے سردار اور متحدہ قبائل کے لشکر کے سالارِ اعلیٰ مالک بن عوف نے سب قبائل کے اموال اور عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ اس طرح یہ لوگ بڑی تیزی



سے آگے بڑھتے ہوئے اوطاس کے مقام پر آ خیمہ زن ہوئے تھے۔ یہاں جب جشم کے معمر اور بوڑھے سردار درید بن صمہّ کو سواری سے اُتارا گیا تو اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھا کہ تم لوگ کس وادی میں اُترے ہو"۔

اس پر لوگوں نے اس بوڑھے سردار کو بتایا کہ یہ وادیٔ اوطاس ہے۔

گو بوڑھے سردار کی بصارت کمزور تھی لیکن اس نے اس وادی کا جائزہ لیا پھر اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "یہ وادی گھوڑوں کی جولان گاہ کے لیے بہت اچھی اور عمدہ ہے۔ اس لیے کہ اس وادی کی زمین نہ تو بہت سخت ہے جو پاؤں کو کاٹنے لگے اور نہ ہی ریت کی طرح نرم اور بہت ہی بُھر بُھری ہے جس میں سواریوں کے پاؤں دھنس دھنس جائیں"۔ پھر جب اس بوڑھے سردار درید بن صمہّ نے اس وادی کے اندر اپنے اطراف میں اونٹوں کی بلبلاہٹ، گدھوں کے ہنہنانے، بچوّں کے رونے، بکریوں کے ممیانے اور مرد عورتوں کے شور کرنے کی آوازیں سُنیں تو اس نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں اپنے اطراف میں اونٹوں، گدھوں، بکریوں، بچوّں، مردوں اور عورتوں کی کیسی آوازیں سُن رہا ہوں۔ ایسی آوازیں تو عموماً بستی سے اُٹھتی ہیں۔

اس پہ ایک شخص نے درید بن صمہّ کو بتاتے ہوئے کہا کہ مالک بن عوف اس لشکر کا سالارِ اعلیٰ سارے قبائل کے مردوں، عورتوں، بچوّں، بوڑھوں اور مال مویشیوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر آیا ہے۔

اس پہ درید بن صمہّ نے تعجب کا اظہار کیا اور دوبارہ لوگوں سے پوچھا۔ "یہ مالک بن عوف کہاں ہے۔ اس وقت اسے ذرا میرے پاس بُلا کر تو لاؤ"۔

لوگ بھاگے بھاگے گئے اور مالک بن عوف کو بلا کر لائے جو اس وقت پڑاؤ کا نظم و نسق درست کر رہا تھا۔ جب مالک بن عوف درید بن صمہّ کے پاس آیا تو درید بن صمہّ نے اُسے مخاطب کر کے پوچھا۔ "اے ابنِ عوف! میں تمہارے لشکر میں عورتوں، بچوّں اور بکریوں کی آوازیں کیسی سُنتا ہوں"۔

اس پر مالک بن عوف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

میں اپنے ساتھ قبائل کی سب عورتوں، مَردوں، بچّوں اور مویشیوں کو بھی ساتھ لے کر آیا ہوں"۔

درید بن صمّہ نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے دریافت کیا لیکن تم نے کس بنا پر ایسا کیا ہے۔ اے ابنِ عوف!

مالک پھر بولا اور جواب دیا" میں نے یہی مناسب سمجھا کہ لوگوں کے اہل و عیال اور مال و متاع کو ساتھ رکھا جائے تاکہ وہ ان کی مدافعت زور شور اور پورے جذبے سے کریں"۔

اس پر درید بن صمہ نے جھڑکتے ہوئے مالک بن عوف سے کہا۔" اے ابن عوف تو نادان ہے کیا شکست خوردہ کو بھی کوئی چیز واپس لا سکتی ہے۔ سنو اگر یہ جنگ تمہیں موافق رہتی ہے تو اس میں تمہیں صرف وہی مرد کام دے سکتا ہے جو اپنی تلوار سے لیس ہو اور اگر یہ جنگ تمہارے خلاف پڑتی ہے تو سنو، جنگ میں حصّہ لینے والوں کو بھاگتے وقت ان کے اہل و عیال اور ان کے مال مویشی بھی نہ روک سکیں گے۔ اس لیے کہ ایسے مواقع پر ہر انسان اور دل کی نسبت صرف اپنی جان کی پروا کرتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس جنگ میں تمہیں ہزیمت اٹھانا پڑی تو میدان کے ساتھ ساتھ تم اپنے لشکریوں کے اہل و عیال، مال و متاع اور ان کے مویشیوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے"۔

اس کے بعد پھر درید بن صمہ نے مالک بن عوف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔" اے ابن عوف! کیا بنو کعب اور بنو کلاب اس جنگ میں حصّہ نہیں لے رہے"؟ اس پر مالک نے کہا" نہیں، وہ ہمارے ساتھ اس جنگ میں شریک نہیں ہیں"۔

اس پر درید بن صمہ نے اُداس اور افسردہ لہجے میں کہا۔" اے ابنِ عوف تم جانتے ہو کہ بنو کعب اور بنو کلاب ان تمام قبائل سے زیادہ جنگجو اور جرأت مند ہیں



اور اگر تم نے ان دو قبائل کو اپنے ساتھ رکھا ہوتا تو یقیناً اس آنے والی جنگ میں فتح تمہاری ہوتی لیکن چونکہ اب یہ دونوں تمہارے لشکر میں شامل نہیں ہیں۔ اس لیے میں اس جنگ میں تمہاری کامیابی کو مشکوک خیال کرتا ہوں۔

اس پر مالک نے کہا" بنو کعب اور بنو کلاب دونوں کو اس جنگ میں حصّہ لینے کی دعوت دے دی تھی لیکن وہ مسلمانوں سے ایسے خوفزدہ ہیں کہ انہوں نے اس جنگ میں حصّہ لینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا میں نے ان پر زیادہ زور نہیں دیا اور جو قبائل میسّر ہوئے ان پر ہی مشتمل ایک لشکر تیار کر کے اس وادی میں آ خیمہ زن ہوا ہوں"۔

یہاں پر درید بن صمہ اور مالک بن عوف کی گفتگو ختم ہو گئی تھی۔ پھر مالک بن عوف حرکت میں آیا اور وادی حنین سے منسلک وادی ہتاما کی نشیبی ڈھلانوں کے اندر اس نے اپنے لشکری گھات میں بٹھا دیئے تھے تاکہ وہاں سے گزر کر جب مسلمان ان سے جنگ کے لیے وادی حنین میں داخل ہوں تو ان کے گھات میں بیٹھے ہوئے لشکری اچانک مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر انہیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچائیں۔ اس طرح کے انتظامات کرنے کے بعد مالک بن عوف مسلمانوں کے لشکر کا انتظار کرنے لگا تھا۔

حضور کو جب ان قبائل کے متحدہ لشکر کی نقل و حرکت کی اطلاع ملی تو آپؐ نے اپنے لشکر کو درست کیا اور وادی حنین کی طرف آپؐ نے کوچ کرنے کا قصد فرمایا اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرنے سے قبل حضورؐ کو اطلاع دی گئی کہ صفوان بن اُمیہ کے پاس اسلحہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ لہٰذا حنین کے میدان میں جانے سے قبل اس سے یہ اسلحہ عاریتہً حاصل کر لیا جائے تاکہ یہ جنگِ حنین میں مسلمانوں کے کام آئے۔ یہ خبر سن کر آپؐ نے صفوان بن اُمیہ کو طلب کیا۔

صفوان نے اس وقت تک ایمان قبول نہ کیا تھا لہٰذا آپؐ نے صفوان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔" اے ابو اُمیہ ہمیں اپنا اسلحہ عاریتہً دو، تاکہ ہم دشمن کا مقابلہ کریں"۔

اس پر صفوان نے حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ یہ اسلحہ غصب کرنے کی غرض سے مجھ سے حاصل کرنا چاہتے ہیں"۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ "نہیں، بلکہ عاریۃً یہ اسلحہ ہمارے پاس رہے گا اور اس جنگ سے فارغ ہونے کے بعد یہ تمہیں واپس لوٹا دیا جائے گا"۔

صفوان نے کہا۔ "اگر ایسا ہے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں"۔ چنانچہ صفوان نے آپؐ کو ایک سو زرہیں اور اسی قدر تلواریں مہیا کیں۔ اس طرح حضورؐ نے اپنے بارہ ۱۲ ہزار لشکر کے ساتھ حنین کی طرف کوچ کیا۔ ان بارہ ۱۲ ہزار میں سے دس ۱۰ ہزار کا لشکر وہ تھا جسے مدینہ سے لے کر آپ مکّہ کی طرف آئے تھے اور دو ۲ ہزار لشکری اہلِ مکّہ میں سے شامل ہوئے تھے اس طرح کل بارہ ۱۲ ہزار کے لشکر کے ساتھ آپؐ نے وادی حنین کی طرف کوچ کیا تھا۔

مکّہ سے حنین کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ذات انواط کا وہ درخت پڑتا تھا جو بڑا مقدّس اور متبرک جانا جاتا تھا۔ عرب کے لوگوں کا یہ طریقہ کار تھا کہ ذات انواط نامی اس درخت کے پاس ہر سال جمع ہوتے۔ اس پر اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اس کے قریب اپنے جانوروں کو ذبح کرتے اور ایسا کرنے میں وہ ثواب سمجھتے۔ یہیں پر وہ اپنی نذریں مانتے اور قربانی کرتے اور وہ یہ طریقہ ہر سال کرتے تھے۔ اس طرح وہ گویا اس ذات انواط نامی درخت کی پوجا پاٹ اور پرستش کرتے تھے۔

حضورؐ جب اپنے لشکر کے ساتھ اس درخت کے پاس سے گزرے تو مکہ کے وہ لوگ جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اس درخت کے پاس کچھ لوگ جمع ہو کر قربانیاں کر رہے ہیں اور وہاں اس درخت کی پوجا پاٹ اور پرستش کر رہے ہیں تو انہوں نے بھی بلند آواز میں حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "جس طرح یہ



یہ لوگ اس درخت کے پاس اپنی رسومات ادا کر رہے ہیں۔ اس طرح آپ ہمیں بھی اسی طرح کی رسومات ادا کرنے کی اجازت دیجئے"۔

اس پر حضورؐ نے برہمی کا اظہار کیا اور ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ "اللہ اکبر، قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ و قدرت میں محمدؐ کی جان ہے، یہ بات تو تم نے ویسے ہی کہی جیسی قوم موسیٰؑ نے اس وقت موسیٰؑ سے کہی تھی۔ جب وہ مصر سے نکل کر صحرائے سینا کی طرف جا رہے تھے۔

سنو! یہ تو رواجی طریقے ہیں اگر تم ان پر چلو گے تو یہ گزری ہوئی اُمتوں کے طریقوں کی پیروی ہو گی اور اگر ایسا تم بھی کرو گے تو یہ تمہاری انتہائی نادانی اور جاہلیت ہو گی"۔

حضورؐ کے اس طرح سمجھانے پر لوگ خاموش ہو رہے اور اس طرح لشکر آگے بڑھتا رہا۔

وادیٔ حنین میں داخل ہونے سے پہلے جب اسلامی لشکر وادیٔ تہامہ میں داخل ہوا تو یہاں مالک بن عوف نے اپنے آدمی جو گھات میں بٹھائے ہوئے تھے وہ اچانک نمودار ہوئے اور اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔ یہ حملہ ایسا اچانک اور ایسا خوفناک تھا کہ مسلمان اس کی توقع ہی نہ کرتے تھے اور مسلمانوں کی سواریاں اس اچانک حملہ سے ایسی بدکیں کہ سواری کے جانور جدھر جس کا منہ اٹھا بھاگ کھڑا ہوا۔ اس طرح اسلامی لشکر ایک دم افراتفری کا شکار ہو کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گیا تھا اور ایک موقع ایسا بھی آیا تھا کہ حضورؐ کے پاس صرف ابو بکرؓ، عمر فاروقؓ، علیؓ بن ابی طالب، عباسؓ بن عبدالمطلب، ان کے صاحبزادے فضلؓ بن عباسؓ، ابو سفیان بن حارث اور اسامہؓ بن زید کے علاوہ چند اور افراد رہ گئے تھے۔ باقی سب اس اچانک حملے سے اِدھر اُدھر منتشر اور پراگندہ ہو کر رہ گئے تھے۔

اسلامی لشکر کی حالت جب حضورؐ نے دیکھی تو انھوں نے اپنے لشکریوں کو اپنی طرف پکارا، ساتھ ہی آپؐ نے اپنے چچا عباسؓ سے بھی کہا کہ لوگوں کو پکار پکار کے بتائیں کہ مَیں اس وقت کہاں ہوں۔

آپؐ کے چچا عباسؓ نے لوگوں کو آوازیں دے کر پکارا اور جس طرف حضورؐ کھڑے ہوئے تھے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو آوازیں دیں کہ اس سمت جمع ہو جائیں اور اس طرح پکارنے پر مسلمان اپنی سواریوں کو بڑی مشکل سے واپس لوٹاتے ہوئے پھر پلٹے اور والہانہ انداز میں رجز پڑھتے ہوئے وہ دشمن پر ٹوٹ پڑے تھے۔ یہ حملہ ایسا زوردار تھا کہ دشمن اسے روک نہ سکے۔

دوسری طرف مالک بن عوف نے اپنے دوسرے لشکریوں کے ساتھ نکل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا۔ اس طرح وادی حنین کے اندر ہولناک جنگ کی ابتداء ہو گئی تھی لیکن یہ معرکہ زیادہ دیر تک جم نہ سکا۔ اس لیے کہ کفّار کا متحدہ لشکر تھوڑی ہی دیر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے بعد میدان چھوڑ کر بھاگا اور ان بھاگنے والوں میں خود ان کا سالارِ اعلیٰ مالک بن عوف بھی شامل تھا۔

حضورؐ نے اپنے لشکر کے ساتھ بھاگتے دشمن کا تعاقب کیا۔ اس تعاقب میں قبیلہ بنو جشم کا رئیس درید بن صمّہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ چڑھ گیا اور اُسے ایک نوجوان ربیعہؓ بن رفیع نے پکڑ کر موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

مالک بن عوف اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ طائف شہر میں داخل ہوا اور شہر کی فصیل کے دروازے بند کر کے اس نے پھر اپنی جنگی تیاریوں کو تیزی سے بحال کرنا شروع کر دیا تھا۔

دوسری طرف حضورؐ بھی اپنے لشکر کے ساتھ تعاقب میں تھے اور آپؐ بھی اپنے لشکر کے ساتھ طائف کے باہر خیمہ زن ہوئے لیکن شہر کی فصیل سے فاصلہ اس قدر قریب تھا کہ جب دشمن نے شہر کی فصیل پر چڑھ کر تیر برسائے تو اس سے آپؐ کے کچھ ساتھی شہید ہو گئے۔ اسی بنا پر آپؐ نے اپنا پڑاؤ اور پیچھے ہٹا لیا تھا تاکہ اسلامی لشکر



دشمن کی تیر اندازی سے دُور رہے۔ یہاں آپؐ کا خیمہ نصب کیا گیا اور مسلمانوں نے بھی آپؐ کے نصب ہونے والے خیمے کے اطراف میں اپنا پڑاؤ کر لیا تھا۔

اب مسلمانوں کی طرف سے طائف میں محصور ہونے والے دشمن پر سنگباری کی گئی جبکہ دشمن کی طرف سے بھی مسلمانوں پر تیر اندازی کے علاوہ ان پر گرم لوہے کی سلاخیں اور اس طرح کی دوسری چیزیں پھینکی گئیں۔ اس طرح یہ محاصرہ پندرہ دن تک جاری رہا۔

چونکہ طائف کی جنگ کے لیے حضورؐ کو وحی کے ذریعے کوئی ہدایت نہ دی گئی تھی۔ لہٰذا اس مقام پر آپؐ نے ایک رات ایک خواب دیکھا۔ دوسرے روز آپؐ نے ابوبکر صدّیقؓ سے اپنا خواب ظاہر کرتے ہوئے فرمایا۔ "اے صدیقؓ! مَیں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ مکھن سے بھرا ہوا ایک پیالہ مجھے ہدیے میں پیش کیا گیا۔ اتنے میں اس میں ایک مُرغ نے چونچ ماردی تو پیالے میں جو مکھن تھا وہ سارا بہہ گیا۔"

یہ خواب سُن کر ابوبکر صدّیقؓ تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں غرق رہے۔ پھر حضورؐ کی طرف دیکھتے ہوئے انھوں نے کہا۔ "میرا خیال یہ ہے کہ اس مرتبہ آپؐ جنگ میں ثقیف سے جو چاہتے ہیں وہ حاصل نہ کر سکیں گے۔"

اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ "اے صدّیقؓ! تم سچ کہتے ہو، میرا بھی یہی خیال ہے۔ کیونکہ خداوند کریم کی طرف سے مجھے یہ جنگ کرنے کا حکم ابھی تک نہیں ملا تھا۔ یہ بات فاروق اعظمؓ کو پہنچی تو آپ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کیا واقعی طائف کی جنگ کے متعلق آپؐ کو وحی کے ذریعے ابھی تک کوئی حکم نہیں ملا۔ اس پر حضورؐ نے اثبات میں جواب دیا اور ساتھ ہی یہ بھی اجازت دی کہ مسلمان اب یہاں سے واپس کوچ کریں۔ لہٰذا حضورؐ کے حکم پر اسلامی لشکر وہاں سے واپس کوچ کر گیا تھا۔

دوسری طرف اہلِ طائف پر بھی جنگ کا ایسا خاطرخواہ اثر ہُوا کہ چند دن ہی بعد ان کا سردار مالک بن عوف خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر اسلام کے گروہ میں شامل ہو گیا۔

شام سے تھوڑی دیر قبل ایک روز عدیم بن ساعدہ خیبر شہر میں داخل ہوا اور قطمیر بن عابیل کی حویلی کے دروازے پر اس نے دستک دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب حویلی کا دروازہ کھلا تو عدیم بن ساعدہ نے دیکھا، دروازہ کھولنے والا خود قطمیر بن عابیل ہی تھا۔ عدیم بن ساعدہ کو اپنی حویلی کے دروازے پر اپنے اُونٹ کے ساتھ کھڑے دیکھ کر قطمیر بن عابیل بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور بڑی گرم جوشی سے عدیم کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ تب اس نے عدیم بن ساعدہ کے اُونٹ کو اپنے اصطبل میں باندھ دیا اور عدیم کو اپنی حویلی کے دیوان خانے میں اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے اس نے پوچھا۔" اے ابنِ ساعدہ! اس وقت تم کہاں سے آرہے ہو۔"

ابنِ ساعدہ نے گہری مسکراہٹ میں کہا۔" اے ابنِ عابیل! میں تم لوگوں کے لیے ایک خوشخبری لایا ہوں۔"

اس پر قطمیر بن عابیل نے کہا۔" اے ابنِ ساعدہ! اگر تم ہمارے لیے کوئی خوشخبری لائے ہو تو پھر کہو دیر کاہے کی۔"

عدیم بن ساعدہ نے بڑی محبت اور اپنائیت میں اپنا ہاتھ قطمیر بن عابیل کے شانے پر رکھتے ہوئے کہا۔" پہلے تم راس بن دعویل اور محارب بن ایلیا کو یہاں بلاؤ پھر سب کی موجودگی میں میں تمہیں ایک اچھی خبر سناتا ہوں۔"



قطمیر بن عابیل فوراً اُٹھ کر باہر گیا۔ اپنا ایک آدمی اس نے ان دونوں کو بُلانے کے لیے بھیجا اور خود دوبارہ آکر وہ عدیم بن ساعدہ کے آگے آکر بیٹھ گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد راس بن دعویل اور محارب بن ایلیا دونوں قطمیر بن عابیل کے دیوان خانے میں داخل ہوئے اور عدیم بن ساعدہ کے آگے بیٹھ گئے۔ ان کے آنے پر ابن ساعدہ نے پھر بولتے ہوئے کہا۔" اے میرے رفیقو! میں تمہارے لیے ایک خوشخبری لے کر آیا ہوں اور میں بتاتا ہوں کہ اب تک ہم بے وقوف ہی بنتے رہے ہیں۔ سنو! میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف گیا تھا۔ ہم دو اونٹوں پر سوار تھے اور ایک اُونٹ کے کجاوے میں میں چھپا ہُوا تھا جب کہ میرے دونوں ساتھی دونوں اونٹوں پر سوار انہیں ہانک رہے تھے۔ دونوں اونٹ جا کر ہم نے سماک بن خرشہ کے گھر کے آگے روکے اور میرے ایک ساتھی نے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد جب سماک بن خرشہ کے گھر کا دروازہ کھُلا تو سماک بن خرشہ خود ہمارے سامنے کھڑا تھا اور اے میرے ساتھیو! میری حیرت کی اس وقت انتہا نہ رہی۔ جب میں نے کجاوے کے اندر سے دیکھا کہ سماک بن خرشہ اور جابر بن لبید ایک ہی شخص کا نام ہے۔

مجھے حیرت ہے کہ اب تک یہ سماک بن خرشہ جابر بن لبید کے بھیس میں ہمیں احمق اور بے وقوف بناتا رہا اور ہمیں اسی چکر میں ڈال کر اس نے میرے بھائی کے علاوہ عابر بن ایلیا، زیادہ بن موص اور اس کے بھائی کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس موقع پر راس بن دعویل نے درمیان میں بولتے ہوئے پوچھا۔" اے ابن ساعدہ! جب تمہارے ساتھی نے سماک بن خرشہ کی حویلی پر دستک دی اور وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا تو تم نے آخر اس سے کیا گفتگو کی تھی۔"

اس پر ابن ساعدہ بولا اور کہا۔" میں نے اپنے دونوں ساتھیوں کو ساری تفصیل پہلے ہی بتا رکھی تھی۔ جب سماک بن خرشہ نے دروازہ کھولا اور میرے ساتھیوں سے پوچھا کہ وہ کون ہیں تو اس پر میرے ساتھیوں نے کہا کہ ہم طائف شہر سے صرف اسے دیکھنے کے لیے آئے ہیں۔ کیوں کہ میں نے سماک بن خرشہ کے متعلق اپنے سارے ساتھیوں

کو سمجھا دکھا تھا ۔ لہذا میرے ساتھی نے اُسے بتایا کہ ہمیں خبر ہوئی کہ جنگِ اُحد میں سارے اسلامی لشکر میں سے حضورؐ نے صرف تمہیں اپنی تلوار عنایت فرمائی تھی ۔ لہذا ہم صرف تمہیں دیکھنے کے لیے آئے ہیں کہ وہ کون سی ہستی ہے جسے حضورؐ نے اپنی تلوار عنایت فرمائی تھی اور اس تلوار کا تم نے جنگِ اُحد میں حق ادا کیا ۔

ہم نے اس پر یہ بھی انکشاف کیا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں اور اسلام قبول کر چکے ہیں ۔ اس پر وہ ہم سے گفتگو کر کے خوش ہُوا اور ہمیں اپنے دیوان خانے میں بٹھانا چاہا لیکن میرے ساتھیوں نے کہا کہ وہ طائف سے فلسطین کی طرف جا رہے تھے کہ صرف اسے ملنے کا اشتیاق ہُوا ۔ سو وہ مدینہ میں چلے آئے ۔ لہذا وہ یہاں رکیں گے نہیں ۔ اس بنا پر میرے دونوں ساتھیوں نے بڑی مشکل کے ساتھ سماک بن خرشہ سے اجازت لی اور پھر ہم وہاں سے کوچ کر کے اِدھر آ گئے ۔ مَیں نے اپنے دونوں ساتھیوں کو تو دومۃ الجندل کی طرف بھجوا دیا ہے جب کہ مَیں تم لوگوں کو یہ خبر کرنے خیبر آ گیا ہوں ۔

دیوان خانے میں تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر محارب بن ایلیا نے بولتے ہوئے کہا ۔" اے عدیم بن ساعدہ ! تم نے بہت بڑا کام سرانجام دیا ہے ۔ تم نے ایک راز سے اور ایک ڈھکی ہوئی حقیقت سے پردہ اُٹھا کر رکھ دیا ہے ۔ حیرت ہے کہ اب تک ہم سماک بن خرشہ کے اصل چہرے کو نہ پہچان سکے اور وہ جابر بن لبید کے بھیس میں ہمیں بے وقوف بنا کر ہمارے ہی خلاف کام کرتا رہا لیکن اب ہم اس کا یہ حربہ کامیاب نہ ہونے دیں گے ۔ اب ہم اس کے خلاف حرکت میں آئیں گے اور اس سے ایسا انتقام لیں گے کہ اس کی آنے والی نسلیں بھی اسے یاد رکھیں گی "

اس پر عدیم بن ساعدہ بولا ۔" ابھی تم لوگوں کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے اُمید ہے کہ یہ سماک بن خرشہ اب چونکہ جنگ سے فارغ ہو چکا ہے ۔ لہذا یہ چند روز تک ضرور میری طرف دومۃ الجندل آئے گا ۔ پھر مَیں اسے اپنے تین زبانی نصرانیوں کے ساتھ تجارتی مال حاصل کرنے کے لیے تبوک روانہ کروں گا اور راستے میں وہ تینوں زبانی اس کی حالت ایسی کریں گے جس طرح قصاب کے ہاتھوں ذبح



ہونے والے بکروں کی ہوتی ہے ۔

اے میرے ساتھیو ! سماک بن خرشہ سے نمٹنے کے بعد پھر ہم چاروں مل کر عبیل بن جابر کی تلاش میں نکلیں گے ۔ اس نے چونکہ ہم سب کو دھوکہ دیا ہے لہذا وہ واجب القتل ہے اور اسے قتل کرنے کے بعد سلام بن حقیق کی بہن کو ہم اس کی حویلی میں خیبر لا کر آباد کریں گے ۔

کمرے میں تھوڑی دیر کے لیے پھر خاموشی طاری ہو گئی یہاں تک کہ عدیم بن ساعدہ پھر بولا اور ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا ۔" مَیں خیبر میں داخل ہوتے ہوئے سمجھ رہا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں خیبر کی فتح کے بعد یہاں پر کوئی دور رس انقلاب برپا ہو چکا ہو گا اور یہاں مسلمانوں نے مظالم کی انتہا کر رکھی ہو گی لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ان مُسلمانوں نے کسی پر بھی کوئی ظلم نہیں کیا اور خیبر کے اندر زندگی ایسے ہی رواں دواں ہے جیسے پہلے ہُوا کرتی تھی ۔ لوگ اپنے روزمرہ کے کاموں میں آزادی اور امن کے ساتھ مصروف ہیں ۔ تو گویا میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں خیبر فتح ہو جانے کے بعد اس کے اندر کوئی انقلاب برپا نہیں ہُوا ۔ ہاں مَیں یہ ضرور دیکھتا ہوں کہ یہاں کچھ یہودیوں نے اسلام ضرور قبول کر لیا ہے اور وہ جہاں جہاں ہمارے معبد ہیں وہاں وہاں وہ اب اپنی مسجدیں بھی تعمیر کرتے جا رہے ہیں اور مجھے خدشہ ہے وہ دن دُور نہیں جب یہ خیبر کے سارے لوگ اسلام قبول کر چکے ہوں گے " ۔

اس پر قطمیر بن عابیل نے بڑی فکرمندی اور پریشانی میں عدیم بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔" اے ابن ساعدہ ! تمہارا خیال درست ہے ۔ خیبر کے لوگ بڑی تیزی سے اسلام کو گلے لگا رہے ہیں اور مجھے اُمید ہے کہ حالات ایسے ہی رہے تو خیبر میں بہت کم ایسے لوگ رہ جائیں گے جو یہودیت پر قائم رہنے والے ہوں گے " ۔

اس کے بعد عدیم بن ساعدہ نے ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔" اے میرے رفیقو ! مَیں اب یہاں سے کوچ کرتا ہوں ۔ جو خبر مَیں تمہیں سنانے خیبر آیا تھا وہ مَیں سُنا

چکا ، اب میں دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہوتا ہوں"۔

اس پر قطمیر بن عابیل نے بڑے پیار اور محبت سے عدیم بن ساعدہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا ۔ اے ابنِ ساعدہ ! یہ کیسے اور کیونکر ممکن ہے کہ تم ابھی میرے گھر میں داخل ہو اور ابھی یہاں سے کوچ کر جاؤ۔

سنو ! میں تمہیں یوں یہاں سے جانے نہ دوں گا ۔ تم آج کی رات یہیں قیام کرو اور آرام کرنے کے بعد صبح سویرے ہی یہاں سے دومتہ الجندل کی طرف کوچ کر جانا۔

قطمیر بن عابیل کے خاموش ہونے پر راس بن دعویل بھی بولا اور کہا ۔" اے ابن ساعدہ ! یہ قطمیر بن عابیل ٹھیک ہی کہتا ہے ۔ تم آج کی رات یہیں رکو، صبح سویرے یہاں سے کوچ کر جانا"۔

ان دونوں کے زور دینے پر عدیم بن ساعدہ مان گیا ۔ اس نے رات وہیں بسر کی اور دوسرے روز وہ خیبر سے دومتہ الجندل کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

چند ہی یوم بعد ایک روز سماک بن خرشہ دومتہ الجندل شہر میں داخل ہوا پہلے اس نے شہر کی شرقی سرائے میں ایک کمرہ حاصل کیا ۔ اپنے گھوڑے کو سرائے کے اصطبل میں باندھ کر اس کے چارے دانے کا انتظام کیا ۔ خود بھی سرائے سے اس نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا ۔ پھر وہ پیدل ہی چلتا ہوا عدیم بن ساعدہ کے گھر کا پوچھتے ہوئے اس کی حویلی کے سامنے آکھڑا ہوا اور دروازے پر اس نے دستک دی تھوڑی دیر بعد عدیم بن ساعدہ ہی نے دروازہ کھولا اور آگے بڑھ کر پُرجوش انداز میں اس نے سماک بن خرشہ کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا ۔" اے ابنِ لبید ! میں آج اپنے خداوند سے کچھ اور مانگتا وہ بھی مل جاتا ۔ بخدا میں بڑی بے چینی اور بے قراری سے تمہارا انتظار کر رہا تھا اور سنو ! تمہارا گھوڑا کہاں ہے ۔ کیا تم پیدل ہی چلتے ہوئے دومتہ الجندل آئے ہو ۔ اچھا ٹھہرو میں دیوان خانے کا دروازہ کھولتا ہوں ۔ پھر بیٹھ کر تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں ، تو عدیم بن ساعدہ پیچھے ہٹا ، اپنے دیوان خانے کا دروازہ کھولا اور سماک



کا ہاتھ پکڑ کر وہ دیوان خانے میں لے گیا ۔ پھر اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے اس نے پوچھا ۔ " اب بتاؤ ، تمہارا گھوڑا کہاں ہے اور تم نے یہاں تک کیسے سفر کیا"۔

اس پر سماک بن خرشہ کہہ رہا تھا ۔" اے ابن ساعدہ اس دومتہ الجندل میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے میں نے شرقی سرائے کا رُخ کیا ۔ میں نے سرائے میں اپنے لیے ایک کمرہ حاصل کیا ۔ وہاں میں نے کھانا بھی کھایا ۔ گھوڑے کو بھی اصطبل میں باندھ کر اس کے دانے چارے کا انتظام کیا اور ان کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں تم سے ملنے تمہاری حویلی کی طرف آیا ہوں"۔

اس پر عدیم بن ساعدہ نے بڑی ناراضگی اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔" اے ابن لبید ! یہ تم نے میری بے عزتی کی ہے ۔ تمہیں سرائے میں قیام نہیں کرنا چاہیے تھا ۔ آخر میری یہ حویلی کاہے کے لیے ہے اور پھر تم میرے بھائی اور محسن ہو ۔ کیا میرے لیے یہ بے عزتی کا باعث نہیں کہ تم میری حویلی چھوڑ کر سرائے میں قیام کرتے پھرو ۔ تم ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چلو اور سرائے سے اپنا گھوڑا اور سامان اٹھا کر یہاں میری حویلی میں قیام کرو۔

اس پر سماک بن خرشہ نے بڑی شفقت سے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا ۔ اب جو ہو چکا تو ہو چکا میں اب سرائے میں قیام کر چکا ہوں اس پر تم ناراض اور خفا نہ ہو ۔ ہاں تم یہ کہہ رہے تھے کہ میں عین موقع پر پہنچا ہوں وہ کون سا موقع ہے جس کے لیے تم میرے منتظر تھے ۔

اس پر عدیم بن ساعدہ نے بڑی اپنائیت اور ملائمت میں کہا ۔" اے ابن لبید ! میرے رفیق ! میرے بھائی ! میں کل صبح اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہونے والا تھا ۔ وہاں سے میں کچھ تجارتی مال یہاں لا کر منافع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن میرے راستے میں دشواری یہ تھی کہ میں اپنے ان تین ساتھیوں کے ساتھ کل کوچ کرنے کا وعدہ بھی کر چکا تھا ۔ جب کہ اس دوران میری اہلیہ کی طبیعت خراب ہو گئی ہے ۔ وہ سخت بیمار پڑی ہے ۔ لہٰذا میں سوچ رہا ہوں کہ اپنی بیمار بیوی

کو چھوڑ کر میں اپنے ان تین ساتھیوں کے ساتھ کیسے اور کیونکر روانہ ہو سکوں گا۔ تمہارے یہاں آنے پر مجھے یہ خیال گزرا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر میری جگہ تم کل میرے ان تین ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے تبوک کی طرف روانہ ہو جاؤ اور ان کے ساتھ باحفاظت میرا مال تبوک سے لے کر تم دومۃ الجندل آ جاؤ۔

اور اے ابن لبید! چونکہ میری بیوی بیمار تھی اور میں جانے کا ارادہ ملتوی کر رہا تھا۔ لہٰذا میں نے کچھ رقم بھی اپنے ان تینوں ساتھیوں کو دے رکھی تھی کہ اگر میں نہ جا سکا، تو میرا مال وہ خود ہی خرید لائیں لیکن میں ان پر کوئی خاص بھروسہ اور اعتماد نہیں رکھتا لہٰذا میری تم سے یہ التجا ہے کہ کل تم میرے ان تین ساتھیوں کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہو جاؤ اور مال کی جو فہرست اپنے ان ساتھیوں کو مہیا کر رکھی ہے اس کے مطابق تم میرے لیے بھی تبوک سے مال خرید کر دومۃ الجندل لے آؤ اور اس موقع پر میں اُمید رکھتا ہوں کہ تم میری اس گزارش کو رد نہ کرو گے۔

عدیم بن ساعدہ کی ساری گفتگو سننے کے بعد سماک بن خرشہ نے پوچھا "اے ابن ساعدہ تمہارے وہ تین ساتھی اس وقت کہاں ہیں اور وہ کب دومۃ الجندل سے کوچ کریں گے۔ میں تمہاری خاطر ان کے ساتھ تبوک تک جاؤں گا اور اپنی حفاظت میں تمہارا مال لے کر دومۃ الجندل لوٹوں گا۔"

سماک کا یہ جواب سُن کر عدیم بن ساعدہ خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ بولا اور کہا "میرے یہ تینوں ساتھی اپنے ایک جاننے والے کے پاس یہیں دومۃ الجندل ہی میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

اس پر سماک نے فوراً عدیم بن ساعدہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا تو پھر میں آج کی رات سرائے میں بسر کرتا ہوں۔ تم کل صبح ہی صبح ان تین آدمیوں کو وہاں سرائے میں لے آنا اور وہیں سے میں ان کے ساتھ تبوک کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔

عدیم بن ساعدہ کو سماک بن خرشہ کی یہ بات خوب دل کو لگی اور اس نے اپنی بے پناہ خوشیوں کو چھپاتے ہوئے کہا "ہاں اے ابن لبید! تمہارا یہ فیصلہ مجھے



پسند آیا ہے۔ لہٰذا میں کل صبح ہی صبح اپنے اِن تین ساتھیوں کو لے کر سرائے میں پہنچ جاؤں گا اور پھر تم ان کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہو جانا۔

اس پر سماک بن خرشہ اپنی جگہ پر پہلو بدلتے ہوئے پھر بولا اور عدیم بن ساعدہ سے اس نے پوچھا "اے عدیم بن ساعدہ! تمہیں کچھ قطمیر بن عابیل، راس بن دعویل اور عبیل بن جاثر کے متعلق خبر ملی، وہ ان دِنوں کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ مجھے خدشہ اور ڈر ہے کہ یہ سماک بن خرشہ کہیں اچانک ان پر حملہ آور ہو کر ان کے ساتھیوں کی طرح ان کا بھی سر قلم کر کے نہ رکھ دے۔ اس لیے میں ہر وقت ان کی طرف سے متفکر رہتا ہوں۔"

سماک کی اس گفتگو پر عدیم بن ساعدہ کا خون کھول کر رہ گیا تھا۔ تاہم اس نے اپنے آپ کو ضبط کر لیا اور بڑی خوش طبعی سے اس نے سماک بن خرشہ کو جواب دیتے ہوئے کہا "یہ قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل بڑی سرگرمی سے عبیل بن جاثر کی تلاش میں ہیں۔ وہ چند دِن گزرے مجھے یہاں دومۃ الجندل میں مل کر بھی گئے ہیں اور مجھے اُمید ہے کہ وہ بہت جلد عبیل بن جاثر کو تلاش کر لیں گے اور جب وہ ایسا کریں گے تو میں تمہیں ضرور اس کی اطلاع کروں گا لیکن، اے ابن لبید تم نے ایک رفیق، ایک بھائی کی حیثیت سے میرے ساتھ یہ کیا زیادتی کر رکھی ہے کہ تم نے ابھی تک مجھے اپنے ٹھکانے اور اپنے گھر کے متعلق کبھی کچھ نہیں بتایا۔

اس پر سماک بن خرشہ کا چہرہ تھوڑی دیر کے لیے متغیر ہو گیا تھا لیکن اس نے جلدی اپنے آپ کو سنبھالا پھر بولا۔ "مجھے کبھی تم نے ملنا ہو تو مدینہ کے مغرب میں جو وادیٔ بکا کے اندر سرائے ہے اس سرائے کے مالک سے میرے متعلق پوچھ لیا کرنا۔

وہ تمہیں میرے متعلق تفصیل سے بتا دیا کرے گا۔ اس لیے کہ تم جانتے ہو، میرا گھر تو اوطاس میں ہے۔ میں تو صرف اس سماک بن خرشہ سے نمٹنے کے لیے کبھی مدینہ کی اس سرائے میں قیام کرتا ہوں اور کبھی تمہاری طرف چلا آتا ہوں۔

اس پر عدیم بن ساعدہ نے کمال اپنائیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "اے ابنِ لبید! اب جب کبھی بھی مجھے قطمیر بن عابیل یا راس بن دعویل ملنے آئے، یا انہوں

نے عبیل بن جاثہ کو تلاش کر لیا تو میں مدینہ کی طرف سرائے میں اپنے کسی آدمی کو بھیج کر تمہیں ضرور اس کی اطلاع کر دوں گا اور ہاں اے ابنِ لبید! میں تمہیں ایک بُری خبر بھی سناؤں اور وہ یہ کہ ہمارا ایک ساتھی زیاد بن موص گو خیبر سے بھاگ کر عیص نام کی بستی کی طرف اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ چلا گیا تھا۔ لیکن یہ سماک بن خرشہ ایسا بھیانک اور ہولناک انسان ثابت ہُوا کہ اس نے وہاں جا کر زیادہ بن موص اور اس کے بھائی کو بھی قتل کر دیا اور یہ خبر مجھے میرے کچھ جاننے والوں نے مجھے بتائی ہے جو عیص نام کی بستی سے بغرضِ تجارت ادھر آئے تھے۔ لہٰذا میں تم سے یہ کہوں کہ سماک بن خرشہ اب ہمارے لیے انتہائی خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر ہم نے مزید اس سلسلے میں کوئی سستی برتی تو وہ ہم سب کی گردنیں کاٹ کر رکھ دے گا۔

اور اے ابن لبید! میں تم کو بھی محتاط کرتا ہوں کہ تم بھی سماک بن خرشہ کی طرف سے محتاط رہنا اس لیے کہ ہمارے ساتھ تعلق اور رابطے کی بنا پر سماک بن خرشہ تمہیں بھی معاف نہیں کرے گا اور ایک نہ ایک روز وہ تمہاری گردن ناپنے کی بھی کوشش کرے گا۔"

سماک نے عدیم بن ساعدہ کی ان باتوں کا فی الفور کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر تک وہ گردن جھکائے سوچتا رہا پھر کسی قدر تاسف کے اظہار میں اس نے بولتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ ساعدہ! یہ سماک بن خرشہ کا معاملہ واقعی خطرناک اور سنگین صورتِ حال اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ میرا خیال ہے اب وقت آگیا ہے کہ ہمیں اس کے ساتھ نمٹ ہی لینا چاہیے"۔

اس پر عدیم بن ساعدہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابن لبید! تم درست کہتے ہو۔ تمہارے تبوک سے واپس آنے کے بعد پھر میں سماک بن خرشہ سے متعلق تم سے مل کر کوئی آخری فیصلہ کروں گا اور اس سلسلے میں ہم قطمیر بن عابل اور راس بن دعویل کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کریں گے اور مجھے اُمید ہے کہ ہم سب مل کر ایک ساتھ اس سماک بن خرشہ کے خلاف حرکت میں آئیں تو ہم ضرور اس کے خلاف کامیاب رہیں گے"۔



پھر سماک اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہُوا اور عدیم بن ساعدہ کو مخاطب کر کے اس نے کہا "اے ابن ساعدہ! میں اب جاتا ہوں، میں سفر کے باعث تھکان محسوس کر رہا ہوں۔ سرائے میں جا کر آرام کروں گا اور کل صبح میں تمہارے وہاں پہنچنے کا انتظار کروں گا"۔ اس کے ساتھ ہی سماک بن خرشہ نے عدیم بن ساعدہ سے مصافحہ کیا اور پھر وہ اس کے دیوان خانے سے نکل کر سرائے کی طرف جا رہا تھا۔

○

دوسرے روز سماک صبح سویرے ہی سرائے کے اس کمرے سے اُٹھ کر اصطبل میں آگیا تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو پانی پلانے کے بعد اس پر زین ڈال کر اس کے آگے چارہ ڈال دیا تھا تاکہ وہ سفر سے پہلے پیٹ بھر کر کھا لے۔

فضاؤں کے اندر ابھی ہلکی ہلکی تاریکی ہی تھی۔ تاہم ستاروں کے نشیدِ نیم خوابی اب رخصت ہو رہے تھے اور صبح کے رُوپ کا اُجالا ایک نور کی صورت میں ہر سو پھیلنے اور بکھرنے لگا تھا۔ پھر سورج کے طلوع ہونے کا وقت آیا اور شفق کی صورت میں آسمان کے حاشیوں پر آگ کے بادل اور خون کی برسات سی ہو گئی تھی۔ سورج کی کرنیں طلوع ہوتے ہی نوشگفتہ رنگوں کی طرح شبنم کے کوثری لب چمک دمک اُٹھے تھے۔ رات کا طلسم مکمل طور پر ختم ہو گیا تھا۔ چاروں طرف کالے گیسوؤں کی طرح روشن چہرے اور زلفوں کی برکھا کی جگہ عارض کے کوندے پھیل اور بکھر گئے تھے۔

اپنے گھوڑے کو چارہ ڈالنے کے بعد سماک وہیں بیٹھ گیا عدیم بن ساعدہ اور اس کے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد سرائے کے بیرونی حصے میں عدیم بن ساعدہ اور اس کے تینوں ساتھی نمودار ہوئے۔ ابن ساعدہ خالی ہاتھ تھا۔ جب کہ اس کے تینوں ساتھی اپنے اونٹوں کی نکیلیں پکڑے ہوئے تھے۔

اُنہیں دیکھتے ہی سماک بن خرشہ نے گھوڑے کے آگے پڑا ہُوا چارہ اور دانہ

توبرے میں بھر کر زین سے باندھ لیا۔ پھر اپنے گھوڑے کو اس نے لگام چڑھائی اور باگ پکڑ کر وہ سرائے سے باہر آیا۔

سماک کو دیکھتے ہی عدیم بن ساعدہ آگے بڑھا پہلے پُر جوش انداز میں اس نے اس کے ساتھ مصافحہ کیا پھر اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ سماک کا اس نے تعارف کروایا اس کے بعد سماک کو سمجھانے کے انداز میں وہ پھر بولا۔

"اے ابنِ خرشہ! مَیں نے اپنی رقم اپنے اِن ساتھیوں کے حوالے کر دی ہے۔ یہ تبوک سے سامان تمہیں خرید دیں گے۔ بس تم اس سارے سامان کو اپنی نگرانی میں لے کر یہاں چلے آنا۔ کیا تم اب میرے ان ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے کُوچ کرنے کے لیے تیار ہو۔"

سماک نے اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "ضرور، کیوں نہیں مَیں ابھی اور اسی وقت ان کے ساتھ کُوچ کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

پھر عدیم بن ساعدہ نے آگے بڑھ کر سماک کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "تو پھر مَیں تمہیں خُدا کے سپرد کرتا ہوں، تم ان کے ساتھ کُوچ کر جاؤ۔"

اس کے بعد سماک نے عدیم بن ساعدہ سے مصافحہ کیا، اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اتنی دیر تک وہ تینوں بھی اپنے اونٹوں پر بیٹھ چکے تھے۔ اس کے بعد سماک ان تینوں کے ساتھ وہاں سے کُوچ کر گیا تھا۔

سفر کے دوران سماک اُن تینوں سے کچھ محتاط اور فکرمند سا لگتا تھا۔ اس لیے کہ وہ ان پر گہری اور کڑی نگاہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کے پیچھے پیچھے سفر کر رہا تھا اور ان تینوں کو اس نے اپنے آگے اپنی نگاہوں میں رکھا ہوا تھا۔

دومۃ الجندل اور تبوک کے درمیانی حصے میں جہاں صحرا کی ریت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہاں پر ان تینوں نے اچانک ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے اونٹوں کو روک لیا اور پھر وہ اپنے اُونٹوں سے نیچے کُود گئے تھے۔

اس موقع پر سماک فوراً حرکت میں آیا۔ اس نے اپنی پیٹی کے اندر سے خنجر نکال



کر اور تاک کر ان میں سے ایک کو ایسا مارا کہ اس کا خنجر اس کے دل کو چیرتا ہوا نکل گیا تھا۔ پھر سماک اپنے سر پر اپنا آہنی خود درست کرنے کے بعد اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالتا ہوا اپنے گھوڑے سے کُود گیا تھا۔ جب کہ اس نے اپنے لباس کے نیچے پہلے ہی زرہ پہن رکھی تھی۔

ان دونوں نے دیکھا کہ ان کا تیسرا ساتھی سماک کے خنجر مارنے کے باعث ختم ہو چکا ہے۔ پھر ان میں سے ایک نے زہر بھرے لہجے میں سماک کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"اے ابنِ لبید! تو نے ہمارے اس ساتھی کو خنجر مار کر کس وجہ سے ہلاک کیا۔ سن رکھو، ایک دوست کی حیثیت سے تم نے ہمارے ساتھ یہ زیادتی کی ہے، اور اس زیادتی کے باعث ہم تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔"

سماک اپنی تلوار اور ڈھال اپنے سامنے لہراتا ہوا ان کے قریب آیا اور انہی جیسے لہجے میں اُن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے چور، قزاق اور دھوکہ باز انسانو! قبل اس کے کہ اپنے اونٹوں سے اُتر کر تم میرے خلاف حرکت میں آنے پر پہل کرتے مَیں نے خود تمہارے خلاف حرکت میں آنے پر پہل کر دی ہے اور تم تین میں سے ایک کو مَیں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سنو! شیطان کے گماشتو! مجھے اپنے سامنے بچہ خیال نہ کرو۔ مَیں نے دلائل اور شواہد سے یہ جانچ لیا تھا کہ عدیم بن ساعدہ میرے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے۔ اس کا مجھے تمہارے ساتھ روانہ کرنا اور یہ کہنا کہ رقم اس نے پہلے ہی تمہارے حوالے کر دی ہے میرے ذہن میں کئی خدشات اور خطرات کھڑے کر گیا تھا۔ لہٰذا مَیں دومۃ الجندل کی طرف سفر کی ابتدا کرتے وقت ہی تمہاری طرف سے محتاط اور فکرمند تھا اور تم نے دیکھا جونہی صحرا کے اس حصے میں تم لوگ اپنے اونٹوں سے کودے، مَیں فوراً حرکت میں آیا اور تم میں سے ایک کو موت کے گھاٹ اُتار کر رکھ دیا۔

سن رکھو اے بدی کے عناصر! میرا نام سماک بن خرشہ ہے اور مَیں بدی اور

معصیت سے نمٹنے کا فن خوب جانتا ہوں۔ اس صحرا کے اندر جس طرح میں نے تمہارے ایک ساتھی کا کام تمام کیا ہے اس طرح میں تم دونوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دوں گا۔"

سماک بن خرشہ کے خاموش ہونے پر ان میں سے ایک نے سماک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" اے ابن خرشہ! یہ تمہارا وہم اور غلط فہمی ہے۔ ہم تو موت کے اس صحرا کے اندر تمہاری صداقتوں کے سمندر میں جہاں سوزی بھر کر رکھ دیں گے۔ ہر قدم پر تمہارے لیے ایک ٹھوکر کھڑی کریں گے اور تمہارے شعور اور لاشعور کے اندر قبر جیسی خاموشی اور ہولناکی بھر کے رکھ دیں گے۔ تمہارے جسم و جاں کی لذتوں میں ہم بعید از عقل و مکان موت کے خدشات بھریں گے اور سنو، ہم تو تمہاری ساری جرأت و شجاعت، تمہاری ساری حرارت اور برودت اور تمہاری جنگجویانہ کیفیت صحرا کے اس حصّے میں نکال کر رکھ دیں گے اور تمہاری حالت ظلم کی اس اچانک اٹھنے والی موت جیسی بنا کر رکھ دیں گے جیسے خون خوار بھنور نے نگل کر اس کا خاتمہ کر دیا ہو۔

اے ابنِ خرشہ! تم نے اچانک خنجر پھینک کر ہمارے ایک ساتھی کا خاتمہ تو کر دیا ہے پر یہ خاتمہ تیرے لیے مہنگا اور تکلیف دہ ضرور ہو گا۔ اس لیے کہ جب ہم اپنی تلواریں سونت کر تم پر حملہ آور ہوں گے تو تم صحرا کے اس حصّے میں اپنے رب سے دعائیں مانگو گے۔ اے کاش یہ وقت دیکھنے سے پہلے تمہیں موت آ گئی ہوتی۔ یا دومۃ الجندل سے تبوک تک کا یہ سفر سو برسوں میں تبدیل ہو کر رہ گیا ہوتا۔

اے ابنِ خرشہ! دیکھ ہم دونوں تجھ پر حملہ آور ہوتے ہیں پھر تم پر ثابت کرتے ہیں کہ ہم سے ٹکرانا کیسا مشکل اور کیسا دشوار ہے۔

سماک بن خرشہ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔" اے شیطان کے ساتھیو! قسم مجھے اپنے ربِ قدیر کی میں تمہارے لیے موت کی سعی و علامت بن جاؤں گا۔ ان صحراؤں کے اندر میں تمہارے لیے مرگ کی ایک امتیازی صفت ثابت ہوں گا۔ سنو! میں پگھلی چاندی بن کر تمہارے دلوں میں اتروں گا۔ اُفق تا اُفق تمہارے لیے موت



کا پیغام لکھوں گا اور اپنی تلوار کی ضربوں سے تمہاری زندگی کی گراں زنجیروں کو کاٹوں گا۔ تمہارے دل میں پھیلی آورش کی مستی دھو ڈالوں گا۔ تمہارے ظلم کی تشہیر کو سمیٹوں گا اور تمہارے جسم کے اندر گردش کرتے خون کو وقت کی دھول میں اڑا کر رکھ دوں گا۔ آگے بڑھ کر مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کرو۔ پھر دیکھو میں کیسے تمہارے شعور اور لاشعور میں دھواں دھواں بھر کر رکھ دیتا ہوں۔

سماک کے اس چیلنج پر وہ دونوں اپنی تلواریں لہراتے ہوئے اور ایک دوسرے کی طرف سوالیہ کیفیت میں دیکھتے ہوئے آگے بڑھے تھے لیکن سماک ان سے بھی زیادہ برق رفتاری سے بڑھ کر کام کر رہا تھا۔

اس موقع پر اس کی نگاہوں میں امڈتے سراب قاتل صداؤں کی صورت اختیار کر گئے تھے۔ پھر وہ بے نوا لبوں کی ہر نئی سوچ کی ایجاد اور تاسف کی تاریکی کی طرح حرکت میں آیا اور کرب کے لامتناہی سلسلے کی طرح وہ ان دونوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اپنے پہلے ہی چند حملوں میں سماک نے ان میں سے ایک کو موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا تھا اور جب اس نے ایسا کیا تو تیسرے اور آخری ساتھی نے فوراً اپنی تلوار اور ڈھال زمین پر پھینک دی اور اپنے ہاتھ ہوا میں بلند کرتے ہوئے اور ریت پر بیٹھتے ہوئے اس نے نہایت عاجزی اور انکساری میں سماک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

" اے ابن خرشہ! میں نے تمہارے جنگ کرنے اور لڑنے کا انداز دیکھ لیا ہے۔ قسم خداوند کی میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ میں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا لہٰذا میں تم سے امن اور رحم کی بھیک مانگتا ہوں۔ یہ دیکھو میں نے اپنی تلوار اور اپنی ڈھال بھی تمہارے سامنے پھینک دی ہے۔ اب میں تمہارے لیے بے ضرر ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ مجھے امان دے دو اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کے لیے میں تمہارے سامنے آنے کی کوشش نہ کروں گا۔"

سماک تھوڑی دیر کھڑا ہو کر اس کی طرف غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے اسے مخاطب کر کے کہا۔" اگر ایسا ہے تو سن! میرا نام سماک بن خرشہ ہے اور میں مدینہ

کا رہنے والا ہوں۔ اگر تُو وعدہ کرے کہ آئندہ آنے والے دنوں میں تُو مجھے عدیم بن ساعدہ کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتا رہے گا تو میں تمہیں معاف کرنے کے لیے تیار ہوں اور یہ بھی کہو کہ تمہارا نام کیا ہے؟"

اس پر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میرا نام نذار بن الیاس ہے۔ میں بنو ذبیان سے ہوں۔ اس عدیم بن ساعدہ نے چھ ہزار دینار کے عوض تمہیں قتل کرنے پر ہمیں آمادہ کیا تھا اور سنو میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں بغیر کسی معاوضہ کے تمہیں اس عدیم بن ساعدہ کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتا رہونگا۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو تجھے اختیار ہوگا کہ تُو میری گردن کاٹ دے۔"

اس نذار بن الیاس کی یہ گفتگو سننے کے بعد سماک نے فیصلہ کن انداز میں کہا اگر ایسا ہے تو پھر سنو، تم اُٹھ کر اپنے اونٹ پر سوار ہو اور اپنے ساتھ ان دونوں اونٹوں کو بھی ہانک کر لے جاؤ۔ پہلے اپنی بستی کی طرف جاؤ۔ پھر وہاں پر ان دونوں اونٹوں کو چھوڑ کر پھر تم عدیم بن ساعدہ کی طرف جاؤ اور اسے بتاؤ کہ تم لوگوں نے سماک بن خرشہ کو قتل کر کے صحرا کے اندر دفن کر دیا ہے۔

اور ایسا کہہ کر تم اپنی چھ ہزار دینار کی رقم لے کر اپنی بستی کی طرف لوٹ جانا اور پھر کبھی کبھی اس عدیم بن ساعدہ کی طرف چکر لگانا اور جو کچھ اس کے رویے میں اور کیفیت میں تبدیلی ہو تم مجھے مدینہ آکر اس کی اطلاع کرتے رہنا اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو کسی اچانک اور طوفانی رات میں بنو ذبیان کی بستی میں داخل ہوں گا اور تمہارے گھر میں داخل ہو کر تمہارا گلا کاٹ کر رکھ دوں گا۔"

اس پر نذار بن الیاس نے اسے تاکیدی انداز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم فکر نہ کرو۔ میں نے جو وعدہ کیا ہے قسم مجھے ابنِ مریمؑ کی میں ضرور اسے نبھا کر رہوں گا۔"

اس پر سماک نے کہا۔ "اگر ایسا ہے تو پھر اپنے اُونٹ پر سوار ہو اور دوسرے دونوں اُونٹوں کو ہانکتے ہوئے یہاں سے کُوچ کر جاؤ۔"

وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا، اپنی تلوار اور ڈھال اس نے سنبھالی۔ پھر وہ اپنے اُونٹ



پر سوار ہوا اور دوسرے دونوں اونٹوں کو اپنے آگے ہانکتا ہوا وہ واپس جا رہا تھا جب کہ سماک بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور پھر وہ مدینہ کے رُخ پر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا رہا تھا۔

سرما کا سورج جلتے بجھتے لمحوں کے خاموش الاؤ کی طرح طلوع ہوا تھا۔ سوختہ جان لمحے صداؤں کی رواں دواں موج میں تبدیل ہونے لگے تھے۔ جب کہ رات بھر کی چپ اور خاموشی کی راکھ میں روشن لکیریں رقص کرنے لگی تھیں۔

سورج ہر شے پر اپنی چاہت بھری اور میٹھی دھوپ چھڑکتا ہوا مٹی کے کورے برتن جیسے جسموں کی رگ رگ میں سنسنی پھیلانے لگا تھا۔ سورج کی روشنی نے مجہول، معروف اور نامعلوم کو معلوم میں تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔

سماک بن خرشہ صبح کا کھانا کھا کر فارغ ہوا ہی تھا کہ اس کے بیرونی دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔ انگوچھے سے اپنے ہاتھ صاف کرنے کے بعد سماک نے آگے بڑھ کر جب اپنی حویلی کا بیرونی دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا دروازے پر بنو غطفان کا اس کا پرانا دوست نعیم بن مسعود اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا۔

اسے دیکھتے ہی سماک تیزی سے آگے بڑھا اور والہانہ انداز میں اس نے نعیم بن مسعود کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے بے پناہ خوشی کے اظہار میں پوچھا۔

"اے ابنِ مسعود آج صبح ہی صبح کیسے آنا ہوا۔"

اس پر نعیم بن مسعود کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ سماک نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ "میں بھی کتنا احمق اور بے وقوف ہوں لاؤ اِدھر



میں تمہارے گھوڑے کو اندر باندھتا ہوں اور پھر دیوان خانے میں بیٹھ کر تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں"۔

اس کے ساتھ ہی سماک نے نعیم بن مسعود کا گھوڑا گھر کے اندر باندھا۔ پھر اس نے دیوان خانے کا دروازہ کھول کر نعیم کو وہاں بٹھایا۔ اس کے بعد وہ اس کے لیے کھانے کے برتن اٹھا لایا اور کھانا نعیم کے سامنے رکھتے ہوئے اس نے کہا "یقیناً تم صبح کا کھانا گھر سے کھا کر نہیں آئے ہو گے اور اگر کھا کر بھی آئے ہو تب بھی اب یہ میرے ہاں کا کھانا بھی تمہیں کھانا ہو گا"۔

سماک کی اس گفتگو پر نعیم بن مسعود کے لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ کچھ کہے بغیر کھانا کھانے لگا تھا جب کہ سماک اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ جب نعیم بن مسعود کھانا کھا چکا تو خالی برتن اٹھا کر سماک باہر رکھ آیا۔ پھر دوبارہ وہ اس کے سامنے آ کر بیٹھا اور پوچھا۔

"اے ابن مسعود! اب بتاؤ کیسے اور کس مقصد کے تحت اِدھر آنا ہوا۔ کیوں کہ میں جانتا ہوں تم بغیر کسی کام کے گھر سے نکلنے والے شخص نہیں ہو"۔ ا

اس پر نعیم بن مسعود فوراً سنجیدہ ہو گیا اور سماک کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا "اے ابودجانہ! میں جانتا ہوں، تو نے ان دِنوں اپنا کھوجی کا کام ترک کر رکھا ہے۔ لیکن ایک افتاد ایسی آن پڑی ہے کہ ایک جگہ پر تمہیں اپنے اس فن کا مظاہرہ کرنا ہو گا"۔ اس پر سماک نے تشویش بھرے انداز میں پوچھا۔ "کیا تمہارے ہاں کوئی چوری ہو گئی ہے یا کوئی حادثہ تمہارے ساتھ پیش آ گیا ہے"۔

اس پر نعیم بن مسعود بولا اور کہا۔ "اے ابودجانہ! بنو خزاعہ میں میرا ایک دوست طفیل بن عامر ہے۔ یہ شخص اسلام قبول کر چکا ہے اور میرے اور اس کے تعلقات بھائیوں جیسے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ بنو خزاعہ میں سے بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں اور اس طفیل بن عامر سے میرے تعلقات اسلام قبول کرنے سے بھی پہلے سے ہیں۔ گزشتہ کچھ دن ہوئے میرے اس دوست طفیل بن عامر کے دو اونٹ کسی نے چرا لیے ہیں اور ان

دلّد اونٹوں ہی سے وہ اپنی روزی کماتا تھا اور گزر بسر کرتا تھا۔ ان اونٹوں کا کھُرا محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اب مَیں تمہاری خدمات حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں تاکہ تم میرے ساتھ چلو اور بنوخزاعہ کے میرے دوست طفیل بن عامر کے اُونٹ تلاش کرنے میں ہماری مدد کرو اور مجھے اُمید ہے کہ تم طفیل بن عامر کے اُونٹ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

نعیم بن مسعود کی گفتگو سُننے کے بعد سماک بن خرشہ نے بڑی نرمی اور ملائمت سے کہا: "اے ابن مسعود! تم میرے بھائی اور عزیز دوست ہو۔ تم کوئی کام کہو اور مَیں انکار کر دوں، یہ ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا مَیں ابھی اور اسی وقت تمہارے ساتھ مکّہ کی طرف کُوچ کرنے کو تیار ہوں۔ تاکہ بنوخزاعہ کے تمہارے دوست طفیل بن عامر کے اُونٹ تلاش کیے جا سکیں تم تھوڑی دیر یہاں بیٹھو، مَیں اپنا گھوڑا تیار کر لوں۔" اس کے بعد یہاں سے کُوچ کرتے ہیں۔

پھر سماک اُٹھ کر ربیطہ کی طرف آیا۔ پُورے حالات سے اسے آگاہ کیا اس کے بعد اس نے اپنا لباس تبدیل کر کے اپنا جنگی لباس پہنا۔ گھوڑے پر اس نے زین ڈالی اور ربیطہ کو وہ الوداع کہتا ہوا بنوغطفان کے نعیم بن مسعود کے ساتھ وہاں سے مکّہ کی طرف کُوچ کر گیا تھا۔

○

ایک روز صبح ہی صبح سماک بن خرشہ اور نعیم بن مسعود مکہ کے قریب بنوخزاعہ کے دتیر نام کے چشمہ کے پاس نمودار ہوئے وہاں دونوں نے اپنے گھوڑوں کو پانی پلایا پھر وہ بنوخزاعہ کی بستی میں داخل ہوئے۔ آخر ایک مکان کے سامنے نعیم بن مسعود رکا اور پھر اپنے گھوڑے سے نیچے اُتر کر اس نے دروازے پر دستک دے دی۔

ایک جوان نے دروازہ کھولا اور اس موقع پر نعیم بن مسعود نے سماک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "یہ جوان جس نے دروازہ کھولا ہے یہ میرا دوست طفیل بن عامر ہے" اور اس کے ساتھ ہی نعیم بن مسعود نے طفیل بن عامر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابنِ عامر! یہ میرے ساتھ مدینہ کے سماک بن خرشہ ہیں اور مجھے اُمید ہے کہ یہ تیرے دونوں گم شدہ اونٹوں کو ڈھونڈ نکالیں گے۔"

سماک بن خرشہ کا نام سُن کر طفیل بن عامر خوش ہو گیا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے



پُرجوش انداز میں باری باری نعیم بن مسعود اور سماک بن خرشہ سے مصافحہ کیا۔ پھر دونوں کو اس نے اپنے دیوان خانے میں بٹھانے کے بعد ان دونوں کے گھوڑوں کو باندھ کر چارہ ڈال دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے ان دونوں کو صبح کا کھانا کھلایا اور جب وہ کھانا کھا چکے تب نعیم بن مسعود نے سماک بن خرشہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے ابودجانہ! اگر تم تھکاوٹ محسوس نہ کر رہے ہو تو کیا ہم ابھی اور اسی وقت سے اپنے کام کی ابتدا نہ کر دیں۔"

اس پر سماک اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہُوا اور نعیم بن مسعود کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے ابنِ مسعود! تم نے میرے دل کی بات کی ہے۔ پہلے مجھے دونوں اونٹوں کے کُھرے دکھاؤ جو تم نے محفوظ کیے ہیں۔"

اس پر طفیل بن عامر اور نعیم بن مسعود اسے دیوان خانے سے نکال کر مکان کے صحن میں لے گئے۔ وہاں لکڑی کے کھونٹوں کے اردگرد کچی مٹی کے ٹوٹے ہوئے برتن رکھ کر اونٹوں کے کھروں کو محفوظ کیا گیا تھا۔

طفیل بن عامر نے آگے بڑھ کر برتنوں کے وہ ٹوٹے ہوئے ٹکڑے ہٹائے اور پھر سماک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "یہ میرے چوری ہونے والے دونوں اونٹوں کے کُھرے ہیں۔"

سماک کافی دیر تک وہاں کھڑا ہو کر اونٹوں کے ان کھروں کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نعیم بن مسعود اور طفیل بن عامر کی طرف دیکھتے ہوئے استفہامیہ انداز میں پُوچھا۔

"کیا تم ابھی میرے ساتھ کُوچ کرنے کو تیار ہو، مَیں دونوں اونٹوں کے کھروں کو بغور دیکھ چکا ہوں اور ان کا نقشہ مَیں مکمل طور سے اپنے ذہن میں بٹھا چکا ہوں۔ اور مجھے اُمید ہے کہ مَیں انہیں تلاش کرنے میں بہت جلد کامیاب ہو جاؤں گا۔"

اس پر طفیل بن عامر نے بولتے ہوئے کہا: "میرے عزیزو! تم دونوں تھوڑی دیر کے لیے دیوان خانے میں بیٹھو۔ اتنی دیر تک مَیں اپنے گھوڑے پر زین ڈالنے کے بعد

اور زادِ راہ لے کر تیار ہوتا ہوں ۔ پھر یہاں سے کوچ کرتے ہیں ۔"

نعیم بن مسعود اور سماک بن خرشہ دونوں پھر دیوان خانے میں آکر بیٹھ گئے تھے ۔

جب کہ طفیل بن عامر نے اپنے علاوہ نعیم بن مسعود اور سماک بن خرشہ کے لیے بھی زادِ راہ تیار کروایا پھر اس نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی ، زادِ راہ پانی کا مشکیزہ اور دوسری ضروری اشیاء اس نے گھوڑے کے ساتھ باندھے پھر اپنے علاوہ سماک بن خرشہ اور نعیم بن مسعود کا گھوڑا بھی پکڑ کر باہر گلی میں لایا اور اس کے بعد اس نے دیوان خانے کی طرف منہ کرتے ہوئے بلند آواز میں پکارا ۔" اے ابنِ مسعود آؤ اب یہاں سے کوچ کریں ۔"

اس کے ساتھ ہی نعیم بن مسعود اور سماک بن خرشہ دونوں دیوان خانے سے باہر نکل آئے تھے ۔ تھوڑی دیر تک حویلی کے سامنے والے حصے میں سماک اونٹوں کے کھُرے تلاش کرتا رہا اور ایسا کرنے میں اُسے وہاں کچھ وقت لگ گیا ۔ پھر اس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔" اے ابنِ مسعود ! ، اے ابنِ عامر ! خوش ہو جاؤ ، میں اس مکان کے سامنے دونوں اُونٹوں کے کھُرے تلاش کر چکا ہوں اور اب وہ جس طرف بھی جاتے ہیں ، میں تیزی سے ان کا تعاقب کر سکوں گا ۔"

پھر سماک ان کھروں کے تعاقب میں آگے بڑھنے لگا جب کہ ابنِ مسعود اور طفیل بن عامر تینوں گھوڑوں کی باگیں پکڑے سماک کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے ۔

سماک بڑی تیزی سے دونوں اُونٹوں کے کھروں کو تلاش کرتا ہوا بنو بکر کی بستیوں کے قریب جا پہنچا تھا ۔ ابنِ مسعود نے یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ بنو بکر کی بستی کے قریب پہنچ گئے ہیں، سماک بن خرشہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

" اے ابنِ خرشہ رُک جاؤ ، میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں ، تم اونٹوں کا کھُرا تلاش کرنے میں کامیاب ہوئے ہو ۔ اب اس سے آگے بڑھنا مناسب نہیں ہے اس لیے کہ تم جانتے ہو بنو خزاعہ اور بنو بکر کی پرانی دشمنی ہے اور اگر کسی نے ہمیں دیکھ لیا کہ ہم کھُرا تلاش کرتے ہوئے بنو بکر کی بستی کی طرف آ رہے ہیں اور ہمارے ساتھ بنو خزاعہ کا طفیل بن عامر بھی ہے تو یہ لوگ طفیل بن عامر کے ساتھ ساتھ ہم دونوں پر بھی حملہ آور



ہو کر ہمیں نقصان پہنچائیں گے ۔ لہٰذا تم دونوں یہیں رُک کر میرا انتظار کرو ۔ جب کہ میں بنو بکر کی بستی کی طرف جاتا ہوں ۔ کیوں کہ بنو بکر کی اس بستی میں میرا ایک دوست ہے اس کا نام ابو فراش ہے ۔ میری طرح وہ بھی میرے ساتھ مسلمان ہو گیا تھا اور چونکہ بنو بکر ابھی تک مشرک ہی ہیں لہٰذا اس ابو فراش نے اپنے اسلام لانے کے معاملے کو میری طرح خفیہ ہی رکھا ہوا ہے ۔ میں اس ابو فراش کے پاس جاتا ہوں اور اس سے اطلاعات حاصل کرتا ہوں ۔ کہ کیا طفیل بن عامر کے اُونٹ اس کی بستی میں تو نہیں آئے ۔"

سماک بن خرشہ نے نعیم بن مسعود کی اس تجویز کو پسند کرتے ہوئے کہا ۔" اے ابنِ مسعود ! تم ٹھیک کہتے ہو ۔ بنو خزاعہ اور بنو بکر میں پُرانی اور قدیم دشمنی ہے ۔ اس بنا پر مجھے خدشہ ہے کہ یہ لوگ کہیں طفیل بن عامر پر حملہ آور ہی نہ ہو جائیں ۔ سو تم بنو بکر کی بستی کی طرف جاؤ جب کہ میں اور طفیل بن عامر دونوں یہاں رُک کر تمہارا انتظار کرتے ہیں ۔" اس کے ساتھ ہی نعیم بن مسعود اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگا کر بنو بکر کی اس بستی کی طرف دوڑا دیا تھا جب کہ سماک بن خرشہ اور طفیل بن عامر دونوں وہاں رُک کر اور اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے انتظار کرنے لگے تھے ۔

○

نعیم بن مسعود بنو بکر کی بستی میں داخل ہونے کے بعد ایک مکان کے سامنے رُک گیا پھر اپنے گھوڑے سے وہ اُترا اور اس مکان کے دروازے پر اس نے دستک دی تھی ۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک جوان نے دروازہ کھولا اور اپنے گھر کے سامنے نعیم بن مسعود کو کھڑے دیکھ کر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور نعیم بن مسعود کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اس نے بڑی خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ۔" اے ابنِ مسعود ! خیریت تو ہے آج تمہارا میری بستی کی طرف آنا کیسے ہوا ۔"

اس پر ابنِ مسعود نے اس جوان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔" اے ابو فراش میں ایک انتہائی ضروری اور اہم کام کے سلسلے میں تمہارے پاس آیا ہوں ۔"

اس کے بعد ابنِ مسعود اپنا منہ ابنِ فراش کے کان کے پاس لے گیا اور رازدارانہ

انداز میں کہا۔ "اے ابو فراش میں علیحدگی اور تنہائی میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں"۔

اس پر ابو فراش اس سے علیحدہ ہوا پہلے اس نے اپنے مہمان خانے کا دروازہ کھولا پھر ابن مسعود کا گھوڑا لے کر اس نے گلی میں ٹھکے ہوئے کھونٹوں میں سے ایک کے ساتھ باندھ دیا پھر اس کے بعد وہ ابن مسعود کو لے کر اپنے مہمان خانے میں داخل ہوا اور اسے اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "اے ابن مسعود! اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں تمہاری طرف سے فکر مند ہو گیا ہوں۔ کہیں تمہارے قبیلے والوں کو تمہارے اسلام قبول کرنے کی خبر تو نہیں ہو گئی اور وہ تمہارے خلاف حرکت میں آ گئے ہیں۔

اے میرے عزیز بھائی! اگر ایسا ہے تو تم ایسے حالات میں میرے ہی گھر قیام کر سکتے ہو۔ آخر میں ایک مسلمان کی حیثیت سے تمہارا دینی بھائی ہوں۔ اس موقع پر اگر میں تمہاری مدد نہیں کروں گا تو اور کون اس آڑے وقت کام آئے گا۔ لہٰذا اگر یہ معاملہ ہے تو قسم مجھے کعبہ کے رب کی تم اگر ساری زندگی بھی کچھ کام دھندہ کیے بغیر میرے گھر میں گزارنا چاہو تو میں بخوشی ایسے کرنے کی اجازت دوں گا اور تمہارے سارے اخراجات بھی برداشت کروں گا"۔

ابن ابو فراش کی گفتگو سن کر نعیم بن مسعود کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ پھر اس نے بڑے پیار اور شفقت کے سے انداز میں ابو فراش کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اے ابو فراش! تمہاری گفتگو نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ یقیناً ایک مسلمان بھائی کا دوسرے مسلمان کے ساتھ ایسا ہی سلوک اور رویہ ہونا چاہیے۔ میں تمہارے ان جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن اے میرے بھائی! نہ تو میرے قبیلے میں کسی کو یہ خبر ہوئی ہے کہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں، نہ ہی میرا قبیلے والوں سے جھگڑا ہوا ہے۔ میں تو ایک اور ہی کام کے سلسلے میں تمہارے پاس آیا ہوں"۔

ابن مسعود کی یہ گفتگو سن کر ابو فراش کے چہرے پر اطمینان کی لہریں بکھر گئی تھیں۔ پھر اس نے قدرے خوشگوار انداز میں پوچھا۔ "پھر کہو، تم کس کام کے لیے میرے پاس آئے ہو"۔ اس پر ابن مسعود نے بڑے رازدارانہ انداز میں کہنا شروع کیا۔



"اے ابو فراش! میری بات غور سے سنو اور دھیان رکھنا کہ تمہارے قبیلے بنو بکر میں کون ایسا شخص ہے کہ جو چوری کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ سنو! میرے بھائی! بنو خزاعہ کا ایک شخص طفیل بن عامر ہے۔ یہ نوجوان ہے اور اسلام قبول کر چکا ہے۔ لہٰذا یہ میرا اور تمہارا دونوں کا دینی بھائی بھی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی مالی حالت بھی ان دنوں درست نہیں ہے اور وہ غریب ہے۔

اس طفیل بن عامر کے دو اونٹ تھے جنہیں کسی نے چرا لیا ہے۔ یہ طفیل بن عامر میرا پرانا جاننے والا ہے۔ مجھے جب اس کے اونٹوں کی چوری کا علم ہوا تو میں اس کے پاس آیا۔ اس کے بعد میں مدینۃ النبیؐ گیا۔ وہاں سے میں ایک نوجوان سماک بن خرشہ کو بلا کر لایا۔ یہ سماک بن خرشہ ایک بہترین کھوجی اور عمدہ ترین انسان اور دوست بھی ہے۔

ابو فراش نے فوراً ابن مسعود کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ وہی سماک بن خرشہ تو نہیں جس نے بدر احد اور دوسرے غزوات میں کار ہائے نمایاں انجام دیے تھے اور احد کے غزوہ میں حضورؐ نے اسے اپنی تلوار عنایت کی تھی"۔

ابن مسعود نے خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ ہاں۔ اے ابو فراش! یہ وہی سماک بن خرشہ ہے۔ اس کی کنیت ابو دجانہ ہے۔ یہ میرے بہترین دوستوں میں سے ہے اور میں اسے ہی اپنے ساتھ لے کر بنی خزاعہ کی طرف گیا۔ اس نے طفیل بن عامر کے گم شدہ اونٹوں کا کھوج لگانا شروع کیا اور وہ ان اونٹوں کا کھرا تلاش کرتے ہوئے تمہاری بستی تک آن پہنچا ہے۔

اس وقت سماک بن خرشہ اور طفیل بن عامر تمہاری بستی سے باہر ایک جگہ کھڑے ہوئے ہیں۔ میں انہیں اپنے ساتھ اس لیے لے کر نہیں آیا کہ مجھے خدشہ تھا کہ بنو خزاعہ کے طفیل بن عامر کو تمہارے قبیلے کے بہت سے لوگ جاننے والے ہوں گے۔ چونکہ بنو بکر اور بنو خزاعہ کی پرانی دشمنی چلی آ رہی ہے لہٰذا تمہارے قبیلے کی طرف سے مجھے طفیل بن عامر کی جان کا خطرہ تھا۔ اس لیے میں طفیل بن عامر کو تمہاری بستی کے باہر سماک بن خرشہ کے پاس چھوڑ آیا ہوں"۔

ابو فراش نے بے انتہا خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابن مسعود! تم نے اچھا کیا کہ تم سماک بن خرشہ کو اپنے ساتھ لے کر آئے ہو۔ قسم خداوندی کی ایسے مجاہد کو تو دیکھ لینا بھی ایک سعادت ہے۔ کاش تم اسے میرے گھر لے کر آتے اور میں اس کی خدمت کرتا۔ کاش وہ اس وقت تمہارے ساتھ ہوتا اور میں اپنی بساط کے مطابق اس کی مہمان نوازی کرتا۔ بہرحال، اے ابو نعیم جو کچھ تم نے کہنا ہے کہو۔ اس کے بعد میں تمہارے ساتھ بستی سے باہر جا کر سماک بن خرشہ سے ملوں گا۔

اے ابن مسعود! جب میں اس کے جنگی کارنامے سنا کرتا تھا۔ تو میرا دل چاہتا تھا۔ کاش! میں بھی سماک بن خرشہ کے ساتھیوں میں سے ہوتا۔ میرا نام بھی اس کے نام کے ساتھ لیا جاتا اور میں بھی اسی کی طرح جنگوں میں ایک جاں نثار کی طرح اس کا ساتھ دیتا۔ اے ابنِ مسعود ہماری بدبختی کہ ہمارے قبیلوں نے ابھی تک اسلام کی دعوت کو قبول ہی نہیں کیا اور ہم چوری چھپے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی جانوں کو مشرکوں سے چھپائے پھرتے ہیں۔ بہرحال اے ابن مسعود! کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو"۔

اس پر نعیم بن مسعود نے اپنا گلا صاف کیا۔ پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ "اے ابنِ فراش میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنی بستی میں ذرا پتہ کرو کہ یہ اونٹ اگر تمہاری بستی میں آئے ہیں تو کون انہیں لایا ہے اور ہمیں یہ بھی بتاؤ کہ یہ اونٹ اگر تمہاری بستی میں ہیں تو انہیں کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ میں اور سماک بن خرشہ نے ارادہ کر رکھا ہے کہ بنو خزاعہ کے طفیل بن عامر کو اس کے اونٹ ضرور دلا کر رہیں گے۔

تمہاری بستی کا جو بھی شخص یہ اونٹ لایا ہے۔ اگر اس نے سیدھی طرح یہ اونٹ ہمارے حوالے نہ کیے تو پھر ہم ٹیڑھا راستہ بھی اختیار کر لیں گے اور وہ راستہ یہ ہو گا کہ ہم اسے قتل کر دیں گے اور اونٹ اس سے لے جا کر طفیل بن عامر کے حوالے کر دیں گے۔

اس پر ابو فراش اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور نعیم بن مسعود کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ اے ابن مسعود! تم تھوڑی دیر کے لیے بیٹھو۔ میں ذرا بستی سے ہو کر آتا ہوں اور پتہ کرتا ہوں کہ یہ اونٹ اگر ہماری بستی میں آئے ہیں تو کون انہیں لایا ہے اور



اس وقت کس کے پاس ہیں۔ میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔ بہت جلد لوٹ آؤں گا"۔ اس کے ساتھ ہی ابو فراش اپنے مہمان خانے سے باہر نکل گیا تھا اور نعیم بن مسعود وہیں بیٹھ کر اس کا انتظار کر رہا تھا۔

○

ابو فراش جلد ہی لوٹ آیا اور نعیم بن مسعود کو زیادہ دیر وہاں بیٹھ کر انتظار نہ کرنا پڑا۔ جونہی ابو فراش مہمان خانے میں داخل ہوا نعیم بن مسعود نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "اے ابو فراش کچھ اونٹوں کا پتہ چلا"۔

ابو فراش اس کے پاس بیٹھتا ہوا بولا۔ "میں ساری تفصیل حاصل کرنے کے بعد ہی لوٹ رہا ہوں"۔

"سنو! اے ابن مسعود! بنو بکر کا ایک شخص بلید بن ثابت بنو خزاعہ کے طفیل بن عامر کے دونوں اونٹ چرا کر لایا ہے۔ مجھے پہلے ہی اس پر شک تھا لیکن پختہ کام کرنے کے بعد تمہارے سامنے اس کا نام لینا چاہتا تھا۔ اس لیے کہ یہ شخص ایسے کام کرنے کا پرانا عادی ہے اور چوری اس نے پیشے کے طور پر اپنا رکھی ہے۔

طفیل بن عامر کے دونوں اونٹ ابھی بلید بن ثابت کے پاس ہی ہیں ابھی اس نے انہیں بیچا نہیں ہے اور میں اس سے متعلق یہ بھی تفصیل لے کر آیا ہوں کہ بنو بکر کا یہ بلید بن ثابت ان دنوں وادی القریٰ کی طرف گیا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ اس کے دو ساتھی حرب بن رقیون اور نفیلہ بن نمر بھی وادی القریٰ کی طرف گئے ہوئے ہیں۔

ان تینوں کے اس سال معمول کی نسبت زیادہ جَو ہوئے ہیں۔ یہ اپنے جَو لاد کر وادی القریٰ کی طرف گئے ہوئے ہیں اور وہاں جَو بیچ کر ان سے وہ وہاں سے اپنی ضرورت کا دیگر سامان خرید کر لائیں گے اور جو دو اونٹ طفیل بن عامر کے ہیں۔ ان دونوں اونٹوں پر جَو لاد کر وہ وادی القریٰ کی طرف جا چکا ہے۔ اے ابن مسعود! اب بولو میں مزید تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں"۔

یہ انکشاف سننے کے بعد نعیم بن مسعود اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے

ابو فراش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے ابو فراش! میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے مجھے اس قدر قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ بخدا جس کام کے لیے میں تمہاری بستی میں داخل ہوا تھا تم نے میرا وہ کام کر دکھایا ہے۔ اب میں واپس بستی سے باہر کھڑے سماک بن خرشہ اور طفیل بن عامر کے پاس جاتا ہوں اور اس سلسلے میں ان سے مشورہ کرتا ہوں کہ اب ہمیں مزید کیا کرنا چاہیے۔"

نعیم بن مسعود کے خاموش ہونے پر ابو فراش بولا اور کہا "اے ابن مسعود! تم میرے دینی بھائی ہو۔ تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چلو میرے ساتھ میں تمہارے ساتھ اس جگہ چلتا ہوں جہاں تم سماک بن خرشہ اور طفیل بن عامر کو کھڑا کر آئے ہو۔ میں اُن دونوں سے ملوں گا۔ میرا خیال ہے کہ میں بنو خزاعہ کے طفیل بن عامر کو بھی جانتا ہوں گا۔ کیونکہ یہ نام میرے ذہن میں مدھم مدھم یاد کی طرح اُبھر رہا ہے بہر حال چلو میں سماک بن خرشہ سے تو ملنا چاہتا ہوں اور پھر دیکھتا ہوں کہ تم تینوں بلید بن ثابت سے اپنے اونٹ لینے کا کیا لائحہ عمل اختیار کرتے ہو۔"

اس کے ساتھ ہی نعیم بن مسعود اور ابو فراش دونوں مہمان خانے سے نکلے پھر دونوں گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس سمت جا رہے تھے۔ جہاں نعیم بن مسعود، سماک بن خرشہ اور طفیل بن عامر کو کھڑا کر کے آیا تھا۔

جب وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں سماک بن خرشہ اور طفیل بن عامر کھڑے تھے تو انہوں نے اپنے گھوڑوں کو روکا۔ پھر دونوں نیچے اُتر کر کھڑے ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی ابو فراش نے طفیل بن عامر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس طفیل بن عامر کو تو میں جانتا ہوں کہ اس کا تعلق بنو خزاعہ سے ہے۔"

جواب میں طفیل بن عامر نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں بھی تمہیں جانتا ہوں کہ تم بنو بکر کے ابو فراش ہو۔"

اس پر ابو فراش نے آگے بڑھ کر طفیل بن عامر سے پُر جوش مصافحہ کیا۔ اس



کے بعد نعیم بن مسعود نے سماک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابو فراش سے کہا۔ "اے ابو فراش! اس جوان سے ملو۔ یہ مدینہ کے سماک بن خرشہ ہیں۔"

ابو فراش تھوڑی دیر تک بڑی عقیدت مندی کے ساتھ سماک بن خرشہ کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر آگے بڑھ کر پہلے وہ سماک سے گلے ملا۔ پھر اس کی پیشانی چومتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے ابو دجانہ! تجھے دیکھ لینا ہی میرے لیے ایک بہت بڑی سعادت اور ایک بڑا انعام ہے۔ جنگوں میں تمہاری شجاعت اور تمہاری معرکہ آرائی کے چرچے پوری حجاز کی سرزمین میں پھیلے ہوئے ہیں۔

کاش میرا قبیلہ بھی اسلام قبول کر چکا ہوتا اور میں تمہیں اپنے گھر میں مہمان ٹھہرا کر ایک منادی کی طرح پوری بستی کے اندر یہ اعلان کرتا کہ لوگو! سنو! مدینہ کا سماک بن خرشہ میرے ہاں مہمان ہے اور مجھے اس کی مہمان نوازی پر فخر ہے اور انبساط ہے۔ پر ہائے حیف! میرا قبیلہ تو ابھی تک مشرک کا مشرک ہے لیکن مجھے اُمید ہے کہ وہ دن دُور نہیں جب بنو خزاعہ اور بنو بکر جو اس وقت ایک دوسرے کے بدترین دُشمن ہیں۔ دونوں ہی ایک روز اسلام کی روشنی میں داخل ہو کر ایک دوسرے کے بھائی بن کر زندگی بسر کریں گے۔"

ابو فراش خاموش ہوا تو نعیم بن مسعود نے پھر اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابو فراش! اب جب کہ تم بنو خزاعہ کے طفیل بن عامر کو جانتے ہی ہو اور یہ تم سے بھی واقف ہے تو پھر تم خود ہی اس سے کہو کہ اس کے اونٹ کون لایا ہے اور اس وقت اس کے اُونٹ کہاں ہیں۔ ابو فراش آگے بڑھا اور طفیل بن عامر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اُس نے بڑی شفقت سے کہا۔

"اے ابن عامر! میرے دینی بھائی! تمہارے دونوں اُونٹ ہمارے قبیلے کا ایک جوان بلید بن ثابت لے کر آیا ہے۔ تم اُسے ضرور جانتے ہو گے اس لیے کہ وہ پیدائشی چور ہے۔ چوری کرنا اس کا پیشہ ہے اور ان دنوں وہ جو بیچنے کے لیے اپنے دو ساتھیوں حرب بن رقیون اور نفیلہ بن نمر کے ساتھ وادی القریٰ کی طرف گیا ہوا ہے۔

میرے خیال میں اگر تم لوگ اُس سے اُونٹ حاصل کرنا چاہتے ہو تو تم وادی القریٰ کی طرف چلے جاؤ۔ اس سے اُونٹ حاصل کرنے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔ اس لیے کہ وادی القریٰ کی طرف گئے ہوئے اُسے ایک یا دو روز ہوئے ہیں اور وہ میرے خیال میں ابھی چند دن اور وادی القریٰ میں ٹھہرے گا۔ اس دوران تم وادی القریٰ میں پہنچ کر اُس سے نمٹ سکتے ہو اور اگر وہ اُونٹ دینے سے انکار کرے تو اس کا خاتمہ کر دو۔ اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دو کہ بلید بن ثابت کو کس نے قتل کر دیا اور اس کے دونوں ساتھی حرب بن رقیون اور نفیلہ بن نمر اس کی مدد کرنا چاہیں تو ان دونوں کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دو۔ کیوں کہ وہ دونوں بھی بلید کی طرح بدقماش، اُچکے، جواباز، شرابی اور زانی ہیں۔

ابوفراش کے خاموش ہونے پر طفیل بن عامر بولا اور کہا۔ ”اے ابوفراش! تم ٹھیک کہتے ہو۔ اگر میرے اُونٹ تمہارے قبیلے کے بلید بن ثابت نے چرائے ہیں تو میں اس بلید بن ثابت کو تو خوب جانتا اور پہچانتا ہوں۔ میں اس سے نمٹنے کے لیے ضرور وادی القریٰ کا رُخ کروں گا۔

اے ابوفراش! میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے ہمیں اس قدر معلومات فراہم کرنے کی زحمت اُٹھائی۔

ابوفراش نے فوراً اس کی بات کاٹتے ہوئے بڑی عاجزی اور بڑی انکساری میں کہا۔ ”اے ابن عامر! تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ میں نے تمہاری خاطر کون سی زحمت اور تکلیف اُٹھائی ہے۔ واللہ! میں نے تو تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔ تم دیکھتے ہو کہ ہم چاروں مسلمان ہیں اور مسلمان ایک دوسرے کا بھائی ہوتا ہے اور بھائی کے لیے تو جان اور خون کی قربانی اور نذرانہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ میں نے تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔ جس کے لیے تم میرے ممنون ہو۔

بہرحال یہ ایک بہترین موقع ہے کہ ان دنوں بلید بن ثابت بستی سے باہر ہے لہٰذا باہر ہی باہر تم اس سے نمٹ کر تم اس سے اپنے اونٹ حاصل کر سکتے ہو۔ اس



پر نعیم بن مسعود نے سماک بن خرشہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”اے ابودجانہ! میرے بھائی تم بھی تو کچھ بولو، تمہارا اس معاملہ میں کیا خیال ہے“۔

سماک بن خرشہ بولا اور کہا۔ ”اے ابن مسعود! میرے بھائی! جو کچھ ابوفراش نے کہا ہے یہ درست ہے۔ ہمیں ابھی اور اسی وقت وادی القریٰ کی طرف کوچ کرنا چاہیے۔ میں، تم اور طفیل بن عامر تینوں وادی القریٰ جائیں گے۔ ہمارے لیے سب سے بڑی آسانی یہ ہے کہ طفیل بن عامر، بلید بن ثابت کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ انہوں نے ضرور وہاں جا کر کسی سرائے میں قیام کیا ہوگا۔

ہم وہاں پر اُن ساری سراؤں کو دیکھیں گے اور ہمیں جب وہ مل جائیں گے تو ہم ان پر کڑی نگاہ رکھیں گے اور جب وہ وادی القریٰ سے کوچ کر کے اپنی اس بستی کا رُخ کریں گے تو راستے میں ہم اُن پر نزول کریں گے اور اُن سے نمٹ کر اُن سے طفیل بن عامر کے دونوں اُونٹ لے لیں گے“۔

اس پر نعیم بن مسعود نے خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”اے ابودجانہ میں تمہارے اس لائحہ عمل سے پوری طرح اتفاق اور تعاون کرتا ہوں“

پھر نعیم بن مسعود نے ابوفراش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اے ابوفراش! اب تم واپس اپنی بستی کی طرف جاؤ جب کہ ہم تینوں وادی القریٰ کی طرف کوچ کریں گے“۔

ابوفراش نے باری باری اُن تینوں سے مصافحہ کیا پھر وہ اپنی بستی کی طرف لوٹ گیا تھا جب کہ نعیم بن مسعود، سماک بن خرشہ اور طفیل بن عامر اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے پھر گھوڑوں کو ایڑ لگا کر وہ وادی القریٰ کی طرف گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

سورج ابھی ابھی مشرق سے طلوع ہوا تھا۔ دھوپ یوں صحرا میں بکھر گئی تھی جیسے آگ کے پاس کھڑی کسی شعلہ رُخ کے رخسار دمک اُٹھے ہوں۔ اُفق تا اُفق موت کے پیغام کی طرح روشنی ہی روشنی بکھر گئی تھی۔ تیز دھوپ کی کرنوں کے تیر سبز درختوں سے ٹکراتے ہوئے کچھ ایسا سماں پیش کر رہے تھے جیسے سبز پتوں پر آگ سی برس رہی ہو۔

ایسے میں سماک بن خرشہ، نعیم بن مسعود اور طفیل بن عامر وادی القریٰ میں داخل ہوئے اور ایک ایک سرائے کے اندر داخل ہو کر انہوں نے بلید بن ثابت اور اس کے دونوں ساتھیوں کو تلاش کرنا شروع کر دیا تھا۔

دو سراؤں کے اندر انہیں ان تینوں کا کوئی سراغ نہ ملا لیکن جب تیسری سرائے میں داخل ہوئے تو طفیل بن عامر نے سرائے میں داخل ہوتے ہی اپنے رومال سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا۔ پھر اُس نے سماک بن خرشہ اور نعیم بن مسعود کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے میرے بھائیو! میرے عزیزو! جس کام کے لیے ہم تینوں نکلے تھے وہ ہو چکا۔ جن تینوں کی ہمیں تلاش ہے وہ اس سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہ اصطبل کے سامنے دیکھو۔ وہ تین آدمی اپنے گھوڑوں کو کھریرا کر رہے ہیں وہ بلید بن ثابت حرب بن رقیون اور نفیلہ بن نمراہی ہیں۔ ان میں سے میں بلید بن ثابت کو تو خوب اچھی طرح جانتا ہوں لیکن اس کے دونوں ساتھیوں کے چہرے بھی میرے لیے شناسا ہیں۔ اب بولو ہمیں کیا قدم اٹھانا چاہیے۔

سماک بن خرشہ اپنا گھوڑا طفیل بن عامر کے قریب لایا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے ابنِ عامر! اب جب کہ تم اپنے دشمنوں کے چہرے پہچان چکے ہو تو ہمارا اوّلین کام اب یہ ہوگا کہ ہم یہ جانیں کہ یہ تینوں اس سرائے میں کب تک ٹھہریں گے اور انہوں نے اگر آج یہاں سے کوچ کرنا ہے تو پھر ہم اس سرائے میں قیام نہیں کریں گے اور اگر چند دن اور یہ یہاں قیام کریں گے تو پھر ہم بھی اس سرائے میں کمرہ لے کر ٹھہر جاتے ہیں اور جب یہ یہاں سے کوچ کریں گے تو پھر ان کے پیچھے پیچھے ہم بھی یہاں سے کوچ کر جائیں گے اور راستے میں ہی ان تینوں کو جالیں گے۔ اب یہ جاننے کے لیے کہ یہ تینوں کب اس سرائے سے کوچ کریں گے۔ میرے ذہن میں ایک بڑا عمدہ طریقہ آیا ہے۔

اس پر نعیم بن مسعود نے چونک کر پوچھا۔ "اے ابو جانہ! اگر تمہارے ذہن میں کوئی طریقہ ہے تو کہو۔"



۔ سماک بن خرشہ ذرا رک کر پھر کہہ رہا تھا۔ "اے میرے دوستو! ایسا کرتے ہیں کہ اس سرائے میں جو لڑکا اصطبل میں کام کرتا ہے۔ اُسے چند سکے دیتے ہیں تاکہ وہ بلید بن ثابت اور اس کے ساتھیوں سے یہ پوچھ کر ہمیں بتائے کہ یہ تینوں کب تک اس سرائے میں قیام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور کب یہ یہاں سے کوچ کریں گے۔ تم دونوں یہیں رُک کر میرا انتظار کرو اور یہ کام میں خود کرتا ہوں"۔

اس کے ساتھ ہی سماک نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اصطبل کے قریب آیا پھر اپنے گھوڑے سے اُتر کر جب وہ اصطبل میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایک لڑکا اصطبل میں بندھے گھوڑوں کو چارہ ڈال رہا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سماک اس لڑکے کے پاس آیا۔ اپنی جیب سے ایک سکہ اس نے نکالا اور اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر وہ سکہ اس کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے میرے عزیز! یہ سکہ تیرا ہے۔ اب تو میرا اس سکے کے عوض ایک کام کر۔ یہ سمجھو کہ یہ سکہ اس کام کی اجرت ہے جو کام میں تم سے لینا چاہتا ہوں"۔

اس لڑکے نے حیرانی اور پریشانی سے سماک کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے کہا "اے اجنبی! میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور مجھے یہ بھی خبر نہیں کہ تم مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو"۔ اس پر سماک نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اصطبل کے دروازے کے قریب لا کر کھڑا کرتے ہوئے بلید بن ثابت اور اس کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "بس تم مجھے صرف یہ پتہ کر کے بتا دو کہ یہ جو سامنے تینوں جوان اپنے گھوڑوں کو کھریرا کر رہے ہیں یہ کب اس سرائے سے کوچ کریں گے"۔

اس پر وہ لڑکا خوش ہو گیا اور سماک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ تو بڑا آسان کام ہے۔ یہ تو میں ابھی تمہیں بتا سکتا ہوں کہ یہ کب یہاں سے کوچ کریں گے۔ یہ تینوں گزشتہ تین دنوں سے اس سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور اب یہ آج ہی یہاں سے کوچ کریں گے۔ یہ اپنے کوچ کرنے سے قبل ہی اپنے گھوڑوں کو کھریرا کر رہے ہیں اور مجھے اُمید ہے کہ تھوڑی دیر تک یہ تینوں مکہ کی طرف کوچ کر جائیں گے

کیونکہ ان کا تعلق بنو بکر سے ہے اور یہ وادی القریٰ میں جو بیچنے کے لیے آئے تھے اور ان کے جو بک چکے ہیں۔ یہ وہ سامان بھی خرید چکے ہیں جو یہ اپنے اونٹوں پہ لاد کر اپنی بستی کی طرف لے جائیں گے۔"

اس لڑکے کا جواب سن کر سماک بن خرشہ کے چہرے پر خوشیاں بکھر گئی تھیں اُس نے مسکراتے ہوئے اس لڑکے کی پیٹھ تھپتھپائی اور کہا "اب تم جاؤ، یہ سکہ تمہارا ہے جو کام میں تم سے لینا چاہتا تھا وہ تم کر چکے ہو۔"

اس کے ساتھ ہی وہ لڑکا بھاگتا ہوا اصطبل کے اندرونی حصے کی طرف چلا گیا تھا۔ جب کہ سماک بن خرشہ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس طرف بڑھا جہاں پر نعیم بن مسعود اور طفیل بن عامر اس کے انتظار میں کھڑے تھے۔

اپنے گھوڑے کو میانہ روی سے ہانکتے ہوئے سماک، ابن مسعود اور طفیل بن عامر کے پاس آیا اور راز داری کے ساتھ اس نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے میرے دوستو! جس کام کے لیے میں گیا تھا وہ ہو چکا۔ تم اپنے سامنے دیکھو۔ یہ جو بلید بن ثابت اور اس کے ساتھی اپنے اونٹوں کو کھڑا کر رہے ہیں تو یہ ابھی تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں۔ اصطبل کا وہ لڑکا ان کے متعلق مجھے تفصیل سے بتا چکا ہے۔"

"اس لڑکے نے انکشاف کیا ہے کہ یہ جو لے کر یہاں آئے تھے۔ یہ اپنے جو بیچ چکے ہیں اور جو سامان انہوں نے یہاں سے لے کر جانا ہے وہ سامان بھی انہوں نے خرید لیا ہے اور اب یہ تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کریں گے۔"

اس پر نعیم بن مسعود نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور سماک بن خرشہ کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے ابو دجانہ! تم نے سارا ہی کام آسان کر کے رکھ دیا ہے۔ تم ہمارے لیے انتہائی قیمتی متاع ثابت ہوئے ہو۔ پہلے تم نے ان کا کھرا جان کر یہ جانا کہ ان کا تعلق بنو بکر سے ہے اور اب تم نے یہ معلوم کر لیا کہ یہ آج ہی یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں۔ لہٰذا آؤ پہلے تینوں مل کر اس سرائے سے کھانا کھاتے ہیں اور



ساتھ ہی ساتھ ان پر نگاہ رکھتے ہیں اور جب یہ یہاں سے کوچ کریں گے تو ان کے پیچھے پیچھے ہم بھی ان کا تعاقب کرنے کے لیے یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔"

سماک بن خرشہ اور طفیل بن عامر نے نعیم بن مسعود کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر وہ تینوں آگے بڑھے اور اپنے گھوڑوں کو انہوں نے اصطبل سامنے باندھ دیا۔ پھر وہ سرائے میں بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔

⊙

کھانا کھانے کے بعد سماک بن خرشہ، نعیم بن مسعود اور طفیل بن عامر تینوں ہی اس سرائے کے اندر ہی بیٹھے رہے اور آپس میں گفتگو کرتے ہوئے وہ بلید بن ثابت اور اس کے ساتھیوں پر بھی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر تک اپنے اونٹوں کو کھڑا کرنے کے بعد انہوں نے اپنے اونٹوں کو بٹھایا۔ پھر وہ تینوں مل کر اپنے اونٹوں پر سامان لادنے لگے تھے۔ جب وہ سامان لاد چکے تو تینوں اپنے اونٹوں پر سوار ہوئے۔ ان کی نکیلیں ان کے گھٹنوں پر مارتے ہوئے انہیں اُٹھایا اور پھر وہ سرائے سے نکل گئے تھے۔

سماک بن خرشہ، نعیم بن مسعود اور طفیل بن عامر بھی اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اصطبل کے پاس آ کر وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے پھر وہ بھی اُن تینوں کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

وادی القریٰ کے بیچوں بیچ گزرتے ہوئے وہ ذرا اُن سے قریب رہے اور پھر وادی القریٰ سے نکلنے کے بعد اُن تینوں نے بلید بن ثابت اور اس کے ساتھیوں کے درمیان فاصلہ زیادہ کر لیا تھا تاکہ ان تینوں کو کسی قسم کا شک نہ ہو۔ اس طرح وہ تعاقب کرتے ہوئے دس میل دُور وادی القریٰ سے ویرانوں میں پہنچ گئے تھے۔

وادی القریٰ سے دُور ان ویرانوں میں آنے کے بعد سماک بن خرشہ نے طفیل بن عامر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ عامر! تم اپنے رومال سے اپنا چہرہ ڈھانپ لو، کیوں کہ بلید بن ثابت اور اس کے ساتھی تمہارے جاننے والے ہیں تاکہ وہ

تمہیں پہچان نہ سکیں۔ ہم ابھی ان ویرانوں کے درمیان ان کا راستہ روکیں گے اور پھر دیکھتے ہیں کہ یہ کیسے ہمارے اونٹ ہمارے حوالے نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ ہی طفیل بن عامر نے اپنا چہرہ اپنے رومال سے ڈھانپ لیا۔ پھر ان تینوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی تھی۔

پھر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہ بلید بن ثابت اور اس کے ساتھیوں کے قریب آئے۔ انہوں نے دیکھا ان تینوں کے پاس دو دو اونٹ تھے ایک ایک اونٹ پر وہ خود سوار تھے جب کہ ایک ایک اونٹ کی نکیل انہوں نے اپنے اپنے اونٹ کی دُم کے ساتھ باندھ دی تھی جس پر وہ سوار تھے۔

وہ تینوں ان کے سامنے آئے پھر سماک بن خرشہ نے بلند آواز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اے بنو بکر کے مسافرو! رُک جاؤ۔ صحرا کی ان ویرانیوں کے اندر ہم نے تمہارے ساتھ ایک حساب بے باق کرنا ہے۔“

سماک بن خرشہ کی یہ گفتگو سن کر ان تینوں نے اپنی ڈھالیں سنبھال لی تھیں اور اس کے ساتھ انہوں نے اپنی تلواریں بھی بے نیام کر لیں۔ پھر بلید بن ثابت نے سماک بن خرشہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”پہلے یہ کہو تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور وہ کون سا اور کیسا حساب ہے جو تم ہمارے ساتھ بے باق کرنا چاہتے ہو اور سن رکھو کہ صحرا کی ان ویرانیوں میں تم نے ہمارے ساتھ ٹکرانے کی کوشش کی تو پھر ——

تو ہم تینوں صرصر کے جوش، بگولوں کے خروش، عدم کے ہم نقش اور زندگی کے رازداں بن کر تم تینوں پر حملہ آور ہوں گے اور تم تینوں کے ضمیر میں اضطراب، سینوں میں انگارے اور دلوں میں کدورت بھر کر ہم تمہاری بلندی اور پستی کو ایک کر کے تمہیں اپنا زیرِ نگیں بنا کر رکھ دیں گے۔

سن رکھو اے تینوں اجنبیو! صحرا کی ان ویرانیوں کے اندر تم بھی تین ہو اور ہم بھی تین اور اگر تم نے اِن ویرانیوں کے اندر ہم سے ٹکرانے کی کوشش کی تو پھر ہم تمہارے جسموں میں کدورت اور سوچوں میں زہر بھر دیں گے اور وقت کے سمندر میں ہم تینوں



سلگتی ریت کے صحرا اور کڑی قید کے آزار کی طرح تم پر حملہ آور ہو کر تمہاری حالت زنگ آلود الفاظ، خون آلود خواہشوں اور زوال پذیر انحطاط کے کھنڈرات جیسی بنا کر رکھ دیں گے۔ لہٰذا میں تم تینوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ جدھر سے آئے ہو اُدھر ہی دفع ہو جاؤ۔ ورنہ ہم مجبور ہوں گے کہ تم پہ حملہ آور ہوں اور تمہاری پیشانیوں پہ لکھی تمہاری تقدیر کو خون میں ڈبو کر اور تمہیں فرسودہ علامت جان کر تمہیں ریت میں دفن کر کے رکھ دیں۔ میرا خیال ہے کہ تم اپنے اس انجام سے بچنے کی کوشش کرو گے۔ ہماری راہ روکنے کا عمل ترک کر دو گے اور جدھر سے آئے ہو اُدھر ہی واپس لوٹ جاؤ گے۔“

بلید بن ثابت خاموش ہوا تو نعیم بن مسعود نے اُسے مخاطب کر کے کہا۔ ”اے بلید بن ثابت جو کچھ تُو نے کہا اس کی اہمیت ہمارے لیے ایک بکواس اور لاف زنی سے زیادہ نہیں ہے۔ سُن رکھو ہمارے ساتھ مدینہ کا ایک ایسا نوجوان ہے جو باطن کی تسکین کرنے، زور آوروں پر کمندیں ڈالنے، خطرات کے رازوں کی کتاب پڑھنے اور دشمنوں کے ضمیر پہ کالک ملنے کا فن خوب اچھی طرح جانتا ہے۔“

”اے بلید بن ثابت! ہم جانتے ہیں کہ تُو چور اُچکا اور اوباش ہے۔ تُو نے ہی بنو خزاعہ کے طفیل بن عامر کے اونٹ چُرا لیے تھے اور جو اونٹ اس وقت تمہارے قبضے میں ہیں۔ یہ تمہارے نہیں بلکہ یہ طفیل بن عامر ہی کے ہیں۔ لہٰذا ہم شرافت کے ساتھ تمہیں کہتے ہیں کہ یہ اونٹ اپنے سامان سمیت ہمارے حوالے کر دو اور اگر تم ایسا نہ کرو گے، تو اس صحرا کے اندر ہم تمہیں کاٹ کر اور یہ اونٹ سامان سمیت لے کر یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔“

اس پر بلید بن ثابت کے بجائے اس کے ساتھی حرب بن رقیون نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”اے اجنبیو! اور ہماری راہ روکنے والو! میں نہیں جانتا تم کون لوگ ہو لیکن ایک بات یاد رکھنا تمہارے سامنے یہ بلید بن ثابت اکیلا نہیں ہے۔ تمہیں ہم تینوں سے ٹکرانا ہو گا اور اگر تم نے ایسا کیا تو مجھے قوی اُمید ہے کہ اس صحرا کے اندر ہم تمہاری زیست کے عنوان، تمہاری زندگی کے مضمون اور تمہاری دل کی بستی کو اُلٹ کر تمہارے

جسموں کو موت کی راکھ میں بدل کر اپنی منزل کی طرف بڑھ جائیں گے ۔ اب بھی وقت ہے ہماری راہ سے ہٹ جاؤ ۔ ورنہ جب ہم تینوں اپنے اونٹوں سے کود جائیں گے تو پھر وقت تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور ہم اس وقت تم پر حملہ آور ہوتے رہیں گے جب تک تمہیں خون آلود کر کے صحرا کی اس ریت میں دفن کرنے کے بعد ہم اپنی منزل کی طرف کوچ نہیں کر جاتے"۔

اس پر بلید بن ثابت کے دوسرے ساتھی نفیلہ بن نمر نے بھی بولتے ہوئے کہا "اے اجنبیو! بلید بن ثابت اور حرب بن رقیوان دونوں نے تم سے جو کچھ کہا ٹھیک ہی کہا ہے۔ قبل اس کے کہ ہم تمہارے احساسات کو شعلوں اور تمہاری اَنا کی وسعتوں کو آگ کے بگولے میں تبدیل کر دیں یہاں سے دفع ہو جاؤ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر وقت کی طنابیں تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائیں گی اور تمہاری قسمت میں موت اور مرگ کے سوا کچھ نہ رہے گا"۔

جب یہ نفیلہ بن نمر خاموش ہوا تو سماک بن خرشہ نے ایک ہاتھ میں اپنی ڈھال اور دوسرے ہاتھ میں اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے پُرجوش اور بلند آواز میں کہا۔

"اے بنو بکر کے موت کے منتظر تینوں جوانو! زیادہ لاف زنی کے تیر نہ پھینکو۔ اگر تم اتنے ہی شجاع اور دلیر ہو تو اپنے اونٹوں سے نیچے اترو۔ مَیں اکیلا تم تینوں کو ایک ساتھ مقابلے کی دعوت دیتا ہوں اور تمہیں یہ بھی یقین دِلاتا ہوں کہ جب مَیں تم پر حملہ آور ہوں گا تو تمہارے حالات سرطان زدہ جسم اور شکست و ریخت کی صورت سسکتے سانسوں کی خلش اور شام کے ٹوٹتے ستاروں جیسی ہو کر رہ جائے گی اور اس موقع پر تم دُعا مانگو گے کہ کاش یہ دن سو برس کا ہو جائے اور اس بے کراں گھڑی کا کوئی انجام ہی نہ ہو ۔ لہٰذا مَیں تمہیں آخری بار تنبیہ کرتا ہوں کہ طفیل بن عامر کے دونوں اونٹ ہمارے حوالے کر دو ہم تم سے کوئی تعرض کیے بغیر واپس چلے جائیں گے ۔

اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سُن رکھو ۔ ہم تینوں بجلی کے کوندے، جنگل کی ہوا اور بے کراں وقت کے تسلسل میں خونفشاں گھڑیوں کی طرح تم پر حملہ آور ہوں گے اور تمہاری آنکھوں میں تباہی کا فسوں اور بربادی کے اندیشے بھر کر رکھ دیں گے ۔ اب بھی وقت ہے اس ٹکراؤ سے بچا جا سکتا ہے ورنہ سُن رکھو جس طرح چاند اپنی چاندنی میں



برہنہ ہوتا ہے اس طرح ہم بھی تمہاری ساری جرأت مندی اور ساری شجاعت تمہاری ذات سے اتار کر تمہاری حالت خشک پتوں کے قافلوں جیسی بنا کر رکھ دیں گے"۔

سماک بن خرشہ کی اس گفتگو کے جواب میں وہ تینوں اپنی تلواریں اور اپنی ڈھالیں سنبھالتے ہوئے اپنے اونٹوں سے کود گئے اور بڑی تیزی سے سماک کی طرف بڑھے تھے سماک نے بھی اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی نعیم بن مسعود اور ابن عامر بھی اپنے گھوڑوں سے کود گئے ۔ ساتھ ہی نعیم بن مسعود نے چلّا کر کہا ۔

"اے ابنِ خرشہ! ان تینوں کے مقابلے میں ہم تمہیں اکیلا تو نہیں جانے دیں گے۔ تینوں کا ٹکراؤ ہم تینوں کے ساتھ ہی ہوگا"۔

اس کے ساتھ ہی سماک بن خرشہ، نعیم بن مسعود اور طفیل بن عامر تینوں بڑھ کر ان پر حملہ آور ہو گئے تھے ۔

تھوڑی دیر تک صحرا کے اندر چھ تلواریں اور ڈھالیں آپس میں ٹکراتی رہیں لیکن جلد ہی سماک نے اپنے مقابل کو جو بلید بن ثابت تھا اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ حرب بن رقیوان کی طرف بڑھا جو نعیم بن مسعود سے ٹکرا رہا تھا اور اس پر حملہ آور ہو کر اس کی گردن بھی کاٹ کر رکھ دی تھی۔

اتنی دیر تک تیسرا ساتھی نفیلہ بن نمر اپنے دونوں ساتھیوں کو قتل ہوتے دیکھ کر گھبرا اٹھا تھا اور اس کی اس گھبراہٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ابن عامر نے اسے تلوار مار کر دو لخت کر دیا تھا۔ اس طرح ان تینوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد انہوں نے اُن کی لاشوں کو وہاں ریت میں دفن کر دیا ۔ پھر سماک بن خرشہ نے بنو خزاعہ کے طفیل بن عامر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

"اے ابنِ عامر! میرے بھائی! تم اپنے دو اونٹوں کی تلاش میں نکلے تھے اب دیکھو یہ چھ اونٹ سامان سمیت لے کر تم اپنے قبیلے کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ یہی سمجھو کہ یہ تمہیں خداوند کی طرف سے انعام ملے ہیں ۔

اس کے ساتھ ہی نعیم بن مسعود نے بولتے ہوئے کہا "اے ابنِ عامر! تم ان سارے

اونٹوں کو آپس میں جکڑ دو اور اپنے گھوڑے کی لگام بھی سب سے پچھلے اونٹ کے کجاوے کے ساتھ ہی باندھ دو۔ پھر سب سے اگلے اونٹ پر تم سوار ہو جاؤ اور اونٹوں کے اس قافلے کو ہانک کر یہاں سے کُوچ کرو۔ میں اور سماک بن خرشہ بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر تمہارے ساتھ ہو لیتے ہیں"۔

اس کے ساتھ ہی طفیل بن عامر اپنے گھوڑے سے اُتر گیا پہلے اس نے سارے اونٹوں کی نکیلوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جکڑا پھر سب سے پچھلے اونٹ کے کجاوے سے اس نے اپنے گھوڑے کی لگام باندھی۔ اس کے بعد وہ سب سے اگلے اونٹ کے کجاوے پر سوار ہوا اور اونٹوں کے اس قافلے کو اس نے ہانک دیا تھا۔ جب کہ سماک بن خرشہ اور نعیم بن مسعود بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اس کے ساتھ ہو لیے تھے۔

اس طرح وہ تینوں ان اونٹوں اور ان پر لدے سامان کو لے کر وہاں سے کُوچ کر گئے تھے۔



غزوہ حنین کے بعد ہجری ۹ نو میں بنو اسد کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ایسے ہی وفود ربیع الاوّل کے مہینے میں قبیلہ بلی اور بنو لخم کے بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح مختلف وفود کے اندر بڑی تیزی کے ساتھ قبولیّت اسلام کا عمل شروع ہو گیا تھا۔

طائف کے بنو ثقیف کے ساتھ جب مسلمانوں کی جنگ ہوئی اور اس جنگ سے نمٹنے کے بعد حضورؐ مدینہ میں تشریف لے آئے تو بنو ثقیف کا سردار عروہؓ بن مسعود ثقفی حضورؐ کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔ پھر اس عروہؓ بن مسعود نے حضورؐ سے التماس کرتے ہوئے کہا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ مجھے میری قوم کے پاس جانے کی اجازت دیجیے"۔

اس پر حضورؐ نے عروہؓ بن مسعود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔" اہلِ طائف کے محاصرے کے دوران میں اُن کی ذہنیت اور ان کی حالت کو خوب اچھی طرح جان چکا ہوں وہ بہت مغرور اور اپنی بات پر اڑ جانے والے لوگ ہیں۔ لہٰذا میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم ان کے اندر تبلیغِ اسلام کے لیے نہ جاؤ۔ ورنہ مجھے خدشہ ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ لہٰذا میں تمہیں ان کے اندر واپس جانے کا مشورہ نہ دوں گا۔ اس لیے کہ

میرا دل کہتا ہے کہ وہ لوگ تمہاری باتوں پہ کان نہ دھریں گے۔"

اس پر عروہؓ بن مسعود نے حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بنو ثقیف تو اپنی جوان عورتوں سے بھی زیادہ مجھے پسند کرتے ہیں اور مجھے محبوب رکھتے ہیں اور حقیقت بھی یہ تھی کہ ایک سردار کی حیثیت سے عروہؓ بن مسعود اپنی قوم میں بہت محبوب اور ذی اثر انسان تھے۔ سب ان کی بات مانتے تھے۔ لہٰذا حضورؐ سے اجازت لے کر عروہؓ بن مسعود اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے۔

ان کا خیال تھا کہ چونکہ اُن کے قبیلے والے اُن کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور ایک سردار کی حیثیت سے اُن سے انہیں بے حد عقیدت اور اُنس ہے۔ اس لیے انہیں اُمید تھی کہ اگر وہ اپنے قبیلے میں اسلام کی دعوت دیں گے تو لوگ مخالفت نہ کریں گے۔

اپنے انہی خیالات کو ذہن میں رکھتے ہوئے عروہ بن مسعود واپس اپنے قبیلے میں پہنچے اور اپنی حویلی کی چھت پر چڑھنے کے بعد انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے قبیلے والوں پر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا بلکہ اپنی قوم کو بھی اعلانیہ اسلام کی دعوت دی۔ اور اسلام نہ قبول کرنے کے بُرے نتائج سے بھی اُنہیں آگاہ کیا۔

عروہؓ بن مسعود کے اعلان کا ان کی قوم پر یہ اثر ہُوا کہ چاروں طرف سے اُن کے قبیلے والوں نے ان پر تیر پھینکنے شروع کر دیے۔ دو اشخاص سالم بن مالک اور وہب بن جابر کے تیر اُن کے لیے مہلک ثابت ہوئے اور وہ اپنی حویلی کی چھت پر زخموں سے چُور ہو کر گر گئے تھے۔

مرنے سے پہلے بنو ثقیف کے ایک شخص نے عروہؓ بن مسعود کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"اے ابن مسعود اپنے قتل سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

اس پر عروہؓ بن مسعود نے بڑی خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔" اسلام کے لیے میرا مرنا تو میری بڑی عزت اور کرامت ہے کہ اللہ نے مجھے شہادت عطا فرمائی۔ میرے ساتھ وہی کچھ کیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن صحابہؓ کے ساتھ کیا گیا'



جو یہاں تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ مجھے بھی انہیں لوگوں کے پاس دفن کر دینا۔ چنانچہ عروہ بن مسعود کو اُن ہی صحابہؓ کے پاس دفن کر دیا گیا۔

حضورؐ کو جب عروہؓ بن مسعود کے شہید ہونے کی خبر ملی تو آپؐ نے فرمایا۔" عروہ کی مثال اُن کی قوم میں وہی ہے جو ان اصحابؓ کی ہے جن کا ذکر سورہ یٰسین میں آیا ہے۔"

عروہؓ بن مسعود کے قتل کے بعد اہل طائف بڑے فکر مند ہوئے اور انہیں یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ عروہؓ کے قتل ہونے کے بعد ہمارے اِرد گرد کے جو سارے قبائل اسلام قبول کر چکے ہیں وہ ضرور ان کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور ان کے لیے ایک دائمی خطرہ بن کے رہ جائیں گے۔

اس صورتِ حال سے بچنے کے لیے طائف کے کچھ سرکردہ لوگ اپنے سردار عمرو بن اُمیہ کے پاس آئے اور اُسے ان متوقع خطرات سے آگاہ کیا۔ یہ عمرو بن اُمیہ بڑا زیرک اور چالاک انسان تھا۔ اپنے لوگوں سے یہ باتیں سن کر وہ بھی متفکر ہوا۔ لہٰذا وہ اپنے بدترین دُشمن عبدیالیل کی طرف روانہ ہُوا۔ حالانکہ گزشتہ کئی ماہ سے اُس نے عبدیالیل سے اپنے تعلقات منقطع کر رکھے تھے۔

ان قطع تعلقی کو ایک طرف رکھتے ہوئے عمرو بن اُمیہ خود چل کر عبدیالیل کی حویلی کی طرف گیا اور ایک غلام کے ذریعے عبدیالیل سے کہلوا بھیجا کہ عمرو بن اُمیہ اس کی حویلی کے دروازے پر کھڑا ہے اور اُسے ملنا چاہتا ہے۔

جب ایک غلام نے جا کر عبدیالیل کو خبر کی کہ تمہاری حویلی کے دروازے پر عمرو بن اُمیہ کھڑا ہے اور وہ تم سے ملنا چاہتا ہے تو عبدیالیل اس انکشاف پر بڑا حیران اور فکر مند ہُوا اور اس نے متحیر ہو کر غلام سے پوچھا" کیا واقعی عمرو بن اُمیہ نے تم کو بھیجا ہے اور وہ میری حویلی کے باہر کھڑا ہے اور مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔"

اس پر اس غلام نے کہا" جی ہاں' وہ حویلی کے باہر کھڑا ہے اور آپ سے ملنے کا منتظر ہے۔"

اس پر عبد یالیل نے مسکراتے ہوئے کہا کہ مجھے تو اس بات کا وہم گمان تک نہ تھا کہ عمرو بن اُمیہ جیسا خوددار اور باوقار شخص بھی خود چل کر میرے یہاں آسکتا ہے۔ بہرحال عبد یالیل اپنی حویلی سے نکلا اور اس نے خود عمرو بن اُمیہ کا استقبال کیا اور اسے اپنی حویلی کے مہمان خانے میں بڑی عزت اور تکریم کے ساتھ بٹھایا۔

اتنی دیر تک بنو ثقیف کے کچھ اور سردار بھی اُن کے پاس آکر بیٹھ گئے تھے۔ پھر گفتگو شروع ہوئی اور عمرو بن اُمیہ نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے میرے عزیزو! ہمارے اردگرد اور اطراف میں جس قدر قبائل ہیں انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اس کا ہم بنو ثقیف پر انتہائی بُرا اثر پڑے گا۔ تم دیکھو گے کہ عنقریب ایسا وقت آپہنچے گا کہ ہمارا اگر کوئی مویشی باہر نکلے گا تو واپس گھر پر نہیں آئے گا اور ہمارا کوئی آدمی جب کسی کام کے سلسلے میں اپنی حدود سے باہر جائے گا تو وہ بھی ہلاک کر دیا جائے گا اور لوٹ کر ہم میں نہیں آئے گا۔ لہٰذا میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ عُروہ بن مسعود کی طرح کسی شخص کو حضورؐ کے پاس مفاہمت کے لیے بھیجا جائے اور اس کے لیے میں عبد یالیل کا نام تجویز کرتا ہوں۔"

عبد یالیل نے جب سُنا کہ عمرو بن اُمیہ اور بنو ثقیف کے دوسرے سردار اُسے حضورؐ کی خدمت میں بھیجنا چاہتے ہیں تو اس نے بلند آواز میں کہا "اے رؤسائے بنو ثقیف! میں ہرگز اکیلا حضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہوں گا۔ اس لیے کہ آپؐ سے گفتگو کرنے کے بعد جب میں لوٹوں گا تو مجھے پختہ یقین ہے کہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے گا جو عُروہ بن مسعود کے ساتھ کیا گیا اور جس طرح ہمارے قبائل کے لوگوں نے اُسے تیر اور پتھر مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ ایسے ہی یہ میرا بھی انجام کریں گے لہٰذا میں اکیلا حضورؐ سے ملنے کے لیے نہ جاؤں گا۔ ہاں اگر تم ہر چھوٹے قبیلے سے ایک ایک آدمی میرے ساتھ بھجواؤ تو میں وفد کی صورت میں ضرور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور میں اُن کے ساتھ مفاہمت کا معاملہ طے کر لوں گا۔

یہاں سے ہر ذیلی قبیلے کے فرد کا میرے ساتھ جانا اس لیے ضروری ہے کہ جب



میں واپس آکر لوگوں کو حضورؐ کا پیغام سناؤں گا اور اگر وہ مجھ پر خفا اور برہم بھی ہوں گے تو اُن کے قبیلے کا ہر شخص جو میرے ساتھ گیا ہو گا وہ انہیں سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کر دے گا۔ لہٰذا اگر تم مجھے ایک وفد کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں بھیجنا چاہتے ہو تو اس کے لیے میں تیار ہوں۔"

عمرو بن امیہ اور دوسرے سردار اس بات پر آمادہ ہو گئے۔ لہٰذا پانچ اور آدمی مختلف ذیلی قبیلوں سے لے کر عبد یالیل کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں ایک وفد کی صورت میں روانہ کر دیا گیا تھا۔

عبد یالیل کی سرکردگی میں یہ وفد مدینہ کے قریب پہنچا اور قناۃ کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ وہاں اس وقت مغیرہ بن شعبہ اپنی باری پر حسب دستور مسلمانوں کے اونٹ چرا رہے تھے۔

انہوں نے جب دیکھا کہ ایک وفد اُن کے قریب ہی آکر خیمہ زن ہوا ہے تو یہ اُن کے قریب گئے اور ان کا حال احوال پوچھا۔ جب مغیرہ بن شعبہ کو پتہ چلا کہ یہ وفد بنو ثقیف کا ہے اور مصالحت اور اسلام قبول کرنے کی خاطر یہ لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں تو مغیرہ بن شعبہ ایسا خوش ہوا کہ فرطِ مسرت میں یہ اونٹوں کو چھوڑ کر یہ خوشخبری سُنانے حضورؐ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

راستے میں مغیرہ بن شعبہ کو ابوبکرؓ صدیق مل گئے۔ پس مغیرہ بن نے انہیں کو اطلاع دی کہ بنو ثقیف کا ایک وفد اسلام قبول کرنے اور بیعت کے لیے آیا ہے اور شہر کے باہر قناۃ کے مقام پر خیمہ زن ہوئے ہیں اور وہ اس مقصد سے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی جان اور مال زمین کے متعلق حضورؐ سے کوئی عہد لکھوا لیں۔ اس پر ابوبکرؓ صدیق نے مغیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے مغیرہ! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تاوقتیکہ میں خود حضورؐ سے بات نہ کر لوں تم مجھ سے پہلے اُن کی خدمت میں نہ جانا اور نہ ہی بنو ثقیف کے اس وفد کی آمد کی اطلاع کرنا۔"

مغیرہؓ نے ابوبکر صدیقؓ کی یہ بات تسلیم کر لی اور وہیں پر رک گئے ۔ اس کے بعد ابوبکرؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بنو ثقیف کے آنے کی آپؐ کو اطلاع دی ۔

شام کو مغیرہؓ جب اونٹ چرا کر واپس پہنچا تو وفد کے ارکان کو بھی اپنے ساتھ لے آیا اور راستے میں اُن کو سمجھایا کہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر تم نے کیسے انہیں السّلامُ علیکم کہنا ہے ۔ یہ سارے طور طریقے انہیں سمجھانے کے بعد مغیرہؓ انہیں حضورؐ کی خدمت میں لایا ۔

حضورؐ نے بنو ثقیف کے اس وفد کے قیام کے لیے مسجد نبویؐ کے ایک طرف خیمہ لگوا دیا تھا ۔ تاکہ یہ لوگ مدینہ میں آرام اور سکون کے ساتھ قیام کر سکیں ۔ خالدؓ بن سعید کو بنو ثقیف کے وفد اور حضورؐ کے درمیان معاہدے کی تکمیل کے لیے سفارت کے فرائض انجام دینے کے لیے مقرر کیا گیا تھا اور یہ بنو ثقیف کے وفد کے ارکان ایسے خوف زدہ اور ڈرے ہوئے تھے کہ جب تک حضورؐ کے ساتھ ان کا معاہدہ نہ ہو گیا اس وقت تک یہ جو کھانا اُن کے لیے بھجوایا جاتا تھا اس سے متعلق بھی بڑے خوفزدہ اور فکر مند رہتے تھے ۔ حضورؐ کی طرف سے جو کھانا اُن کے لیے بھیجا جاتا وہ اس کھانے کو ہاتھ نہ لگاتے حتیٰ کہ ان سب سے پہلے خالدؓ بن سعید اُس کھانے کو نہ کھائیں

اور جب خالدؓ بن سعید اُن کی موجودگی میں کھانا کھا لیتے وہ اُس کھانے کو ہاتھ لگاتے اور کھاتے ۔

بہر حال بنو ثقیف کا یہ وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ جب یہ معاہدہ طے کیئے جانے کے بعد اس معاہدے کی شرائط لکھی جانے لگی تو وفد کے ارکان نے حضورؐ کی خدمت میں یہ عرض پیش کی کہ اس معاہدے کے بعد اُن کے بُت کو کم از کم تین سال تک نہ توڑا جائے ۔

حضورؐ نے اُن کی یہ شرط نامنظور کر دی ۔ اس پر وفد کے ارکان نے کہا کہ اگر تین سال تک بُت لات کو نہیں رکھا جا سکتا تو ایک سال ہی کی مہلت دیجئے کہ لات کو نہ توڑا جائے ۔ مگر آپؐ نے یہ بات ماننے سے بھی انکار کر دیا ۔ تب وفد کے ارکان نے



نے یہ بات پیش کی کہ اگر ایک سال بھی اس لات نام کے بُت کو رکھا نہیں جا سکتا تو پھر ہمارے طائف لوٹنے تک کم از کم اس بُت کو نہ توڑا جائے ۔ پھر حضورؐ نے ان کی یہ بات بھی ماننے سے انکار کر دیا ۔

وفد کے اراکین اس بنا پر چند ماہ کے لیے لات کو توڑنے کے حق میں نہ تھے ، وہ چاہتے تھے کہ بنو ثقیف کے جاہل سفہا اور نافہم لڑکوں کو لات سے متعلق مطمئن کر سکیں اور اس کے بعد اسے توڑ دیا جائے ۔ ان کا خیال تھا کہ اگر لات کو توڑنے میں جلدی کی گئی تو کہیں بنو ثقیف کے اندر جھگڑے اور تنازعات نہ اٹھ کھڑے ہوں اور لوگ وفد کے ارکان پر ہی حملہ کر کے اُن کا خاتمہ نہ کر دیں ۔

بہر حال حضورؐ نے لات کو بچانے کی ہر پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا ۔ بلکہ جب بنو ثقیف کے وفد کے ارکان اسلام قبول کر چکے ، حضورؐ کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کر لی اور اپنے قبیلے کی طرف سے بھی یہ یقین دلایا کہ ان کا قبیلہ بھی ان کی طرح اسلام قبول کرے گا ۔ تو حضورؐ نے ابو سفیانؓ بن حرب اور مغیرہؓ بن شعبہ کو مقرر کیا کہ وہ اس وفد کے ساتھ ہی طائف کی طرف روانہ ہو جائیں گے ۔ اور خود اپنی موجودگی میں لات کے بُت کو توڑ کر مدینہ واپس آ جائیں گے ۔ وفد کے ارکان نے پھر ایک عرض داشت حضورؐ کی خدمت میں پیش کی اور حضورؐ سے کہا ۔

" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم آپؐ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے لیے نماز معاف کر دی جائے اور اپنے ہاتھ سے اپنے بُت کو توڑنے سے بھی ہمیں معاف رکھا جائے ۔"

اس پر حضورؐ نے فرمایا " بتوں کو توڑنے سے تو میں نے تم کو معاف کیا مگر نماز کسی طرح معاف نہیں کی جا سکتی ۔ اس مذہب میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نماز نہیں ۔"

بہر حال بنو ثقیف کے اس وفد نے اس پابندی کو قبول کر لیا ۔ انہوں نے نماز کی پابندی تسلیم کی اور بتوں کو تڑوا دینے کا وعدہ بھی کر لیا ۔

جب یہ وفد واپس طائف کی طرف جانے لگا تو حضورؐ نے عثمانؓ بن ابی العاص کو

اُن لوگوں کے ساتھ روانہ کیا۔ تاکہ وہ بنو ثقیف کے اندر رہ کر انہیں اسلام اور قرآن کی تعلیم دے سکیں۔ ساتھ ہی سفیانؓ بن حرب اور مغیرہؓ بن شعبہ کو بھی اس وفد کے ساتھ روانہ کیا گیا تھا۔ تاکہ وہ خود لات کے بُت کو توڑ کر واپس آجائیں۔

طائف پہنچ کر وفد کے ارکان نے جب اپنے اپنے قبیلے والوں کو حضورؐ کے ساتھ ہونے والے معاہدے سے آگاہ کیا تو لوگوں نے ان کی بات کو تسلیم کر لیا اور وہ اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔ اس کے بعد ابو سفیانؓ اور مغیرہؓ بن شعبہ نے لات نامی بُت کو توڑنے کا اہتمام کیا اور وہ اس طرح کہ مغیرہ بن شعبہ کدال لے کر لات نامی بُت پر چڑھ گئے اور اسے توڑنے لگے۔

کچھ زندہ دِل نوجوان جو اسلام قبول کر چکے تھے۔ اس موقع پر اُن کی حفاظت کے لیے ان کے چاروں طرف جمع ہو گئے تھے کہ شاید کوئی جاہل شخص لات کے اس انہدام سے متاثر ہو کر مغیرہؓ پر حملہ ہی نہ کر دے۔

بہر حال جب لات نامی بُت کو توڑا جا رہا تھا تو بنو ثقیف کی عورتیں جو جاہلیّت کی بڑی دلدادہ تھیں وہ اس وقت اپنے ننگے سَروں کے ساتھ گھروں سے نکل آئیں۔ اپنے اُس قدیم اور آبائی بُت کو توڑے جانے پر نوحہ کرنے لگی تھیں۔

وہ بَین کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں کہ ہم اپنے محافظ پر روتے ہیں جسے اس کے خادموں نے چھوڑ دیا ہے اور انہوں نے اس کی حفاظت میں دادِ مردانگی نہیں دی۔ بہر حال لات کے بُت کو توڑ دیا گیا اور اس بُت کے اندر سے جو خزانہ نکلا حضورؐ کی ہدایت کے مطابق اس خزانے سے عروہؓ بن مسعود کا قرض چکا دیا گیا تھا۔

○

اس واقعہ کے بعد ذوالحجہ سے لے کر رجب تک کا زمانہ حضورؐ نے مدینہ میں بسر فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ نے مسلمانوں کو رومیوں کے ساتھ جنگ کی تیاری کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت مُسلمان بہت ہی عسرت اور تنگی کی حالت میں تھے۔ ایک تو گرمی کا موسم اپنی پوری شدت کے ساتھ گزر رہا تھا۔ اس پر مزید یہ کہ قحط سالی کا زمانہ تھا



پھلوں کی فصل پک کر تیار تھی اور ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ اپنے پھلوں کو سمیٹنے کے ساتھ ساتھ گرمی کا زمانہ بھی مدینہ ہی میں گزار کر پھر کسی مہم پر نکلا جائے۔

حضورؐ کا یہ دستور تھا کہ جب آپؐ جہاد کے لیے تشریف لے جاتے تو جس طرف آپؐ نے جانا ہوتا اُس مقام کا نام ظاہر نہ کرتے تھے بلکہ جہاں حملہ کرنا مقصود ہوتا اس کے علاوہ اور کسی جگہ کا نام بتا دیتے تھے۔ البتہ اس موقع پر آپؐ نے بعد سفر، قحط سالی اور پھل پکنے کے موسم کی وجہ سے مسلمانوں کو کھُل کر یہ بتا دیا تھا کہ اس بار لشکر تبوک کی طرف رومیوں کے ساتھ جنگ کے لیے روانہ ہو گا۔

آپؐ نے تبوک کا نام لے کر لوگوں کو حکم دیا کہ اس سفر کے لیے سب لوگ پوری تیاری کر لیں اور ساتھ ہی لوگوں پر آپؐ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ متوقع جنگ رومیوں کے ساتھ ہو گی۔

ایک تو پھلوں کی فصل پک کر تیار تھی۔ دوسرے قحط سالی تھی۔ تیسرے گرمی کا موسم تھا اور چوتھے مسلمانوں پر بڑی مالی تنگی کا دَور تھا اور مزید یہ کہ تبوک کی اس جنگ میں حِصّہ لینے کے لیے دُور دراز کا سفر کیا جانا تھا۔ لہٰذا کچھ لوگ اس جہاد میں جانے کے لیے دِل میں پس و پیش کرنے لگے تھے۔ تاہم وہ آپؐ کے حکم کی وجہ سے تیاری کرنے لگے۔ اس تیاریٔ سفر کے دوران میں ایک روز حضورؐ نے بنی سلمہ کے جد بن قیس کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اے ابنِ قیس! اس سال رومیوں سے جہاد کے لیے کیا تم ہمارے ساتھ چلتے ہو۔"

حضورؐ کے اس استفسار پر جد بن قیس نے معذرت طلب انداز میں کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ آپؐ مجھے یہیں قیام کی اجازت دے دیں اور اس فتنے میں نہ ڈالیں۔ کیوں کہ بخدا میری تمام قوم اس بات سے واقف ہے کہ مَیں عورتوں کا نہایت ہی دِلدادہ ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ رومیوں کی عورتوں کو دیکھ کر مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا مَیں آپؐ سے گزارش کرتا ہوں کہ مجھے رومیوں کے ساتھ اس متوقع جنگ کے لیے تبوک کی طرف نہ لے جائیں اور

"مجھے مدینہ ہی میں قیام کرنے دیں"۔

جد بن قیس کا یہ جواب سن کر حضورؐ نے اس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور فرمایا "اچھا میں نے تم کو مدینہ میں قیام کرنے کی اجازت دی"۔

اس جد بن قیس ہی کے متعلق قرآنِ کریم میں آیات نازل ہوئیں جس میں فرمایا گیا کہ ان کا یہ کہنا کہ عورتوں کے فتنے میں پڑنے کے مواقع سے معاف کر دیا جائے۔ حالاں کہ ان کا محض یہ بہانہ تھا حقیقت نہ تھی بلکہ اس قول سے وہ اور اس سے بڑھ کر اس فتنے میں مبتلا ہو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت سے انہوں نے ارادتاً پہلوتہی کی اور اپنی جان کو رسول اللہ کے مقابلے میں عزیز رکھا۔ اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں فرمایا "بے شک ان لوگوں کے لیے جہنم ہے جو آپؐ کے پیچھے رہ جائیں گے"۔

اسی جنگ کی تیاری کے موقع پر کسی منافق نے مسلمانوں کو جہاد سے روکنے، دینِ الٰہی میں شک ڈالنے اور حضورؐ کی بات کو بگاڑنے کے لیے کہا کہ تم اس گرمی میں جنگ میں حصّہ لینے کے لیے نہ جاؤ"۔

انہی منافقوں کے لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "منافقوں نے کہا کہ تم گرمی میں نہ جاؤ۔ کہہ دو کہ دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے اگر وہ سمجھیں"۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ تیار ہو جائیں اور سمٹ کر اکٹھے ہو جائیں۔ دولت مندوں کو آپؐ نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے اور سواریوں کا انتظام کرنے کی دعوت دی۔

چنانچہ کچھ دولت مندوں نے سواریوں کا بندوبست اور اونٹوں کا انتظام کیا۔ اس موقع پر عثمانؓ بن عفان نے جتنا خرچ کیا۔ اتنا کسی نے نہ کیا۔ عثمانؓ بن عفان نے اس جنگ کے لیے ایک ہزار دینار خرچ کیے اور آپؐ کا یہ جذبہ دیکھ کر حضورؐ نے آسمان کی طرف دیکھ کر ہاتھ بلند کرتے ہوئے دعائیہ انداز میں فرمایا "اے اللہ! عثمانؓ سے خوش ہو کیونکہ میں اس سے خوش ہوں"۔

اسی جنگ کی تیاری کے موقع پر حضورؐ کی خدمت میں سات ایسے نوجوان



حاضر ہوئے جو سب غریب حاجت مند اور عسرت کا شکار تھے۔ یہ ساتوں جوان حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے التماس کی کہ اس جنگ میں حصّہ لینے کے لیے سواری کا انتظام کیا جائے"۔

حضورؐ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "میرے پاس کچھ ایسا انتظام نہیں کہ میں تم لوگوں کے لیے سواری کا انتظام کروں"۔

اس پر وہ ساتوں اپنی بے بسی اور جنگ میں حصّہ لینے کا موقع نہ ملنے کی وجہ سے رونے لگے تھے۔ اسی رونے کی وجہ سے تاریخ میں ان ساتوں جوانوں کو بکائین کے نام سے پکارا گیا ہے۔

ایک شخص یامین بن عمیر نے ان میں سے دو کے لیے اپنی اونٹنی دے کر سواری کا انتظام کیا۔ اس طرح یہ دونوں حضرات اس جنگ میں حصّہ لینے کے قابل ہو سکے تھے۔

جس وقت حضورؐ جنگ تبوک کی تیاریوں میں پوری طرح مصروف تھے۔ اُن دنوں منافقین کا ایک گروہ جنہوں نے ضرار کے نام سے اپنے لیے ایک علیحدہ مسجد بنوائی تھی، وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التماس کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم لوگوں نے بیماروں اور محتاجوں کے لیے تیز بارش اور سردی کی راتوں کے لیے ایک مسجد بنائی۔ لہٰذا ہماری گزارش اور خواہش ہے کہ آپؐ تبوک کی طرف روانہ ہونے سے پہلے اس مسجد میں تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں"۔

اس پر حضورؐ نے ان منافقین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ "میں اس وقت جنگ تبوک کے سلسلے میں سفر کی تیاری میں بُری طرح مصروف ہوں۔ اللہ نے چاہا جب ہم اس مہم سے واپس آئے تو ہم تمہارے پاس ضرور آئیں گے اور اس مسجد میں نماز پڑھائیں گے

اس کے بعد حضورؐ نے اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے کوچ کیا اور مدینہ میں آپؐ نے ابن مسلمہؓ انصاری کو عامل مقرر کیا جب کہ علیؓ بن ابی طالب کو حضورؐ نے اس لیے پیچھے چھوڑ دیا کہ آپؐ حضورؐ کے اہل وعیال کے پاس رہیں اور ان کے ساتھ قیام کریں۔

منافقین کو جب خبر ہوئی کہ حضورؐ علی بن ابی طالب کو اپنے اہل وعیال کے لیے مدینہ میں چھوڑ گئے ہیں تو انہوں نے اس بات سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی اور لوگوں میں یہ بات مشہور کرنی شروع کر دی کہ حضورؐ علیؓ بن ابی طالب کو اس لیے پیچھے چھوڑ گئے ہیں کہ آپؐ انہیں اپنے آپ پر ایک بوجھ سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ اس بوجھ کو اُتار پھینکیں اور ہلکا کر دیں۔

منافقین نے جب یہ باتیں کیں اور یہی باتیں علیؓ بن ابی طالب کے پاس پہنچیں تو آپؓ نے فوراً اپنے آپ کو مسلح کیا اور سواری کا انتظام کیا اور حضورؐ کے لشکر میں شامل ہونے کے لیے وہ مدینہ سے تبوک کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ جروف کے مقام پر حضرت علیؓ نے اپنے لشکر کو جا لیا۔

حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منافقین مدینہ میں کہہ رہے ہیں کہ آپؐ نے مجھے اس لیے پیچھے چھوڑ دیا کہ آپؐ نے مجھے ایک بوجھ سمجھا اور آپؐ اس بوجھ سے ہلکا ہونا چاہتے تھے اس لیے مجھے مدینہ میں چھوڑ دیا۔"

اس پر حضورؐ نے فرمایا "وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ میں نے تمہیں اس لیے مدینہ میں پیچھے چھوڑا ہے کہ تم میرے اہل وعیال کی نگرانی کرو۔ پس واپس جاؤ۔ میرے اور اپنے اہلِ خانہ میں میری قائم مقامی کرو۔"

"اے علیؓ! کیا تم میری اس بات سے خوش نہیں کہ تم میرے لیے اس مقام پر ہو جس مقام پر ہارُون موسیٰؑ کے لیے تھے۔ مگر یہ بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔"

حضورؐ کی یہ باتیں سن کر علیؓ بن ابی طالب جروف سے مدینہ کی طرف واپس چلے گئے تھے۔

اس موقع پر ایک اور عجیب وغریب واقع پیش آیا اور یہ عجیب واقع ابو خیثمہ کا تھا۔ اس نے اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے کوچ کیا تھا اور چونکہ لشکر کی رفتار آگے



بڑھنے کی سست تھی۔ لہذا یہ لشکر سے نکل کر واپس مدینہ اس نیت سے آ گئے کہ دو چار دن گھر میں گرمی سے بچ کر آرام کروں گا۔ اس کے بعد پھر تیزی سے سفر کرتے ہوئے لشکر کو جا لوں گا۔

اس ابو خیثمہ کی دُو بیویاں تھیں لشکر سے نکل کر جب یہ واپس مدینہ آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی دونوں بیویوں نے اس کے باغ میں دُو سائبان بنا رکھے ہیں۔ ہر بیوی نے اپنے سائبان میں چھڑکاؤ کر رکھا ہے اور ابو خیثمہ کے لیے پانی ٹھنڈا کر کے رکھا ہُوا ہے۔ نیز اس کے لیے دونوں بیویوں نے کھانا بھی تیار کر کے رکھا ہوا تھا۔

ابو خیثمہ جب ان دونوں سائبانوں کے قریب آ کر کھڑے ہوئے تو دونوں بیویوں اور ان کی تیاریوں کو دیکھ کر بولے "کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو دھوپ، گرمی اور ہَوا میں ہوں اور ابو خیثمہ ان ٹھنڈے سائبانوں کے سائے میں تیار شدہ کھانا کھاتے ہوئے اپنی خوبصورت بیویوں اور مال ومتاع کے ساتھ یہاں مقیم ہو، یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

اس کے بعد ایک عزم اور جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابو خیثمہ نے اپنی دونوں بیویوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "خدا کی قسم، میں تم دونوں میں سے کسی کے سائبان میں داخل نہیں ہوں گا، بلکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتا ہوں۔ اس لیے تم میرا زادِ راہ تیار کر دو۔

چنانچہ دونوں بیویوں نے مل کر ان کا زادِ راہ تیار کیا اور ابو خیثمہ اپنے اونٹ کے پاس آئے اور اس پر کجاوہ کسا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملنے کے لیے وہ نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں ابو خیثمہ کو ایک شخص عمیر بن وہب مل گیا۔ یہ بھی پیچھے رہ گیا تھا اور بڑی تیزی سے اپنے لشکر میں شامل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ لہذا یہ دونوں حضرات بڑی برق رفتاری سے آگے بڑھے تاکہ وقت ضائع کیے بغیر وہ حضورؐ سے جا ملیں۔

یہ دونوں اس وقت اپنے لشکر کے قریب پہنچے جب حضورؐ تبوک پہنچ کر پڑاؤ کر

چلے تھے۔ جب مسلمانوں نے انہیں اپنی طرف آتے دیکھا تو کچھ لوگوں نے پکار کر کہا۔ کہ نجانے یہ کون سوار ہیں جو ہماری طرف آتے ہیں۔

اس پر حضورؐ نے ان دونوں سواروں کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا۔ "اے ابوخیثمہ یہ تم ہی ہو۔"

پھر جب وہ سوار قریب آئے تو لوگوں نے چلا کر کہا "یا رسول اللہؐ! خدا کی قسم آپؐ کا کہنا درست ہوا۔ یہ تو ابوخیثمہ ہی ہے۔" جب ابوخیثمہ اپنے اونٹ کو بٹھا کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا۔ "اے ابوخیثمہ! تم تو ہلاکت کے قریب چلے گئے تھے۔"

اس کے بعد ابوخیثمہ نے لشکر سے واپس جانے اور اپنی دونوں بیویوں کے سائبان تیار کرنے اور انہیں چھوڑ کر واپس آنے کے سارے واقعات تفصیل سے سنا ڈالے تھے۔ ابوخیثمہ سے یہ حالات سن کر حضورؐ نے خیثمہ کے لیے کلمہ خیر کہا اور اس کے حق میں دعا کی۔ ابوخیثمہ کو جب پتہ چلا کہ حضورؐ اس سے ناراض نہیں بلکہ اس سے راضی ہیں اور اس کے لیے دعا بھی کی ہے تو وہ بے حد خوش ہوا۔

اس موقع پر اس نے اپنی خوشی کا اظہار کرنے کے لیے چند اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"جب میں نے لوگوں کو دین میں نفاق کرتے دیکھا تو میں اس حرکت پر آ گیا جو زیادہ محتاط اور شریفانہ تھی اور میں نے اپنا ہاتھ دے کر حضورؐ سے بیعت کر لی۔ پھر میں نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ کسی حرام چیز پر ٹوٹا۔ میں نے سائبان میں خوبصورت بیویوں اور کھجوروں سے لدے ہوئے درختوں کو چھوڑا۔ ان کے پھل پک کر خوب سیاہ ہو رہے تھے اور جب منافق شک کر رہے تھے۔ میں وہ شخص تھا کہ میرا دل دین کی طرف جھک کر اسی دین کا ہو گیا اور جس طرف دین چلنے پر پسند کرتا میرا دل بھی اسی طرف چل پڑتا تھا۔"



جب حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ حجر کے مقام پر پہنچے تو وہاں آپؐ نے نزول فرمایا۔ اور لشکر نے وہاں پڑاؤ کیا۔ لوگوں نے وہاں کے کنوئیں کا پانی بھی پی لیا۔ پھر جب شام ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ علاقہ دیکھا تو اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کنوئیں کا پانی بالکل نہ پیو۔ اس کنوئیں کے پانی سے نماز کے لیے وضو بھی نہ کرو اور جو آٹا اس پانی سے گوندھا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دو۔ خود نہ کھاؤ اور رات کے وقت تم میں سے جو بھی باہر نکلے وہ اکیلا نہ نکلے۔ اپنے کسی نہ کسی ساتھی کو ساتھ لے کر نکلے۔

بنو ساعدہ کے دو آدمیوں کے سوا لشکریوں نے حضورؐ کے اس ارشاد کی تعمیل کی۔ ان دونوں میں سے ایک آدمی رفع حاجت کے لیے نکلا اور دوسرے صاحب کا اونٹ کھل گیا تھا، وہ اپنے اونٹ کو تلاش کرنے کے لیے اس علاقے میں اکیلا چل پڑا تھا۔

پس جو آدمی رفع حاجت کے لیے نکلا تھا اسے راستے میں خناق ہو گیا اور جو اونٹ کی تلاش میں نکلا تھا اسے ایک ہوا کے زوردار جھونکے نے اٹھا کر ایک کوہستانی سلسلے کے ساتھ دے مارا۔ دوسرے روز جب حضورؐ کو ان حادثات کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ "میں نے تم لوگوں کو اس سے نہ روکا تھا۔ کہ تم میں سے کوئی آدمی کسی کو ہمراہ لیے بغیر اکیلا نہ نکلے۔"

پھر حضورؐ نے اس شخص کے لیے جو خناق میں مبتلا ہو گیا تھا دعا کی اور وہ شفایاب ہو گیا۔ دوسرے آدمی کو بھی حضورؐ کے سامنے پیش کیا تو وہ بھی تندرست ہو گیا تھا۔

آپؐ نے حجر کے اس مقام کے متعلق فرمایا کہ یہ مقام رونے کا ہے۔ یہاں ان لوگوں کے گھر ہوا کرتے تھے جنہوں نے ظلم کیے اور ان پر عذاب طاری ہوا۔ لہذا جو کوئی اس علاقے میں داخل ہو وہ روتا ہوا داخل ہو اور اس بات سے ڈرتا ہوا اس علاقے میں داخل ہو کہ جو مصیبت اس قوم ثمود پر نازل ہوئی تھی وہ کہیں اس پر نازل نہ ہو جائے۔ اس جگہ داخل ہوتے وقت حضورؐ نے اپنا چہرہ کپڑے سے ڈھانپ لیا تھا اور اپنی اونٹنی کی رفتار بھی یہاں سے گزرتے وقت تیز کر دی تھی۔

اس جگہ کے کنوئیں کا پانی بھی آپؐ نے استعمال نہ کیا تھا اور خداوند تعالیٰ کا مسلمانوں پر ایسا کرم ہوا کہ جب مسلمان وہاں قیام کر رہے تھے تو اسی روز وہاں بارش ہو گئی۔ اسی بارش کا پانی مسلمان اپنے استعمال میں لائے تھے۔

جب اس مقام سے بھی کوچ کر دیا گیا اور لشکر دوبارہ تبوک کی طرف بڑھنے لگا تو ایک آدمی راستے کے پیچھے رہ گیا تھا۔ اس پر ایک شخص نے حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک آدمی پیچھے ہٹ گیا ہے۔“

اس پر آپؐ نے فرمایا۔ ”اسے چھوڑ دو، اگر اس میں کوئی بھلائی ہوگی تو خداوند اسے عنقریب تم سے ملا دے گا اور اگر اس کے خلاف ہے تو اللہ نے تمہیں اس سے نجات دلا دی۔“

یہاں تک کہ پھر کسی دوسرے شخص نے حضورؐ کو مخاطب کر کے کہا۔ ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پیچھے رہنے والے تو ابوذر غفاریؓ ہیں اور انہوں نے اپنے اونٹ کی رفتار دھیمی کر دی ہے۔“

اس پر آپؐ نے فرمایا۔ ”اسے جانے دو اگر اس کے اندر خیر کا کوئی جذبہ ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عنقریب ہم لوگوں سے ملا دے گا اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے نجات دے دی ہے۔“

ابوذر غفاریؓ واقعی پیچھے رہ گئے تھے کیوں کہ ان کے اونٹ کو نجانے کیا ہو گیا تھا کہ وہ چلنے سے ہی بیزار ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک انھوں نے اپنے اونٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے اسے ہانک کر اپنے لشکر میں شامل ہونے کی کوشش کی لیکن اونٹ کو نہ جانے کیا ہو گیا تھا کہ وہ اس رفتار سے نہ چلا جس رفتار سے ابوذر غفاریؓ اسے چلانا چاہتے تھے۔ یوں اونٹ کے تاخیر کرنے پر ابوذر غفاریؓ اپنے اس اونٹ سے اتر گئے اور جس قدر ان کا سامان تھا وہ اپنی پشت پر لاد کر حضورؐ کے نقشِ قدم پر پیدل چلنے لگے۔

جب آگے جا کر حضورؐ نے ایک منزل پر قیام کیا تو کسی نے دیکھا کہ ابوذر غفاریؓ اپنا سامان اپنی پشت پر لادے لشکر کی طرف آ رہے ہیں تو ایک شخص نے چلّا کر کہا۔



”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک شخص تو ہمارے اس راستے پر بالکل تنہا چل رہا ہے۔“

اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ ”یہ ابوذر غفاریؓ ہیں۔“

پھر جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو کہنے لگے۔ ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو ابوذر غفاریؓ ہی ہیں۔“

یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا۔ ”ابوذر غفاریؓ پر اللہ رحم فرمائے۔ ابوذرؓ تنہا چلے گا، تنہا رہے گا اور تنہا حشر کے دن اٹھایا جائے گا۔“

تبوک کی طرف جاتے ہوئے راستے میں وہ منافقین کا گروہ جو لشکر میں شامل تھا حضورؐ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک دوسرے سے کہتے جاتے تھے۔ ”کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ رومیوں سے جنگ عربوں سے باہمی جنگ کی طرح ہوگی۔ خدا کی قسم کل جب ہم رومیوں سے ٹکرائیں گے تو وہ ہم سب کو رسّی میں اکٹھے باندھ کر ڈال دیں گے۔“ منافقوں کا یہ گروہ اسی قسم کی باتیں مسلمانوں میں کمزوری اور خوف پیدا کرنے کے لیے کہہ رہا تھا کہ ان میں سے ایک شخص ابن عمیر نے اپنے ان منافق ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”مجھے خدشہ ہے کہ جو گفتگو ہم کر رہے ہیں یہ کہیں وحی کے ذریعے حضورؐ کو بتا ہی نہ دی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس موقعہ پر ہمیں کوئی سو دُرّے مار لے لیکن حضورؐ کو اس گفتگو کا نہ پتہ چلے جو اس وقت ہم کر رہے ہیں۔“

اسی طرح کی گفتگو کر رہے تھے کہ حضورؐ پر اس گفتگو کی وحی نازل ہو گئی۔ پس آپؐ نے عمارؓ بن یاسر کو ہدایات دے کر منافقین کے اس گروہ کی طرف روانہ کیا۔

عمارؓ بن یاسر ان کے پاس آئے تو ان سے پوچھا۔ ”کیا تم اس قسم کی گفتگو کر رہے تھے جو حضورؐ اور مسلمانوں کے خلاف تھی۔“

اس پر منافقین نے انکار کر دیا۔ اور چونکہ عمار بن یاسر کو حضورؐ نے اس پوری گفتگو سے آگاہ کر دیا تھا جو تھوڑی دیر پہلے یہ منافقین کر رہے تھے۔ لہٰذا عمار بن یاسر نے وہ ساری باتیں ان سے کہہ دیں جو تھوڑی دیر قبل وہ آپس میں کر رہے تھے۔

اِس پر منافقین کو پتہ چل گیا کہ حضورؐ کو وحی کے ذریعے اِن ساری باتوں کا علم ہو گیا ہے لہٰذا وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کی اونٹنی کی رسی پکڑ کر انہوں نے آپؐ سے معافی اور معذرت طلب کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہنے لگے :۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے ورنہ ایسی گفتگو ہم سنجیدگی میں تو نہ کر رہے تھے ۔"

اس پر قرآنِ کریم میں ان لوگوں پر ایک آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے کہ "اور اگر ان سے دریافت کروگے تو کہیں گے کہ ہم تو صرف نکتہ چینی کر کے ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے ۔"

○

حضورؐ جب اپنے لشکر کے ساتھ تبوک پہنچے تو حاکم آیلہ یُوحنا بن روتہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور آپؐ سے صلح کی درخواست کی اور جزیہ دینا قبول کیا ۔ آپؐ نے یوحنا بن روتہ سے صلح کی اور اس کا جزیہ قبول کیا ۔

اس کے علاوہ اہلِ جرباد اور اہلِ ازرخ بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ انہوں نے بھی صلح کی درخواست کی اور جزیے کی پیش کش کی ۔ حضورؐ نے اُن سے بھی صلح کی اور ان کا جزیہ بھی قبول کیا اور وہیں پر حضورؐ نے یوحنا بن روتہ کو ایک تحریر بھی دی تاکہ لوگوں کو خبر ہو کہ یوحنا بن روتہ کے ساتھ حضورؐ کی صلح ہو چکی ہے اور وہ تحریر مندرجہ ذیل تھی:

"یہ تحریر امان کی ضامن ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے یوحنا بن روتہ اور اہلِ ایلہ کے لیے اور ان کے بَری قافلوں اور بحری تجارتی جہازوں کی حفاظت کی وجہ سے مرتب ہوئی ہے ۔ ان کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ کی حفاظت کا ذمہ ہے اور ان اہلِ یمن اور ساحلِ بحر کے لیے جو اُن کے ساتھ ہوں لیکن اِن میں جو بھی شخص معاہدے کے خلاف جو بھی بات کرے گا اس کا مال اس کی جان بچانے میں حائل نہ ہوگا ۔ وہ ہر شخص کے لیے حلال ہوگا جو اسے پکڑے گا اور یہ کہ ہمارے لشکری کسی چشمے پر جا کر پانی



حاصل کرنا چاہیں تو کوئی اُن کے راستے میں رکاوٹ کھڑی نہ کرے گا ۔"

ایلہ کے حاکم یوحنا بن روتہ اور اہلِ جرباد اور اہلِ ازرخ سے صلح کر لینے کے بعد اور اُن سے جزیہ قبول کر لینے کے بعد حضورؐ نے خالدؓ بن ولید کو ایک لشکر دے کر اکیدر بن عبدالمالک کی طرف روانہ کیا ۔ یہ اکیدر بن عبدالمالک دومہ کا حاکم تھا ۔ مذہباً یہ شخص نصرانی تھا ۔

خالدؓ بن ولید کو لشکر کے اس حصّے کے ساتھ اکیدر بن عبدالمالک کی سرکوبی کے لیے روانہ کرتے وقت حضورؐ نے خالدؓ بن ولید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے خالد! دیکھو تم اکیدر بن عبدالمالک کو گائے بَیل کا شکار کرتا ہُوا پاؤ گے ۔

رات کے وقت برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے خالدؓ بن ولید اپنے لشکر کے ساتھ اکیدر کے قلعہ کے قریب جا پہنچے اور انہوں نے دیکھا اکیدر قلعے کے اُوپر موجود تھا اور اکیدر کی بیوی بھی اس کے ساتھ تھی ۔

اِتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بَیل[1] اپنے سینگوں سے اس کے محل کا دروازہ رگڑنے لگا تھا ۔ اس پر اکیدر کی بیوی نے اکیدر کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "کیا پہلے بھی یہاں کبھی ایسا معاملہ ہُوا ہے کہ کسی بیل نے تمہارے محل کے دروازے کو ٹکریں مارنا شروع کی ہوں ۔"

اس پر اکیدر نے جواب دیا ۔ "خدا کی قسم نہیں ۔

پھر اس کی بیوی نے پوچھا ۔ "آخر یہ بَیل کس کا ہے اور کس نے اسے چھوڑا ہے کہ یہ محل کے دروازے سے آکر ٹکرائے ۔"

اپنی بیوی کی یہ گفتگو سن کر اکیدر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اس کا بھائی اور دوسرے

---

[1] علامہ ابن ہشام نے سیرت النبیؐ میں اس بَیل سے متعلق تفصیل سے لکھا ہے جس کے شکار سے متعلق حضورؐ نے خالدؓ بن ولید کو پہلے ہی سے بتا دیا تھا ۔ خالدؓ اسی بَیل کے شکار کے انتظار میں رہے ۔ تاکہ حضورؐ کے حکم کے مطابق اکیدر کے شہر پر حملہ کر سکیں ۔

لوگ بھی اس کے ہمراہ ہو لیے تاکہ اس بیل کا شکار کریں جو ان کے محل پر ٹکریں مار رہا تھا جونہی یہ لوگ اس بیل کا شکار کرنے کے لیے نکلے خالدؓ بن ولید اور اُن کے سواروں سے ان کی مڈبھیڑ ہوگئی ۔ چنانچہ اکیدر کو گرفتار کر لیا گیا اور اس کا بھائی قتل ہوگیا ۔ اس مقتول بھائی پر زربفت کی ایک قبا تھی ۔ خالدؓ نے اس کے جسم سے اُسے اتار لیا اور حضورؐ کی طرف وہ قبا[1] روانہ کر دی ۔

جب یہ قبا حضورؐ کے سامنے پیش کی گئی تو مسلمانوں نے دیکھا وہ نہایت قیمتی اور اچھوتی قبا تھی اور مُسلمان اسے حیرت سے اور چھُو چھُو کر دیکھ رہے تھے ۔ اس پر تعجب کا اظہار کر رہے تھے ۔ اس پر حضورؐ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا ۔ کیا تُم اکیدر کے بھائی کی اس قبا پر تعجب کر رہے ہو ۔ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ اور قدرت میں میری جان ہے ۔ جنت میں سعدؓ بن معاذ کے رومال اس قبا سے کہیں زیادہ بہتر ہوں گے ۔

اس کے بعد خالدؓ بن ولید بھی اکیدر اور دوسرے قیدیوں کو لے کر حضورؐ کے پاس پہنچ گئے اور اکیدر کو حضورؐ کے سامنے پیش کیا گیا ۔ تو اس اکیدر نے بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ حضورؐ سے مفاہمت کی درخواست کی اور جزیہ[2] دینے کا عہد کیا ۔ اس پر حضورؐ نے اسے چھوڑ دیا اور وہ واپس چلا گیا ۔

حضورؐ کے اس کو امان دینے اور چھوڑ دینے پر حضورؐ کے لشکر کے ایک شخص ابن بجرہ نے اکیدر بن عبدالملک کی اس رہائی پر چند اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے ۔

"گایوں کو ہنکانے والا بابرکت ہوگیا ۔ میں نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حادی کو ہدایت کرتا ہے ۔ پر وہ شخص جو تبوک والے سے پھرنے والا

---

[1] اس قبا سے متعلق بھی مورخین نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے ۔

[2] ماخذ از سیرت النبیؐ از ابن ہشام ۔



ہو تو پھرا کرے ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں ہم شامل ہیں "۔

بہر حال حضورؐ نے اپنے تیس ہزار مجاہدین کے ساتھ تبوک کے مقام پر پڑاؤ کر لیا تھا اور اپنے لشکر کے ساتھ تبوک کی طرف آنے کا مقصد حضورؐ کے نزدیک یہ تھا کہ رومیوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو روکا جائے ۔ اس لیے حقیقتاً رومی سلطنت کے ساتھ کش مکش مسلمانوں کی ابتدائے فتح مکہ سے پہلے ہی ہو چکی تھی ۔

حضورؐ نے حدیبیہ کے بعد اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے جو وفود کچھ عرب کے مختلف حصّوں میں بھیجے تھے ۔ ان میں سے ایک شمال کی طرف سرحد شام سے متصل قبائل میں بھی گیا تھا ۔ یہ لوگ زیادہ تر عیسائی تھے اور رومیوں کی سلطنت کے زیرِ اثر تھے ۔ ان لوگوں نے ذات اطلاح کے مقام پر اس وفد کے پندرہ آدمیوں کو قتل کر دیا اور صرف وفد کے رئیس کعبؓ بن عمیر غفاری بچ کر آسکے تھے ۔

اسی زمانہ میں حضورؐ نے بصریٰ کے رئیس شرجیل بن عمرو کے نام بھی دعوتِ اسلام کا پیغام بھیجا تھا مگر اس نے آپؐ کے ایلچی حارثؓ بن عمیر کو قتل کر دیا ۔ یہ رئیس بھی عیسائی تھا اور براہِ راست قیصرِ روم ہرکولیس کے احکام کا تابع تھا ۔ انہی وجوہات کی بنا پر حضورؐ نے غزوہ موتہ کا اہتمام کیا تھا اور تین ہزار مجاہدین کی ایک فوج سرحد شام کی طرف بھیجی تھی ۔ تاکہ آئندہ کے لیے یہ علاقہ مسلمانوں کے لیے پُر امن ہو جائے اور یہاں لوگ مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر ان پر زیادتی کرنے کی جرأت نہ کریں ۔

موتہ کی طرف بھیجنے والے اسلامی لشکر کی کل تعداد تین ہزار تھی لیکن اس کے مقابلے میں دشمن دو لاکھ کے قریب تھا لیکن سارا عرب اور تمام مشرقِ وسطیٰ یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ ایک اور تینتیس کے مقابلہ میں بھی کفار مسلمانوں پر غالب نہ آسکے یہی چیز تھی جس نے شام اور اس سے متصل رہنے والے نیم آزاد عربی قبائل کو بلکہ عراق کے قریب رہنے والے عجمی قبائل کو بھی جو کسریٰ کے زیرِ اثر تھے اسلام کی طرف متوجہ کر دیا اور وہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہو گئے ۔

بنو سلیم اور بنو اشجع ، بنو غطفان اور بنو زبیان اسی دور میں دارالاسلام میں

داخل ہو گئے تھے۔

غزوہ موتہ کے دوسرے ہی سال قیصر روم ہرکولیس نے مسلمانوں کو غزوہ موتہ کی سزا دینے کے لیے سرحد شام پر فوجی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اس کے ماتحت غسانی اور دوسرے عرب سردار بھی فوجیں اکٹھی کرنے لگے تھے۔

اسی بناء پر حضورؐ اپنے تیس ہزار لشکر کے ساتھ تبوک کی طرف بڑھے تھے۔ تاکہ مسلمانوں کی دشمن اس متحدہ قوت کو حجاز کی سرحدوں سے باہر ہی روک دیا جائے۔ حضورؐ سرحدوں پر رونما ہونے والے سارے حالات سے باخبر تھے۔ آپؐ ہر وقت اس چھوٹی سے چھوٹی بات سے بھی باخبر رہتے تھے جن کا اسلامی تحریک پر کچھ بھی مخالف یا موافق اثر پڑتا ہو۔

آپؐ نے دشمن کی ان تیاریوں کے معنی فوراً سمجھ لیے اور بغیر کسی تامل کے قیصر روم ہرکولیس کی عظیم الشان طاقت سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا۔

اس موقع پر اگر ذرّہ برابر بھی کمزوری دِکھائی جاتی تو سارا بنا بنایا کام بگڑ کر رہ جاتا۔ ایک طرف عرب کی دم توڑتی ہوئی جاہلیت جس پر حنین میں آخری ضرب لگائی جا چکی پھر جی اٹھتی۔ دوسری طرف مدینہ کے منافقین جو مدینہ سے متصل ہی مسجد ضرار تعمیر کر کے بغل میں چھُرا گھونپ دینے کا کردار ادا کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے لیے تین خطرات ایک دم اُٹھ کھڑے ہوئے۔

پہلا خطرہ غسان کے عیسائی بادشاہ کی طرف سے ہوتا۔ دوسرا خطرہ مسجد ضرار تعمیر کر کے مسلمانوں کے خلاف بغل میں چھُرا گھونپ دینے والے منافقین کی طرف سے ہوتا اور تیسرا خطرہ سامنے کی طرف سے قیصرِ روم ہرکولیس کی طرف سے ہوتا۔ جس کے حوصلے ایرانیوں کو شکست دینے کے بعد بلند ہو چکے تھے اور جس کا دبدبہ تمام دور اور نزدیک علاقوں پر چھا گیا تھا۔

ان تین متحدہ خطروں کی یورش میں اسلام کی جیتی ہوئی بازی مات کھا جاتی۔ اس لیے باوجود اس کے کہ ملک میں قحط سالی تھی۔ گرمی کا موسم پورے شباب پر تھا فصل



پک کر تیار تھی۔ سواریوں اور رسد و سامان کا انتظام سخت مشکل تھا۔ سرمایہ کی کمی تھی اور دُنیا کی دو بڑی طاقتوں میں سے ایک کا مقابلہ درپیش تھا۔

اللہ کے نبیؐ نے یہ دیکھ کر یہ دعوتِ حق کے لیے زندگی اور موت کے فیصلہ کی گھڑی ہے۔ اس لیے اسی حال میں تیس ہزار مجاہدین کے ساتھ مدینہ سے کُوچ کر کے شام کی سرزمین میں تبوک کے مقام پر پڑاؤ کیا تھا اور ان تیس ہزار مجاہدین میں سے صرف دس ہزار سوار تھے۔ اونٹوں کی اتنی کمی تھی کہ ایک ایک اونٹ پر کئی کئی آدمی باری باری سوار ہوتے تھے۔ اس پر گرمی کی شِدّت اور پانی کی قلت مستزاد تھی مگر جس عزمِ صادق کا ثبوت اس نازک موقع پر مسلمانوں نے دیا۔ اس کا ثمر اُنہیں تبوک پہنچ کر نقد مِل گیا۔ کیوں کہ وہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہُوا کہ قیصر اور اس کے متبعین نے مقابلہ پر آنے کے بجائے اپنی فوجیں سرحد سے ہٹالی ہیں اور اب کوئی دُشمن موجود نہیں ہے۔ جس سے جنگ کی جائے۔

قیصر کے اس طرح سرحد سے اپنی فوجیں ہٹا لینے کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی وجہ یہ کہ وہ جنگ موتہ میں دو لاکھ کے لشکر کے مقابلے میں صرف تین ہزار مسلمانوں کی شجاعت اور جرأت مندی دیکھ چکا تھا۔

دوسرے یہ کہ اُسے خبر ہو گئی تھی کہ تیس ہزار کا لشکر جو ان سے نمٹنے کے لیے تبوک کے مقام پر خیمہ زن ہوا ہے اس میں خود حضورؐ بھی شامل ہیں۔ لہٰذا دشمن پر ہیبت چھا گئی کہ اگر تیس ہزار کے اس لشکر میں اللہ کے نبیؐ بھی شامل ہیں تو کسی بھی صورت میں ہم ان پر قابو نہ پا سکیں گے۔ لہٰذا قیصرِ روم ہرکولیس اپنے لشکر کو لے کر واپس چلا گیا تھا۔

قیصرِ روم ہرکولیس کے یوں طرح دے جانے سے جو اخلاقی فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی اس کو حضورؐ نے اس مرحلے پر کافی سمجھا اور بجائے اس کے کہ تبوک سے آگے بڑھ کر آپؐ سرحد شام میں داخل ہوتے، آپؐ نے اس بات کو ترجیح دی کہ اس فتح سے انتہائی ممکن سیاسی و حربی فوائد حاصل کر لیں۔

چنانچہ آپؐ نے تبوک میں بیس دِن ٹھہر کر ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں جو سلطنت روم

اور دارو سلام کے درمیان واقع تھیں اور اب تک رومیوں کے زیرِ اثر رہی تھیں۔ فوجی دباؤ سے سلطنتِ اسلامی کا باجگزار اور تابع امر بنا دیا تھا۔

اس سلسلہ میں دومۃ الجندل کے عیسائی رئیس کو اکیدر بن عبدالملک، کندی ایلہ کے عیسائی رئیس یوحنا اور اس طرح مقنا، جرباء اور ازرح کے نصرانی رؤسا نے بھی جزیہ ادا کر کے مدینہ کی تابعیت قبول کر لی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی حدودِ اقتدار براہِ راست رومی سلطنت کی سرحد تک پہنچ گئے۔ جن عرب قبائل کو قیصرِ روم عرب کے خلاف استعمال کرتے رہے تھے۔ اب ان کا بیشتر حصہ رومیوں کے مقابلہ پر مسلمانوں کا معاون بن گیا تھا۔

پھر اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ سلطنتِ روم کے ساتھ طویل کشمکش میں اُلجھ جانے سے پہلے اسلام کو عرب پر اپنی گرفت مضبوط کر لینے کا پورا موقع مل گیا تھا۔ تبوک کی اس فتح بلا جنگ میں عرب میں اُن لوگوں کی کمر توڑ دی تھی جو اب تک جاہلیت قبلہ کی اُمید لیے بیٹھے تھے۔ خواہ وہ ایک مشرک ہوں یا اسلام کے پردہ میں منافق بنے ہوئے ہوں۔

اس آخری مایوسی نے ان میں سے اکثر و بیشتر کے لیے کوئی چارہ نہ رہنے دیا۔ کہ اسلام کے دامن میں پناہ لیں اور خود نعمتیں ایمانی سے بہرہ ور نہ بھی ہو تو کم از کم ان کی آئندہ نسلیں بالکل اسلام میں جذب ہو جاتیں۔

اس کے بعد جو ایک برائے نام اقلیت مشرک و جاہلیت میں ثابت کرنا رہ گئی وہ اتنی بے بس ہو گئی تھی کہ اس کے اِصلاحی انقلاب کی تکمیل میں کچھ بھی مانع نہ ہو سکتی تھی۔ جس کے لیے اللہ نے اپنے رسولؐ کو بھیجا تھا۔

اپنے تیس ہزار لشکر کے ساتھ تبوک میں حضورؐ نے تقریباً بیس راتیں قیام فرمایا تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے واپسی کا سفر اختیار کیا تھا۔ تبوک سے مدینہ کی طرف آتے ہوئے راستے میں ایک چشمہ پڑتا تھا۔ اس کا پانی پہاڑ کے اندر سے نکل کر تھوڑا



تھوڑا بہتا تھا اور صرف اس قدر پانی وہاں جمع ہو سکتا تھا۔ جس سے صرف ایک یا دو یا زیادہ سے زیادہ تین سوار سیراب ہو سکتے تھے۔ یہ چشمہ ایک وادی کے اندر تھا۔ جس کا نام مشقق تھا۔ اس چشمے کی طرف سفر کرتے ہوئے حضورؐ نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جو لوگ اس چشمے کی وادی میں ہم سے پہلے پہنچ جائیں وہ ہمارے آنے تک اس چشمے کا پانی ہرگز نہ پئیں۔

چند منافق جان بوجھ کر حضورؐ سے پہلے اس وادی میں پہنچے۔ چشمے کا جتنا پانی تھا پی گئے پھر حضورؐ جب وہاں پہنچے تو پانی کا ایک قطرہ بھی اُس چشمے کے پاس جمع نہ پایا۔ اس پر آپؐ نے دریافت فرمایا۔ اس چشمے پر ہم سے پہلے کون لوگ پہنچے آپؐ کو بتایا گیا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں فلاں اس چشمے پر سب سے پہلے پہنچا۔

اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ "کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ ہمارے آنے تک اس اس کا پانی بالکل نہ پئیں، آپؐ نے اس وادی میں پہلے پہنچ کر چشمے کا پانی پینے والوں پر لعنت بھیجی اور انہیں بددعا دی۔ اس کے بعد آپ اس وادی میں اپنی سواری سے اُترے۔

آپؐ نے دیکھا ایک پتھر کے بیچوں بیچ اس چشمے کا پانی تھوڑا تھوڑا نکل رہا تھا۔ آپؐ نے اس چشمے کے نیچے اپنا دستِ مبارک رکھا اور آپؐ کے ہاتھ پر جو پانی جمع ہوا وہ آپؐ نے اسی چٹان پر چھڑک دیا اور ساتھ ہی آپؐ نے پانی کے لیے دُعا بھی فرمائی۔ پھر وہ چشمہ ایسی قوت سے پھوٹ کر پانی دینے لگا جیسے رعد جیسی آواز ہو۔

لوگوں نے اس چشمے سے خوب پانی پیا اور جتنا سیراب ہونا تھا ہوئے۔ اس کے بعد حضورؐ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "تم میں جو زندہ رہا وہ ضرور سن لے گا کہ یہ زمین جہاں میں کھڑا ہوں یہاں سے دُور دُور تک سرسبز اور شاداب ہو گئی ہے۔

تبوک سے مدینہ کی طرف جاتے ہوئے جب آپؐ ذو آوان کے مقام پر آ کر ٹھہرے تو وحی کے ذریعے آپ کو منافقین کی بنائی گئی مسجد ضرار کی اصلیت بتائی گئی اس پر آپؐ نے مالک بن دخشم اور عاصم بن عدی کو بلا کر فرمایا۔ "تم دونوں اس مسجد ضرار میں جاؤ جس کے لوگ ظالم ہیں اور اس مسجد کو منہدم کر دو اور اسے جلا دو۔"

پس یہ دونوں حضرات بڑی تیزی سے اپنے لشکر سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ پہلے مالک بن دخشم اپنے گھر گیا اور کھجور کے درخت کی ایک شاخ سلگا کر لے آیا۔ پھر یہ دونوں دوڑتے ہوئے مسجد ضرار میں پہنچے۔ اس وقت منافقین کا یہ گروہ مسجد کے اندر موجود تھا اور ان کی موجودگی میں اِن دونوں حضرات نے مسجد کو آگ لگا دی۔

مسجد کو منہدم اور جلتے دیکھ کر مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے منافقین مسجد چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ انہی لوگوں کے متعلق قرآن مقدس میں فرمایا گیا اور وہ لوگ جنھوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے، کفر کرنے اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کے لیے۔

بہرحال حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ تبوک سے مدینہ آئے تو منافقین کا ایک گروہ جو آپؐ کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا اور پیچھے رہ گیا تھا۔ اس گروہ کے افراد باری باری حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور قسمیں کھا کھا کر معذرت کرنے لگے کہ وہ کسی نہ کسی وجہ سے جنگ میں شامل نہ ہو سکے۔ حضورؐ نے اِن پر درگزر فرمایا اور اس جنگ میں شامل نہ ہونے والوں میں تین مومن اور مسلمان بھی شامل تھے جو کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ تھے۔ ان لوگوں میں نہ تو کوئی نفاق کا شبہ تھا اور نہ ان کے اِسلام میں کسی قسم کا شک تھا۔

اِن تینوں میں سے کعب بن مالک کا معاملہ بڑا عبرت خیز ہے۔ یہ کعب بن مالک جنگِ تبوک کے وقت جوان اور خوب توانا تھا۔ جب حضورؐ نے جنگ تبوک کے لیے تیاری شروع کی تو آپ کے ساتھی مسلمانوں نے بھی جنگی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ یہ کعب روزانہ فیصلہ کرتا کہ اب تیاری کر لینی چاہیے لیکن پھر کوئی نہ کوئی



ضرورت پیش آ جاتی تو دِل میں کہتا کہ جب چاہوں گا تیاری کر لوں گا۔

اس طرح تساہل پر تساہل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ دوسرے لوگوں نے جدو جہد اور کوشش کر کے اپنی تیاریاں مکمل کر لیں اور آخر ایک روز صبح کے وقت حضورؐ نے اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے کُوچ کیا۔"

کعب نے اس وقت تک بھی کوئی تیاری نہ کی تھی۔ پھر اس نے سوچا کہ حضورؐ کی روانگی سے دو ایک روز بعد تیاری کر کے وہ جلدی سے ان سے جا ملے گا۔

ایک روز وہ صبح کو نِکلا کہ سامان ٹھیک کرے تاکہ مدینہ سے تبوک کی طرف کُوچ کرے لیکن پھر ایک کام آن پڑا اور وہ تیاری نہ کر سکا۔ اگلے دن وہ پھر تیاری کر کے نِکلنا چاہتا تھا کہ پھر کسی کام کے سِلسلے میں مصروف ہو گیا۔

اس طرح وہ اپنے آپ کو ڈھیل پر ڈھیل دیتا رہا۔ یہاں تک کہ حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ تبوک پہنچ گئے اور جنگِ تبوک میں شامل ہونے کا موقع کعب بن مالک کے ہاتھ سے نِکل گیا۔

حضورؐ کے مدینہ سے کُوچ کر جانے کے بعد کعب بن مالک باہر نِکلتا اور لوگوں میں گھومتا تو اسے اس بات کا بڑا رنج ہوتا کہ مدینہ میں اس کے علاوہ جو لوگ رُکے ہوئے ہیں وہ یا تو مطعون منافق تھے یا وہ ایسے آدمیوں کو دیکھتا جو معذور تھے اور جنگ میں حصّہ لینے کے قابل نہ تھے اور یہ سوچ کر کہ وہ جوان اور صحت مند ہے۔ اس کے باوجود وہ جنگ میں شامل نہ ہُوا تو وہ بڑا شرمسار ہُوا کرتا تھا۔

تبوک پہنچ کر حضورؐ نے لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "یہ کعب بن مالک کا کیا ہُوا۔" اس پر بنو سلمہ کے ایک آدمی نے جواب دیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کعب بن مالک کو اس دھاری والی چادروں اور خود بینی نے جنگ میں شامل ہونے سے روک دیا ہے۔" اس پر معاذ بن جبلؓ بولے اور اس شخص کی نفی کرتے ہوئے فرمایا۔

"تم نے حضورؐ کے سامنے بہت بُری بات کہی۔ خدا کی قسم ہم نے اس کعب

بن مالک میں خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھا"۔

یہ گفتگو سن کر حضورؐ خاموش ہو گئے تھے۔

آخر کعب بن مالک کو خبر ہوئی کہ حضورؐ اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ لوٹ آئے ہیں تو اس پر بڑا حزن و ملال طاری ہو گیا اور وہ اس فکر میں لگ گیا کہ کون سا عذر پیش کرے تاکہ حضورؐ کی ناراضگی اور خفگی سے بچ جائے۔ اس سلسلے میں اس نے اپنے گھر والوں کی رائے بھی طلب کی لیکن آخر میں اس نے یہ سمجھ لیا کہ سچائی کے سوا کسی طرح بھی وہ بچ نہیں سکتا۔ لہذا اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوگا اور ہر بات سچ سچ کہہ دے گا۔

حضورؐ جب کسی مہم یا سفر سے مدینہ واپس لوٹتے تو آپؐ کا معمول تھا کہ آپ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور آپؐ دو رکعت نماز پڑھتے اور نماز سے فارغ ہو کر آپؐ لوگوں سے ملنے کے لیے وہیں نشست فرماتے تھے۔

چنانچہ اس مرتبہ بھی آپؐ نے ایسا ہی کیا۔ جب آپؐ نے مسجد نبوی میں نشست فرمائی تو وہ لوگ جو جنگ میں حصّہ نہ لے سکے تھے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اور قسمیں کھا کھا کر معذرت کرنے لگے تھے۔

ایسے اسّی نوّے کے قریب اشخاص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت کی۔ اس موقعہ پر کعب بن مالک بھی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ کعب کی طرف دیکھتے ہوئے حضورؐ نے ناراضگی کے ساتھ تبسم فرمایا اور پھر اُسے مخاطب کر کے آپؐ نے فرمایا "اِدھر آؤ"۔

جب کعب آگے بڑھ کر آپؐ کے سامنے بیٹھ گئے تو حضورؐ نے پھر پوچھا "تمہیں کس چیز نے پیچھے رکھا۔ کیا تم نے سواری کا اُونٹ نہیں خریدا تھا"۔

اس پر کعب بن مالک نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم اگر میں دنیا والوں میں سے کسی اور کے پاس بیٹھا ہوتا تو یہ مناسب سمجھتا کہ اس کے غصّے سے کسی عذر کے ذریعے سے نکل جاؤں اور مجھے خشونت کرنا بھی خوب آتی ہے



لیکن خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ اگر آج میں آپؐ سے کوئی جھوٹ بات کر دوں تاکہ آپؐ مجھ سے خوش ہو جائیں تو فوراً خداوند آپؐ کو مجھ پر غصہ دلا دے گا۔ کیوں کہ اس واقعہ کی اصلیت خداوند کریم کی طرف سے آپؐ پر وحی کر دی جائے گی اور اگر میں آپؐ سے سچ سچ بتا دوں، تو اس کے باعث آپؐ مجھ سے رنجیدہ ہو جائیں گے۔ سو میں اسی میں اپنے خداوند سے اچھے انجام کی امید کرتا ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ خدا کی قسم میں اتنا مضبوط اور اتنا فارغ البال کبھی نہ تھا جتنا اس جنگ کے موقع پر ہوں"۔

کعب بن مالک کی یہ گفتگو سن کر حضورؐ نے فرمایا "جہاں تک اس چیز کا تعلق ہے۔ تم نے سچ کہا۔ بہرحال اب تم جاؤ اور دیکھو کہ خداوند تمہارے بارے میں کیا فیصلہ کرتے ہیں"۔

حضورؐ کے پاس سے اُٹھ کر کعب بن مالک جب باہر نکلے تو بنو سلمہ کے کچھ لوگ اُن کے ساتھ ساتھ ہو لیے تو ان میں سے ایک شخص نے کعب بن مالک کو مخاطب ہوتے ہوئے کہا "خدا کی قسم ہمیں معلوم نہ تھا کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہے اور تم اس بات سے قاصر رہے کہ حضورؐ کے سامنے کوئی عذر ہی پیش کر دیتے۔ جیسا کہ ان لوگوں نے عذرات پیش کیے ہیں جو جنگ میں حصّہ نہیں لے سکے۔ اس موقعہ پر تمہاری اس کوتاہی کے لیے حضورؐ کا استغفار کافی ہو جاتا"۔

بنو سلمہ کے یہ لوگ جب برابر کعب بن مالک کو اس بات پر اکساتے رہے، کہ اُسے حضورؐ کے سامنے کوئی نہ کوئی عذر پیش کر دینا چاہیے تھا تو کعب بن مالک نے ایک بار ارادہ کیا کہ وہیں سے لوٹ کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو اور اپنے پہلے بیان کو غلط بتا کر کوئی عذر پیش کر دے لیکن پھر اس نے بنو سلمہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھا "کیا مسلمانوں میں سے میرے علاوہ کوئی اور بھی ہے جو جنگ میں شریک نہ ہو سکا ہو۔ اور اس کا معاملہ میرے جیسا ہی ہو"

اس پر بنو سلمہ کے لوگوں نے اُسے بتایا کہ ہاں دو آدمی اور بھی ہیں جو تمہاری

طرح آج تک کسی گناہ میں ملوث نہیں ہوئے اور جنگ تبوک میں شامل ہونے سے قاصر رہے ہیں ۔ ان میں سے ایک مرارہ بن ربیع اور دوسرا ہلال بن اُمیہ ہیں ۔

بہرحال بنو سلمہ کے لوگوں نے جب کعب بن مالک سے ان دو صالح آدمیوں کا ذکر کیا ۔ جن کا عمل نمونے کی طرح درخشاں تھا تو وہ خاموش ہو گیا ۔

اسی دوران حضورؐ نے سب مسلمانوں کو حکم دیا ۔ کہ جنگ تبوک میں حصّہ نہ لینے والے اِن تینوں اشخاص کے ساتھ بات چیت بند کر دی جائے ۔ چنانچہ لوگوں نے کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ سے بچنا شروع کر دیا ۔ ایک طرح سے سارے مسلمان اِن تینوں کے لیے بدل گئے تھے اور یہ تینوں اپنی ہی سرزمین میں جنگ تبوک میں حصّہ نہ لینے کی وجہ سے اپنے آپ کو اجنبی اور ناآشنا محسوس کرنے لگے تھے ۔

ان حالات میں مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ تو اپنے گھروں میں خاموشی سے بیٹھ گئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی لیکن کعب بن مالک نسبتاً نوعمر اور جری تھے اس لیے وہ ضروری کاموں سے باہر نکلتے تھے ۔ مسلمانوں کے ساتھ دوسرے کاموں میں شریک ہوتے ۔ بازاروں میں بھی گھومتے اور کوئی ان کے ساتھ بات نہ کرتا ۔

نماز کے بعد حضورؐ جب نشست فرماتے تو یہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سلام کہتے اور دل میں سوچتے کہ دیکھتا ہوں کہ حضورؐ میرے سلام کا جواب دینے کے لیے اپنے ہونٹوں کو ہلاتے ہیں یا نہیں ۔

اس کے علاوہ کعب بن مالک آپؐ کے قریب ہی نماز پڑھتا اور چور نگاہوں سے دیکھتا رہتا تھا اور اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ جب وہ نماز میں مصروف ہو جاتا تو حضورؐ اس پر نگاہ ڈالتے تھے اور جب اُس کی توجہ حضورؐ کی طرف ہوتی تو آپؐ اعراض فرمالیا کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ یہ سرد مہری اور مسلمانوں کی قطع تعلقی کعب بن مالک اور اس کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ طویل ہوتی چلی گئی تھی ۔

اس کے بعد ایک عجیب واقعہ پیش آیا اور وہ یوں ایک روز ایک نبطی مدینہ میں داخل ہوا اور یہ نبطی مدینہ میں گندم بیچنے کے لیے اکثر آیا کرتے تھے ۔ اس نبطی نے



مدینہ میں داخل ہو کر کعب بن مالک سے متعلق پوچھا ۔

جب یہ نبطی کعب بن مالک سے مِلا تو اس نے اسے غسانیوں کے بادشاہ کا ایک خط پیش کیا ۔

کعب بن مالک نے جب یہ خط کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا ۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ساتھی یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ سرد مہری کی ہے اور اللہ نے تمہیں ذلت اور تباہی کی طرف نہیں رکھا ۔ اس لیے تم یہاں آ کر مجھ سے ملو میں تمہارے لیے معاش اور روزی کا انتظام اور بندوبست کر دوں گا ۔

یہ خط پڑھ کر کعب بن مالک کی حالت عجیب ہو گئی تھی ۔ انہوں نے دِل میں سوچا کہ یہ بھی ایک مصیبت اور آزمائش ہے جو اُن پر آپڑی ہے اور تبوک میں شامل نہ ہونے کی غلطی نے مجھے ایسی گردش میں ڈال دیا ہے کہ اب تو اہلِ مشرک کے لوگ مجھے اپنانے کے درپے ہو گئے ہیں ۔

بہرحال غسانیوں کے بادشاہ کا خط پڑھ کر کعب بن مالک سخت خفا ہوا اور اس نے اس خط کو تنور میں ڈال کر جلا دیا ۔ اس طرح مسلمانوں اور کعب بن مالک اور ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ قطع تعلقی پر چالیس روز گزر گئے تھے ۔

چالیس روز کے بعد ایک روز حضورؐ کا قاصد کعب بن مالک کے پاس آیا اور کعب بن مالک کو حضورؐ کا یہ پیغام دیا کہ اپنی بیوی سے بھی علیحدگی اختیار کر لو ۔ اس پر کعب بن مالک نے پوچھا ’’کیا میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں‘‘۔

جواب دیا گیا ’’نہیں بلکہ اس سے الگ رہو‘‘۔ اور اس کے قریب مت جاؤ‘‘۔

حضورؐ کے قاصد نے کعب بن مالک کے دوسرے ساتھیوں کو یعنی مرارہ بن ربیع اور ہلال بن اُمیہ کو بھی یہی پیغام سنایا تھا ۔

اس پر کعب بن مالک نے اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہا ’’بھلی مانس! تم اب اپنے میکہ والوں کے پاس چلی جاؤ اور انہیں کے پاس اس وقت تک رہو جب تک خداوند فیصلہ نہ کر دے ۔ جو فیصلہ وہ اس معاملے میں کرنے والا ہے‘‘۔

یہی حکم جب ہلال بن امیہ کی بیوی کے پاس پہنچا تو وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے شوہر ہلال بن امیہ بالکل بوڑھے آدمی ہیں ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں کیا آپ یہ پسند فرمائیں گے کہ میں ان کی خدمت کروں" - اس پر حضورؐ نے ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کے پاس رہ کر اُن کی خدمت کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

لوگوں نے کعب بن مالک سے کہا کہ تم بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو اور اپنی بیوی کو اپنی خدمت کرنے کی اجازت طلب کر لو۔

اس پر کعب بن مالک نے کہا "نہیں میں تو جوان ہوں، میں اپنی بیوی کے لیے حضورؐ سے ایسی اجازت نہیں مانگوں گا"۔

آخر اس حالت میں پچاس روز گزر گئے - پچاسویں روز جب کعب بن مالک اپنے مکان کی چھت پر فجر کی نماز ادا کر رہے تھے تو کسی نے باہر سے انہیں بلند آواز میں پکارتے ہوئے کہا "اے کعب بن مالک! تیرے لیے خوشخبری ہے"۔

یہ آواز سن کر کعب بن مالک سجدے میں گر گئے۔ کیوں کہ وہ سمجھ گئے تھے، کہ اُن کے لیے خداوند کریم کی طرف سے خوش آئندگی کی نوید آگئی ہے۔ کیوں کہ حضورؐ نے جس وقت صبح کی نماز پڑھی اور وہاں نشست فرمائی تو آپؐ نے لوگوں کو فرمایا کہ اللہ کی طرف سے کعب بن مالک اور اس کے دونوں ساتھیوں کے لیے معافی اور بخشش ہو گئی ہے۔

یہ خبر سن کر وہ کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ کی طرف بھاگے تاکہ ان تینوں کو یہ خوشخبری سنائیں۔ کعب بن مالک کے لیے بنو اسلم کا ایک شخص یہ خوشخبری لے کر آیا تھا۔

خوشخبری سن کر کعب بن مالک مسجد نبویؐ کی طرف بھاگے - اس وقت حضورؐ مسجد کے اندر تشریف فرما تھے اور آپؐ کے ارد گرد بہت سے لوگ بیٹھے تھے کعب بن مالک وہاں داخل ہوئے اور ان کو سلام کہا اور وہاں ان کے سامنے ہی بیٹھ گئے



تھے۔

کعب بن مالک نے دیکھا کہ حضورؐ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا - اس پر کعب بن مالک نے حضورؐ کو مخاطب کر کے پوچھا - "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ معافی اور بخشش آپؐ کی جانب سے ہے یا اللہ کی طرف سے۔

حضورؐ نے فرمایا "اللہ کی طرف سے"۔

اس پر کعب بن مالک نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا - "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ سے میری توبہ کا ایک حصہ یہ ہے کہ میں اللہ اور رسولؐ کے لیے صدقہ کرتے ہوئے اپنے مال و جائداد سے چھٹکارا کر لوں گا"۔

اِس پر حضورؐ نے فرمایا کہ اپنی کچھ جائداد اپنے پاس رکھ لو۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔

اس پر کعب بن مالک نے کہا - "خیبر میں جس جگہ میرا حصہ ہے وہ میں اپنے پاس رکھتا ہوں، باقی ہر چیز میں اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں"۔

اس طرح جنگِ تبوک میں شامل نہ ہونے کی غلطی جو کعب بن مالک نے کی تھی اسے اس پر معافی اور بخشش نصیب ہوئی۔

جنگِ تبوک سے واپسی کے بعد حضورؐ نے پورے دو ماہ تک مدینہ میں قیام فرمایا - اس کے بعد ابو بکر صدیقؓ کو امیر بنا کر حاجیوں کا ایک وفد حج کرنے کے لیے مکّہ کی طرف روانہ کیا تھا - ادھر مشرکین بھی اپنی اپنی جگہ اپنے حج کا انتظام کر رہے تھے۔ بہر حال ابو بکر صدیقؓ اور وہ مسلمان جو ان کے ساتھ جانے والے تھے حضورؐ کے حکم پر حج کرنے کے لیے مکّہ روانہ ہو گئے تھے۔

اس جنگ کے چند ہی دن بعد منافقین کا سردار عبد اللہ بن ابی مر گیا - عبد اللہ بن ابی کے کفن کے لیے حضورؐ نے اپنی قمیض عنایت فرمائی - اور اس کا جنازہ پڑھانے کے لیے بھی تیار ہو گئے تھے - اور جب آپ عبد اللہ بن ابی کا جنازہ پڑھانے لگے تو اس وقت عمرؓ بن خطاب نے حضورؐ کو مخاطب کر کے عرض کی - "یا رسول اللہ صلی اللہ

یہ عبداللہ بن ابی ہے جس کا آپ جنازہ پڑھانے لگے ہیں۔ یہ وہ شخص ہے جس نے فلاں موقع پر یہ بات کہی اور فلاں وقت اس طرح کی حرکت کی اور یوں مسلمانوں کے خلاف ہر طرح کی اذیت اور تکلیف کا کوئی بھی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔"

عمر فاروقؓ کی یہ گفتگو سُن کر حضور نے تبسم فرمایا۔ پھر انہیں مخاطب کر کے آپؐ نے فرمایا۔

"اے عمرؓ! میرے پاس سے ہٹ کر پیچھے ہو جاؤ۔ مجھے نماز پڑھانے اور نہ پڑھانے دونوں کا اختیار ہے۔ مَیں نے نماز پڑھانے کو پسند کیا۔ خداوند کریم کی طرف سے یہ فرمایا گیا ہے کہ مَیں چاہے اس کے لیے معافی کی درخواست کروں یا نہ کروں اور اگر اس کے لیے ستر بار بھی معافی کی درخواست کروں۔ اللہ کسی طرح بھی اسے معاف کرنے والا نہیں اور اگر مَیں جانتا کہ ستّر سے زیادہ مرتبہ میں دُعا اور مغفرت کروں تو اسے معاف کر دیا جائے گا تو مَیں ستّر سے زیادہ مرتبہ بھی اس کے لیے دُعا اور مغفرت کرتا۔"

نماز جنازہ پڑھانے کے بعد حضورؐ عبداللہ بن ابی کی قبر پر اس وقت تک کھڑے رہے جب تک اُسے دفن نہ کر دیا گیا۔

اس کے بعد ایسے مشرکین کے لیے قرآن مقدس میں آیات نازل ہوئیں ان کا ترجمہ درجِ ذیل ہے:

"اور ان میں سے جو بھی وفات پائے اس پر کبھی نماز نہ پڑھے اور نہ ہی کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہو۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے اور یہ اس حالت میں مرے ہیں تو یہ کافر اور فاسق تھے۔"



دومۃ الجندل شہر میں عدیم بن ساعدہ اپنی حویلی کے دیوان خانے میں بیٹھا ہوا تھا کہ دیوان خانے کے سامنے نذار بن الیاس اور اس کے ساتھ دو اور جوان اپنے گھوڑوں پر سوار نمودار ہوئے۔ یہ نذار بن الیاس وہی جوان تھا جسے اس کے دو ساتھیوں کے ساتھ عدیم بن ساعدہ نے سماک بن خرشہ کو ٹھکانے لگانے کے لیے مقرر کیا تھا۔ لیکن سماک بن خرشہ نے اس کے دو ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ اور نذار بن الیاس کو اس شرط پہ معاف کر کے چھوڑ دیا تھا کہ آئندہ وہ عدیم بن ساعدہ سے متعلق اُسے خبریں باہم پہنچایا کرے گا۔

عدیم بن ساعدہ کے دیوان خانے کے سامنے ان تینوں نے اپنے گھوڑوں کو روکا پھر وہ دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ نذار بن الیاس نے آگے بڑھ کر عدیم بن ساعدہ سے مصافحہ کیا۔ پھر اس نے معذرت طلب انداز میں عدیم بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے ابنِ ساعدہ! مجھے افسوس ہے کہ مَیں جلد تمہاری طرف لوٹ نہ سکا اور مَیں سماک بن خرشہ سے متعلق تمہیں کوئی اطلاع نہ کر سکا۔"

عدیم بن ساعدہ ابھی تک نذار بن الیاس کے ساتھ دونوں جوانوں کو بڑی حیرت اور تعجب کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ آخر اس نے نذار بن الیاس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔ "اے ابن الیاس! تمہارے وہ دونوں ساتھی کہاں ہیں جنہیں لے کر تم سماک بن خرشہ کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے تھے اور یہ تو تم نے بتایا ہی نہیں کہ سماک

بن خرشہ کا تم نے کیا انجام کیا ۔"

نذار بن الیاس اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ وہاں بیٹھ گیا اور پھر بڑے مطمئن انداز میں اس نے عدیم بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے ابنِ ساعدہ میں تمہیں پوری تفصیل بتاتا ہوں ۔

سنو ! میں اور میرے دونوں ساتھی سماک بن خرشہ کو جب تبوک کی طرف لے جا رہے تھے تو راستے میں ہم تینوں ایک جگہ اپنی سواریوں سے اس غرض کے تحت اُتر گئے کہ وہاں سنسان جگہ صحرا کے اندر سماک بن خرشہ کا کام تمام کر کے اسے صحرا میں دفن کر دیں ۔ تو اے ابن ساعدہ! دیکھو ایسا ہوا تو وہ سماک بن خرشہ پہلے ہی سے محتاط تھا ۔ شاید اُسے ہمارے سارے لائحہ عمل کی خبر ہو چکی تھی اور جونہی ہم تینوں اپنی سواریوں سے اُترے ، اس نے تاک کر اپنا خنجر مارا اور میرے ایک ساتھی کا اس نے وہیں خاتمہ کر دیا ۔

اس کے بعد وہ بھوکے بھیڑیے کی طرح ہم پر ٹوٹ پڑا اور لمحوں کے اندر ایک طوفان بن کر ہم دونوں پر چھا گیا اور میرے دوسرے ساتھی کا بھی اس نے کام تمام کر دیا ۔ میں نے جب اندازہ لگایا کہ یہ سماک بن خرشہ اپنی ذات میں ایک عفریت اور ایک آندھی ہے تو میں نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال کر اس سے معافی مانگی اور اس سے امان حاصل کر لی ۔

میں نے اس کے ساتھ عہد کر لیا کہ آئندہ اُس کے خلاف حرکت میں نہیں آؤں گا ۔ اور یہ کہ میں عدیم بن ساعدہ کو جا کر یہ بتا دوں گا کہ سماک بن خرشہ نے میرے دونوں ساتھیوں کا کام تمام کر دیا ہے ۔

اے ابنِ ساعدہ ! اس شرط پر سماک بن خرشہ نے مجھے معاف کرتے ہوئے چھوڑ دیا ہے سنو ابن ساعدہ ! میں سیدھا تمہاری طرف آنے کے بجائے اپنی بستی کی طرف چلا گیا اور وہاں جا کر میں نے اپنے دونوں ساتھیوں کے مرنے کی اطلاع ان کے گھر والوں کو دی اور یہ دونوں نوجوان جو تم میرے ساتھ دیکھتے ہو ، یہاں دونوں مرنے والوں کے بھائی



ہیں ۔ ان میں سے جو دائیں طرف بیٹھا ہے اس کا نام علبید بن زیب اور دوسرا جو بائیں جانب ہے ، وہ رباح بن مازن ہے ۔

اے ابن ساعدہ ! یہ دونوں اپنے بھائیوں کا انتقام سماک بن خرشہ سے لینا چاہتے ہیں ۔ اب تم کہو تم اس سلسلے میں ہمیں کیا مشورہ دیتے ہو ۔

عدیم بن ساعدہ تھوڑی دیر گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ساتھ والے کمرے کی طرف چلا گیا ۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا ۔ اس بار اس کے ہاتھ میں نقدی کی ایک تھیلی تھی ۔ وہ تھیلی اس نے نذار بن الیاس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا ۔"

" اے ابن الیاس ! میں نے اس نقدی کے عوض تمہیں اور تمہارے دونوں ساتھیوں کو سماک بن خرشہ کے پیچھے لگایا تھا اور تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ سماک بن خرشہ کا تعاقب کرنے کا صحیح حق ادا کر چکا ہے ۔ لہٰذا تم اس نقدی کے حقدار ہو ۔ لہٰذا نقدی کی یہ تھیلی سنبھالو اور تم تینوں آپس میں بانٹ لو کیوں کہ تم نے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ مل کر سماک بن خرشہ کو قتل کرنے کی پوری کوشش کی تھی ۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ سماک بن خرشہ اُن ویرانوں کے اندر تم پر غالب رہا اور تمہارے دونوں ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ۔ اب تم اس تھیلی کو سنبھالو اور میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا کہ سماک بن خرشہ پر حملہ آور ہونے کا کوئی حیلہ کوئی جتن ضرور ڈھونڈ نکالو ۔

عدیم بن ساعدہ پھر تھوڑی دیر تک خاموش رہا ۔ آخر اس نے کچھ سوچا اور کوئی فیصلہ کرتے ہوئے اس نے پھر نذار بن الیاس ، رباح بن مازن ، علبید بن زیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

" اے میرے تینوں عزیزو ! میرے ذہن میں ایک لائحہ عمل آتا ہے ۔ اگر تم اسے عملی صورت دے سکو تو میرے خیال میں تم اس سماک بن خرشہ کو ضرور موت کے گھاٹ اتار سکتے ہو ۔"

اس پر رباح بن مازن نے چونک کر پوچھا " اے ابنِ ساعدہ! وہ کیا لائحہ عمل ہے جو تم نے سوچا ہے، جلدی بتاؤ۔ اگر وہ قابلِ عمل ہوا تو ہم ضرور اس کی تعمیل کر کے سماک بن خرشہ کو موت کے گھاٹ اُتار کر اس سے اپنے مرنے والے بھائیوں کا انتقام لیں گے۔

عدیم بن ساعدہ نے ایک بار باری باری اُن تینوں کی طرف دیکھا پھر اس نے کہنا شروع کیا۔ " میرے ساتھیو! ایسا کرو کہ تم دونوں یہیں دومتہ الجندل کی ایک سرائے میں قیام کرو۔ جب کہ نذار بن الیاس مدینہ کی طرف جائے، وہاں یہ سماک بن خرشہ سے ملے اور اسے یقین دلانے کی کوشش کرے کہ چونکہ سماک بن خرشہ نے تبوک کی طرف جاتے ہوئے اُسے قتل نہ کر کے اس پر ایک احسان کیا ہے لہٰذا وہ اس احسان کا بدلہ چکانا چاہتا ہے اور سماک بن خرشہ سے یہ کہے کہ میں نے عبیل بن جاثر اور خویلہ کو تلاش کر لیا ہے اور دومتہ الجندل کا وہ مکان بھی دیکھ لیا ہے جس میں عبیل بن جاثر اور خویلہ رہتے ہیں۔

سنو میرے ساتھیو! عبیل بن جاثر اور خویلہ کے متعلق سن کر یہ سماک بن خرشہ چونک اُٹھے گا۔ لہٰذا ابن الیاس! وہ ضرور تمہارے ساتھ دومتہ الجندل آئے گا تاکہ خویلہ کو حاصل کرنے کے لیے وہ عبیل بن جاثر سے انتقام لے سکے اور اے ابن الیاس! وہ جب دومتہ الجندل کی طرف آئے گا اور جس سرائے میں بھی وہ قیام کرے گا تم اس کی اطلاع رباح بن مازن اور علبید بن زیب کو کر دینا۔ پھر یہ دونوں بلکہ تم بھی ان کے ساتھ ہو لینا اور تم تینوں مل کر اس سرائے میں سماک بن خرشہ پر اچانک حملہ آور ہونا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دینا۔ اس طرح تم سب سماک بن خرشہ سے اپنا انتقام بھی لے لو گے اور اس کے ساتھ ساتھ اس قدیم اور ہولناک دشمن سے ہماری بھی جان چھوٹ جائے گی۔

اور سنو اے ابنِ الیاس! اگر تم تینوں مل کر میرے اس لائحہ عمل کی تکمیل کر سکو تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہیں اور بھی رقم دوں گا اور اس قدر دوں گا کہ جس سے تم تجارتی لین دین کر کے اپنی زندگی احسن طریقے سے گزار سکو گے۔ اب تم بولو، تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو۔



نذار بن الیاس نے عدیم بن ساعدہ کی گفتگو سننے کے بعد بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ " یہ ابنِ ساعدہ! تمہارا یہ لائحہ عمل قابلِ عمل اور بہترین ہے۔ یہ دونوں رباح بن مازن اور علبید بن زیب اس سرائے میں قیام کرتے ہیں جو تمہاری حویلی کے بالکل سامنے والے حصے میں ہے جب کہ میں آج اور ابھی مدینہ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ وہاں میں سماک بن خرشہ کو اپنے بھروسے اور اعتماد میں اتارنے کی کوشش کروں گا۔

عدیم بن ساعدہ! تم جانتے ہو کہ سماک بن خرشہ ایک انتہائی زیرک اور ہولناک انسان ہے اور اسے دھوکہ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ تم مجھے ذرا تفصیل سے بتاؤ کہ یہ سماک بن خرشہ کا عبیل بن جاثر اور خویلہ سے کیا تعلق اور کیا رشتہ ہے۔

نذار بن الیاس کے استفسار کے جواب میں عدیم بن ساعدہ تھوڑی دیر گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے ذرا غور اور انہماک سے ان تینوں کی طرف دیکھا۔ پھر وہ کہہ رہا تھا۔

" اے میرے دوستو! یہ خویلہ خیبر کے رئیس ابی حقیق کی بیٹی ہے اور یہ عبیل بن جاثر ابی حقیق اور اس کے بیٹے سلام بن ابی حقیق کے باغات اور ان کی زمینوں کی دیکھ بھال کرنے والا تھا۔"

اس کے بعد ابن ساعدہ نے ابی حقیق اور خویلہ کے اسلام قبول کرنے، خویلہ کی اپنے باپ اور اپنے غلام لمیس کے ساتھ یمن کی طرف روانگی اور وہاں سے واپسی پر عبیل بن جاثر اور پانچ دیگر ساتھیوں کے ساتھ ابی حقیق اور لمیس کو قتل کرنے اور خویلہ کو اُٹھا کر خیبر کی حویلی میں بند کر دینے اور اس کے بعد عبیل بن جاثر کے وہاں سے خویلہ کے ساتھ فرار ہو جانے کے سارے واقعات تفصیل کے ساتھ سُنا ڈالے تھے اور انہیں یہ بھی بتا دیا تھا کہ کس طرح اور کن حالات میں خویلہ اور ربطہ کی سماک بن خرشہ سے منگنی ہو چکی تھی اور ربطہ کے بعد خویلہ کی بھی سماک کے ساتھ شادی ہونے والی تھی اور یہ کہ اب یہ مدینہ کا رہنے والا سماک بن خرشہ خویلہ کے ساتھ ساتھ عبیل بن جاثر، قطمیر بن عبیل اور راس بن دعویل کو تلاش کرتا پھر رہا ہے۔

اس کے علاوہ عدیم بن ساعدہ نے اُن تینوں کو یہ بھی بتا دیا کہ کس طرح سماک بن خرشہ نے اس کے بھائی جبیر بن ساعدہ' ایک دوسرے ساتھی عابر بن ایلیا کے علاوہ زیاد بن موص اور اس کے بھائی مخزاق بن موص کو بھی قتل کر دیا ہے ۔ یہاں تک کہنے کے بعد عدیم بن ساعدہ خاموش ہو گیا تھا۔

عدیم بھی ساعدہ جب خاموش ہُوا تو نذار بن الیاس نے مسکراتے ہوئے اور اس کے شانے کو پکڑ کر پُرجوش انداز میں ہلاتے ہوئے کہا ۔" اے ابن ساعدہ! تم نے ہم تینوں کو سماک بن خرشہ کے متعلق کیا عمدہ تفصیل اور کیسا نیا انکشاف کیا ہے ۔ اب مَیں آج اور ابھی سماک بن خرشہ کی طرف کُوچ کروں گا ۔

اب مَیں سمجھ گیا کہ سماک بن خرشہ کیوں عبیل بن جاثر اور خویلہ کی تلاش میں ہے مَیں اسے بتاؤں گا کہ عبیل بن جاثر اور خویلہ دونوں دومۃ الجندل میں قیام کیے ہوئے ہیں، اور مَیں اُسے یہ بھی واضح کروں گا کہ مَیں قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو تلاش کرنے میں بھی اس کی مدد اور تعاون کروں گا۔

میری اس پیش کش پر مجھے اُمید ہے کہ سماک بن خرشہ ضرور مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرے گا ۔ اور اسی اعتماد اور بھروسے کے بل بوتے پر وہ میرے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف آئے گا ۔ اور مَیں اُسے یہاں کسی سرائے میں ٹھہرانے کے بعد پھر تمہارے ساتھ والی سرائے سے رباح بن مازن اور عبید بن زیب کو لے جاؤں گا اور پھر ہم تینوں مل کر اس سرائے میں سماک بن خرشہ پر حملہ آور ہوں گے اور اسے موت کے گھاٹ اُتار کر رکھ دیں گے ۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نذار بن الیاس خاموش ہُوا تو عدیم بن ساعدہ نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔" اے نذار بن الیاس میرے دوست! تم نے میرے دل کی بات کہی ہے ۔ اب تم یہاں سے مدینہ کی طرف کُوچ کرو ۔ جب کہ رباح بن مازن اور عبید بن زیب یہ دونوں میری حویلی کے باہر والی سرائے میں قیام کرتے ہیں اور جتنے دن بھی یہ دونوں اس سرائے میں ٹھہریں گے ان کے تمام اخراجات مَیں



برداشت کروں گا ۔"

اس کے ساتھ ہی وہ تینوں عدیم بن ساعدہ سے مصافحہ کرنے کے بعد اُٹھ کھڑے ہوئے رباح بن مازن اور عبید بن زیب تو اس قریبی سرائے میں قیام کرنے کے لیے اندر چلے گئے تھے جب کہ نذار بن الیاس اپنے گھوڑے پر سوار ہُوا اور پھر وہ دومۃ الجندل سے نکل کر اپنے گھوڑے کو اس شاہراہ پر سرپٹ دوڑا رہا تھا جو مدینہ کی طرف جاتی تھی۔

○

سرائے گردشِ لیل و نہار میں کوہستانوں کی کرمزی چوٹیوں سے دھوپ غائب ہونے لگی تھی ۔ اپنا خون جلا کر خود کو روشن رکھنے والا سُورج آوازوں کے جنگل میں کسی خاموش شہر اور یادوں کے تابوت کی طرح غروب ہونے لگا تھا ۔ وقت کی دُھند میں سایوں کے قافلے غائب ہو گئے تھے اور لمحہ لمحہ خُنک ہوتی شام حیات کی رنگینیوں کا خُون کرنے لگی تھی ۔

زمین کے کنوارپنے پر سیاہ کار بگولے اور موت کے کالے لاوے قسمت کے بیوپاریوں کی طرح رقص کرنے لگے تھے ۔ خاموشی کی لمبی سانسوں کا گہرا جمود اور یادوں کے پُرسکون شبستانوں میں خوابوں کی تجسیم کا عمل شروع کرنے والا تھا ۔

ایسے میں جب کہ اندھیرے کھجوروں کے لمبے اونچے درختوں سے لپٹ کر رات کے ماتمی گیت گانے لگے تھے نذار بن الیاس مدینہ شہر میں داخل ہُوا اور سماک بن خرشہ کے دروازے پر اس نے دستک دی ۔ تھوڑی دیر بعد سماک نے دروازہ کھولا ۔ وہ اپنے ایک ہاتھ میں چھوٹی سی جلتی ہوئی مشعل لیے ہوئے تھا ۔

نذار بن الیاس کو اپنے سامنے دیکھ کر سماک بن خرشہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کسی قدر حیرت میں ڈوبی آواز میں بولا ۔" اے ابن الیاس! تم یہاں ، بخدا مجھے اُمید تھی کہ تم قطعاً میرے لیے کام نہ کرو گے ۔"

سماک بن خرشہ جب خاموش ہُوا تب نذار بن الیاس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

"اے ابن خرشہ کیا تم تھوڑا سا وقت نہیں دیتے ہو کہ میں تم سے ایسی گفتگو کروں جس میں تمہارا فائدہ ہی فائدہ ہے"۔

اس پر سماک اپنے گھر کا پورا دروازہ کھولنے کے بعد باہر آیا۔ آگے بڑھ کر نذار بن الیاس سے اس کے گھوڑے کی باگ لے لی اور پھر اسے مخاطب کر کے کہا۔ "میں تمہارے گھوڑے کو اندر باندھ کر اس کے چارے کا بندوبست کرتا ہوں۔ پھر تمہیں دیوان خانے میں بٹھا کر میں تمہاری پوری گفتگو سنتا ہوں"۔

قبل اس کے کہ نذار بن الیاس جواب میں کچھ کہتا سماک بڑی تیزی سے اس کے گھوڑے کو اندر لے گیا۔ اپنے گھوڑے کے قریب اسے باندھ کر اس کے لیے چارہ ڈال دیا پھر اس نے مکان کا بیرونی دروازہ بند کرنے کے بعد دیوان خانے کا دروازہ کھولا نذار بن الیاس کا ہاتھ پکڑ کر وہ دیوان خانے میں لایا اور اسے ایک نشست پہ بٹھانے کے بعد اپنے ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل اس نے دیوار کے ساتھ لٹکا دی تھی۔ پھر وہ نذار بن الیاس کے سامنے بیٹھا اور پوچھا۔ "اے ابن الیاس! اب کہو، تم مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو۔"

نذار بن الیاس تھوڑی دیر تک سماک کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اطمینان طلب نگاہوں سے سماک کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اے ابن خرشہ! پہلے یہ کہو کہ جو کچھ میں تم سے کہوں گا کیا تم اس پہ اعتماد اور بھروسہ کر لوگے"۔

سماک نے بھی تھوڑی دیر کے لیے بڑے انہماک کے ساتھ نذار بن الیاس کی طرف دیکھا اور پھر کہا۔ "تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ اگر تمہاری باتیں قابلِ بھروسہ اور اعتبار کے لائق ہوئیں تو میں ضرور انہیں تسلیم کروں گا اور تمہاری تجویز کے مطابق عمل کروں گا۔ اب تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو"۔

اس پر نذار بن الیاس بولا پھر وہ کہہ رہا تھا۔ "اے ابو دجانہ تمہیں یاد ہوگا جب میں اور میرے دو ساتھیوں نے تبوک کی طرف جاتے ہوئے تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تھی تو تم نے میرے دو ساتھیوں کو تو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا لیکن مجھے تم نے اس شرط پر چھوڑ دیا تھا کہ میں تمہاری بھلائی اور بہتری کے لیے کام کروں گا اور عدیم بن



ساعدہ سے متعلق خبریں تمہیں پہنچایا کروں گا۔

تم نے اُن ویرانوں کے اندر مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ میں عدیم بن ساعدہ سے جا کر یہ کہہ دوں کہ ہم نے سماک بن خرشہ کو قتل کر دیا ہے اور یہ کہہ کر میں اس سے وہ رقم حاصل کر لوں جو اس نے ہمیں دینے کا وعدہ کیا تھا۔

"اے ابو دجانہ! میں تمہاری یہ بات اس وقت تو تسلیم کر کے تمہارے پاس سے روانہ ہو گیا تھا لیکن راستے میں مجھے ایک خیال آیا اور وہ یہ کہ اگر میں نے عدیم بن ساعدہ سے یہ کہہ دیا کہ ہم تینوں نے مل کر سماک بن خرشہ کو قتل کر دیا ہے تو پھر میرے دو ساتھیوں کے رشتہ دار مجھ سے یہ پوچھیں گے کہ میرے دو ساتھی جو تھے وہ کہاں چلے گئے۔ لہذا میرے پاس کوئی جواز نہ ہوتا کہ وہ کہاں اور کدھر گئے۔ اس لیے جن باتوں کا میں نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ میں وہ نہ کر سکا کہ اگر میں ایسا کرتا تو میں اپنے دونوں مرنے والے ساتھیوں کی موت کو کیسے اور کیونکر چھپا سکتا تھا۔ لہذا عدیم بن ساعدہ کی طرف جانے کے بجائے اے ابو دجانہ! میں اپنی بستی کی طرف چلا گیا تھا۔

اور اے ابن خرشہ! سنو، انہی دنوں ہماری بستی میں ایک نیا انقلاب رونما ہوا اور وہ یہ کہ ہماری بستی کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جن میں میں بھی شامل ہوں۔ میں اب بحمد اللہ بت پرست نہیں مسلمان ہوں۔ میں اب وُدّ نامی بُت کے سامنے اپنے سر کو خم کرنے کے بجائے اپنے رب کے حضور اپنے سر کو خم کرتا ہوں اور میں یہ کام دن میں پانچ وقت ادا کرتا ہوں۔ یعنی میں نماز کا بھی پابند ہوں۔

اے میرے دوست! اسلام قبول کرنے کے بعد میں چند دن تک اپنی بستی میں ہی ٹھہرا رہا اور یہ سوچتا رہا کہ مجھے عدیم بن ساعدہ سے کس طرح نمٹنا چاہیے۔ اس طرح میں نے اپنے دونوں مرنے والے ساتھیوں کے رشتہ داروں کو بتا دیا تھا کہ میرے وہ دونوں ساتھی ایک حادثے میں موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں اور جب انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ انہیں قتل کرنے والا کون ہے تو میں نے انہیں تمہارا نام بتا دیا اور سنو اے ابن خرشہ! میرے دونوں مرنے والے ساتھیوں کے رشتہ داروں اور عزیزوں نے ابھی

تک اسلام قبول نہیں کیا۔ لہٰذا ان دونوں مرنے والے ساتھیوں کے بھائیوں نے تم سے انتقام لینے کا عہد کر لیا ان دونوں کے نام رباح بن مازن اور عبید بن ذیب ہیں ۔ یہ دونوں ہی پہلے دومۃ الجندل میں آئے وہاں یہ وُدّ نامی بُت کے سامنے پیش ہوئے اور اس کے سامنے سربسجود ہو کر انہوں نے عہد کیا کہ حالات کچھ بھی ہو جائیں وہ سماک بن خرشہ کو ضرور قتل کریں گے ۔

اس کے بعد یہ دونوں جوان یعنی رباح بن مازن اور عبید بن ذیب مجھے لے کر عدیم بن ساعدہ کے پاس گئے میں نے عدیم بن ساعدہ کو صاف صاف بتا دیا کہ سماک بن خرشہ نے میرے دونوں ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور مجھے اُس نے امان دے کر جانے کی اجازت دے دی تھی ۔ اب عدیم بن ساعدہ نے ایک نئے کھیل کی ابتدا کی ہے ۔ اس عدیم بن ساعدہ نے مجھے اور رباح بن مازن اور عبید بن ذیب کو ایک بھاری رقم بھی دی ہے اور اس کے بدلے اُس نے مجھے یہ کہا ہے کہ میں مدینہ کی طرف جاؤں جب کہ رباح بن مازن اور عبید بن ذیب کو اُس نے دومۃ الجندل کی ایک سرائے میں ٹھہرا رکھا ہے ۔ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے تاکہ میں کسی بہانے سے تمہیں دومۃ الجندل لے کر آؤں ۔ اور عدیم بن ساعدہ نے بہانہ مجھے یہ بتایا ہے کہ تم سماک بن خرشہ سے جا کر کہنا کہ عدیم بن ساعدہ نے پورے حالات مجھے تفصیل سے سنائے تھے لہٰذا میں تمہاری مدد کرنے کی خاطر عبیل بن جاثر اور خویلہ کو تلاش کرتا رہا اور میں نے انہیں ڈھونڈ نکالا ہے ۔ لہٰذا اب تم میرے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف چلو اور خویلہ کو حاصل کرنے کے ساتھ عبیل بن جاثر سے اپنا انتقام بھی لے لو ۔

تو اے ابنِ خرشہ ! یہ ہے وہ بہانہ جو عدیم بن ساعدہ نے مجھے بنا کر تمہاری طرف روانہ کیا ہے ۔ تاکہ تم دومۃ الجندل کی طرف میرے ساتھ چلو اور اس سے آگے عدیم بن ساعدہ نے مجھے یہ بتایا تھا ۔ کہ میں تمہیں دومۃ الجندل کی کسی سرائے میں ٹھہرا کر دوسری سرائے سے رباح بن مازن اور عبید بن زیب کو اپنے ساتھ لوں اور ہم پھر تم پر حملہ آور ہو کر تمہارا خاتمہ کر دیں ۔



اس طرح عدیم بن ساعدہ یہ چاہتا تھا کہ ایسا کر کے رباح بن مازن اور عبید بن زیب اپنے مرنے والے بھائیوں کا انتقام بھی لے لیں گے اور سماک بن خرشہ سے ہمیشہ کے لیے ہماری جان بھی چھُوٹ جائے گی ”۔

اے ابنِ خرشہ ! یہ ہیں وہ حالات جن کے تحت میں تمہاری طرف آیا ہوں ۔ اب بتاؤ تم کیا کہتے ہو ۔ پر کچھ کہنے سے پہلے اے سماک بن خرشہ ! ایک بات ضرور یاد رکھنا میں نذار بن الیاس اب بُت پرست نہیں مُسلمان ہوں اور قسم مجھے کعبہ کے رب کی کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے میں تم جیسے مسلمان بھائی کے لیے اپنی گردن کٹوانا تو کیا اپنے جسم کے خون کا آخری قطرہ بھی قربان کر سکتا ہوں ۔ لہٰذا جو کچھ کام بھی تم کہو گے وہ میں کر گزروں گا ۔ اگر تم کہو گے کہ عدیم بن ساعدہ کی گردن کاٹنی ہے تو واللہ میں اس کا بھی کام تمام کر کے رکھ دوں گا ۔ میں ہر وہ کام کر گزروں گا جس میں تمہاری فلاح، تمہاری خوشی اور تمہاری فوز مندی ہو ۔

نذار بن الیاس کے خاموش ہونے پر سماک تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا ۔ پھر اس نے غور سے نذار کی طرف دیکھا اور کہا ۔ ” اے ابنِ الیاس ! اگر تم اسلام قبول کر چکے ہو تو میں تمہاری ہر بات پر اعتماد اور بھروسہ کروں گا ۔

سنو ! میں تمہارے ساتھ ضرور دومۃ الجندل کی طرف جاؤں گا ۔ تم مجھے کسی سرائے میں ٹھہرا کر رباح بن مازن اور عبید بن زیب کو وہاں بُلا لانا پھر تم دیکھنا کہ میں ان دونوں سے کیسے نمٹتا ہوں ۔ قبل اس کے کہ وہ دونوں مل کر میرے لیے خطرہ بن جائیں میں اس خطرے کو اپنے راستے سے ہی ہٹا اور مٹا دینا چاہتا ہوں ۔

اس موقعہ پر نذار بن الیاس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ۔ ” اے ابنِ خرشہ ! اب جب کہ تم میرے دینی بھائی ہو، تو میں تمہیں خدشات اور خطرات میں ہرگز ڈالنا نہیں چاہتا اور میں دومۃ الجندل میں تمہیں کسی سرائے میں ٹھہرانا نہیں چاہتا ۔ وہ اس لیے کہ سرائے میں ٹھہرا کر جب رباح بن مازن کو اور عبید بن زیب کو بُلا کر لاؤں گا تو تم بہتر طور پر وہاں اُن دونوں سے نمٹ نہ سکو گے ۔ سرائے کے اندر ہو سکتا ہے میری غیر موجودگی

میں انہوں نے اپنے کچھ جاننے والے اور ساتھیوں کو بھی جمع کر لیا ہو ۔ اور وہ سب مل کر اس سرائے میں تمہارے لیے ایک مصیبت اور خطرہ بن جائیں اور یہ بھی خدشہ ہے کہ میری اس غیر موجودگی میں عدیم بن ساعدہ نے کچھ اور ہی لائحہ عمل طے کر لیا ہو اور اس نے بھی اپنے کچھ ساتھیوں کو رباح بن مازن اور عبید بن زیب کی مدد کے لیے آمادہ کر لیا ہو ۔ لہٰذا اے ابن خرشہ میں تمہیں سرائے میں نہیں ٹھہراؤں گا ۔ بلکہ تم دومۃ الجندل شہر سے باہر ٹھہر جانا اور تمہیں وہاں ٹھہرا کر میں عدیم بن ساعدہ کی طرف جاؤں گا اور اسے جا کر کہوں گا کہ میں سماک بن خرشہ کو عبیل بن جاثر اور خویلہ کی رہائش کی نشاندہی کرنے کے بہانے اسے اپنے ساتھ لے تو آیا ہوں لیکن یہاں آ کر جب میں نے اسے سرائے میں ٹھہرانا چاہا تو اس نے کسی سرائے میں ٹھہرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہ وہ اس بات پر بضد ہے کہ میں پہلے عبیل بن جاثر اور خویلہ کی رہائش گاہ دیکھنا چاہتا ہوں ۔ اس کے بعد میں کسی سرائے میں قیام کرنا پسند کروں گا ۔

میں عدیم بن ساعدہ سے یہ بھی کہوں گا کہ میں نے اپنی طرف سے بہتیری کوشش کی کہ سماک بن خرشہ کو کسی سرائے میں ٹھہرنے پر آمادہ کر سکوں لیکن میں ایسا نہ کر سکا ۔ لہٰذا میں سماک بن خرشہ کو ٹالنے کے لیے ایک ایسے مکان کی طرف لے گیا جو پہلے سے میری نگاہ میں تھا ۔ میں نے اُسے مکان دکھاتے ہوئے کہا کہ پہلے عبیل بن جاثر خویلہ کو لے کر اسی مکان میں رہتا تھا ۔ پر اب تو یہ مکان خالی پڑا ہے ۔ شاید اُسے خبر ہو گئی ہے کہ اُس کے دشمنوں کو اس کی رہائش کا پتہ چل گیا ہے ۔ لہٰذا وہ یہاں سے کہیں جا چکا ہے ۔ پھر میں عدیم بن ساعدہ کو یہ چکمہ بھی دینا شروع کروں گا کہ جب سماک بن خرشہ کو یہ علم ہو گیا کہ عبیل بن جاثر اور خویلہ یہاں نہیں ہیں تو اس نے کسی سرائے میں قیام کرنے سے انکار کر دیا ہے اور اب وہ واپس جانا چاہتا ہے ۔ جب کہ میں اُسے شہر سے باہر روک کر آیا ہوں اور اب کسی سرائے سے اس کے لیے زادِ راہ لے کر آؤں گا اور اس کے بعد وہ یہاں سے کوچ کرے گا ۔

لہٰذا میں عدیم بن ساعدہ سے یہ کہوں گا کہ وہ اپنے آدمی سماک بن خرشہ کے



پیچھے لگا دے جو دومۃ الجندل سے تھوڑی دُور جا کر سماک بن خرشہ کا کام تمام کر دیں ۔

یہاں تک کہنے کے بعد نزار بن الیاس تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر اپنا سلسلہ کلام دوبارہ جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا ۔

’’ اے ابنِ خرشہ ! جب میں عدیم بن ساعدہ سے یہ بات کہوں گا تو میرے خیال میں وہ رباح بن مازن اور عبید بن زیب دونوں کو تمہارے پیچھے لگا دے گا اور وہ یہ بھی کوشش کرے گا کہ میں بھی رباح بن مازن اور عبید بن زیب کی مدد کروں تاکہ ہم تینوں مل کر تم سے نمٹ سکیں ۔

لیکن میں اس موقعہ پہ عدیم بن ساعدہ سے یہ کہوں گا کہ سماک بن خرشہ کے تعاقب میں صرف رباح بن مازن اور عبید بن زیب ہی جائیں ۔ اگر وہ دونوں اس سے نمٹ لیتے ہیں تو بہت اچھا اور اگر ان دونوں کو سماک بن خرشہ نے موت کے گھاٹ اتار دیا تو پھر کم از کم میں سماک بن خرشہ کے بھروسے کا آدمی تو تمہارے پاس رہوں گا اور پھر کوئی تمہارے خلاف لائحہ عمل تیار کرنے کے لیے میں اس کے حق میں نفع بخش اور سُود مند ہو سکتا ہوں ۔

میرے خیال میں عدیم بن ساعدہ میری اس بات کو مان لے گا اور تمہارے ساتھ تعلقات رکھنے کے لیے وہ مجھے رباح بن مازن اور عبید بن زیب کے ساتھ روانہ نہیں کرے گا ۔

عدیم بن ساعدہ کو یہ چکمہ دینے کے بعد میں بھی رباح بن مازن اور عبید بن زیب کے پیچھے پیچھے چوری چھپے ہو لوں گا اور جب وہ دونوں تم سے ٹکرانے کی کوشش کریں گے تو میں اُن کے خلاف تمہاری مدد کروں گا ۔ تاکہ ہم دونوں مل کر اُن دونوں کا کام تمام کر دیں ویسے جو میں نے تمہاری تیغ زنی اور تمہارے حملہ آور ہونے کا انداز دیکھ رکھا ہے ۔ مجھے یقین واثق ہے کہ تم دونوں سے اکیلے ہی نمٹ سکتے ہو ۔

بہر حال میں بھی موقع پہ موجود ہوں گا اور بوقتِ ضرورت تمہاری مدد کروں گا ۔

اس طرح رباح بن مازن اور عبید بن زیب سے نمٹنے کے بعد میں اور تم دونوں رات کی تاریکی میں عدیم بن ساعدہ کی حویلی پر شب خون ماریں گے اور اسے بھی موت کے گھاٹ

اتار کر رکھ دیں گے۔ کیوں کہ یہ عدیم بن ساعدہ ہی ہے جو تمہارے خلاف سازشیں اور دھوکہ دہی کی کارروائیوں کو ترتیب دینے والا ہے۔

نذار بن الیاس کی طرف دیکھتے ہوئے سماک بن خرشہ تھوڑی دیر کے لیے مسکراتا رہا پھر اس نے دوستی کے بھرپور جذبوں میں نذار بن الیاس کو مخاطب کرتے ہوئے، اُس نے کہا۔ "اے ابنِ الیاس! میں تمہارے ساتھ یہاں تک تو تعاون کرتا ہوں کہ دومۃ الجندل سے باہر رباح بن ماذن اور عبید بن زیب کا کام تمام کر دیا جائے لیکن یہاں میں تم سے اتفاق نہیں کرتا کہ ان دونوں سے نمٹنے کے بعد عدیم بن ساعدہ کی حویلی پر شب خون مار کر اس کا بھی کام تمام کر دیا جائے۔ عدیم بن ساعدہ کو ابھی زندہ رہنا چاہیے۔ اور اے ابنِ الیاس! اس سے میں ابھی بہت کام لینا چاہتا ہوں۔

وہ اس طرح کہ مجھے واقعی خویلہ کی تلاش ہے۔ یہ خیبر کے ابی حقیق کی بیٹی اور سلام بن ابی حقیق کی بہن ہے اور چند سال پہلے میری اس کے ساتھ منگنی ہو چکی تھی اور چونکہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا لہٰذا اس کے بھائی نے جو کٹر یہودی تھا اپنے چند دوستوں کی مدد سے جن میں عبیل بن جاثر اور عدیم بن ساعدہ کا بھائی بھی شامل تھے۔ اور ان کے ساتھ ان کے چار دوست اور بھی تھے۔

انہوں نے اس وقت ابی حقیق پر حملہ کیا جب وہ یمن سے لوٹ رہا تھا اور جب کہ اس کے ساتھ اس کی بیٹی خویلہ اور اس کا غلام لمیس بھی تھا۔ ان لوگوں نے ابی حقیق اور اس کے غلام کو تو قتل کر دیا اور خویلہ کو اٹھا کر لے گئے۔ اور مجھے خویلہ ہی کی تلاش ہے اور یہ کہ عدیم بن ساعدہ کا زندہ رہنا ابھی میرے لیے سود مند ہے کیوں کہ اس کی مدد سے میں عبیل بن جاثر کے علاوہ دو ان نوجوانوں کو بھی تلاش کر سکتا ہوں۔ جنہوں نے ابی حقیق اور اس کے غلام کو قتل کرنے کے ساتھ ساتھ خویلہ کو اٹھایا تھا۔ اور ان دونوں کے نام قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل ہیں۔

اے ابنِ الیاس! میں یہاں تم سے یہ بھی کہوں گا کہ میں خویلہ کو اُٹھانے والے ان کے تین ساتھیوں سے پہلے ہی نمٹ چکا ہوں۔ ان میں سے ایک جبیر بن ساعدہ



ہے اور دوسرا عابر بن ابلیا ہے اور تیسرا زیاد بن موص ہیں۔ ان تینوں کو میں پہلے ہی موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں۔ اب تین باقی اور ہیں جنہیں میں نے قتل کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خویلہ کو بھی حاصل کرنا ہے۔

اور جن تین کو میں نے ابھی قتل کرنا ہے۔ یہ عبیل بن جاثر، قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل ہیں اور یہ کہ ان تینوں سے متعلق کچھ اتہ پتہ یا ان کی خبریں مجھے عدیم بن ساعدہ سے ہی مل سکتی ہیں۔

لہٰذا اے ابنِ الیاس! میرے بھائی! عدیم بن ساعدہ کو ابھی زندہ رہنا چاہیے۔ اس لیے کہ اس کی مدد سے میں اپنے ان تینوں دشمنوں کو تلاش کر سکتا ہوں۔ اور یہ بھی سنو کہ جب میں نے دیکھا کہ عدیم بن ساعدہ اب میرے لیے کسی کام کا نہیں رہا تو پھر میں اس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ اس لیے کہ اب میرے خلاف کارروائیاں کرنے میں یہ پیش پیش ہے۔

سماک بن خرشہ جب خاموش ہوا تو نذار بن الیاس نے بولتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ خرشہ! میرے بھائی۔ اگر تم اجازت دو تو میں عدیم بن ساعدہ سے اپنی دوستی اور تعلقات برقرار رکھوں اور اسے اپنے اعتماد میں لے کر اور اسے اپنا پورا تعاون اور یقین دلا کر میں تمہارے لیے قطمیر بن عابیل، راس بن دعویل اور عبیل بن جاثر کو تلاش کروں۔ اور مجھے اُمید ہے کہ ایک دن میں تمہارے لیے ان تینوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

سماک بن خرشہ ابن الیاس کی اس پیش کش پر خوش ہو گیا تھا اور اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ابن الیاس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے مسکراتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اے ابنِ الیاس اگر تم ایسا کر سکو تو بخدا میں زندگی بھر تمہارا ممنون ہوں گا اور تمہاری ذات پر اپنے لیے فخر کرتا رہوں گا۔"

اس پر نذار بن الیاس نے بڑے تشفیقانہ انداز میں کہا۔ "اے ابو دجانہ! اب جب کہ میرے اور تمہارے درمیان سارے معاملات طے ہو گئے ہیں تو اٹھو اب یہاں سے

سے کوچ کریں اور دومتہ الجندل کا رُخ کریں۔

نذار بن الیاس کی اس گفتگو پر سماک بن خرشہ نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔" اے نذار بن الیاس! میرے بھائی! یہ کیسے اور کیوں کر ممکن ہے کہ میں ابھی اور اسی وقت تمہیں لے کر یہاں سے کوچ کر دوں۔

سنو اے ابن الیاس! تم کسی سرائے میں نہیں پڑے ہوئے ہو۔ تم اپنے بھائی سماک بن خرشہ کی حویلی میں ہو۔ آج رات تم میرے ساتھ یہاں قیام کرو۔ صبح دونوں یہاں سے دومتہ الجندل کی طرف کوچ کریں گے۔

سنو! میں نے تمہارے گھوڑے کو اپنے گھوڑے کے ساتھ باندھ کر اس کے آگے چارہ ڈال دیا ہے اور میں اس کے مُنہ سے دھانہ بھی اتار آیا ہوں۔ اب میں واپس جا کر اس کی زین اتارتا ہوں اور تمہارے لیے کھانا لے کر آتا ہوں اور پھر دونوں بھائی مل کر اسی دیوان خانے میں سوئیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی سماک اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ پہلے اس نے نذار بن الیاس کے گھوڑے کے پاس جا کر اس کی زین اتار کر علیحدہ رکھ دی پھر وہ کھانے کے برتن اُٹھا کر دیوان خانے میں لایا۔ دونوں نے مل کر پہلے کھانا کھایا پھر دیوان خانے میں ہی دونوں آرام کرنے لگے تھے۔

اس طرح ایک شب وہاں آرام کرنے کے بعد دوسرے روز نذار بن الیاس اور سماک بن خرشہ مدینہ سے دومتہ الجندل کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

O

نذار بھی الیاس دومتہ الجندل پہنچنے کے بعد اس سرائے میں داخل ہوا جو عدیم بن ساعدہ کی حویلی کے عین سامنے تھی۔ وہاں سے اس نے رباح بن مازن اور عبید بن زیب کو اپنے ساتھ لیا۔ پھر وہ تینوں عدیم بن ساعدہ کی حویلی پر آئے اور دروازے پر دستک دی۔ دروازہ عدیم بن ساعدہ نے ہی کھولا تھا پھر اس نے اُن تینوں کو اپنے دیوان خانے میں بٹھایا اور خود بھی ان کے سامنے بیٹھا۔ اور نذار بن الیاس کو مخاطب کر کے پوچھا۔" اے



ابن الیاس! کیا تم سماک بن خرشہ کو اپنے ساتھ لے آئے ہو۔"

اس پر نذار بن الیاس نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔" اے ابن ساعدہ تمہارے بتائے ہوئے لائحہ عمل کے مطابق میں نے عمل کیا ہے اور میں سماک بن خرشہ کو اپنے ساتھ لانے میں کامیاب رہا ہوں لیکن یہاں دومتہ الجندل آکر میرے لیے ایک دشواری آن کھڑی ہوئی ہے۔

میں سماک بن خرشہ کو پہلے کسی سرائے میں ٹھہرانا چاہتا تھا اور بعد میں میں رباح بن مازن اور عبید بن زیب کو بُلا کر اور ان کو وہاں لے جا کر اس کا کام تمام کر دینا چاہتا تھا لیکن اس نے اس وقت تک کسی سرائے میں قیام کرنے سے انکار کر دیا ہے جب تک کہ میں اس کے لیے عبیل بن جاثر کے مکان کی نشاندہی نہ کر دوں۔

اے ابن ساعدہ! میں نے اُسے بہتیرا سمجھایا' اُسے آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ اُسے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ آج کا دن وہ سرائے میں آرام کرے کل میں اُسے اس مکان کی نشان دہی کروں گا۔ جس میں عبیل بن جاثر رہتا ہے لیکن وہ نہیں مانا اور اپنی بات پر بضد رہا۔

اے عدیم بن ساعدہ! یہ شخص انتہائی محتاط اور مکار لگتا ہے۔ اپنی بات پر عمل کرنا جانتا ہے۔ سو میرے بار بار کہنے پر بھی سماک بن خرشہ نے کسی سرائے میں قیام نہیں کیا۔ بس وہ اسی بات پر اڑا رہا کہ وہ پہلے عبیل بن جاثر کا کام تمام کر کے خویلہ کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد وہ کوئی اور کام کرے گا۔

اس کی ضد کے سامنے میں بھی جُھک گیا۔ دومتہ الجندل شہر میں ایک مکان میری نگاہ میں پہلے ہی تھا جو غیر آباد تھا۔ پس اس سماک بن خرشہ کو اس غیر آباد مکان کے پاس لے گیا اور وہاں اس مکان کے سامنے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے میں نے اُس سے کہا۔" اے سماک بن خرشہ! میری یہاں سے روانگی سے چند دن پہلے عبیل بن جاثر خویلہ کے ساتھ اسی مکان میں رہا کرتا تھا اور ساتھ ہی میں نے سماک بن خرشہ سے یہ بھی کہہ دیا کہ ہو سکتا ہے کہ عبیل بن جاثر کو یہ پتہ چل گیا ہو کہ اس کے ٹھکانے کا علم ہو گیا ہے

لہٰذا وہ خویلہ کو لے کر اس مکان سے بھاگ نکلا اور کہیں اور جا کر آباد ہو گیا ہو۔

اے عدیم بن ساعدہ! مَیں نے سماک بن خرشہ کے سامنے یہ بہانہ بنا کر وقتی طور پر اُسے ٹال تو دیا ہے اور وہ میری اس بات پر بھی اعتبار کر گیا ہے کہ عبیل بن جاثرہ اسی مکان میں پہلے قیام کیے ہوئے تھا اور اب وہاں سے خویلہ کو لے کر بھاگ گیا ہے لیکن اب اس کے بعد میرے لیے دوسری دشواری یہ آن پڑی ہے کہ وہ مکان دکھلانے کے بعد جب مَیں نے سماک بن خرشہ کو کسی سرائے میں ٹھہرانا چاہا تو اس نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا بلکہ اُس نے یہ کہا کہ وہ ابھی اور اسی وقت مدینہ کی طرف کُوچ کرے گا۔“

اے ابنِ ساعدہ! مَیں نے اپنی طرف سے پُوری کوشش کی کہ اُسے کسی سرائے میں ٹھہراؤں لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

سنو! مَیں اب اُسے اس شہر سے باہر ایک جگہ کھڑا کر آیا ہوں اور اسے یہ کہہ آیا ہوں کہ مَیں شہر کی کسی سرائے میں جا کر اس کے لیے زادِ راہ لاتا ہوں۔ اس کے بعد وہ یہاں سے کُوچ کر جائے۔ اب سماک بن خرشہ اس وقت شہر سے باہر میرا منتظر کھڑا ہے اور مَیں اس کے لیے زادِ راہ لینے آیا ہوں۔

اب ایسا کرتے ہیں کہ مَیں یہاں سے نکلتے وقت سماک بن خرشہ کے لیے زادِ راہ لیتا ہوں اور اس کی طرف جاتا ہوں اور یہ رباح بن مازن اور عبید بن زیب مجھ سے دُور رہ کر میرا تعاقب کریں، مَیں زادِ راہ سماک بن خرشہ کے حوالے کر دوں گا اور جب وہ وہاں سے کُوچ کر جائے تو یہ رباح بن مازن اور عبید بن زیب دونوں اس کے تعاقب میں لگ جائیں اور دومۃ الجندل سے دُور جا کر اچانک اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیں۔

اس پر عدیم بن ساعدہ نے تیز نگاہوں سے نذار بن الیاس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”اور تم دونوں کے ساتھ کیوں نہ جاؤ گے۔“

اس پر نذار بن الیاس نے عدیم بن ساعدہ کے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ ”اے ابنِ ساعدہ! جو کچھ مَیں کہنا چاہتا ہوں اسے غور سے سنو۔ اگر رباح بن مازن اور عبید بن زیب دونوں نے مل کر اس سماک بن خرشہ کا کام تمام کر دیا تو سارا کھیل درست ہو کر رہ جائے گا اور اگر یہ دونوں اس پر قابو پانے میں کامیاب نہ ہوئے تو اے ابن ساعدہ! مَیں تمہارے لیے آنے والے دَور میں بھی سُود مند ہو سکتا ہوں۔ اس لیے کہ مَیں سماک بن خرشہ کے ساتھ چکنی چپڑی باتیں کر کے اور ایک رات وہاں قیام کر کے اسے بھروسے میں لے چکا ہوں۔ اگر اس موقع پر ہم اس کا خاتمہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو مَیں بعد میں اس سے مل کر تمہارے کسی دوسرے لائحہ عمل کی تکمیل کر سکتا ہوں۔ مَیں تمہارے پاس سماک بن خرشہ کے متعلق بھروسے والا آدمی بن کے رہوں گا اور کسی بھی موقع پر جب تمہیں ضرورت ہوئی میں سماک بن خرشہ کو اس کے گھر سے بُلا کر لا سکتا ہوں اور پھر اُس کے خلاف ہم ایسا لائحہ عمل تیار کریں گے کہ وہ بچ نہ سکے گا اور اس کا کام تمام کر کے رکھ دیں گے۔



لہٰذا اے ابن ساعدہ میں تم سے کہوں گا کہ مجھے رباح بن مازن اور عبید بن زیب کے ساتھ سماک بن خرشہ کی طرف روانہ نہ کرو۔ اگر مَیں بھی ان دونوں کے ساتھ اُس پر حملہ آور ہوا تو اُس کا مجھ پر بھروسہ اور اعتماد جاتا رہے گا اور اگر اُس نے ہم تینوں کو بھی قتل کر دیا تو اُس کے بعد اے عدیم بن ساعدہ! سماک بن خرشہ یہاں سے کُوچ کرنے کے بجائے رات کی تاریکی میں تم پر شب خُون مارے گا اور مَیں تمہیں بتا دوں کہ وہ ایسا ہولناک اور بھیانک انسان ہے کہ تمہیں قتل کیے بغیر یہاں سے نہیں جائے گا اور اگر مَیں رباح بن مازن اور عبید بن زیب کے ساتھ نہ گیا تو مَیں سماک بن خرشہ کے بھروسے اور اعتماد کا آدمی ہی رہوں گا۔ اور مَیں اس سے مل کر اُسے تم پر حملہ آور نہ ہونے دوں گا۔ اب اگر اے ابن ساعدہ تمہاری مرضی ہے تو مَیں رباح بن مازن اور عبید بن زیب کے ساتھ جاتا ہوں اور سماک پر حملہ آور ہوتا ہوں اور اگر تم مجھے ان سے علیحدہ رکھنا چاہتے ہو تو تب بھی کہو۔

عدیم بن ساعدہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”اے ابن الیاس تم نے بات توڑ بڑے پتے کی کی ہے۔ اس موقع پر رباح بن مازن اور عبید بن زیب ہی کو سماک بن خرشہ

پر حملہ آور ہونا چاہیے اور اگر یہ دونوں مل کر اس کا کام تمام کر دیتے ہیں تو پھر سارے کام سیدھے ہو جائیں گے اور اگر یہ دونوں کامیاب نہ ہوئے تو تم تو میرے پاس ایک حربے کے طور پر موجود ہو گے اور آنے والے دور میں کسی بھی موقع پر میں تمہیں سماک بن خرشہ کی طرف بھیج کر جہاں چاہوں بلا اور منگوا سکتا ہوں۔

لہٰذا اب آخری فیصلہ یہی ہے کہ تم زادِ راہ لے کر سماک بن خرشہ کی طرف جاؤ۔ تمہارے پیچھے پیچھے رباح بن مازن اور عبید بن زیب بھی نکلتے ہیں اور دُور ہی کھڑے رہ کر سماک بن خرشہ پر نگاہ رکھیں گے اور جب تم زادِ راہ دے کر لوٹ آؤ گے اور سماک بن خرشہ وہاں سے کُوچ کرے گا تو یہ دونوں اس کے تعاقب میں لگ جائیں گے اور دومتہ الجندل سے ذرا دُور دونوں مل کر اس کا کام تمام کر دیں گے"۔

پھر عدیم بن ساعدہ نے رباح بن مازن اور عبید بن زیب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اے میرے عزیزو! اب بولو تم دونوں کا کیا خیال ہے"۔

اس پر رباح بن مازن نے چھاتی تانتے ہوئے کہا۔ "اے عدیم بن ساعدہ! تم فکر نہ کرو، اس نذار بن الیاس کی ہمارے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سماک بن خرشہ کوئی اتنا بڑا طوفان تو نہیں ہے کہ ہم اسے زیر نہ کر سکیں۔ آخر وہ بھی ہم جیسا ایک انسان ہی ہے اور جب اس کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے ہم دونوں اس پر حملہ آور ہوں گے تو ہم اس کے ایک ایک عضو کو کاٹ کر رکھ دیں گے اور مجھے اُمید ہے کہ آج کا دن اس کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔ لہٰذا اب ہمیں یہاں سے جانے دو تاکہ نذار بن الیاس زادِ راہ اس کی طرف لے کر جائے اور ہم اس سے دُور رہ کر سماک بن خرشہ پر نگاہ رکھیں اور جوں ہی نذار بن الیاس وہاں سے لوٹے گا تو ہم سماک بن خرشہ کے تعاقب میں لگ جائیں گے اور تھوڑی دیر بعد ہم لوٹ کر یہاں آئیں گے۔ تمہیں سماک بن خرشہ کے قتل کی خوشخبری سنائیں گے۔

رباح بن مازن کی اس گفتگو پر عدیم بن ساعدہ خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اطمینان سے بھرپور آواز میں اُن تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اب تم تینوں اُٹھو اور



اپنے اپنے کام میں لگ جاؤ۔

"اے ابن الیاس! تم ساتھ والی سرائے سے سماک بن خرشہ کے لیے زادِ راہ حاصل کرو اور اس جگہ کی طرف روانہ ہو جاؤ جہاں تم سماک بن خرشہ کو کھڑا چھوڑ آئے ہو اور یہ دونوں رباح بن مازن اور عبید بن زیب تم سے دُور رہ کر تمہارا پیچھا کریں گے اور جوں ہی تم لوٹو گے یہ سماک بن خرشہ کے پیچھے لگ جائیں گے"۔

اس کے ساتھ ہی وہ تینوں وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ عدیم بن ساعدہ کی حویلی سے وہ ساتھ والی سرائے میں داخل ہوئے۔ وہاں سے نذار بن الیاس نے سماک بن خرشہ کے لیے زادِ راہ حاصل کیا اور پھر وہ وہاں سے سماک بن خرشہ کی طرف چل دیا تھا۔ جب کہ رباح بن مازن اور عبید بن زیب دونوں دُور رہ کر اس پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔

اپنے گھوڑے کو تیزی سے بھگاتا ہوا نذار بن الیاس اس جگہ آیا جہاں سماک بن خرشہ اپنے گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ اپنے گھوڑے کو وہ سماک بن خرشہ کے قریب لایا اور زادِ راہ اس کے گھوڑے کی خرجین میں ڈالتے ہوئے اس نے کہا۔

"اے سماک بن خرشہ! میرے بھائی! میں تمہارے لیے زادِ راہ تو لے کر آیا ہوں۔ اور سنو وہ رباح بن مازن اور عبید بن زیب دونوں پیچھے رہ کر مجھ پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ اب تم یہاں سے کُوچ کر جاؤ جب کہ میں واپس جاتا ہوں اور میرے واپس جانے کے ساتھ ہی سنو وہ تمہارے تعاقب میں لگ جائیں گے۔ وہ کوشش کریں گے کہ دومتہ الجندل سے تھوڑی دور جا کر ہی اچانک تم پر حملہ آور ہوں اور تمہارا کام تمام کر دیں۔ اور سنو ایسا ہے کہ میں ابھی تمہارے پاس سے واپس جاؤں گا اور جب میں دیکھوں گا کہ تمہارے کُوچ کرنے کے بعد رباح بن مازن اور عبید بن زیب دونوں تمہارے کُوچ کرنے کے بعد رباح بن مازن اور عبید بن زیب دونوں تمہارے تعاقب میں لگ گئے ہیں تو میں بھی ذرا فاصلہ رکھ کر ان کے پیچھے روانہ ہو جاؤں گا اور جب وہ تم پر حملہ آور ہوں گے تو میں بھی وہاں آن پہنچوں گا اور ان دونوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کروں گا۔

اس پر سماک بن خرشہ نے بڑی ممنونیت سے نذار بن الیاس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اے ابن الیاس! میرے دینی بھائی! میں تمہارا بے حد ممنون ہوں کہ تم نے میرے ساتھ ایسا رویہ اور سلوک کیا اور مجھے دشمن کی خبروں اور ان کے ارادوں سے آگاہ کیا۔ اب میں یہاں سے کوچ کرتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی سماک بن خرشہ نے نذار بن الیاس سے مصافحہ کیا اور وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

سماک بن خرشہ کے وہاں سے کوچ کرنے کے بعد اور نذار بن الیاس کے واپس ہوتے ہی رباح بن مازن اور عبید بن زیب درختوں کے ایک جھنڈ کے اندر سے نمودار ہوئے تھے اور ذرا فاصلہ رکھ کر وہ سماک بن خرشہ کے پیچھے ہو لیے تھے۔

دوسری طرف نذار بن الیاس بھی تھوڑی دور تک دومۃ الجندل شہر کی طرف گیا۔ اور جب اس نے دیکھا کہ رباح بن مازن اور عبید بن زیب دونوں سماک بن خرشہ کے تعاقب میں لگ گئے ہیں تو وہ بھی تھوڑا فاصلہ رکھ کر ان دونوں کے تعاقب میں ہو لیا تھا۔

اس طرح تعاقب در تعاقب شروع ہو گیا تھا۔ رباح بن مازن اور عبید بن زیب دونوں سماک کے تعاقب میں لگے تھے جب کہ ان دونوں کے تعاقب میں نذار بن الیاس لگ گیا تھا۔

اس طرح یہ تعاقب در تعاقب پر مبنی سفر دومۃ الجندل سے تقریباً دس میل تک جاری رہا۔ دس میل کا سفر طے کرنے کے بعد رباح بن مازن اور عبید بن زیب دونوں نے اپنے گھوڑوں کی رفتار تیز کر دی اور سماک بن خرشہ کو ان دونوں نے جا لیا۔ ان کی بڑھتی رفتار دیکھ کر نذار بن الیاس نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس کی رفتار تیز کر دی تھی۔ اور جب رباح بن مازن اور عبید بن زیب سماک بن خرشہ کے قریب پہنچے تو اسی وقت نذار بن الیاس بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔

رباح بن مازن اور عبید بن زیب کو اپنے قریب آتے دیکھ کر سماک بن خرشہ



نے اپنے گھوڑے کو روک لیا تھا۔ اپنے سر پر اپنا آہنی خود درست کرنے کے بعد اپنی ڈھال اور تلوار سنبھال لی تھی۔

مدینہ کی طرف جاتی شاہراہ کے ایک طرف ہٹ کر وہ ان دونوں کا انتظار کرنے لگا تھا۔ سماک بن خرشہ نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ رباح بن مازن اور عبید بن زیب کے پیچھے پیچھے نذار بن الیاس بھی اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا آ رہا تھا۔

دوسری طرف رباح بن مازن اور عبید بن زیب نے جب یہ دیکھا کہ ان کے پیچھے کوئی اور بھی گھوڑ سوار آ رہا ہے تو وہ رک گئے۔ جب نذار بن الیاس کو انہوں نے پہچانا تو قریب آنے پر انہوں نے پوچھا۔ "اے نذار بن الیاس! تم ہمارے تعاقب میں کیسے آ گئے ہو۔ اس پر نذار بن الیاس نے انہیں یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"اے میرے دوستو! مجھے شک ہو گیا تھا کہ کہیں یہ سماک بن خرشہ تم دونوں پر غالب نہ آ جائے۔ لہٰذا میں اپنے سارے ارادوں اور سارے لائحہ عمل کو ایک طرف رکھ کر تمہاری مدد کے لیے آ گیا ہوں اور مجھے امید ہے کہ ہم تینوں مل کر اس سماک بن خرشہ کا کام تمام کر کے رکھ دیں گے۔ لہٰذا آؤ اب اس پر حملہ آور ہوں گے اور اس کو ٹھکانے لگا کر یہاں سے واپس چلے جائیں۔

جب وہ تینوں سماک کے قریب گئے تو سماک نے نذار بن الیاس کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے نذار بن الیاس! میرے بھائی! یہ دونوں تمہارے ساتھ کون ہیں اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔"

اس پر نذار بن الیاس نے اپنے سر کے اشارے سے رباح بن مازن کو اشارہ کیا کہ وہ سماک بن خرشہ کی اس گفتگو کا جواب دے۔

اس پر رباح بن مازن بولا اور سماک بن خرشہ سے کہا۔ "اے ابن خرشہ تمہیں یاد ہو گا کہ ایک بار جب یہ نذار بن الیاس اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ تمہیں تبوک کی طرف لے جا رہا تھا تو راستے میں تم نے اس کے دو ساتھیوں کو قتل کر دیا تھا۔ میں اور میرے ساتھ یہ میرا دوست عبید بن زیب دونوں انہی جوانوں کے بھائی ہیں جنہیں

تم نے قتل کر کے نذار بن الیاس کو چھوڑ دیا تھا۔ لہٰذا دومۃ الجندل سے باہر ان ویرانوں کے اندر ہم تمہیں قتل کر کے اپنے بھائیوں کا انتقام لیں گے۔"

اور سُن رکھو اے سماک بن خرشہ! اس گھمنڈ اور اس وہم میں نہ رہنا کہ تم ناقابلِ تسخیر ہو۔ ہم ان ویرانوں کے اندر طوفانی ترکتاز، جذبات کی طغیانی، سزا اور جزا کے عمل اور صحرا کے بگولوں کی طرح تم پر حملہ آور ہوں گے اور نہ صرف یہ کہ ان ویرانوں کے اندر تیری بے عزتی کا باعث بنیں گے بلکہ تیری حالت خشک پتوں کے قافلوں جیسی بنا کر رکھ دیں گے۔"

"اے ابنِ خرشہ! کسی وہم، کسی گماں میں نہ رہنا۔ ہم تنہائیوں کے سلگتے موسم اور حالات کے شرر باروں کی طرح تم پر نزول کریں گے اور تیری جھولی، تیرے دامن میں محکومیت کی ذِلت، کرب کے مضامین بھر کر رکھ دیں گے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تُو اب تک کھلونوں سے کھیلتا رہا ہے۔ یہاں دومۃ الجندل سے باہر ہم تم پر بے انت لہروں، پُرہیبت دھمک اور زہریلی ہواؤں کی مار کی طرح حملہ آور ہوں گے۔"

زہر اُگلتی اور آگ برساتی نظروں سے سماک ان دونوں کی طرف دیکھ کر بولا اور کہا "اے ہوس کے بچاریو! ربِ لاشریک کی قسم! مَیں نفرت کی کڑی دھوپ میں کسی ناوک کی طرح تمہارے جسموں میں پیوست ہو جاؤں گا اور تمہاری حالت آگ لگے معبدوں اور ویران مے کدوں جیسی بنا کر رکھ دوں گا۔ تمہاری جسمانی کیفیت اس دریا جیسی کر کے رکھ دوں گا جس کی تہہ میں سوراخ ہو گئے ہوں۔

اور سنو اے بدی کے گماشتو! مَیں تمہارے روشن چہروں پر کالک ملوں گا۔ تمہاری بھوگی ننگی تہذیب کو خوف اور تشکک میں ڈبو دوں گا اور تمہارے پندارِ ہوس کو سسکتے سانسوں کی خلش، بکھری مٹی اور ناکام جہدِ بقا جیسی کر کے رکھ دوں گا۔

ربِ کون و مکاں کی قسم مَیں تو تم لوگوں کو یہاں کی پاتال میں دفن کرنے کی رسم ادا کروں گا اور سن رکھو، آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ آور ہو پھر دیکھو کیوں کر مَیں تمہاری حالت غم زدہ شام، آنسو جلاتے روتے بادلوں، کھنڈر جیسے مکان کی دہلیز اور لال مٹی کے ٹوٹے



آب خورے جیسی بنا کر رکھتا ہوں۔

سماک بن خرشہ کے خاموش ہونے پر رباح بن مازن نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ خرشہ! لگتا ہے کہ تیری بصارت اور تیری بینائی بھی ہمیں دیکھ کر جاتی رہی ہے۔ ہم تیرے مقابلے میں دو نہیں، میرے اور عبید بن زیب کے علاوہ ہمارا تیسرا ساتھی نذار بن الیاس بھی تمہارے سامنے کھڑا ہے اور سنو۔ جب ہم تینوں مل کر تم اکیلے پر حملہ آور ہوں گے تو تمہارے تین اطراف سے تمہیں زخم زخم کرتے ہوئے ہم آگے بڑھیں گے۔ پھر دیکھیں گے کہ تُو ہم سے بچ کر کیسے مدینہ کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

اس پر سماک بن خرشہ نے رباح بن مازن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ مازن! مَیں اپنے مقابلے میں صرف تمہیں اور عبید بن زیب ہی کو دیکھتا ہوں۔ پہلے نذار بن الیاس سے پوچھ تو لو کہ کیا وہ اس مقابلے میں تمہارا ساتھ دے گا۔"

سماک بن خرشہ کے اس انکشاف پر رباح بن مازن نے نذار بن الیاس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "اے ابنِ الیاس! یہ سماک بن خرشہ تمہارے بارے میں کیا کہتا ہے کیا اس کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے تم ہمارا ساتھ نہ دو گے۔"

اس پر نذار بن الیاس نے پہلے اپنی تلوار بے نیام کی پھر اپنی ڈھال سنبھالتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے ابنِ مازن! مَیں تم دونوں کا ساتھ کیونکر دے سکتا ہوں۔ تم جانتے ہو، مَیں اسلام قبول کر چکا ہوں اور بحمد اللہ مسلمان ہوں، جب کہ تمہارے سامنے کھڑا سماک بن خرشہ بھی مسلمان ہے۔

اور اے بنو زبیان سے تعلق رکھنے والے میرے ہم قبیلہ جوانو! زبان، رنگ نسل قبیلہ قوم اور زمینی تعلق کو بالائے طاق رکھ کر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے اے بنو زبیان والو! مسلمان کا تعلق دُنیا میں کسی بھی خطّے اور کسی بھی قوم سے ہو وہ مسلمان ہی رہتا ہے اور دنیا کے اندر بسنے والے سارے مسلمان ایک ملت اور ایک قوم ہیں۔ لہٰذا مَیں تم پر یہ انکشاف کروں کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے یہ سماک بن خرشہ میرا ہم قوم

میرا ہم ملت ہے ۔ لہذا میں اپنے ہم قوم اور اپنے ہم ملت کو چھوڑ کر کیسے اور کیوں کر تمہارا ساتھ دوں گا ۔"

اے بنو زبیان کے جوانو! بے شک میرا اور تم دونوں کا تعلق بنو زبیان سے ہے لیکن یہ ایک قبائلی، لسانی اور ایک طبقاتی تعلق ہے اور ان سارے تعلقوں پر دینی اور مذہبی تعلق بھاری اور بالا ہے ۔ لہذا میں اپنے اسی دینی تعلق کی بنا پر تمہارے خلاف اپنے اس دینی بھائی سماک بن خرشہ کا ساتھ دوں گا ۔

میں ان ویرانوں کے اندر تمہارے ساتھ اپنے قبائلی تعلق کو فراموش کرتا ہوں اور اپنے اس دینی بھائی کی مدد کرتے ہوئے اس کے ساتھ اپنے دینی اور مذہبی لگاؤ و یگانگت کا ثبوت دیتا ہوں ۔"

نذار بن الیاس کی اس گفتگو کے جواب میں رباح بن مازن کا ساتھی عبید بن زیب کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ سماک بن خرشہ نے نذار بن الیاس کو مخاطب کر کے کہا ۔

" اے ابن الیاس، میرے بھائی! تم نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے اور جس چیز کا تم نے ان دونوں پر انکشاف کرنا تھا کر دیا ۔ اب تم ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ میں ان دونوں سے اکیلا ہی نمٹتا ہوں اور پھر دیکھنا میں کس طرح ان کے تن کے گوشہ گوشہ شعور پر نیزے علم کی رونمائی کرتا ہوں اور ان کی آنکھوں میں بے رحم حوادث کی بے نام اذیتوں کے طوفان اٹھاتا ہوں ۔

اس بات پر عبید بن زیب نے اپنے ہونٹوں پر پھیکا مجروح تبسم بکھیرتے ہوئے سماک بن خرشہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

" اے ابن خرشہ! یوں ہمارے سامنے لن ترانیاں نہ ہانکو ۔ اگر نذار بن الیاس ہمیں دھوکہ دے کر تمہارا ساتھ دینے پر تیار ہو گیا ہے ۔ تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہم تم دونوں کو ایک صبر آزما اور طویل مقابلے میں ڈال کر تمہیں مایوسی اور ندامت کا شکار ضرور بنا کر رکھیں گے ۔"

اس کے ساتھ ہی رباح بن مازن اور عبید بن زیب مقابلہ کرنے کے لیے اپنے



گھوڑوں سے کود گئے تھے ۔ سماک بن خرشہ بھی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالتا ہوا اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اور اس کے ساتھ ہی نذار بن الیاس بھی اپنے گھوڑے سے کود گیا تھا ۔ پھر سماک بن خرشہ اپنی تلوار لہراتا اور اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی ڈھال سنبھالتا ہوا یادوں کے پنچھی، کرنوں کے نجارے اور خزاں رتوں کے طلسم کی طرح ان دونوں پر حملہ آور ہوا تھا اور اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے عبید بن زیب کو موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا تھا ۔

اپنے ساتھی کے یوں موت کا لقمہ بن جانے کے بعد رباح بن مازن کسی قدر افسردہ اور اداس ہو کر رہ گیا تھا ۔ تاہم اسے کسی تخاطب، کسی اظہار کا موقع بھی نہ ملا تھا اس لیے کہ عبید بن زیب کو ٹھکانے لگانے کے بعد سماک بن خرشہ ایک یخ زدہ شام کی طرح رباح بن مازن پر اپنی پوری قوت اور اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا ۔

تھوڑی دیر تک رباح بن مازن جم کر سماک بن خرشہ کا مقابلہ کرتا رہا لیکن جلد ہی اس پر یہ واضح ہونے لگا کہ زیادہ دیر تک سماک بن خرشہ کا مقابلہ کرنا کوئی آسان اور ممکن بات نہیں ۔ جلد ہی سماک نے اسے تھکا کر رکھ دیا تھا اور پھر اس پر ایک ایسا زہریلا وار کیا کہ اس کی تلوار رباح بن مازن کی گردن کو کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی ۔ یوں چند ہی لمحوں کے اندر سماک بن خرشہ نے رباح بن مازن اور عبید بن زیب دونوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا ۔

اس کے بعد سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس دونوں نے مل کر وہاں ایک گڑھا کھودا ۔ ان مرنے والے دونوں کی لاشوں کو اس گڑھے میں ڈال کر مٹی سے بھر دیا پھر سماک نے نذار بن الیاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

" اے ابن الیاس! میرے بھائی! تم ان دونوں مرنے والوں کے گھوڑوں کو لے کر دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہو جاؤ اور ان دونوں کے گھوڑوں کو دومتہ الجندل کے بازار میں بیچ کر رقم اپنے پاس رکھ لینا میں اب مدینہ کی طرف کوچ کرتا ہوں ۔ دیکھو اب سورج غروب ہو رہا ہے تھوڑی دیر تک شام ہو جائے گی ۔ لہذا ان دونوں کے گھوڑوں کو آپس میں باندھ کر انہیں اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے دومتہ الجندل کی طرف کوچ کر

جاؤ۔ اس موقع پر وہاں کھڑے ہی کھڑے گردن جھکا کر نذار بن الیاس نے کچھ سوچا اور پھر سماک کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"اے ابن خرشہ میں نے تمہارے ساتھ اپنا دینی تعلق ہونے کا حق ادا کر دیا ہے سنو یہاں سے میں سیدھا دومۃ الجندل کے بازار کی طرف جاؤں گا ان دونوں کے گھوڑوں کو بیچ دوں گا اور پھر میں عدیم بن ساعدہ کے پاس جاؤں گا اور اسے بتاؤں گا کہ رباح بن مازن اور عبید بن زیب دونوں نے سماک بن خرشہ کا تعاقب کیا تھا اور ان کا یہ تعاقب میں دور رہ کر اور چھپ چھپ کر دیکھتا رہا اور میں عدیم بن ساعدہ کو یہ بھی بتاؤں گا، کہ کس طرح سماک بن خرشہ رباح بن مازن اور عبید بن زیب کو قتل کرنے کے بعد پھر دومۃ الجندل کا رخ کر رہا تھا کہ میں اس کا راستہ روک کر کھڑا ہوا اور اس سے پوچھا کہ تم یہاں سے ایک بار کوچ کر جانے کے بعد دوبارہ دومۃ الجندل کی طرف کیوں لوٹ رہے ہو؟ میں اسے یہ بھی بتاؤں گا کہ سماک بن خرشہ نے مجھے بتایا کہ عدیم بن ساعدہ نے میرے پیچھے دو آدمی لگائے تھے کہ جنہیں میں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور اب میں آنے والی رات کو عدیم بن ساعدہ پر شب خون مار کر اس کا بھی خاتمہ کر دوں گا۔ اور میں عدیم بن ساعدہ کو مزید یہ بتاؤں گا کہ میں نے سماک کو بہلا پھسلا کر واپس مدینہ کی طرف بھیج دیا ہے اور اسے تم پر شب خون مارنے سے روک دیا ہے۔

میری اس گفتگو سے اے ابن خرشہ! عدیم بن ساعدہ کا مجھ پر اور زیادہ بھروسہ اور اعتماد ہو جائے گا اور اس کے اسی اعتماد اور بھروسے کو استعمال کرتے ہوئے میں آہستہ آہستہ اس سے عبیل بن جابر، خویلد، قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کے متعلق اطلاع حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا اور جب مجھے یہ اطلاعات مل جائیں گی تو میں فوراً اس کی خبر کرنے مدینہ حاضر ہو جاؤں گا۔ اب تم یہاں سے کوچ کر جاؤ۔

سماک بن خرشہ نے پھر نذار بن الیاس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "اے ابن الیاس! تم جب اپنی بستی میں واپس جاؤ گے تو اپنے ان دونوں مرنے والے ساتھیوں کے رشتہ داروں سے کیا کہو گے۔"



اس پر نذار بن الیاس نے بڑے پرسکون انداز میں کہا۔ "ان دونوں کو میں اپنی بستی سے لے کر نہیں آیا تھا۔ میں تو دومۃ الجندل اپنے ذاتی کام کے سلسلے میں آیا تھا۔ یہ بھی کہیں میرے پیچھے پیچھے دومۃ الجندل آ گئے اور مجھ پر اس بات کا اظہار کرنے لگے کہ میں ان کے ساتھ مدینہ چلوں تاکہ وہ دونوں تم سے اپنا انتقام لے سکیں اور اس کے جواب میں میں ان دونوں کو عدیم بن ساعدہ کے پاس لے گیا۔ اور اس کے بعد جو حالات پیش آئے وہ سب تمہارے سامنے ہیں۔ اس لیے جب میں بستی میں جاؤں گا اور یہ دونوں چند روز تک اپنے گھروں کو نہ لوٹ سکیں گے تو کوئی مجھ سے ان دونوں کے متعلق نہ پوچھے گا۔ اس لیے کہ میں تو انہیں لے کر بستی سے نکلا ہی نہ تھا۔ لہٰذا تم ان دونوں کے قتل سے بالکل مطمئن اور بے فکر ہو جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی نذار بن الیاس نے مرنے والوں کے دونوں گھوڑوں کو آپس میں باندھا پھر وہ سماک بن خرشہ کے پاس آیا۔ پہلے پرجوش انداز میں وہ بغل گیر ہو کر سماک بن خرشہ سے ملا پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور مرنے والوں کے دونوں گھوڑوں کو ہانکتا ہوا وہ دومۃ الجندل کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

وہاں کھڑا ہو کر سماک بن خرشہ کافی دیر تک بڑی عقیدت اور ممنونیت کے ساتھ نذار بن الیاس کو وہاں سے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔

جب وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو وہاں وہ بیٹھ گیا اور صحرا کی ریت سے پہلے اس نے اپنی تلوار کو خوب رگڑ کر صاف کیا پھر اپنے گھوڑے کے پاس آیا۔ تلوار اس نے نیام میں کرنے کے بعد ڈھال کو اپنے گھوڑے کی زین سے باندھ دیا تھا۔

سورج اب غروب ہو چکا تھا اور آسمان پر چاند اپنی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ چمک اٹھا تھا۔ صحراؤں کی مخملی ریت ٹھنڈی ہونے لگی تھی۔ چاندنی کی کندن رات کے اندر خوابوں کی خوش رنگ تنہائیاں اور گزری ساعتوں کا فسوں پھیلنے بکھرنے لگا تھا۔ ہر سو ظلمت کا پہرا بیٹھ گیا تھا اور اطراف و اکناف کی ہر شے دھندلکوں

کی اسیر ہو کر رہ گئی تھی ۔

ایسے میں سماک بن خرشہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگا کر ہانک دیا تھا ۔ چاروں طرف ایک خاموشی اور سکوت طاری تھا جب کہ رات کی اس تاریکی میں سماک اپنے گھوڑے کو مدینہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر سرپٹ دوڑا رہا تھا ۔



نو ہجری میں غزوہ تبوک کے بعد مختلف قبائل کے وفود اسلام قبول کرنے کے لیے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تھے جس کی بنا پر اس سال کو سنۃ الوفود کہا گیا ۔

بنو ثقیف کے بعد بنو تمیم کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ جب یہ وفد مسجدِ نبویؐ میں داخل ہوا تو اس وفد کے ارکان نے حضورؐ کو آپؐ کے حجروں کے پیچھے سے آواز دی اور آپؐ کو باہر آنے کے لیے کہا ۔

اس وفد کے لوگوں کی چیخ و پکار اور ان کی آوازیں سُن کر حضورؐ کو اذیت پہنچی ۔ بہر حال آپؐ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے تو اس وفد کے ارکان نے حضور کو مخاطب کر کے کہا ۔

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپؐ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہم آپؐ سے فخر میں غلبہ حاصل کرنے کا مقابلہ کریں ۔ اس لیے ہمارے شاعر اور خطیب کو اجازت دیں کہ وہ اپنا مدعا بیان کرے ۔"

اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ مَیں تمہارے خطیب کو اجازت دیتا ہوں ۔"

اس کے جواب میں بنو تمیم کے وفد کا خطیب عطارد بن حاجب اُٹھا اور اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا ۔

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کا ہم پر فضل و کرم ہے اور اس حمد

وثنا کا وہی مستحق ہے جس نے ہمیں بادشاہ بنایا اور بڑے بڑے اموال دیئے جن کے ذریعے سے ہم بھلائی کرتے ہیں جس نے ہمیں تمام اہلِ مشرق پر غالب اور باعزت بنایا۔ عددی اکثریت دی اور ان سب سے زیادہ سازوسامان دیا۔ آج لوگوں میں ہم جیسا کون ہو سکتا ہے۔

کیا ہم سب کے سردار اور ان میں سب سے زیادہ فضیلت والے نہیں۔ پس ہم سے فخر میں جو شخص مقابلہ کرنا چاہے اُسے چاہیئے کہ جو چیز ہم نے شمار کرائی ہے ان ہی جیسی چیزیں شمار کرائے اور اگر ہم چاہتے تو بات اور بڑھاتے لیکن اللہ نے جو کچھ ہمیں دیا ہے۔ اس کی فراوانی کے بیان سے ہم حیا محسوس کرتے ہیں اور اسی حیا سے ہم پہچانے جاتے ہیں۔

مَیں یہ جو کہہ رہا ہوں تو اس مقصد سے کہہ رہا ہوں کہ تم ہم جیسا قول اور ایسا عمل لاؤ جو ہمارے عمل سے افضل ہو اور ہمارے قول سے اعلیٰ ہو۔

یہاں تک کہنے کے بعد بنو تمیم کا خطیب عطارد بن حاجب خاموش ہو گیا تھا اور اس کے خاموش ہونے کے بعد حضورؐ نے اپنے صحابی ثابتؓ بن قیس بن خماس کو حکم دیا کہ وہ کھڑے ہو کر بنو تمیم کے اس خطیب کی تقریر کا جواب دے۔

پس حضورؐ کے حکم کرنے پر ثابت بن قیس اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے اور بنو تمیم کے وفد اور وہاں جمع ہو جانے والے اور دوسرے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ثابتؓ بن قیس نے کہنا شروع کیا۔

" تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کی مخلوق یہ آسمان اور زمین ہیں جس کے اندر اس کا حکم چلا۔ اس کی سلطنت وسیع ہے۔ کوئی اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا اور کوئی چیز بغیر اس کے فضل و کرم کے نہیں ہوتی۔ پھر اس کی قدرت سے یہ بات ہوئی کہ اس نے ہمیں بادشاہ بنایا اور اپنی بہترین مخلوق میں سے رسول کا انتخاب کیا جو نسب کے اعتبار سے سب سے زیادہ شریف، بات کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچے اور اخلاق کی حیثیت سے زیادہ افضل ہیں پھر اس نے اس رسول پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اُنہیں



اپنی ساری مخلوق میں امین فرمایا۔ اس لیے یہ رسول تمام عالم میں برگزیدہ بندے ہیں۔ پھر انہوں نے اللہ پر ایمان لانے کی تمام بندوں کو دعوت دی۔

چنانچہ رسول اللہؐ پر ان کی قوم اور ان کے اقربا میں مہاجرین ایمان لائے جو اخلاق میں سب سے زیادہ افضل ہیں اور جو سیرت کے لحاظ سے تمام لوگوں میں اچھے ہیں اور عمل و کردار کے لحاظ سے بھی تمام لوگوں میں اعلیٰ و ارفع ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے میں انہیں ساری قوم و مخلوق پر اوّلیت حاصل ہے۔

جس وقت حضورؐ نے مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دی تو اللہ کی آواز پر ہم نے بھی لبیک کہی ہم اللہ کے انصار یعنی مددگار اور اس کے وزیر رسولؐ کے مُعین ہیں۔ ہم لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرتے ہیں جب تک وہ اللہ پر ایمان نہ لے آئیں پھر جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آتا ہے وہ اپنی جان اور مال کو ہم سے محفوظ کر لیتا ہے اور جو کفر کرتا ہے ہم اس سے ہمیشہ جہاد کرتے ہیں اور اس کا قتل ہمارے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ مَیں یہ کہہ رہا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے اور تمام مسلمان مرد اور عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔"

اس کے بعد بنو تمیم کے وفد میں سے ان کا شاعر زبرقان اٹھا اور اس نے چند فخریہ اشعار کہے اور ان فخریہ اشعار کے جواب میں حسانؓ بن ثابت نے اسلام سے متعلق چند اشعار کہے۔

بہرحال تھوڑی دیر تک اشعار کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب یہ سلسلہ ختم ہوا۔ تو بنو تمیم کے وفد کے اراکین نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔

" خداوند کی قسم حضورؐ وہ ہیں جنہیں توفیق الٰہی حاصل ہے۔ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر، اُن کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر اور ان کے الفاظ ہمارے الفاظ سے شیریں ہیں۔"

اس کے بعد بنو تمیم کے اس وفد نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ یوں بنو تمیم دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔

○

اس کے بعد بنو عامر کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اس وفد کا سردار عامر بن طفیل تھا۔ اس عامر بن طفیل کو لوگوں نے بہت کہا کہ اے دشمنِ خدا تُو حضورؐ کے پاس جا اور اسلام قبول کر لے۔

جواب میں اس نے کہا "خدا کی قسم میں نے قسم کھائی ہے کہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جس وقت تک سارا عرب میری پیروی نہ کرے۔ تو کیا مَیں قریش کے اس نوجوان یعنی حضورؐ کی پیروی کر لوں گا"۔

یہی عامر بن طفیل اپنے قبیلے کے ایک وفد کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اس نے اپنے وفد میں ایک بہت اچھے تیغ زن کو بھی شامل کر لیا تھا جس کا نام اربد بن قیس تھا۔

حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اس عامر بن طفیل نے اربد بن قیس کو سمجھایا کہ مَیں حضورؐ کو اپنے ساتھ باتوں میں مصروف کر لوں گا۔ لہذا تو ان کی پُشت سے ان پر تلوار سے حملہ کر دینا۔

یہی ارادہ لے کر یہ عامر بن طفیل حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضورؐ سے کہنے لگا۔ "اے مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے تخلیے میں کچھ کہنے کا موقع دیجیے۔

اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ "خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا۔ تاوقتیکہ تو خدائے واحد اور یکتا پر ایمان نہ لے آئے"۔

اس طرح عامر بن طفیل نے حضورؐ کو باتوں میں لگائے رکھا اور اس بات کا منتظر رہا کہ کب اس کا ساتھی اربد بن قیس پشت کی طرف سے حضورؐ پر تلوار برساتا ہے۔

جب اس نے دیکھا کہ حضورؐ کے پیچھے کھڑا ہُوا اربد بن قیس اپنی تلوار کو حرکت میں نہیں لاتا تو اس عامر بن طفیل نے پھر حضورؐ کو مخاطب کر کے گزارش کی کہ اے مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے کچھ کہنے کے لیے علیحدگی فراہم کیجیے"۔

اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ "واللہ مَیں یہ نہیں کروں گا، تاوقتیکہ تو اس خدائے



واحد پر ایمان نہ لے آئے جس کا کوئی شریک نہیں"۔

کافی دیر تک اس عامر بن طفیل نے حضورؐ کو باتوں میں لگائے رکھا اور اس بات کی اُمید رکھی کہ اب اربد بن قیس حضورؐ پر اپنی تلوار برساتا ہے اور اب ان کا خاتمہ کرتا ہے لیکن اس کے ساتھی اربد بن قیس نے نہ تو اپنی تلوار کو حرکت دی اور نہ ہی اس نے حضورؐ پر کوئی وار کیا۔ اربد بن قیس سے مایوس ہو کر اس عامر بن طفیل نے حضورؐ سے اجازت لی اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

حضورؐ کے پاس سے ہٹنے کے بعد اس عامر بن طفیل نے اربد بن قیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے اربد! تیرا بُرا ہو، مَیں نے تجھے کہا تھا کہ جب مَیں حضور کو باتوں میں لگا لوں تو تم ان کی پُشت سے اُن پر حملہ کر کے اُن کا خاتمہ کر دینا۔ لیکن تجھے کیا ہُوا کہ مَیں نے کافی دیر تک انہیں اپنے ساتھ باتوں میں مصروف رکھا لیکن اس کے باوجود تو حرکت میں نہ آیا اور نہ ہی تیری تلوار تیری نیام سے نکلی۔

اس پر اربد بن قیس نے عامر بن طفیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ طفیل تیرے باپ کا بُرا ہو، جلد بازی سے کام نہ لے جو کچھ مَیں کہنا چاہتا ہوں وہ بھی سُن۔ خدا کی قسم ان کے معاملہ میں تم نے جو مجھے حکم دیا تھا۔ مَیں اس کی تعمیل کا ارادہ ہر بار کرتا تھا لیکن جب بھی مَیں اپنی تلوار برسانے کا ارادہ کرتا تھا تو مَیں تمہیں اپنے اور حضورؐ کے درمیان پاتا تھا۔ تو کیا مَیں اپنی تلوار اُٹھا کر تم پر وار کر دیتا۔ یعنی میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جس وقت بھی مَیں اپنی تلوار برسانے کا ارادہ کرتا تھا تو اُن کی جگہ مَیں تمہیں کھڑا ہُوا پاتا تھا اور یہ بات میرے لیے بڑی حیران کُن تھی۔ لہذا مَیں نے تم پر وار نہیں کیا اور اگر مَیں وار کرتا تو اُن کی جگہ تیرا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔

عامر بن طفیل کی روانگی کے بعد حضورؐ نے اُس کے حق میں بولتے ہوئے فرمایا۔

"اے اللہ! تُو میرے لیے عامر بن طفیل کو کافی ہو جا"۔

پس حضورؐ کے الفاظ رنگ لائے کہ حضورؐ سے ملنے کے بعد عامر بن طفیل واپس اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں ہی اسے طاعون نے آ گھیرا اور یہ انتہائی بے بسی اور

لاچارگی کی حالت میں ایک عورت کے گھر میں دم توڑ گیا۔

ارید بن قیس کا معاملہ یوں ہوا کہ جب یہ اپنی بستی میں واپس گیا اور اپنا اونٹ لے کر چل رہا تھا تو اس پر آسمانی بجلی گری اور اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ یوں بنو عامر کا وہ وفد جو حضورؐ کی جان لینے کے لیے آیا تھا وہ خود اپنی ہی جانیں گنوا بیٹھا۔

۵

اس کے بعد بنی بکر کا ضمام بن ثعلبہ اپنے قبیلے کے ایک نمائندے کی حیثیت سے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا یہ ضمام بن ثعلبہ بڑا جری اور بڑا شجاع انسان تھا۔ اس کے جسم پر بال بہت تھے اور اس کے بڑے بڑے پٹھے لٹکتے رہتے تھے۔

یہ مسجدِ نبویؐ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپؐ کے اردگرد بہت سے صحابہ کرامؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس ضمام بن ثعلبہ نے سب کو مخاطب کر کے پوچھا کہ تم میں عبدالمطلب کا پوتا کون ہے"۔

اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ "میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں"۔

ضمام پھر بولا اور پوچھا کہ "آپ محمدؐ ہیں"۔

"آپؐ نے فرمایا۔" ہاں"!

اس پر ضمام بن ثعلبہ پھر بولا اور کہا۔" اے عبدالمطلب کے پوتے! میں تم سے کچھ سوال کرنے والا ہوں اور میرے سوال تمہارے لیے کچھ سخت اور درشت ہوں گے لہذا اپنے دل میں اس کا کچھ رنج نہ کرنا"۔

اس پر حضورؐ نے مخاطب کرتے ہوئے ضمام بن ثعلبہ سے فرمایا۔" میں دل میں رنجیدہ نہیں ہوتا۔ تم جو سوال کرنا چاہتے ہو کرو۔

اس پر ضمام بن ثعلبہ بولا اور پوچھا۔" میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جو تمہارا بھی معبود ہے۔ تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں ان کا بھی معبود ہے اور جو لوگ تمہارے بعد آنے والے ہیں ان کا بھی معبود ہے۔ کیا اللہ نے تمہیں ہماری طرف پیغمبر بنا کر



بھیجا ہے۔

اس سوال کے جواب میں حضورؐ نے فرمایا کہ "اے بندۂ خدا، ہاں!"

ضمام بن ثعلبہ نے پھر پوچھا اور کہا۔" میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جو تمہارا بھی معبود ہے اور جو تم سے پہلے لوگ گزرے ہیں ان کا بھی معبود ہے اور جو لوگ تمہارے بعد آنے والے ہیں ان کا بھی معبود ہے۔ کیا خدا نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم ہم لوگوں کو حکم دو کہ ہم خدائے واحد کی عبادت کریں اور اس میں کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور یہ کہ ہم ان معبودوں کی عبادت چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد خدائے واحد کے ساتھ ساتھ کرتے چلے آئے ہیں۔

آپؐ نے پھر فرمایا۔" ہاں، میرے خدا نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے"۔

ضمام بن ثعلبہ نے پھر پوچھا۔" میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جو تمہارا بھی معبود ہے اور تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں ان کا بھی معبود ہے اور تمہارے بعد آنے والوں کا بھی معبود ہے۔ کیا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ہم پانچوں نمازیں پڑھا کریں۔

اس پر آپؐ نے پھر اثبات میں جواب دیا

اس طرح اور اسی انداز میں ضمام بن ثعلبہ نے اسلام کے فرائض کا ایک ایک کر کے ذکر کیا۔ یعنی زکوٰۃ، روزہ اور حج تمام ارکان اسلامی اور ہر فریضے پر حضورؐ کو قسم دیتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ شخص اپنے سوالات سے فارغ ہوا تو بلند آواز میں اس نے سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

" میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور اقرار کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور یہ فرائض ادا کرتا رہوں گا اور جن چیزوں سے آپؐ نے منع فرمایا ہے ان چیزوں سے پرہیز کروں گا۔ پھر میں نہ زیادتی کروں گا نہ کمی کروں گا"۔

اس کے بعد ضمام بن ثعلبہ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور لوٹ گیا۔ اس کے جانے کے بعد حضورؐ نے اس کے متعلق فرمایا۔" اگر اس ضمام بن ثعلبہ نے صدق دل سے یہ بات

کہی ہے تو یہ جنت میں داخل ہو گیا ہے۔

اپنی قوم کے پاس پہنچ کر اس ضمام بن ثعلبہ نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "لوگو! میری بات غور سے سنو۔ لات و عزیٰ بہت ہی بُرے ہیں"۔

اس پر قوم کے لوگ بولے اور کہا۔ "اے ضمام! ٹھہرو، اگر تم نے لات و عزیٰ کے متعلق ایسی گفتگو کی تو تم برص اور جذام میں مبتلا ہو جاؤ گے اور تم پر جنون طاری ہو جائے گا۔ لہٰذا لات عزیٰ کے متعلق بُرے الفاظ کہنے سے پہلے برص، جذام اور جنون سے ڈرو"۔

اس پر ضمام نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "تمہارا بُرا ہو، خدا کی قسم یہ دونوں یعنی لات و عزیٰ نہ تو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بے شک اللہ نے ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر ایک کتاب نازل کی ہے جس کے ذریعے سے رسولؐ نے تمہیں ایک گمراہی سے نکالا ہے جس میں تم پڑے ہوئے ہو، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں تمہارے پاس وہ لایا ہوں جس کا انہوں نے حکم دیا ہے اور وہ لایا ہوں جس سے انہوں نے تمہیں منع کیا ہے۔ ضمام بن ثعلبہ کی یہ گفتگو اور تقریر سُن کر بنی بکر نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

○

حاتم طائی عرب کی سرزمین میں اپنی سخاوت کے لحاظ سے بڑا مشہور اور معروف تھا۔ اس کے قبیلے بنی طے کا ایک چھوٹا سا وفد بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وفد کا سربراہ بنی طے کا ایک سردار زید الخیل تھا۔

جب یہ وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس وفد کے ارکان سے آپؐ نے اسلام پیش کیا۔ یہ لوگ اسلام لے آئے اور پھر واپس اپنے قبیلے میں چلے گئے۔ لیکن اسلام لانے والا یہ سردار زید الخیل واپس اپنے قبیلے میں جا کر جلد ہی مر گیا۔ لہٰذا بنو طے کے اندر اسلام پھیل نہ سکا۔ اس لیے کہ بنو طے کا سردار جو حاتم طائی کا بیٹا تھا



جس کا نام عدی بن حاتم تھا۔ وہ نہ صرف یہ کہ حضورؐ سے عداوت رکھتا تھا بلکہ اسلام کا بھی بدترین دشمن تھا۔

یہ عدی بن حاتم جب حضورؐ کا ذکر سُنتا تو حضورؐ کے نام سے نفرت کرنے والا اس کے قبیلے میں اس سے بڑھ کر اور کوئی نہ تھا حالانکہ وہ ایک شریف آدمی تھا اور نصرانی تھا۔ وہ اپنی قوم کا سردار تھا اور اپنے قبیلے کی پیداوار میں چوتھائی حصہ اُن سے وصول کرتا تھا۔ یہ اپنے آبائی دین پر قائم تھا اور ایک طرح سے یہ اپنے آپ کو اپنے قبیلے کا بادشاہ سمجھتا تھا اور بنو طے کی طرف سے بھی اس کے ساتھ بادشاہوں جیسا ہی سلوک کیا جاتا تھا۔

اس عدی بن حاتم ہی کی وجہ سے اس کے قبیلے بنو طے میں اسلام نہ پھیل سکا اور چونکہ ان دنوں عرب کے قبائل میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا تھا۔ لہٰذا یہ عدی بن حاتم مسلمانوں کی طرف سے خوف زدہ تھا کہ کہیں مسلمانوں کا لشکر اس پر حملہ آور ہی نہ ہو جائے۔

اس عدی بن حاتم کا ایک غلام تھا جو اُونٹ چرایا کرتا تھا۔ ایک روز اس عدی بن حاتم نے اپنے اس غلام کو اپنے پاس بلایا اور اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "تیرا بُرا ہو میرے اونٹوں میں جو اچھے اور موٹے تازے اونٹ ہیں اور وہ اس قابل ہیں کہ آسانی کے ساتھ دور دراز کا سفر کر سکیں۔ ان کی گنتی کر کے تو مجھے بتا اور پھر انہیں میری حویلی کے قریب ہی رکھ تاکہ جب کبھی مجھے مسلمانوں کی طرف سے حملہ ہونے کا خطرہ ہو تو میں ان اونٹوں کو لے کر ملک شام کی طرف روانہ ہو سکوں۔

○

ایک روز صبح ہی صبح وہ غلام عدی بن حاتم کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہا۔ "اے میرے آقا! جب تُو سُنے کہ مسلمانوں کا لشکر بنو طے پر چڑھ آیا ہے تو اس موقع پر جو تُو کرنا چاہتا ہے وہ ابھی سے کر گزر۔ اس لیے کہ میں نے سُنا ہے کہ مسلمان بنو طے پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور یاد رکھ کہ وہ جب بنو طے میں داخل

ہوگئے تو یہاں سے کسی کو بھی فرار ہونے کا موقع نہ دیں گے ۔

یہ سنکر عدی بن حاتم نے اپنے اچھے اچھے اور فربہ اونٹ سارے ایک جگہ جمع کیے ۔ اپنا ضروری سامان اونٹوں پر لادا اور اپنے اہل و عیال کو لے کر وہ ملک شام کی طرف روانہ ہو گیا لیکن اپنی ایک بہن اور حاتم طائی کی بیٹی کو وہ پیچھے ہی چھوڑ گیا تھا ۔

آہستہ آہستہ مسلمان بنو طے پر حملہ آور ہوئے اور عدی بن حاتم کا بھی تعاقب کیا گیا لیکن وہ بھاگ کر ملک شام میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا ۔ تاہم جب بنو طے کے لوگوں کو قیدی بنا کر مدینہ کی طرف لے جایا گیا تو ان قیدیوں کے اندر عدی بن حاتم کی وہ بہن بھی شامل تھی جسے وہ شام کی طرف بھاگتے ہوئے اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا ۔

بنو طے کے ان قیدیوں کو مسجدِ نبوی کے دروازے کے سامنے ایک چھپّر کے نیچے رکھا گیا تھا اور سارے قیدی اُسی چھپّر کے نیچے جمع کر دیئے گئے تھے ۔

ایک روز حضورؐ اس چھپّر کے پاس سے گزرے تو حاتم طائی کی بیٹی آپ کو دیکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئی ۔ وہ ایک بھاری بھرکم عورت تھی اور اس نے حضورؐ کو مخاطب کر کے عرض کیا ۔ ” یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے والد مرچکے ہیں ۔ مجھے چھڑانے والا غائب ہو گیا ہے ۔ پس آپؐ مجھ پر احسان فرمائیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا ۔“

حضورؐ نے اُس عورت سے دریافت فرمایا ” تمہارا چھڑانے والا کون ہے “ ۔ اس نے جواب دیا ” مجھے چھڑانے والا عدی بن حاتم ہے “ ۔

آپؐ نے فرمایا ۔ ” وہی جو خدا اور رسولؐ سے بھاگنے والا ہے “ ۔

حاتم طائی کی بیٹی نے بیان کیا ۔ ” یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی ہے جو مجھے چھوڑ کر ملک شام کی طرف بھاگ گیا ہے “ ۔ حاتم کی بیٹی سے اس قدر گفتگو کرنے کے بعد حضورؐ آگے بڑھ گئے تھے ۔

دوسرے روز پھر جب آپؐ کا وہاں سے گزر ہوا تو حاتم کی بیٹی پھر کھڑی ہو گئی



اور وہی گزارش کی جو اُس نے پہلے دن کی تھی ۔ لیکن آپؐ اس کے پاس سے گزر گئے لیکن تیسرے دن حضورؐ اس کے پاس سے گزر رہے تھے تو اس وقت حضورؐ کے ساتھ حضرت علیؓ بن ابی طالب بھی تھے ۔ پس انہوں نے حاتم کی بیٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ کھڑی ہو جا اور حضورؐ سے وہی گفتگو کر جو تم نے پہلے کی تھی ۔

اس پر حاتم طائی کی بیٹی حضورؐ کے سامنے آئی اور عرض کی ” یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میرا والد مرچکا ہے اور مجھے چھڑانے والا غائب ہو چکا ہے پس آپؐ مجھ پر احسان فرمائیں ، اللہ تعالیٰ آپؐ پر احسان کرے گا ۔

اس پر حضورؐ نے حاتم طائی کی بیٹی کو مخاطب کر کے فرمایا ۔ میں نے تجھ پر احسان کیا اور تجھے رہا کر دیا ۔ مگر یہاں سے نکل کر جانے کے لیے جلدی نہ کرنا ۔ جب تجھے تیری قوم کا ایسا آدمی مل جائے جو قابلِ اعتبار ہو اور وہ تجھے تیرے وطن پہنچا دے یا وہ تجھے تیرے بھائی کے پاس پہنچانے کا عہد کرے تو تُو چلی جانا اور وہاں پہنچ کر مجھے اطلاع کر دینا ۔

حاتم کی بیٹی اپنے قبیلے کی بجائے اپنے بھائی کے پاس جانا چاہتی تھی ۔ اس کی خوش قسمتی کہ ان ہی دنوں قبیلہ بلی کا ایک وفد بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ قبیلے والے ارضِ شام ہی میں رہتے تھے اور اس قبیلے میں اس عورت کا جاننے والا اور اعتبار والا ایک شخص بھی تھا ۔ لہٰذا حاتم کی بیٹی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میری قوم کا ایک گروہ آگیا ہے اور اس میں ایک آدمی بھی جو میرا جاننے والا اور قابلِ اعتبار بھی ہے ۔ وہ مجھے میرے بھائی کے پاس پہنچا دے گا ۔ لہٰذا آپؐ مجھے جانے کی اجازت دیجئے ۔

اس پر حضورؐ نے حاتم کی بیٹی کو کپڑے پہنوائے ، سواری کا انتظام فرمایا اور اسے خرچ دے کر اس کے جاننے والوں کے ساتھ ارض شام کی طرف روانہ کر دیا تھا ۔

جس وقت حاتم طائی کی بیٹی اپنے بھائی کے پاس پہنچی اُس وقت اس کا بھائی عدی بن حاتم اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بیٹھا گفتگو کر رہا تھا ۔ اُس نے جب دُور سے اپنی بہن کو آتے دیکھا تو اس کی طرف بھاگا اور بڑے خوش اخلاق اور بڑے تپاک کے ساتھ

اس سے بلا۔ اس پر اس کی بہن نے ملامت کرتے ہوئے اس سے کہا: "اے قطع رحمی کرنے والے ظالم انسان! تُو اپنے بال بچّوں کو تو سوار کر کے یہاں حفاظت کی خاطر لے آیا لیکن اپنے باپ کی قابلِ حفاظت چیز کو یونہی ناکارہ شے جان کر چھوڑ دیا۔"

اس پر عدی بن حاتم بڑا شرمندہ ہُوا اور کہنے لگا: "اے میری بہن! تو جو کچھ کہتی ہے سچ ہی کہتی ہے۔ واقعی مَیں نے تجھے قبیلے میں چھوڑ کر اور تیرے بغیر ارضِ شام کی طرف بھاگتے ہوئے غلطی کی ہے اور میرے پاس اس غلطی کے لیے کوئی عذر بھی نہیں ہے۔ اب تو جیسی اور جس طرح کی بھی ملامت مجھے کرے مَیں اُسے برداشت کروں گا۔"

پھر اس نے اپنی بہن کو سواری سے اتارا اور پوچھا کیا تو مدینہ سے ہو کر آئی ہے اور اس شخص سے مل کر آئی ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اگر تو اُن سے ملی ہے تو اُن سے متعلق تیری کیا رائے ہے۔"

اس پر اس نے اپنے بھائی عدی بن حاتم کو مشورہ دیتے ہوئے کہا: "اے میرے بھائی! خُدا کی قسم اُن سے متعلق میری رائے یہی ہے کہ تم ابھی اور اسی وقت جا کر ان سے ملو۔ اگر وہ نبی ہیں تو جو ان کی طرف جانے میں سبقت اور پیش قدمی کرے گا اسے فضیلت حاصل ہو گی اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو تمہیں ان کی بابت کبھی ذلت نہیں اٹھانا پڑے گی اور تم تم ہی رہو گے۔"

عدی بن حاتم کو اپنی بہن کی یہ گفتگو بڑی پسند آئی۔ لہٰذا وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے ارضِ شام سے نکل کھڑا ہُوا۔

جس وقت یہ عدی بن حاتم حضور کی خدمت میں پیش ہوا اس وقت آپؐ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے۔ عدی بن حاتم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: "تُو کون ہے؟"

عدی بن حاتم نے جواب میں کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں عدی بن حاتم ہوں۔"



اس پر حضورؐ عدی بن حاتم کو لے کر اپنے گھر کی طرف چل دیے۔ راستے میں ایک بوڑھی اور ضعیف عورت آپؐ سے ملی۔ اس نے آپ کو روک لیا۔ آپ بڑی دیر تک اس بوڑھی اور ضعیف عورت سے گفتگو میں مصروف رہے اور وہ عورت اپنی ضرورتوں کے بارے میں آپؐ سے باتیں کرتی رہی۔

اس موقع پر عدی نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا۔ خدا کی قسم یہ شخص بادشاہ نہیں ہے۔"

بہرحال اس بوڑھی عورت سے فارغ ہو کر حضورؐ عدی بن حاتم کو اپنے گھر لے گئے۔ جب اپنے گھر میں داخل ہوئے تو حضورؐ نے چمڑے کا ایک تکیہ جس میں پتیاں بھری ہوئی تھیں وہ لے کر عدی بن حاتم کی طرف بڑھایا اور فرمایا: "اس پر بیٹھو۔"

عدی بن حاتم بڑا شرمسار ہُوا اور جواب میں کہنے لگا: "نہیں حضورؐ! آپؐ اس پر تشریف رکھیں۔"

حضورؐ نے پھر اصرار کرتے ہوئے کہا کہ نہیں، تم اس پر بیٹھو۔" بہرحال عدی اس چمڑے کے تکیے پر بیٹھ گیا جس میں پتیاں بھری ہوئی تھیں جب کہ حضورؐ اس کے سامنے خود زمین کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ گئے تھے۔ اس موقع پر عدی بن حاتم نے پھر اپنے آپ کو خود مخاطب کر کے کہا: "خدا کی قسم یہ کام کسی بادشاہ کا نہیں ہو سکتا۔"

اس کے بعد حضورؐ نے پھر عدی بن حاتم کو مخاطب کر کے پوچھا: "اے ابنِ حاتم! کیا تُو اکوسی[1] نہیں ہے۔"

اس پر عدی بن حاتم نے جواب دیا: "کیوں نہیں۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "کیا تم اپنی قوم میں چوتھا حصّہ نہیں لیتے تھے۔"

عدی بن حاتم نے اثبات میں جواب دیا۔

آپؐ نے پھر پوچھا: "یہ تو تمہارے دین میں تمہارے لیے جائز نہ تھا۔"

---

[1] اکوسی اسے کہتے ہیں جس کا مذہب نصرانیوں اور صابیوں کے بَین بَین ہو۔

عدی نے پھر کہا "خدا کی قسم یہ بالکل ٹھیک ہے"۔ اس پر عدی سمجھ گیا کہ حضورؐ بادشاہ نہیں بلکہ نبی مرسلؐ ہیں۔

حضورؐ نے اس سے جو باتیں پوچھی تھیں اور بتائی تھیں وہ اس کے علاوہ کسی اور کے علم میں نہ تھیں۔ اس کے بعد عدی بن حاتم کو مخاطب کرتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا۔

"اے ابنِ حاتم! شاید تمہیں اس دین میں داخل ہونے سے یہ چیز روک رہی ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ مسلمان دولت مند نہیں۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ وہ وقت دُور نہیں جب دولت کی اتنی فراوانی ہوگی کہ دولت ان کے درمیان بہتی پھرے گی۔ یہاں تک کہ اسے لینے والا اور ڈھونڈنے والا نہیں ملے گا۔

شاید تمہیں اس دین میں داخل ہونے سے صرف یہ چیز روک رہی ہے کہ تم دشمنوں کی اکثریت اور مسلمانوں کی عددی اقلیت دیکھتے ہو۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ وہ وقت دُور نہیں جب تم دیکھ لوگے کہ ایک عورت اونٹ پر بیٹھ کر قادسیہ سے نکلی ہے اور بلاخوف وخطر بیت اللہ پہنچی ہے اور اس کی زیارت کی ہے۔

اے ابنِ حاتم! شاید تمہیں اس دین میں داخل ہونے سے صرف یہ چیز روک رہی ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ حکومت و سلطنت مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں۔ خُدا کی قسم مجھے اپنی جگہ یقین ہے کہ وہ وقت دُور نہیں کہ جب تم سُن لوگے کہ مسلمانوں نے ملک بابل کے سفید قصر تک فتح کرلیے ہیں"۔

حضورؐ کی یہ گفتگو سن کر حاتم طائی کا بیٹا عدی بن حاتم سچے دل سے حضورؐ پر ایمان لاکر مسلمان ہوگیا تھا اور اپنے قبیلے میں لوٹ گیا تھا۔ یوں بنو طے بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے تھے۔

○

اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں بنو کندہ کا ایک وفد حاضر ہوا۔ اس وفد نے بھی اسلام قبول کیا اور جس وقت یہ اسلام لائے اس وقت یہ سب اپنے بالوں کی لٹوں میں گھنگے لٹکائے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں سُرمہ لگا رکھا تھا۔ جسموں پر جبّے تھے جن کے دونوں



دونوں جانب ریشم لگا رکھا تھا۔

جب انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو حضورؐ نے انہیں مخاطب کرکے فرمایا "کیا تم مسلمان ہو"؟

جواب دیا "کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب تو ہم مسلمان ہیں"۔

اس پر آپؐ نے فرمایا "تمہاری گردنوں میں پھر ریشم کیوں ہے"؟

حضورؐ کا یہ قول مبارک سُن کر ان لوگوں نے اپنے جبّوں سے ریشم اُتار کر پھینک دیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے قبیلے کی طرف واپس لوٹ گئے تھے۔

بنو ازد کا ایک وفد بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وفد کا ایک سردار صرد بن عبداللہ تھا۔ یہ شخص اپنی قوم کے کافی افراد کے ساتھ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا اور جاتے جاتے اس نے حضورؐ سے یہ عہد بھی کیا کہ جہاں پر اُن کا قبیلہ ہے اس کے آس پاس بہت سے مشرک قبائل ہیں۔ لہذا واپس جاکر ہم ان کے خلاف جنگ اور جہاد کریں گے تاکہ وہ شرک سے باز رہیں"۔

یمن واپس جاکر اس صرد بن عبداللہ نے اپنے اس قول کو نبھاتے ہوئے مشرکین کے شہر جرش کا محاصرہ کرلیا۔ یہ شہر چاروں طرف سے فصیل بند تھا اور یہ یمن کے بہت مضبوط اور خوشحال شہروں میں شمار کیا جاتا تھا۔

بہرحال حضورؐ سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق صرد بن عبداللہ نے اس جرش شہر پر حملہ کیا اور اس شہر کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ طویل ہوتا چلا۔ اس لیے کہ اس شہر میں رہنے والے مشرکین نے شہر پناہ کے دروازے بند کرلیے تھے اور ان کے پاس رسد اور خوراک کا کافی سامان بھی موجود تھا۔

جب یہ محاصرہ طویل ہوگیا تو صرد بن عبداللہ نے ان مشرکین کے خلاف ایک جنگی چال چلی اور وہ اس طرح کہ اپنے لشکر کو انہوں نے سمیٹا اور جرش شہر کے قریب ہی کوہستانی سلسلے کے دوسری طرف چلے گئے تھے۔ شہر کے لوگوں نے گمان کیا کہ صرد بن عبداللہ اپنے لشکر کو لے کر واپس چلا گیا ہے۔ لہذا انہوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے اور باہر نکل آئے۔

اسی وقت صرد بن عبد اللہ نے پلٹ کر ایسا زوردار حملہ کیا کہ دشمن کو اس نے بُری طرح شکست دی اور وہ لوگ جو ہتھیار بند ہو کر اس کے سامنے آئے تھے اُن کا اُس نے قتلِ عام کر کے رکھ دیا تھا اور جو لوگ اس قتلِ عام سے بچ گئے انہوں نے اِسلام قبول کر لیا تھا۔

O

بنو حنیفہ کا ایک وفد بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اس وفد میں مسیلمہ بن حبیب الکذاب بھی شامل تھا جس نے بعد میں نبوّت کا دعویٰ کر ڈالا۔ جب یہ وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اس وقت آپؐ بنو نجار کی ایک خاتون بنت الحارث کے مکان میں رُکے ہوئے تھے۔

بنو حنیفہ کا یہ وفد جب اسلام قبول کرنے کے لیے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو مسیلمہ الکذاب بھی اُن میں شامل تھا۔ اس وقت حضورؐ کے پاس کھجور کی ایک چھڑی تھی جس کے پتے توڑ دیئے گئے تھے اور صرف اس چھڑی کے سرے پر کچھ پتیاں تھیں۔ جب مسیلمہ الکذاب نے حضورؐ سے گفتگو کی اور دورانِ گفتگو میں کچھ مطالبے پیش کیے، تو حضورؐ نے اپنے سامنے رکھی ہوئی چھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے ابنِ حبیب! اگر تُو اس چھڑی کا بھی مجھ سے مطالبہ کرتا تو وہ بھی مَیں تجھے نہ دیتا۔ لہٰذا تیرے کسی مطالبے کو تسلیم نہ کیا جائے گا۔" اس کے بعد بنو حنیفہ کا وفد مسیلمہ بن حبیب الکذاب کے ساتھ واپس چلا گیا تھا۔

O

تبوک سے واپسی کے بعد حضورؐ کی خدمت میں قبیلہ بنو حمیر کا ایک وفد اُن کے رئیس نعمان کی طرف سے حاضر ہوا اور اس وفد نے اپنے اور اپنے رئیس کے مُسلمان ہونے اور شرک کو ترک کرنے کی اطلاع کی تھی۔ اس اطلاع کے جواب میں حضورؐ نے بنو حمیر کے اس وفد کے ہاتھ ان کے رئیس نعمان کو ایک خط لکھا۔ اِس خط میں آپؐ نے نعمان کو تحریر فرمایا۔

"مَیں تمہارے سامنے اس اللہ کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے حمد کرتا ہوں



اور اس کے بعد اطلاع دیتا ہوں کہ میری رومیوں کے علاقہ سے واپسی کے بعد تمہارا پیامبر آ کر مجھ سے مِلا۔ اس نے مجھے تمہارا پیغام پہنچایا۔ تمہاری حالت بیان کی اور تمہارے اسلام لانے اور مشرکین کو قتل کرنے کی اطلاع دی۔ اللہ نے تم کو ہدایت دی۔ بشرطیکہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے رہو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، مالِ غنیمت میں سے اللہ اور اس کے رسولؐ کا پانچواں حصّہ نکال کر ادا کرو۔

اس کے علاوہ زمین کا لگان دو۔ جو زمین بارش یا چشمے سے سیراب ہو اس میں عشر دیا جائے اور جو کنوئیں سے سیراب کی جائے اس میں نصف حصّہ دیا جائے۔ چالیس اونٹوں پر ایک جوان اونٹنی اور تیس اونٹوں پہ ایک جوان اونٹ دیا جائے۔ ہر پانچ اونٹوں پہ ایک بکری اور دس پہ دو بکریاں دی جائیں۔

ہر چالیس بیلوں میں سے ایک جوان گائے اور ہر تیس گائے بیلوں میں سے ایک بچھڑا نر یا ہر چالیس بھیڑ بکریوں میں ایک جوان بکری، زکوٰۃ کا یہ نصاب اللہ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ جو اس سے زیادہ دے وہ اس کے لیے بہتر ہے مگر جو صرف مقررہ ادا کر دے، اپنے اسلام کا اعلان کرے اور مشرکین کے مقابلے میں مومنوں کی مدد کرے کہ وہ مومن ہے۔ اس کو مومنوں کے تمام حقوق حاصل ہوں گے اور اسطرح مومنوں کی تمام ذمہ داریاں اس پہ عائد ہوں گی اور اس وعدے کے ایفا کے لیے مَیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی ضمانت دیتا ہوں۔

جو یہودی یا نصرانی اسلام لائے اس کے ساتھ بھی یہی عمل ہوگا اور جو شخص یہودی یا عیسائی مذہب پر قائم رہے اس کو تبدیلیٔ مذہب پر کسی طرح بھی مجبور نہ کیا جائے گا۔ البتہ اس سے جزیہ لیا جائے گا جس کی مقدار ہر بالغ شخص پر چاہے مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام ایک دینار کامل ہے یا اس کی قیمت کا کپڑا۔

جو شخص یہ رقم اللہ کے رسولؐ کو دے دے گا اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسولؐ پر ہے اور جو شخص جزیہ نہیں دے گا وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا دشمن خیال کیا جائے گا۔"

اس کے بعد حضورؐ نے معاذؓ بن جبل کو مقرر کیا۔ تاکہ وہ بنو حمیر کی طرف جائیں اور ان کے اندر اسلام کی تبلیغ کریں اور اپنے خط میں آپؐ نے معاذؓ بن جبل کے لیے لکھا کہ میرے ایک فرستادہ بھی تمہارے اس وفد کے ہمراہ آئیں تو اُن کا پُرتپاک خیر مقدم کرنا اور اپنی زکوٰۃ اور جزیہ وصول کر کے ان کے حوالے کرنا۔ یہ تم سے خوش ہو کر واپس آئیں، میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور میں اس کا بندہ اور رسولؐ ہوں اور مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قوم حمیر میں سب سے پہلے تم نے اسلام قبول کیا ہے اور مشرکوں کو قتل کیا ہے۔ اِس پر میں تم کو خیر کی بشارت دیتا ہوں اور اپنی قوم کے ساتھ بھلائی کا حکم بھی دیتا ہوں۔ تم نہ خیانت کرنا اور نہ معاذؓ بن جبل کی حمایت ترک کرنا۔ رسول اللہؐ تمہارے غنی اور فقیر سب کے لیے یکساں مولا ہیں۔ صدقہ نہ اُن کے لیے جائز ہے اور نہ ان کی اولاد کے لیے۔ وہ صرف زکوٰۃ ہے جو طہارتِ مال کے لیے مومن ہو کر اور مسافروں کے لیے لی جاتی ہے۔

جس شخص کو میں تمہارے پاس تبلیغ کے لیے بھیج رہا ہوں۔ وہ با اعتبار اور علم و عمل کے میرے اچھے پیرو ہیں۔ اس لیے تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کیوں کہ وہ اسی کے مستحق ہیں۔

○

اس کے بعد حضورؐ نے خالدؓ بن ولید کو بنو الحارث کی طرف روانہ کیا اور خالدؓ بن ولید کو تاکید کی کہ تین دِن تک لگاتار بنو الحارث کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر وہ قبول کر لیں تو تم بھی مان لینا اور اگر وہ تمہاری دعوت پر لبیک نہ کہیں تو ان سے جنگ کرنا۔

سو حضورؐ کا حکم پا کر خالدؓ بن ولید اپنے لشکر کے ساتھ بنو الحارث کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچنے کے بعد آپ نے اپنے سواروں کو ہر طرف دوڑایا۔ جو اسلام کی دعوت دینے لگے تھے اور یہ دعوت دینے والے لوگوں کو پکار پکار کر کہتے تھے "لوگو! اسلام قبول کر لو، مامون ہو جاؤ گے، محفوظ ہو جاؤ گے"۔

اس پُکار کے جواب میں لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور جس طرف انہیں دعوت



دی گئی تھی اس میں وہ داخل ہو گئے۔

پھر خالدؓ بن ولید ان میں مقیم ہوئے۔ انہیں اسلام اور کتاب اللہ کی تعلیم دیتے رہتے۔ چونکہ حضورؐ کی طرف سے انہیں ایسا ہی حکم مِلا تھا اور بنو الحارث کے اسلام لانے کے بعد خالدؓ بن ولید نے مندرجہ ذیل سطور پر مشتمل ایک خط حضورؐ کی خدمت میں روانہ کیا۔

"میں آپؐ کے سامنے اُس خدائے واحد کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔
جس کے سوا کوئی ہستی قابلِ ستائش نہیں۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی رحمتیں آپؐ پر نازل ہوں۔
آپؐ نے مجھے بنو الحارث کی طرف بھیجا تھا اور مجھے ہدایت فرمائی تھی کہ
جب میں اُن کے پاس پہنچوں تو تین روز تک ان سے جنگ نہ کروں۔
اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا رہوں۔ اگر وہ اسلام لے آئیں تو میں
ان میں قیام کروں۔ ان کا اسلام لانا قبول کر لوں اور اسلام کی تعلیمات
کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکھاؤں اور اگر
وہ اسلام نہ لائیں تو میں ان سے جنگ کروں"۔

"میں یہاں آیا اور تین دن تک ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جیسا کہ آپؐ نے مجھے حکم دیا تھا اور میں نے ان کے اندر سوار بھیجے جو انہیں پکار پکار کر اور انہیں صدائیں دے دے کر اسلام کی دعوت دیتے تھے ہماری اس پکار پر ان لوگوں نے لبیک کہا اور اسلام قبول کر لیا اور جنگ اور مقابلہ نہیں کیا اور اب میں ان کے درمیان مقیم ہوں۔ وہی حکم دیتا ہوں جس کا آپؐ نے مجھے حکم دیا ہے اور انہیں ان چیزوں سے روکتا ہوں اور منع کرتا ہوں جس سے آپؐ نے روکنے اور منع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور میں انہیں اسلام اور سنتِ نبویؐ کی تعلیم تادمِ تحریر دے رہا ہوں"۔

خالدؓ بن ولید کے اس خط کے جواب میں حضورؐ نے خالدؓ بن ولید کو لکھا۔

"تم مجھے خبر دیتے ہو کہ بنو الحارث بنی کعب نے قبل اس کے کہ تم ان سے جنگ کرو اسلام قبول کر لیا ہے اور تم نے انہیں اسلام کی جو دعوت دی تھی اس پر انھوں نے لبیک کہی ہے اور اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ خدائے واحد کے سوا کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں اور یہ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنی ہدایت کا راستہ دکھایا ہے۔ پس انہیں خوشخبری پہنچاؤں اور ڈراؤں گناہوں کے نتائج سے۔

اب تم واپس آجاؤ اور تمہارے ساتھ بنو الحارث کا ایک وفد بھی آنا چاہیئے۔"

حضورؐ کا یہ حکم پاکر خالدؓ بن ولید واپس آگئے۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ بنو الحارث کا ایک وفد بھی تھا۔

حضورؐ نے جب اس وفد کو دیکھا تو پوچھا۔ "یہ کون لوگ ہیں جو ہندستان کے آدمیوں کی طرح معلوم ہو رہے ہیں۔"

اس پر حضورؐ کو بتایا گیا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لوگ بنو الحارث سے ہیں۔" پھر بنو الحارث کے یہ لوگ حضورؐ کے سامنے آئے اور انہوں نے بلند آواز میں کہا۔

"ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

آپ نے فرمایا۔ "اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔"

پھر آپؐ نے ان لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا "تم وہ لوگ ہو جنہیں جب للکارا جاتا ہے، تو پیش قدمی کرکے جرأت سے مقابلہ کرتے ہیں۔"

حضورؐ کی اس گفتگو کے جواب میں اہلِ وفد خاموش رہے اور کسی نے اس کا جواب



نہ دیا۔ آپؐ نے دوبارہ اس جملے کا اعادہ فرمایا۔ اس مرتبہ بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ آپؐ نے یہ جملہ دُہرایا۔ اس مرتبہ بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر آپؐ نے چوتھی مرتبہ وہ جملہ دُہرایا تو یزید بن عبدالمدان اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا "ہاں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم وہ ہیں جنہیں اگر للکارا جاتا تو جرأت سے مقابلہ کرتے۔"

یزید نے بھی حضورؐ کا اتباع کرتے ہوئے چار مرتبہ اپنا یہ جملہ دُہرایا اور جب وہ خاموش ہوا تو حضورؐ نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اگر خالدؓ مجھے یہ نہ لکھتے کہ تم اسلام لے آئے ہو اور تم نے قتال نہیں کیا تو میں تمہارے سروں کو تمہارے قدموں کے نیچے بچھا دیتا۔"

اس پر یزید بن عبدالمدان نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم نہ ہم نے آپؐ کی حمد و ثنا کی اور نہ خالدؓ کی۔"

اس پر آپؐ نے پھر پوچھا "پھر کس کی حمد و ثنا تم لوگوں نے کی۔"

اس پر یزید بن عبدالمدان نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے اس اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کی جس نے ہمیں آپؐ کے ذریعے سے ہدایت کی۔"

اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ "یقیناً تم نے سچ کہا ہے۔" پھر حضورؐ نے اُسے مخاطب کرکے پوچھا "جاہلیت کے دور میں جو لوگ تم سے جنگ کرتے تھے۔ ان پر غلبہ تم کیسے اور کیوں کر کیا کرتے تھے۔"

اس پر یزید بن عبدالمدان نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ ہم سے جنگ کرتے تھے۔ ان پر ہم غلبہ اس لیے کرتے تھے کہ ہم لوگ متحد ہو جاتے تھے ہم میں تفرقہ بالکل نہ ہوتا تھا اور ہم کسی پر ظلم کرنے میں پہل نہیں کرتے تھے۔"

آپؐ نے فرمایا۔ "تم نے سچ کہا اور حضورؐ نے بنو الحارث پر کبیر قیس بن حصین کو مقرر کر دیا تھا۔

اس وفد کے واپس جانے کے بعد حضورؐ نے عمروؓ بن حزم کو قبیلہ الحارث کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ ان کے اندر جا کر ان میں دین کا فہم پیدا کریں اور انہیں اسلام اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دیں۔"

عمروؓ بن حزم کو ساری باتیں سمجھانے کے ساتھ ساتھ حضورؐ نے بنو الحارث کے نام مندرجہ ذیل سطور پر مشتمل ایک خط بھی تحریر فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ ہے جو احسان کرنے والے ہیں اور حق وصول کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے اور یہ کہ لوگوں کو خیر و فلاح کی خوشخبری پہنچائیں بھلائی کرنے کا انہیں حکم دیں۔ لوگوں کو قرآن سکھائیں اور ان میں قرآن کا فہم پیدا کریں۔ بتائیں کہ قرآن کو بجز اس شخص کے جو پاک صاف ہو کوئی نہ چھوئے اور لوگوں کے واجبات ہیں ان سے سب کو باخبر کر دیں اور حق کے معاملے میں لوگوں سے نرمی سے پیش آئیں۔ ظلم اور ناانصافی کے معاملوں میں ان سے سختی کریں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو ناپسند کیا ہے اور ظلم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ لوگوں کو جنت اور جنت کے اعمال کی بشارت دیں اور دوزخ اور دوزخ کے اعمال سے ڈرائیں۔

لوگوں کو اپنے آپ سے مانوس کریں تاکہ ان کے اندر دین کا فہم پیدا کیا جا سکے اور حج کے شعائر، سنن، واجبات اور فرائض بتائیں۔ حج اکبر حج ہے اور حج اصغر عمرہ۔ اور لوگوں کو منع کریں کہ ان میں نہ کوئی شخص ایک حرف چھوٹا کپڑا پہن کر نماز پڑھے۔ کپڑا ایسا ہونا ضروری ہے جس کے دونوں کنارے دونوں کندھوں پر آ جائیں اور لوگوں کو منع کریں، کہ ایسا کپڑا کمر میں باندھ کر رکھا ہو۔ پھر اس طرح بیٹھے کہ یہ بے پردگی ہو۔ اس سے منع کریں کہ کوئی اپنے بالوں کی مینڈھی گدی پر نہ باندھے اور جب



لوگوں میں جوش و ہیجان پیدا ہو تو قبیلوں اور گروہوں کے نام لے کر نہ بلائیں صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کا نام لیں۔ پس جو لوگ اللہ کی طرف دعوت نہ دیں اور قبائل اور گروہوں کی طرف دعوت دیں تو انہیں تلواروں سے کاٹ دینا چاہیے۔ تاکہ ان کی دعوت صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کیلیے ہو جائے۔ لوگوں کو وضو میں چہروں کو اور کہنیوں تک ہاتھ ٹخنوں تک پاؤں کو پورے پورے دھونے کی ہدایت کریں اور کانوں کا مسح کریں جیسا کہ خداوند نے حکم دیا ہے اور نماز وقت پر پڑھی جائے۔ اور رکوع اور سجود کو مکمل طور پر کرنے اور خشوع اور خضوع کا حکم دیں اور یہ کہ صبح کی نماز اندھیرے میں اور ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر پڑھیں اور نماز عصر اس وقت پڑھیں جب سورج زمین کی طرف جا رہا ہو اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھیں جب رات شروع ہو جائے۔ اسے اتنی تاخیر سے نہ پڑھا جائے کہ آسمان پر تارے ظاہر ہو جائیں اور نماز عشاء اوّل شب میں پڑھیں اور نماز جمعہ جب اذان ہو اور جمعہ کے لیے جاتے وقت غسل کیا جائے۔

مالِ غنیمت میں سے اللہ کا خمس لے لیا کریں اور زمینوں کی پیداوار کا وہ صدقہ وصول کریں جو مومنوں پر فرض کیا گیا ہے یعنی جن زمینوں کو چشمے اور بارش نے سیراب کیا ہو اس کی پیداوار کا عشر اور جن زمینوں کو اپنی محنت سے سینچا گیا ہو۔ اس کی پیداوار کا نصف لے لیا کریں اور اونٹوں کی زکوٰۃ اس طرح وصول کی جائے کہ ہر دس اونٹوں پر دو بکریاں اور ہر بیس اونٹوں پر چار بکریاں اور گائیوں کی زکوٰۃ اس اصول پر وصول کی جائے کہ ہر چالیس گائیوں پر ایک گائے اور ہر تیس گائیوں پر ایک اور ہر چالیس بکریوں پر جو چلنے والی ہوں ایک بکری وصول کی جائے۔

یہ خداوند نے مسلمانوں پر ایک فریضہ عائد کیا ہے۔ جو اس سے زیادہ دے گا وہ اس کے لیے اور زیادہ بہتر ہو گا اور جو یہودی یا نصرانی اپنی طرف

سے مخلصانہ اسلام لے آئے اور دینِ اسلام کو اپنا دین بنا لے وہ مومنوں میں شمار ہوگا۔ اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مومنوں کے حقوق ہیں اور اس پر وہی واجبات ہیں جو مومنوں پر ہیں اور جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہے گا اور پھر اس کو یہودیت یا نصرانیت سے پھیرا نہ جائے گا۔ مگر ہر حالت میں خواہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام اس سے ایک پورا دینار لیا جائے گا۔ یا اس کے عوض کپڑے لیے جائیں گے۔ جو یہودی یا نصرانی اس کی ادائیگی کرتا رہے گا۔ اس کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ کا ذمہ ہوگا اور جو اس کی ادائیگی سے انکار کرے گا اسے اللہ اور اس کے رسولؐ کا اور تمام مومنین کا دشمن سمجھا جائے گا۔"

○

بنو ہمدان کا ایک وفد بھی مالک بن نمط کی سرکردگی میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ سلی ہوئی یمنی چادریں پہنے ہوئے تھے۔ ان کے سروں پر عدنی عمامے تھے اور المیس لکڑی کے بنے ہوئے کجاووں میں وہ مہری[1] اور ارحبی[2] اونٹوں پر سوار ہو کر آئے تھے۔

جب مدینہ میں داخل ہوئے تو وفد کے سربراہ مالک بن نمط نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"ہمدان کے لوگ بہترین نواب اور بادشاہ ہیں کہ دنیا میں ان کی مثال نہیں۔ ان کا مقام بہت بلند ہے اور ان میں بڑے بڑے بہادر لوگ ہیں۔ جن کے لیے ان مقام بلند کی وجہ سے بڑے محصول اور نذرانے ہیں۔"

---

۱ مہرہ یمن کا ایک قبیلہ تھا جس کے اونٹ بڑے خالص نسل کے مانے جاتے تھے حضرت موت کے علاقے کو مہرہ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

۲ ارحب ہمدان کا ایک قبیلہ تھا۔ اس کے اونٹ بھی بڑے اعلیٰ مانے جاتے تھے۔



مالک بن نمط کے بعد اس کے وفد کے لوگوں میں سے ایک نے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔

"دیکھو پکڑو وہ اونٹنیاں جن کے چھال کی بٹی ہوئی رسیوں کی مہاریں پڑی ہیں۔ موسم گرما اور موسم سرما کے اڑتے غبار میں شالاب راتوں کی بستیوں سے گزر رہی ہیں۔"

اس کے بعد یہ وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مالک بن نمط نے حضورؐ کو مخاطب کر کے گزارش کی۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمدان کے منتخب لوگ شہروں دیہاتوں سے آپ کی خدمت میں تیز رو اور نوعمر اونٹنیوں پر بیٹھ کر حاضر ہوئے ہیں کہ وہ اسلام کی رسیوں سے بندھ جائیں۔ انہیں اللہ کے معاملہ میں لومۃ لائم نہ پکڑے۔ یہ لوگ قبیلہ خارف، قبیلہ یام اور قبیلہ شاکر کے بلاد سے آئے ہیں۔ جو اونٹ اور گھوڑوں والے ہیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہی ہے معبودانِ باطل اور انصاب کو ترک کر دیا ہے۔ جب تک کوہستان برقرار ہیں ان کا یہ عہد نہ ٹوٹے گا۔

مالک بن نمط کی اس گفتگو کے جواب میں حضورؐ نے ان لوگوں کو ایک تحریر دی جو مندرجہ ذیل تھی۔

"یہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تحریر ہے قبیلہ خارف کے شہر کے لیے اور مرتفع اور ریگستانی زمین والوں کے لیے جن کے ساتھ ان کے وفد کے لوگ مالک بن نمط کے ساتھ مسلمان ہو کر آئے ہیں۔ یہ تحریر اس بات کی ہے کہ یہ لوگ جب تک نماز قائم رکھیں زکوٰۃ دیتے رہیں ان کی بلند اور پست زمینیں ان کے لیے ہیں۔ ان کے پھل یہ لوگ کھائیں اور گھاس جانوروں کو کھلائیں۔ ان کے لیے یہ اللہ کا عہد ہے اور اس کے رسولؐ کی ذمہ داری ہے اور ان کی دیکھ بھال کرنے والے مہاجر اور انصار ہیں۔"

حضورؐ سے یہ تحریر پانے کے بعد مالک بن نمط نے انتہائی خوشی اور بے پناہ مسرت

کا اظہار کرتے ہوئے حضورؐ کے سامنے چند اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"مَیں نے تاریکیوں کی سیاہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت یاد کیا جب ہم رحبرمان اور صلاد کے مقام پر تھے اور ہمیں وہ اونٹنیاں ایک واضح اور طویل راستے پر لے جا رہی تھیں جو چلتے چلتے عیب دار ہو گئی تھیں اور جن کی آنکھیں اندر دھنس گئی تھیں۔ ہم لوگ انہی اونٹنیوں پر بیٹھے تھے جو چوڑے قدموں والی بڑی تیز رفتار تھیں اور ہمیں اس طرح لے کر بھاگ رہی تھیں جس طرح بڑے بڑے شتر مرغ بھاگتے ہیں۔

مَیں ان اونٹنیوں کے پروردگار کی قسم کھاتا ہوں جو منیٰ کی طرف جھومتی ہوئی جاتیں پھر اپنے سواروں کو لے کر بلند اور مرتفع زمینوں سے واپس آتی ہیں کہ ہم لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی جائے گی کہ وہ یقیناً عرش والے کی طرف سے آئے ہیں اور ٹھیک راستے پر ہیں

کسی اونٹنی نے اپنے کجاوے پر حضورؐ سے زیادہ دشمنانِ خدا پر سخت حملہ کرنے والا نہیں دیکھا اور اگر کوئی عطا و بخشش کا طالب آجائے تو ان سے زیادہ بخشش کرنے والا کوئی نہیں اور نہ ہندی اور مشرقی تلواروں کی دھار ان سے زیادہ چلنے والی ہے۔"



دس ہجری ذیقعد کے مہینے میں حضورؐ نے سماکؓ بن[۵] خرشہ کو مدینہ کا والی بنایا اور آپؐ خود ایک بہت بڑی جمعیت کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اسلام اور تاریخ میں اسی کو حجۃ الوداع کا نام دیا گیا ہے۔

مکہ پہنچ کر آپؐ نے اپنے اصحابؓ کے ساتھ حج کی دائیگی شروع کی۔ آپؐ نے لوگوں کو مناسک حج بتائے۔ انہیں حج کی تعلیم دی۔ پھر آپؐ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"لوگو! میری بات غور سے سنو۔ دیکھو مَیں جانتا نہیں کہ شاید اس سال کے بعد اس جگہ مَیں تم سے نہ ملوں۔ لوگو! سن لو تمہارے خون یعنی تمہاری جانیں، تمہارے اموال ایک دوسرے پر اپنے رب سے ملنے تک یعنی موت تک اس طرح قابلِ احترام ہیں جس طرح تمہارے لیے یہ دن اور یہ مہینہ قابلِ احترام ہے اور دیکھو تم مرنے کے بعد اپنے رب سے ملو گے۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔ اور مَیں ہر عمل کے متعلق تمام احکام تمہیں پہنچا چکا ہوں۔ پس جس کے پاس کسی کی امانت ہو اسے چاہیے کہ وہ اسے مانگنے پر اسی شخص کے حوالے کر دے جس نے امانت دار سمجھ کر رکھی تھی۔"

---

۵ علامہ ابنِ ہشام کے مطابق حضورؐ نے سماکؓ بن خرشہ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔

لوگو! دیکھو اور سنو ہر قسم کا سود جو کسی نہ کسی پر نکلتا ہو ساقط کر دیا گیا ہے۔ البتہ تمہارے راس المال یعنی اصل تمہارے لیے ہیں۔ ان میں نہ تم زیادتی کرو گے اور اگر تم نے کسی کو رقم دی ہو گی اور نہ تمہارے ساتھ زیادتی کی جائے گی، اگر تم نے کسی سے رقم لی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اب کوئی سود یعنی ربا نہیں اور عباسؓ بن عبد المطلب کا کل سود ساقط کر دیا گیا ہے۔

جاہلیت میں اسلام لانے سے پہلے جو بھی خون تھا وہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اب اس کا انتقام نہ لیا جائے گا اور سب سے پہلے خون جو میں ختم کرتا ہوں وہ ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون ہے اور ابن ربیعہ نے بنو لیث میں دودھ پیا تھا۔ ہذیل نے اسے قتل کر دیا۔ پس یہ خون جاہلیت میں سے پہلا خون ہے جس سے میں معافی کی ابتدا کر رہا ہوں۔

لوگو! اس کے بعد یہ سنو کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اب تمہاری اس سرزمین میں اس کی پرستش کی جائے گی لیکن اگر اس کی اطاعت کی جائے گی تو وہ تمہارے ان اعمال سے جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو راضی ہو جائے گا۔ اس لیے دین کے معاملوں میں تم شیطان سے بچتے اور ڈرتے رہو۔

لوگو! حرمت والے مہینوں کو آگے پیچھے نہ کرنا۔ ایسا کرنے سے کفر میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے وہ لوگ اور بھی گمراہ ہوتے ہیں، جو کافر ہیں اور ایک سال اسے حرام رکھتے ہیں اور دوسرے سال اسے حلال کر لیتے ہیں۔ تاکہ یہ کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے مہینوں کی گنتی پوری کریں۔ اس طرح یہ خداوند کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دے دیتے ہیں۔

اور یہ بھی سنو کہ زمانہ ہیر پھیر کر اس جگہ آ گیا جہاں اس وقت تھا جب اللہ نے زمین اور آسمان پیدا کیے اور یہ کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ۱۲ ہے جن میں چار مہینے حرمت کے ہیں۔

لوگو! اور سنو، تمہاری عورتوں پر تمہارا حق ہے اور تم پر ان عورتوں کا بھی ایک



حق ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ تمہارا فرش کسی ایسے شخص پر نہ لگائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور وہ کھلا ہوا فحش اختیار نہ کریں۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو تمہارے لیے اجازت ہے کہ تم انہیں بستروں میں چھوڑ دو اور اس طرح مارو جو ضربِ شدید نہ ہو پھر اگر وہ باز آ جائیں تو وہ اپنے کھانے اور کپڑے کے سلسلے میں حسنِ سلوک کے ساتھ مستحق ہیں۔

اور عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور بڑائی کی نصیحت کرتے رہو کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں۔ وہ اپنی ذات کے لیے کسی چیز کی مالک نہیں ہوتیں اور تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر پکڑا ہے اور تم نے ان کے ستر کو اللہ کے کلمات کے ساتھ حلال کیا ہے۔

اس لیے لوگو! میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے تو ہر حکم پہنچا دیا اور تمہارے اندر وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ کھلی ہوئی چیز ہے یعنی کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

لوگو! میری بات سن کر غور کرو۔ خوب سمجھ لو کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ لہٰذا کسی بھی آدمی کے لیے اپنے بھائی کی کوئی چیز حلال نہیں۔ بجز اس کے کہ وہ بطیب خاطر کوئی چیز خود نہ دے دے۔ پس تم لوگ کسی بھی حالت میں کسی پر ظلم نہ کرنا۔

لوگو! بتاؤ میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔

اس پر لوگوں نے بلند آواز میں چلاتے ہوئے کہا "یقیناً۔ یقیناً۔ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔"

اس پر حضورؐ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا۔ "اے اللہ! تو گواہ رہنا۔"

اس حجۃ الوداع میں حضورؐ کے ارشادات کو عرفات میں لوگوں تک پہنچانے کے لیے ربیعہ بن امیہ بن حلف آواز لگا رہے تھے۔ اس موقع پر حضورؐ نے ربیعہ

بن اُمیہ کو مخاطب کر کے فرمایا ۔

"اے ربیعہ ! باآواز بلند کہو کہ اے لوگو ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کرتے ہیں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون سا مہینہ ہے "؟

اس پر ربیعہ بن اُمیہ نے بلند آواز میں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا، اے لوگو ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ کون سا مہینہ ہے ؟"

اس پر لوگوں نے بلند آواز میں جواب دیا کہ یہ شہر حرام ہے "۔

پھر حضورؐ نے ربیعہ کو مخاطب کر کے فرمایا "لوگوں سے کہو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے خونوں اور تمہارے اموال ایک دوسرے پر اپنے رب سے ملنے تک اسی طرح قابلِ احترام قرار دیا ہے جس طرح تمہارے لیے یہ مہینہ قابلِ احترام قرار دیا گیا ہے۔ بس ربیعہ نے حضورؐ کے یہ الفاظ لوگوں تک پہنچائے ۔

اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا۔ "اے ربیعہ ! ان لوگوں سے پوچھو، لوگو ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کرتے ہیں یہ کون سا مقام ہے "؟

جب ربیعہ نے حضورؐ کے یہ الفاظ لوگوں تک پہنچائے تو لوگوں نے جواب دیتے ہوئے کہا ۔

"یہ بلدِ حرام یعنی قابلِ احترام شہر ہے "۔

اس پر رسول اللہ نے فرمایا۔ "ان سے کہو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے خونوں اور تمہارے اموال کو ایک دوسرے پر اپنے رب سے ملنے تک اسی طرح قابلِ احترام کیا ہے جس طرح تمہارا یہ شہر قابلِ احترام ہے "۔

پھر حضورؐ نے فرمایا "کہو لوگو ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے ہیں کہ کیا تمہیں معلوم ہے یہ کون سا دن ہے "؟

ربیعہ نے جب لوگوں سے حضورؐ کا یہ سوال دہرایا تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے "۔

اس پر آپؐ نے فرمایا "ان سے کہو خداوند نے تمہارے خونوں اور تمہارے



اموال کو ایک دوسرے پر اپنے رب سے ملنے تک اسی طرح قابلِ احترام کیا ہے۔ جس طرح تمہارے لیے تمہارا یہ دن قابلِ احترام قرار دیا گیا ہے "۔

O

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد حضورؐ نے محرم اور صفر تک مدینہ میں قیام کیا۔ اور پھر آپؐ نے ملک شام کی طرف پیش قدمی کرنے کے لیے ایک لشکر ترتیب دیا۔ اور اس لشکر کا سالار اسامہؓ بن زید کو مقرر کیا تھا ۔

پس اسامہؓ بن زید اور آپ کے ساتھ روانہ ہونے والے لشکری جنگ کے لیے کوچ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ آپؐ پر علالت طاری ہوگئی ۔

آپؐ پر علالت کی ابتدا کچھ یوں ہوئی کہ صفر کے آخر یا ربیع الاوّل کے اوائل میں آپؐ نصف شب کے قریب مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان جو بقیع الفرقد کے نام سے مشہور ہے اور جو شہر کے مشرقی جانب جو آبادی کے بالکل متصل ہے۔ وہاں تشریف لے گئے وہاں آپؐ نے اہلِ قبور کے لیے مندرجہ ذیل دُعا فرمائی ۔

"اے اہلِ قبور ! تم پر سلامتی ہو جس حالت میں لوگ ہیں اس کے مقابلے میں تمہیں وہ حالت مبارک ہو جس میں تم ہو۔ فتنے اس طرح سامنے آگئے ہیں جس طرح تاریک رات کے ٹکڑے کہ ہر دوسرا ٹکڑا پہلے ٹکڑے کے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے اور جو دوسرا ٹکڑا ہے وہ پہلے ٹکڑے سے زیادہ پُرخطر ہے۔ ایک طرف دُنیا بھر کے خزانوں کی کنجیاں اور ان میں ہمیشہ کے لیے رہنا بھی دیا گیا اور دوسری طرف جنت دی گئی ہے اور اس کے بعد مجھے دُنیا کے خزانوں کے اور لقائے رب نیز جنت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے کہ میں ان دونوں میں سے جو چیز چاہوں اختیار کر لوں "۔

قبرستان میں اہلِ قبور کے لیے یہ دعائے مغفرت فرمانے کے بعد جب آپؐ واپس گھر میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا تھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ اپنے کمرے میں دردِ سر کی وجہ سے (وارا ساہ وارا ساہ) ہائے سر ہائے سر کہہ کر پکار رہی تھیں۔ حضورؐ نے عائشہ کی یہ حالت دیکھی تو انہیں مخاطب کر کے فرمایا "خدا کی قسم

میرے سر میں بھی درد ہے۔" پھر آپؐ نے بڑی نرمی اور ملائمت سے عائشہؓ سے فرمایا۔

"اے عائشہؓ تمہارا کیا نقصان ہوتا اگر تم مجھ سے پہلے مر جاتیں۔ تمہیں میں کفن پہناتا اور نماز پڑھاتا، تمہیں خود دفن کرتا۔"

اس پر عائشہؓ نے بھی بڑی نرمی سے کہا۔ "اور آپؐ مجھے دفن کر کے لوٹ آتے۔" عائشہؓ کی یہ گفتگو سن کر حضورؐ مسکرا دیئے لیکن آپؐ کے سر کا درد بڑھتا گیا تھا۔ ان دنوں آپؐ باری باری اپنی بیویوں کے ہاں وقت گزارتے تھے لیکن جب آپؐ کی حالت زیادہ خراب ہو گئی تو آپؐ ام المومنین میمونہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہیں آپؐ نے اپنی ازواجِ مطہرات کو جمع کیا اور ان سے اجازت چاہی کہ بیماری کے ان دنوں میں انہیں عائشہؓ کے پاس رہنے کی اجازت دی جائے۔

اس پر تمام ازواجِ مطہراتؓ نے بیماری کے دنوں میں عائشہؓ کے پاس رہنے کی اجازت دے دی تھی۔

جن دنوں حضورؐ دردِ سر کی بیماری میں مبتلا تھے تو آپؐ نے محسوس کیا کہ لشکرِ اسامہؓ بن زید کے سلسلے میں لوگوں نے تساہل اور تاخیر کی ہے۔ اس لیے آپؐ اپنے سر پر پٹی باندھ کر حضرت عائشہؓ کے حجرے سے نکلے اور ممبر پر بیٹھ گئے۔ اس وقت صورتِ حال یہ بھی تھی۔ اسامہ کی امارت اور قیادت کے بارے میں امارت اور قیادت کے بارے میں لوگ معترض تھے۔ کہتے تھے کہ حضورؐ نے بڑے بڑے مہاجرین پر ایک نوعمر غلام کو امیر بنا کر رکھ دیا ہے۔ آپؐ کے پاس بھی یہ خبریں پہنچ چکی تھیں لہذا منبر پر بیٹھنے کے بعد آپؐ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"لوگو! اسامہؓ کا لشکر جلد بھیج دو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج تم نے اسامہؓ کی امارت پر اعتراض کیا ہے تو اس سے پہلے بھی تم ان کے باپ کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو جو بالآخر غلط ثابت ہوا۔ خوب سمجھ لو، اسامہؓ امارت کے قطعی اہل ہیں اور ان کے باپ بھی امارت کے اہل ثابت ہو چکے ہیں۔"

اس قدر کہنے کے بعد حضور منبر سے اتر آئے اور آپؐ کے اس خطبے کے جواب



میں لوگوں نے بڑی تیزی اور عجلت سے سامان تیار کرنا شروع کر دیا تھا تاکہ وہ اسامہؓ بن زید کے ہمراہ لشکر میں کوچ کر سکیں۔

ادھر حضورؐ کا سر درد بڑھتا جا رہا تھا۔ بہر حال اسامہؓ اپنا لشکر لے کر نکلے اور مدینہ سے ایک فرسنگ پر جرف کے مقام پر قیام کیا اور یہ قیام انہوں نے اس بنا پر کیا تھا۔ تاکہ جو لوگ مدینہ میں ابھی تیاری نہیں کر سکے اور پیچھے رہ گئے ہیں۔ وہ بھی ان سے آکر مل جائیں۔ دوسرے اسامہؓ یہ بھی دیکھ رہے تھے حضورؐ کا مرض دن بدن بڑھتا جا رہا ہے لہذا حضورؐ کی بیماری کو دیکھتے ہوئے بھی اسامہؓ مدینہ سے باہر اپنے لشکر کے ساتھ رک گئے تھے۔ تاکہ حضورؐ کو اس بیماری سے افاقہ ہو تو وہ اپنی منزل کی طرف کوچ کریں۔

بیماری کے ان ہی دنوں میں آپ حضرت عائشہؓ کے حجرے سے پھر باہر تشریف لائے اور منبر پر تشریف فرما ہونے کے بعد آپؐ نے انصار کے لیے وصیت کی اور لوگوں کو مخاطب کر کے آپؐ نے فرمایا۔

"اے گروہِ مہاجرین! انصار سے خیر و فلاح کی نصیحت حاصل کرتے رہنا۔ عام طور پر لوگ معاملات میں مبالغہ اور زیادتی کرتے ہیں لیکن انصار جتنی بات ہوتی ہے، وہی بیان کرتے ہیں۔ اس میں زیادتی نہیں کرتے۔ یہ میرے وہ رازداں ہیں جن پر میں بھروسہ کرتا ہوں۔ اس لیے ان کے اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کی برائی کرنے والوں کی خطا کو درگزر کرو۔"

یہ تقریر کرنے کے بعد جب آپؐ منبر سے اتر کر گھر میں داخل ہوئے تو آپؐ کے سر کا درد اس قدر شدید ہو گیا کہ آپؐ پر غشی طاری ہو گئی تھی۔

آپؐ کا غشی کا سن کر تمام ازواجِ مطہرات وہاں جمع ہو گئی تھیں اور دیگر مسلمان عورتیں بھی وہاں آگئی تھیں۔ اس کے علاوہ آپؐ کے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب بھی وہاں پر پہنچ گئے تھے۔

سب کی رائے تھی کہ حضورؐ کو منہ کے ذریعے سے دوا اندر پہنچائی جائے۔

عباسؓ بن عبدالمطلب نے کہا ۔ میں دوا ڈالوں گا ۔ پھر عباسؓ بن عبدالمطلب نے آپؐ کا مُنہ کھول کر دوا ڈالی تو اس سے تھوڑی دیر بعد حضورؐ کو ہوش آیا تو آپؐ نے دریافت فرمایا ۔ "یہ دَوا مجھے کس نے پلائی ۔"

اس پر عباسؓ بن عبدالمطلب نے عرض کی ۔ "یارسول اللہ ! میں نے آپؐ کو یہ دوا پلائی ۔ مجھے اندیشہ ہو گیا تھا کہ کہیں آپؐ کو نمونیہ ہی نہ ہو گیا ہو ۔"

اس پر حضورؐ نے اپنے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ۔ "میرا رب مجھے اس نمونیہ کی بیماری سے ضائع نہ کرے گا ۔"

اپنی بیماری کے اِن دنوں میں حضورؐ نے ابوبکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا ۔

⊙

جس وقت حضورؐ حجۃ الوداع سے لوٹے تھے تو آپ کو خبر ملی تھی کہ یمن میں اسود عنسی یمامہ میں مسیلمہ کذاب اور سمیرا میں طلیحہ اسدی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے مسیلمہ کذاب نے ایک خط اپنے قاصدوں کے ذریعے حضورؐ کی خدمت میں روانہ کیا ۔ اس خط میں اس نے لکھا تھا کہ بلا کسی شک وشبہ کے میں آپؐ کے ساتھ نبوت میں شریک کیا گیا ہوں ۔ اس لیے نصف زمین ہمارے لیے ہونی چاہیے اور نصف زمین قریش کے لیے لیکن قریش ایسی قوم ہے جو حد سے تجاوز کر جاتی ہے ۔"

مسیلمہ کا یہ خط اس کے دو قاصد آپؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تھے

مسیلمہ کذاب کا یہ خط پانے اور اُسے پڑھنے کے بعد حضورؐ نے اس کے دونوں قاصدوں کو مخاطب کر کے پوچھا ۔ "تم دونوں اس بارے میں کیا کہتے ہو ۔"

اس استفسار پر اُن دونوں قاصدوں نے کہا ۔ "جو مسیلمہ کذاب کہتا ہے وہی ہم بھی کہتے ہیں ۔"

اس پر آپؐ نے فرمایا ۔ "خدا کی قسم اگر یہ چیز نہ ہوتی کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم دونوں کی گردنیں تلوار سے اڑا دیتا ۔" اس کے بعد آپؐ نے مسیلمہ



کذاب کے نام ایک خط لکھا ۔ جس کا مطلب کچھ یوں تھا ۔

" اللہ کے رسول محمدؐ کی جانب سے زبردست جھوٹ بولنے والے مسیلمہ کے نام ۔ ہدایت کا جو اتباع کرے اس پر حرام ۔ زمین اللہ کی ہے جو اپنے بندوں کو جسے چاہتا ہے اس زمین کا وارث بناتا ہے اور خدا سے ڈرنے والوں کا انجام ٹھیک ہوتا ہے ۔"

مسیلمہ کذاب کو تو آپؐ نے خط کے ذریعے تنبیہہ کر دی ۔ طلیحہ اسدی کی طرف آپؐ نے ایک شخص ضرارؓ بن الازور کو ایک دستہ دے کر اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا تھا ۔ رہا اسود عنسی تو اس شخص کا اصل نام عبہلہ بن کعب تھا اور اس کا لقب ذوالحمار تھا ۔

یہ شخص بڑا شیریں کلام ، شعبدہ بازی اور فال نکالنے میں اپنی مثال اور نظیر نہ رکھتا تھا ۔ اس کی شیریں کلامی اور تالیفِ قلوب ہی کی وجہ سے لوگ بہت جلد اس سے مانوس ہو جاتے تھے اور اس چیز سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا ۔

یہ اسود عنسی کہف حنار کے مقام پر پیدا ہوا ۔ وہیں اپنے آبائی قصبے میں نشو ونما پا کر بڑا ہوا ۔ ہوش سنبھالا ، آنکھیں کھولیں اور پھر نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا بہت سے لوگ اس کے ساتھ ہو لیے اور اس نے ان لوگوں سے اپنے لیے ایک لشکر کو ترتیب دے لیا تھا اور اپنے اس لشکر کا سالارِ اعلیٰ ایک شخص قیس بن عبد یغوث کو بنا دیا تھا ۔

سب سے پہلے اسود عنسی اپنے لشکر کو لے کر مذحج اور نجران کی طرف بڑھا ۔ ان دونوں جگہوں میں حضورؐ کی طرف سے عمرو بن حزم اور خالد بن سعید حضورؐ کے نمائندے کی حیثیت سے اور تبلیغ کا کام کرنے کی غرض سے مقرر تھے ۔

مذحج و نجران کے لوگوں نے جب اسود عنسی کی عسکری قوت کا سنا اور جب اُن کو معلوم ہوا کہ اسود عنسی بڑی تیزی سے اپنے جرار لشکر کے ساتھ ان کے شہروں

کی طرف بڑھ رہا ہے تو انہوں نے حضورؐ کے دونوں نمائندوں یعنی عمرؓ بن حزم اور خالدؓ بن سعید کو اپنے ہاں سے نکال دیا اور اسود عنسی کی انہوں نے اطاعت قبول کر لی تھی مذحج اور نجران پر قبضہ کرنے کے بعد اسود عنسی اور اس کے سپہ سالار قیس بن عبدیغوث کے حوصلے اور زیادہ بڑھ گئے تھے۔ لہٰذا ان دونوں شہروں کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ مراد شہر کی طرف بڑھے۔ مراد شہر میں فروہؓ بن مسیک حضورؐ کے ایک نمائندے کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔

قیس بن عبدیغوث اچانک اور دفعتاً مراد شہر پر حملہ آور ہوا اس نے حضورؐ کے نمائندے فروہؓ بن مسیک کو وہاں سے نکل جانے پر مجبور کر دیا اور مراد پر بھی اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس شہر کے زیر ہو جانے کے بعد اسود عنسی اور اس کے سپہ سالار قیس بن عبدیغوث کے حوصلے اور زیادہ بڑھ گئے تھے۔ اس نے اپنے لشکر کی قوت اور زیادہ بڑھا لی اور فیروز نامی ایک شخص کو اس نے اپنے لشکر کا سپہ سالار بھی بنا لیا تھا۔ تاکہ قیس بن عبدیغوث کی غیر موجودگی میں لشکر کے سالار کی حیثیت سے وہ کام کرتا رہے۔

اپنی قوت میں خوب اضافہ کرنے کے بعد یہ اسود عنسی یمن کے مرکزی شہر صنعاء کی طرف بڑھا۔ اس وقت یمن پر حضورؐ کی طرف سے شہرؓ بن باذان حاکم تھے۔ شہر بن باذان کو جب خبر ہوئی کہ اسود عنسی اس کا سپہ سالار قیس بن عبدیغوث اور نائب سپہ سالار فیروز ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لیے اس کی طرف [illegible] ہیں تو [illegible] نے بھی اپنے لشکر کو تیار کیا اور صنعاء شہر سے باہر نکلا تاکہ اسود عنسی اور اس کے لشکر کا مقابلہ کرے۔ صنعاء شہر سے باہر دونوں لشکروں میں ہولناک جنگ ہوئی۔ جس میں اسود عنسی کو فتح نصیب ہوئی۔ اس جنگ میں یمن کا والی شہر بن باذان قتل کر دیا گیا تھا اور اسود عنسی نے نہ صرف یہ کہ اس محل پر قبضہ کیا بلکہ شہر بن باذان کی بیوی جو انتہائی خوبصورت عورت تھی اور جس کا نام آزاد تھا اُسے اپنے نکاح میں ڈال لیا تھا۔



شہرؓ بن باذان کی بیوی آزاد چونکہ اسود عنسی کے نائب سپہ سالار فیروز کی چچا زاد بہن تھی اور جب اسود عنسی نے زبردستی آزاد سے نکاح کر لیا تو فیروز نے اسود عنسی کے اس کام کو ناپسند کیا لہٰذا یہ فیروز اندر ہی اندر اسود عنسی سے نفرت کرنے لگا تھا۔

○

ان دنوں صنعاء میں حضورؐ کی طرف سے معاذؓ بن جبل اسلامی تبلیغ کے لیے مقرر تھے۔ جب کہ مارب میں ابو موسیٰؓ حضورؐ کی طرف سے ایک نمائندے کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ جب کہ اسود عنسی نے صنعاء کو فتح کر لیا تو معاذ بن جبل وہاں سے نکل کر ابو موسیٰؓ کے پاس مارب میں آ گئے تھے اور پھر جب مارب کو بھی اسود عنسی کی طرف سے خطرہ ہوا تو ابو موسیٰ مارب سے نکل کر سکاسک شہر کی طرف چلے گئے تھے۔

اس دوران عمرؓ بن حزم اور خالدؓ بن سعید بھاگ کر مدینہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسود عنسی سے متعلق تفصیل سے انہوں نے حضورؐ کو بتا دیا تھا۔

اس کے جواب میں حضورؐ نے ابو موسیٰؓ اور معاذؓ بن جبل کے نام ایک خط لکھا اور دبرؓ بن نخیس کو یہ خط دے کر ان کی طرف روانہ کیا۔ اس خط میں آپؐ نے اسود عنسی کی گوشمالی اور سرکوبی کے لیے لکھا تھا۔

دبرؓ بن نخیس جب یہ خط لے کر ابو موسیٰؓ اور معاذؓ بن جبل کے پاس پہنچے تو اس دوران انہیں خبر ہو چکی تھی کہ اسود عنسی کا نائب سپہ سالار اور اس کے علاقہ ابنا کا حاکم فیروز' اسود عنسی سے نفرت کرنے لگا ہے کیونکہ اسود عنسی نے اس کی چچا زاد بہن آزاد کو زبردستی اپنے گھر میں ڈال لیا تھا۔

پس حضورؐ کے اس خط کے سلسلہ میں جب فیروز سے مشورہ کیا تو فیروز حضورؐ کے حکم کے مطابق اسود عنسی کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ حضورؐ کے

خط کے ملنے کے بعد فیروز نے جو سب سے بڑا کام کیا وہ یہ کہ اس نے اسود عنسی کے سپہ سالار قیس بن عبد یغوث کے ساتھ رازداری میں بات کر کے اسے بھی اپنا ہم خیال بنا کر اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا ۔

یوں حضورؐ کے خط کا اُن دونوں پر ایسا اثر ہُوا ۔ کہ اُن دونوں یعنی فیروز اور عبد یغوث نے عہد کر لیا تھا کہ وہ موقع ملتے ہی اسود عنسی کو قتل کر کے اس کا خاتمہ کر دیں گے ۔

دوسری طرف اسود عنسی کو بھی قیس بن عبد یغوث اور فیروز کی طرف سے شک ہو گیا تھا اور وہ ان دونوں کو عتاب آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا ۔ گو ابھی اس اسود عنسی نے قیس بن عبد یغوث اور فیروز پر اپنے کسی غصّے یا غضب کا اظہار الفاظ میں نہ کیا تھا ۔ تاہم اندر ہی اندر وہ ان دونوں کے خلاف بدظن اور شکوک ہوتا جا رہا تھا ۔

اس پر قیس بن عبد یغوث اور فیروز بھی عقلمند اور زیرک تھے اور یہ دونوں بھی اسود عنسی کے بدلتے ہوئے تیور دیکھ رہے تھے اور اس کی حالت کا بغور مطالعہ بھی کر رہے تھے ۔

جب ان دونوں نے دیکھا کہ اسود عنسی ان کی طرف سے بدظن ہو گیا ہے ، تو وہ دونوں بھی محتاط ہو گئے تھے ۔ انہیں خطرہ تھا کہ اگر اسود عنسی ان کی طرف سے بد ظن ہو چکا ہے تو وہ بڑی رازداری سے ان دونوں کو قتل کرانے کے بعد کسی دُوسرے شخص کو اپنے لشکر کا سپہ سالار بنا دے گا ۔ لیکن وہ دونوں بھی یعنی قیس بن عبد یغوث اور فیروز چونکہ حضورؐ کے خط کے مطابق اسود عنسی کا خاتمہ کرنے کا عزم کر چکے تھے لہٰذا یہ دونوں اسود عنسی کے لشکر سے نکل کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مضافات میں جا کر ایک جگہ پناہ لے لی اور اسود عنسی کے قتل کے لیے انہوں نے اپنے بھروسے کے آدمی کے ذریعے سے اسود کی بیوی آزاد سے پوشیدہ پیغام رسانی کا سلسلہ جاری رکھا



اسود عنسی کی بیوی آزاد چونکہ فیروز کی چچا زاد بہن تھی لہٰذا اس نے بھی عہد کر لیا تھا کہ وہ فیروز کی طرف داری کرتے ہوئے اور حضورؐ کے خط کے مطابق اسود عنسی کو قتل کرنے کے لیے ضرور اپنا کردار ادا کرے گی ۔

پھر ایک روز موقع پا کر فیروز اور قیس بن عبد یغوث ، اسود عنسی کے گھر نقب کے ذریعے سے گھس گئے اور اسے گرفتار کر کے ذبح کر ڈالا ۔ یہاں تک کہ وہیں پر انہوں نے فجر کی نماز ادا کی ۔

فجر کے بعد اسود عنسی کے ماننے والوں کو جب خبر ہوئی کہ اسود عنسی کو فیروز اور قیس بن عبد یغوث نے قتل کر دیا ہے تو وہ ہلچل مچانے اور جنگ کرنے کے لیے باہر نکل آئے لیکن فیروز اور قیس دونوں نے مل کر مسلمانوں کو اسود کے ماننے والوں کے سامنے ایک منظم لشکر کی صورت میں لا کھڑا کیا ۔ یہاں مسلمانوں اور اسود عنسی کے ماننے والوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی اور مسلمانوں نے اسود عنسی کے ماننے والوں کو شکست دے کر رکھ دیا تھا ۔

یوں اسود عنسی اور اس کے ماننے والوں کا خاتمہ کر دیا گیا اور صنعا اور نجران اور دوسرے شہروں سے بھی اس کے معتقدین کا خاتمہ کر دیا گیا اور حضورؐ کے نمائندے ایک بار پھر اپنے اپنے شہروں کو لوٹ گئے تھے ۔ یہاں تک کہ لوگوں نے متفقہ طور پر معاذؓ بن جبل کو یمن کا امیر مقرر کر دیا گیا تھا ۔

اسود عنسی اور اس کے ماننے والوں کے خاتمے کے بعد اس خوشخبری کی اطلاع دینے کے لیے ایک قاصد حضورؐ کی طرف بھی روانہ کر دیا گیا تھا ۔

دوشنبہ کے روز حضورؐ اپنے سر پر پٹی باندھے حضرت عائشہؓ کے حجرے سے باہر تشریف لائے ۔ اس وقت ابوبکر صدیقؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب حضورؐ باہر تشریف لائے تو لوگوں نے ہٹنا اور کھلنا شروع کر دیا ، تاکہ حضورؐ گزر کر آگے آ سکیں ۔

ابوبکر صدیقؓ سمجھ گئے کہ لوگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ محض حضورؐ کے لیے کیا ہے۔ اس لیے انہوں نے نماز پڑھانے کی جگہ سے پیچھے ہٹنا شروع کیا مگر حضورؐ نے آگے بڑھ کر ابوبکر صدیقؓ کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا نماز پڑھاتے رہو اور خود حضورؐ ابوبکرؓ کے پہلو کے قریب بڑھ گئے اور آپؐ نے ابوبکرؓ کے دائیں ہاتھ بیٹھ کر نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی آواز بلند کرتے ہوئے حضورؐ نے مسجد میں جمع ہونے والے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"لوگو! آگ بڑھکا دی گئی ہے اور تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند فتنوں نے رُخ کر لیا ہے۔ خدا کی قسم تم میرے ذمہ کوئی چیز نہیں لگا سکتے ہو میں نے کوئی چیز حلال نہیں کی بجز اس کے جو قرآن نے حلال کی اور میں نے کوئی چیز حرام نہیں کی بجز اس کے جو قرآن نے حرام کی۔"

جب حضورؐ اپنی تقریر سے فارغ ہوئے تو ابوبکرؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آج آپؐ اللہ کے فضل و کرم سے بہتر ہیں اور یہی ہم چاہتے ہیں۔ لہٰذا اگر آپؐ اجازت دیں تو میں مقام سنح میں اپنے اہلِ خانہ کے پاس چلا جاؤں۔"

حضورؐ نے فرمایا۔ "ہاں جاؤ۔"

اس کے بعد ابوبکر صدیقؓ مقام سنح[1] کی طرف روانہ ہو گئے جب کہ حضورؐ اپنے حجرے میں تشریف لے گئے تھے۔

حضورؐ حضرت عائشہؓ ہی کے حجرے میں تشریف فرما تھے کہ عائشہؓ نے دیکھا ایک شخص ہری مسواک لیے مسجد میں داخل ہوا تھا۔ اور یہ شخص حضرت عائشہؓ کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ حضورؐ بڑے شوق سے اس

---

۱ے مدینہ کے نواح میں ایک مقام



ہری مسواک کو دیکھنے لگے تھے۔ اس سے حضرت عائشہؓ نے اندازہ لگایا کہ شاید آپؐ اس مسواک کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اس پر حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ یہ چاہتے ہیں کہ یہ مسواک میں آپ کو لا کر دوں۔"

آپؐ نے نحیف سی آواز میں فرمایا۔ "ہاں۔"

اس پر حضرت عائشہؓ وہ مسواک لائیں، اُسے خوب چبا کر نرم کر دیا اور پھر آپؐ کو دی۔ آپؐ نے اسی طرح مسواک کی جس طرح سے آپ مسواک کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپؐ پر نزع کی حالت طاری ہوئی اور آپؐ نے اپنا سر حضرت عائشہؓ کی گود میں رکھ دیا اور اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

حضرت عائشہؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضورؐ وصال فرما چکے ہیں تو انہوں نے حضورؐ کا سر تکیہ پر رکھا۔ پھر وہ اٹھ کر وہاں جمع ہونے والی عورتوں کے ساتھ سینہ کوٹنے لگیں اور اپنے چہرے پر ہاتھ مارنے لگیں۔

○

جب حضرت عمر فاروقؓ کو حضورؐ کے انتقال کی خبر ہوئی تو وہ آپے سے باہر ہو گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے انہوں نے کہا۔ "بہت سے منافقین کہہ رہے ہیں کہ حضورؐ کی وفات ہو گئی ہے۔ حالاں کہ خدا کی قسم آپؐ نے انتقال نہیں فرمایا بلکہ وہ تو اپنے رب کی طرف گئے ہیں جیسا کہ موسیٰؑ بن عمران گئے تھے۔ موسیٰؑ بن عمران ۴۰ رات اپنی قوم سے غائب رہے۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا وہ وفات پا گئے ہیں حالانکہ وہ اپنی قوم میں واپس آ گئے تھے۔

خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لوٹ کر آ جائیں گے جس طرح موسیٰؑ لوٹ کر آ گئے تھے۔ پھر آپ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ حضورؐ کی موت واقع ہو گئی ہے۔

جس وقت عمر فاروقؓ لوگوں کے سامنے یہ تقریر کر رہے تھے تو ابوبکرؓ بھی

وہاں پہنچ گئے جو مدینہ سے باہر مقام سخ کی طرف گئے ہوئے تھے۔ وہاں آنے کے بعد لوگوں کی طرف جانے کے بجائے وہ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں داخل ہوئے حضورؐ کا جسم اطہر گھر کے ایک گوشے میں رکھا ہوا تھا اور اس پر یمنی چادر ڈال دی گئی تھی۔

ابوبکر صدیقؓ آگے بڑھے آپ کا چہرہ مبارک کھولا اور بڑھ کر بوسہ دیا اور کہا "آپؐ پر میرے ماں باپ قربان، جو موت آپؐ کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقدر کی تھی وہ تو آگئی۔ اس کے بعد آپؐ موت کی تکلیف کبھی نہ اٹھائیں گے۔

اس کے بعد ابوبکرؓ نے حضورؐ کے چہرہ اطہر پر یمنی چادر ڈال دی۔ پھر وہ حضرت عائشہؓ کے حجرے سے نکل کر باہر آئے اور اس جگہ آکھڑے ہوئے جس جگہ عمر فاروقؓ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ ابوبکر صدیقؓ بھی ان کی طرف آگئے ہیں تو وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس موقع پر ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"لوگو! جو لوگ محمدؐ کی عبادت اور پرستش کرتے تھے سن لیں محمدؐ تو وفات پا چکے ہیں اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں بے شک اللہ زندہ ہے وہ کبھی مرنے والا نہیں اور محمدؐ تو صرف پیغمبر ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر محمدؐ وفات پا جائیں گے یا قتل کر دیئے جائیں گے تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو بھی الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کو ذرہ برابر بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ شکر گزاروں کو عنقریب جزائے خیر دے گا۔"

O

حضورؐ کی وفات کے بعد انصار کا ایک گروہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گیا تھا۔ دوسری طرف علیؓ بن ابی طالب زبیرؓ بن عوام اور طلحہؓ بن عبداللہ، فاطمۃ الزہراؓ کے گھر جمع ہو گئے تھے۔ تیسری طرف باقی مہاجرین ابوبکر صدیقؓ کے پاس جمع ہوئے تھے اور ان کے ساتھ بنو عبدالاشہل کو لے کر اسید بن حضیر بھی شامل ہو گیا تھا۔ اتنے میں ایک شخص ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا۔



انصار کا ایک گروہ سعد بن عبادہ کی سرکردگی میں سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گیا ہے پس اگر آپ ضرورت سمجھتے ہیں تو اس سے پہلے کہ معاملہ آگے بڑھ جائے۔ آپ ان سے مل کر بات کر لیں اور ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں پڑے ہوئے ہیں اور ابھی ان کے معاملے سے فراغت نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ حضورؐ کے اہل خانہ نے دروازہ بند کر لیا ہے کیوں کہ لوگ زیارت کے لیے ہجوم کر کے آرہے ہیں اور غسل و تدفین کا انتظام نہیں ہو سکتا لہٰذا اس دوران میں آپ لوگ انصار کے پاس جا کر بات کر سکتے ہیں۔

اس پر عمر فاروقؓ نے ابوبکر صدیقؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ انصار کے پاس چلتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ ہمارے انصار بھائی کیا چاہتے ہیں"۔

بہرحال ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور ابوعبیدہؓ تینوں حضرات سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے، وہاں انہوں نے دیکھا، ان لوگوں کے درمیان ایک شخص چادر میں لپٹا ہوا بیٹھا تھا۔ جب پوچھا گیا یہ شخص کون ہے تو لوگوں نے بتایا سعد بن عبادہ ہیں۔

پھر پوچھا" انہیں کیا ہوا؟"

لوگوں نے کہا" وہ بیمار ہیں"

پھر وہ تینوں حضرات بھی وہاں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد انصار کا ایک خطیب اٹھا اور اس نے وہاں جمع ہونے والے انصار اور مہاجرین سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اما بعد ہم اللہ کے انصار اور اسلام کے لشکری ہیں اور اے مہاجرین تم ہم میں ایک گروہ ہو اور تمہاری قوم کی ایک جماعت چل کر ہمارے پاس آئی لیکن دیکھتے کیا ہیں کہ اب ان کا ارادہ یہ ہے کہ ہماری اصل سے کٹ کر الگ ہو جائیں اور ہم سے امارت غصب کر لیں۔

اس کے جواب میں ابوبکر صدیقؓ نے ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم نے اپنے اندر جس خیر و فلاح کا ذکر کیا ہے تم اس کے اہل ہو مگر عرب کسی طرح

بجز قریش کے کسی بھی فرد کو امارت اور خلافت کے لائق نہیں مان سکتے۔ قریش اپنے نسب اور شہر مکہ کے لحاظ سے عربوں میں سب سے اعلیٰ ہیں اور میں تم لوگوں کے مفاد میں دو آدمیوں میں سے کسی بھی ایک کے لیے راضی ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی ابوبکر صدیقؓ نے عمر فاروقؓ اور ابوعبیدہؓ بن جراح کے ہاتھ پکڑ کر ہوا میں بلند کیے اور کہا "تم ان دونوں میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنا لو۔"

اس کے بعد انصار میں سے ایک شخص حباب بن المنذر اٹھا اور اس نے بولتے ہوئے کہا۔ مناسب یہ ہے کہ ایک امیر مہاجرین میں سے اور ایک انصار میں سے ہو۔"

یہ کہہ کر اس انصار نے مزید کہتے ہوئے کہا" اے گروہ انصار! اگر مہاجرین اس سے انکار کریں تو تم اپنی تلواروں سے انہیں اپنے شہر سے نکال باہر کرو دین کی اشاعت ہمارے ذریعے سے ہوئی ہے۔ ہم لوگ خلافتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل ہیں لیکن جھگڑے اور فساد سے بچنے کے لیے میں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ دو امیر ہوں۔ ایک مہاجرین سے اور ایک انصار سے۔

حباب بن المنذر کی اس گفتگو کے جواب میں عمرؓ بن خطاب نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا" تم کو خوب یاد ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تمہارے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی ہے اور اگر تم کو استحقاقِ امارت ہوتا تو حضورؐ تمہارے بارے میں ضرور وصیت فرماتے۔"

عمر فاروقؓ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حباب بن المنذر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور دونوں حضرات میں زوردار گفتگو شروع ہو گئی۔ بات طول پکڑنے لگی تھی کہ انصار میں سے ایک شخص بشیر بن سعد اٹھے اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔" بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ قریش سے تھے اور ان کی قوم امارت اور خلافت کی زیادہ مستحق ہے اور ہم لوگ اگرچہ انصار دین اور صادق الاسلام



ہیں لیکن اس اسلام سے ہمارا مقصود اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا تھا اور اس کی اطاعت مدِ نظر رکھنی تھی۔ اس کا معاوضہ ہم دنیا میں نہیں چاہتے اور نہ اس بابت ہم مہاجرین سے کسی قسم کا جھگڑا کرنا چاہتے ہیں۔

بشیر بن سعد کی یہ گفتگو سن کر حباب بن المنذر پھر اٹھا اور بشیر بن سعد کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔" اے ابنِ سعد! تو نے واللہ بڑی بزدلی ظاہر کی، تو نے تو سارا کارخانہ ہی درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے۔"

حباب بن المنذر کی اس گفتگو کے جواب میں بشیر بن سعد نے پھر بولتے ہوئے کہا" نہیں نہیں میں نے بزدلی سے اپنا خیال ظاہر نہیں کیا بلکہ مجھے یہ بات ناگوار معلوم ہوئی کہ میں امارت اور خلافت کے لیے اسی قوم سے تنازعہ کروں جو اس کی مستحق ہے۔ اے لوگو! تم نے سنا نہیں حضورؐ نے فرمایا کل امام قریش میں سے ہوں گے۔"

اس کلام کے سنتے ہی دو چار انصار اور مہاجرین نے بھی اس حدیث کی تصدیق کر دی جس سے حباب بن المنذر خاموش ہو گیا اور اس کے خیالات بدل کر رہ گئے اور دفعتاً وہاں امارت کے لیے جو شور و غوغا ہو رہا تھا وہ ختم ہو گیا اور لوگ بالکل خاموش ہو کر رہ گئے تھے۔

اس پر ابوبکر صدیقؓ نے پھر عمر فاروقؓ اور ابوعبیدہؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ کہ تم ان دونوں میں سے کسی ایک کی بیعت کر لو میں اس پر راضی ہوں گا۔" اس پر عمر فاروقؓ نے کہا۔" میں ہرگز اس وقت تک بیعت نہ لوں گا جب تک کہ ابوبکر صدیق ہم میں موجود ہیں اس لیے کہ ہم سے یہ زیادہ خلافت کے حق دار ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی بشیرؓ بن سعد نے اٹھ کر سب سے پہلے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی پھر عمر فاروقؓ اور ابوعبیدہؓ نے بھی صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد وہاں بیٹھے دیگر لوگ بھی بیعت کرنے لگے اور پھر بیعت کرنے والے چاروں طرف سے ابوبکر صدیق کی بیعت پر امڈے چلے آئے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے

ایسی کثرت ہوگئی کہ وہاں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی اور یوں متفقہ طور پر حضورؐ کے بعد مسلمانوں نے ابوبکر صدیقؓ کو اپنا امیر اور اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔

اس کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے اپنا پہلا خطبہ دیا اور کہا۔" لوگو! میں تمہارا بے شک والی، امیر اور خلیفہ بنا دیا گیا ہوں اور میں تم سے بہتر نہیں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو تم لوگ میری اعانت کرنا اور اگر برا کام کروں تو سیدھا کر دینا۔ سچائی ہر شخص کے لیے ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت کا دوسرا نام ہے۔ تم میں جو کمزور اور ضعیف لوگ ہیں وہ میرے نزدیک اس وقت تک قوی اور طاقت ور ہیں۔ جب تک میں ان کا حق راحت کے ساتھ نہ دلوا دوں۔ انشاء اللہ اور تم میں جو قوی اور طاقت ور ہیں، میرے نزدیک اس وقت تک کمزور ہوں گے جس وقت تک میں ان سے حق واپس نہ لے لوں گا۔ جس قوم نے بھی اللہ کے راستے میں جہاد چھوڑا اللہ نے اس پر ذلت اور رسوائی مسلط کر دی اور جب بھی کسی قوم میں بدکاری پھیلی اللہ نے اس میں مصیبت اور بلا کو عام کر کے رکھ دیا۔ تم لوگ اس وقت تک میری اطاعت کرو۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں اور جب میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرنے لگوں تو میری کوئی اطاعت تم پر واجب نہیں۔ اب تم لوگ نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تم سب پر رحم کرے۔"

پھر جب ابوبکر صدیقؓ کی بیعت ہوگئی اور لوگ اس مسلے سے فارغ ہوگئے۔ تو سہ شنبہ کو حضورؐ کی تدفین کی طرف توجہ دی گئی۔ پس علیؓ بن ابی طالب، عباسؓ بن عبدالمطلب فضلؓ بن عباس، قثمؓ بن عباس، اسامہؓ بن زید اور حضورؐ کے غلام شقرانؓ کو غسل دینے کے لیے مقرر کیا گیا۔ بعد میں بنو عوف کے ایک شخص اوس بن خورج کو بھی شامل کر لیا گیا تھا۔

پھر غسل دینے کے لیے علیؓ بن ابی طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے سہارا دیا جب کہ عباسؓ، فضلؓ، قثمؓ، علیؓ کے ساتھ حضورؐ کو



پلٹتے رہے اور اسامہ بن زیدؓ، حضورؐ کے غلام شقرانؓ دونوں آپؐ پر پانی ڈالتے رہے تھے۔ علیؓ بن ابی طالب حضورؐ کو سینے سے لگا کر غسل دے رہے تھے اور حضورؐ کے اوپر آپؐ کی قمیص تھی جس سے علیؓ آپؐ کے پیچھے سے بدن کو اس طرح مل رہے تھے۔ کہ ان کا ہاتھ حضورؐ کے جسم سے مَس نہ ہوتا تھا۔"

غسل دیتے وقت علیؓ کہتے جاتے تھے۔" آپؐ پر میرے ماں باپ قربان، زندگی میں بھی آپؐ کتنے اچھے معلوم ہوتے تھے اور وفات کے بعد بھی آپؐ کتنے اچھے معلوم ہو رہے ہیں۔

غسل کے بعد حضورؐ کو تین کپڑوں یعنی دو کپڑے صحاری جو مقام صحار کے بنے ہوئے تھے اور ایک حبری چادر کا کفن پہنایا گیا اور ان میں آپؐ کو کفنا دیا گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں میں آپ کے دفن کرنے کے مشورہ میں مختلف خواہشوں کا اظہار کیا گیا۔ کچھ لوگوں نے کہا۔ ہم آپ کو مسجد میں دفن کریں گے۔ دوسرے لوگوں نے کہا نہیں بلکہ ہم آپؐ کو آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ دفن کریں گے۔

اس پر ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔" لوگو! میں نے حضورؐ کو کہتے سنا ہے جس نبیؐ کی روح قبض کی گئی ہے۔ اسے اسی جگہ دفن کیا گیا جس جگہ اس کی روح قبض کی گئی تھی۔

ابوبکر صدیقؓ کے اس انکشاف پر جس بستر پر حضورؐ نے وفات پائی تھی۔ اسے اٹھایا گیا اور وہیں آپؐ کی قبر کھود دی گئی۔ اس کے بعد پہلے مردوں نے چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت میں حضورؐ کی نماز جنازہ پڑھی۔ جب مرد فارغ ہوئے تو عورتیں چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت میں اندر داخل ہوتی گئیں اور حضورؐ کی نماز جنازہ پڑھتی گئیں۔ عورتوں کے بعد بچوں نے نماز جنازہ پڑھی۔

حضورؐ کے نماز جنازہ میں امامت کسی نے نہ کی تھی۔ اس کے بعد حضورؐ کو قبر میں اتارا گیا اور یوں چار شنبہ یعنی بدھ کے روز نصف شب کے وقت حضورؐ کو دفن کر دیا گیا۔

○

حضورؐ کی تدفین اور اپنی خلافت کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے دو بڑے کام وہ سرانجام دیئے جو حضورؐ کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکے تھے۔ ان میں سے ایک اسامہؓ بن زید کے لشکر کی روانگی تھی جسے حضورؐ نے خود مقرر فرمایا تھا اور دوسرے جھوٹے نبیوں کے خلاف جہاد کا اعلان تھا سب سے پہلے اسامہؓ بن زید کے لشکر کی روانگی کا انتظام کیا گیا۔ گو حضورؐ کی وفات کے بعد عرب کے اکثر قبائل کے قبائل اسلام سے پھر گئے تھے اور ایسے قبیلے بہت کم تھے جن میں کوئی فتنہ نہ ہوا ہو ہر طرف نفاق کی تاریکی چھا گئی تھی۔ مخالف ہواؤں کے جھونکے چل پڑے تھے ابتلا کی سیاہ گھٹائیں اُمڈتی چلی گئی تھیں۔ مسلمان غریب ایسی شبِ تاریک میں اپنی قِلّت جماعت وکثرت و اعداد دشمن سے پریشان ہو رہے تھے لیکن اس موقع پر ابوبکر صدیقؓ نے انتہائی استقلال سے کام لیا اور اسامہؓ بن زید کے لشکر کی شام کی طرف روانگی کا حکم دیا۔

اس لشکر میں بڑے بڑے بزرگ صحابہؓ کے علاوہ عمرؓ فاروق بھی شامل تھے۔ اسامہؓ نے اس خیال سے کہ شاید کوئی اہم امر پیش آئے اور ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ کی ضرورت محسوس کریں۔ لہٰذا اُنھوں نے عمر فاروقؓ کو ابوبکر صدیقؓ کی مدد کے لیے پیچھے چھوڑا۔

اس موقع پر بہت سے اصحابؓ نے ابوبکرؓ صدیق کو مخاطب کر کے کہا کہ ایسی حالت میں لشکر کی روانگی درست نہیں۔ بہتر ہو گا یہ امر آئندہ کسی مناسب وقت پر موقوف رکھا جائے اور اگر لشکر کی روانگی ضروری سمجھی جائے تو اسامہ کی جگہ کسی معمّر اور آزمودہ کار کو ہمارا سردار مقرر کیا جائے۔

جب یہ پیغام ابوبکر صدیقؓ کو پہنچا تو ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ٹالا نہیں جا سکتا۔ اگر مجھے اس امر کا خوف ہو تا کہ مجھے مدینہ میں کوئی درندہ پھاڑ کھائے گا، یا کوئی مجھے



لُوٹ لے گا تو پھر بھی اسامہؓ کو میں روانہ کرتا۔ کس کے مُنہ میں دانت ہیں کہ جو کام حضورؐ نے کرنے کو کہا ہو اُسے موقوف کرے۔ میں جب تک اسامہ بن زید کو روانہ نہ کر لوں ہرگز ایک لحظہ کے لیے قرار نہ پاؤں گا۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد ابوبکر صدیقؓ اسامہؓ بن زید کے گھوڑے کی باگ پکڑے مدینہ سے نکلے اور اسامہؓ بن زید کو نصیحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "اے ابن زیدؓ میں تم کو چند باتوں کی ہدایت کرتا ہوں اس کو تم یاد کر لو یہ کہ خیانت نہ کرنا۔ جھوٹ نہ بولنا۔ بدعہدی نہ کرنا، بچّوں، بوڑھوں، عورتوں کو ہرگز قتل نہ کرنا، کسی پھل دار درخت کو نہ کھدوانا، نہ جلانا اور نہ کاٹنا، کھانے کے سوا بکری اونٹ اور گائے کو ظلماً ذبح نہ کر دینا کسی قوم کے پاس پہنچ کر ان کو نرمی سے اسلام کی طرف بلانا۔ جب کسی سے ملو تو اس کے ادب و مراتب کا خیال رکھنا لیکن جو شخص اسلام کی مخالفت کرے اس کی بے تامل گردن اُتار دینا اور جب کھانا شروع کرنا تو اللہ کا نام لینا۔

اے اسامہؓ! ان کُل کاموں کو کرنا جن کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو دیا ہے۔ اس میں کچھ کمی نہ کرنا نہ زیادتی۔ جاؤ اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں کفار سے لڑو۔" اسامہؓ کو یہ باتیں سمجھانے کے بعد آپ ان کے ساتھ جرف تک گئے اور ان کے لشکر کو الوداع کہنے کے بعد آپ واپس مدینہ لوٹ آئے تھے۔

○

اسامہؓ بن زید کو ان کے لشکر کے ساتھ روانہ کرنے کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے جھوٹے نبیوں کی طرف توجہ کی اور ان کی گوشمالی کا ارادہ فرمایا۔ سب سے پہلے طلیحہ اسدی کا نمبر آیا۔ اس شخص نے حضورؐ کے دَور ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اور سمیرا نام کے شہر میں مقیم ہو گیا تھا۔

یہ شخص کاہن تھا۔ جب اس نے دعویٰ نبوت کیا تو بنی اسرائیل کے چند فرقے اس کے مطیع ہو گئے تھے۔ حضورؐ کی وفات کے بعد جب بہت سے قبیلے مُرتد ہو گئے تو

طلیحہ اسدی کو اس کے کام میں بڑی مدد ملی اور بنو غطفان، بنو ہوازن، بنو طے اس کے حامی بن کر اس کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ ابو بکر صدیقؓ نے خالدؓ بن ولید کو اس طلیحہ اسدی اور اس کے لشکر کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا۔

خالدؓ بن ولید اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے پہلے وہ عدی بن حاتم سے ملے اور اسے قبیلے والوں کی طرف روانہ کیا۔ عدی بن حاتم نے اپنے قبیلے طے کے لوگوں کو سمجھایا۔ یہ لوگ عدی بن حاتم کے سمجھانے پر طلیحہ اسدی سے علیحدہ ہو کر پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔

اب طلیحہ اسدی کے ساتھ زیادہ تر بنو غطفان بنو ہوازن کے لوگ رہ گئے تھے۔ طلیحہ اسدی کو جب خبر ہوئی کہ خالدؓ بن ولید ایک لشکر کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے ہیں تو اس طلیحہ اسدی نے ایک شخص ابن حصن کو اپنے لشکر کا سردار اور سپہ سالار بنایا۔ تاکہ خالدؓ بن ولید کا مقابلہ کیا جائے اور بزاخہ کے مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ مقیم ہو گیا۔

بہر حال خالدؓ بن ولید اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے مقابل آئے۔ اس موقع پر طلیحہ اسدی نے اپنے سپہ سالار ابن حصن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"حصن! تم خالدؓ بن ولید اور ان کے لشکریوں کا مقابلہ کرو اتنی دیر تک میں علیحدہ ہو کر مراقبے میں بیٹھتا ہوں اور وحی کا انتظار کرتا ہوں اور پھر دیکھتا ہوں کہ اس جنگ کے متعلق میری طرف خداوند کریم کی طرف سے کیا وحی نازل ہوتی ہے۔

بہر حال دونوں فریقین کے درمیان لڑائی کا آغاز ہوا۔ ابن حصن طلیحہ کے سمجھانے پر خالدؓ بن ولید سے جنگ لڑ رہا تھا جب کہ طلیحہ اسدی خود میدانِ جنگ سے ایک طرف لوگوں کو دھوکہ دینے کی خاطر اپنی ایک چادر اپنے اوپر اوڑھ کر اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ لوگ یہ خیال کریں کہ طلیحہ اسدی پر وحی نازل ہونے والی ہے جس کے باعث ان کو ضرور کامیابی ہو جائے گی۔

طلیحہ اسدی کے سپہ سالار ابن حصن نے بہت کوشش کی کہ خالدؓ بن ولید کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیں۔ لیکن اس میں اسے مکمل طور پر ناکامی ہوئی اور جب ابنِ حصن



نے دیکھا کہ خالدؓ بن ولید کے مقابلے میں اس کے لشکریوں کے پاؤں اکھڑنے والے ہیں تو بھاگا بھاگا اس جگہ آیا جہاں طلیحہ اسدی چادر اوڑھے بیٹھا ہوا تھا۔

اس ابنِ حصن نے طلیحہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے طلیحہ! کیا تمہارے پاس کوئی وحی آئی ہے جس میں کوئی ہماری بہتری کا سامان ہو"۔

طلیحہ نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "نہیں"۔

طلیحہ کا یہ جواب سن کر ابن حصن پھر میدان کی طرف بھاگا تھا پھر اپنے لشکریوں کو خالدؓ بن ولید کے مقابلے میں اکسا اکسا کر لڑانے لگا تھا لیکن جب ابنِ حصن نے دیکھا کہ اس کے لشکری پسپا ہونے لگے ہیں تو پھر بھاگا بھاگا طلیحہ کے پاس آیا اور اس سے پوچھا "اے طلیحہ! تیرے پاس کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟"

اس پر طلیحہ نے پھر نہیں میں جواب دیا، تو ابنِ حصن پھر میدانِ جنگ کی طرف بھاگ کر چلا گیا تھا۔ تیسری بار ابن حصن پھر میدان جنگ کو چھوڑ کر طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا۔ "اے طلیحہ! کیا تیرے پاس کوئی وحی آئی ہے"۔

اس پر طلیحہ نے اپنے چہرے پر سکون اور مسکراہٹ زبردستی بکھیرتے ہوئے کہا "ہاں، مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے"۔

اس پر ابنِ حصن نے چونک کر پوچھا۔ "تیرے پاس کیا وحی آئی ہے اور تجھے کیا حکم ملا ہے؟"

طلیحہ اسدی نے کہا۔ "میرے پاس جبریلؑ آئے تھے"۔

ابن حصن نے بے چین ہو کر پوچھا۔ "پھر جبریلؑ نے تجھے کیا کہا"۔

طلیحہ اسدی نے کہا۔ "وہ مجھ سے یہ کہہ گئے ہیں کہ تیرے لیے وہی ہو گا جو تیری قسمت میں لکھا ہے"۔

طلیحہ اسدی کا یہ جواب سن کر ابن حصن شور کرتے ہوئے بلند آواز میں اپنے لشکریوں کو کہنے لگا۔ "لوگو! یہ طلیحہ اسدی ایک جھوٹا اور کذاب ہے۔ اس پر نہ کوئی وحی آئی ہے اور نہ ہی یہ نبی ہے"۔

ابنِ حصن کی زبان سے یہ کلمات سُن کر طلیحہ اسدی کے حامی میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ خالدؓ بن ولید نے آگے بڑھ کر ان کے لشکر کا قتل عام شروع کیا۔ طلیحہ اسدی نے جب یہ دیکھا کہ اس کے ماننے والے میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوا اپنی بیوی کو بھی اپنے ساتھ سوار کرا لیا اور شام کی طرف بھاگ گیا تھا۔ اس طرح اس جھوٹے نبی طلیحہ اسدی[1] کی سرکوبی ہوگئی تھی۔

○

ایک لشکر ابوبکر صدیقؓ نے عکرمہؓ بن ابی جہل کی سرکردگی میں مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے یمامہ کی طرف روانہ کیا اور اس کے چند دن ہی بعد ایک لشکر شرحبیلؓ کی سرکردگی میں بھی روانہ کیا اور عکرمہؓ بن ابوجہل کو یہ پیغام بھیجا کہ شرحبیلؓ کے ساتھ مل کر مسیلمہ کذاب کا مقابلہ کرو لیکن عکرمہ بن ابوجہل سے غلطی یہ ہوئی کہ شرحبیلؓ کا انتظار کیے بغیر ہی انہوں نے مسیلمہ سے جنگ چھیڑ دی جس میں خود عکرمہؓ کو شکست ہوئی۔ اس شکست کی خبر جب ابوبکر صدیقؓ کو پہنچی تو انہوں نے عکرمہ کو لکھ بھیجا کہ "تم خود تو استادی جانتے نہیں لیکن شاگردوں میں عیب نکالتے ہو۔ شرحبیلؓ کی آمد کا انتظار کیے بغیر کیوں مسیلمہ کذاب پر حملہ آور ہوگئے"۔ اور پھر انہیں حکم دیا کہ وہ عمان کی طرف نکل جائیں اور باغیوں کے خلاف جنگ کریں جب کہ شرحبیلؓ کو انہوں نے یہ حکم دیا کہ وہ خالدؓ بن ولید سے جا ملیں۔ اس طرح مسیلمہ کذاب کو اپنی قوت میں اضافہ کرنے کا موقع مل گیا تھا۔[2]

اسی دوران بنو تغلب کی ایک عورت سجاح بنت الحرث نے بھی نبوت کا

---

۱ فاروق اعظمؓ کے دور میں یہ طلیحہ اسدی شام سے مدینہ آیا۔ فاروق اعظمؓ کے ہاتھ بیعت کی سچے دل سے اسلام قبول کیا اور رومنوں کے خلاف جہاد پر بھی گیا۔

۲ بعد میں ابوبکر صدیقؓ نے خالدؓ بن ولید کو مسیلمہ کذاب کی سرکوبی پر مقرر کیا اور خالدؓ بن ولید نے مسیلمہ کذاب اور اس کے لشکر کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا۔



دعویٰ کر دیا۔ اس نے بہت سے قبیلوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور کچھ نصرانی بھی اس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوگئے تھے۔ اپنی قوت میں خوب اضافہ کرنے کے بعد یہ سجاح بنت الحرث اپنے لشکر کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مدینہ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو شکست دے اور ایک حکمران کی حیثیت سے مدینہ اپنے قبضے میں کر لے لیکن یہ سجاح بنت الحرث مدینہ کی طرف جاتے ہوئے جب نباج کے مقام پر پہنچی تو بنو عمرو نے اپنے سردار اوس بن خزیمہ کی سرکردگی میں اس پر حملہ کر دیا۔ فریقین میں سخت لڑائی ہوئی۔ سجاح کے ہمراہیوں میں سے اکثر کو قید کر لیا گیا جب کہ بنو عمرو کے بھی کچھ آدمی گرفتار ہوگئے تھے۔

آخر اس شرط پر دونوں میں صلح ہوگئی کہ دونوں ایک دوسرے کے قیدیوں کو واپس کر دیں اور سجاح بنت الحرث مدینہ کا رُخ نہ کرے۔

اوس بن خزیمہ کے ہاتھوں نقصان اور تکلیف اُٹھانے کے بعد سجاح بنت الحرث نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے مسیلمہ کذاب کی طرف جائے گی اور گٹھ جوڑ کر کے اپنی قوت میں اضافہ کر لے گی۔ لہٰذا اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ مسیلمہ کذاب سے ملنے کے لیے اس سجاح بنت الحرث نے یمامہ کا رُخ کر لیا تھا۔

مسیلمہ بن کذاب کو جب خبر ہوئی کہ سجاح بنت الحرث اپنے لشکر کے ساتھ اس کا رُخ کر رہی ہے تو بڑا فکرمند ہوا۔ اسے اندیشہ تھا کہ اگر وہ اپنے لشکر کے ساتھ نکل کر سجاح بنت الحرث کے مقابل ہوتا ہے اور اس سے جنگ کرتا ہے اور اس دوران اگر مسلمانوں نے اس پر حملہ کر دیا تو اسے مٹا اور برباد کر کے رکھ دیں گے۔

اسی خدشہ اور خطرے کے پیش نظر اس مسیلمہ کذاب نے قیمتی تحائف دے کر ایک وفد سجاح بنت الحرث کی طرف روانہ کیا اور اسے کہلا بھیجا کہ پہلے عرب کے کل شہر نصف ہمارے تھے اور نصف قریش کے لیکن چونکہ قریش نے بدعہدی کی ہے۔ لہٰذا وہ نصف میں نے تم کو دیے۔

اس سجاح بنت الحرث نے مسیلمہ بن کذاب کے تحفوں کو قبول کر لیا لیکن وہ

رُکی نہیں بلکہ بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھی اور اس کے شہر سے باہر وہ اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہو گئی تھی اور مسیلمہ کذاب کو کہلا بھیجا کہ وہ اس کے ساتھ ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہے۔

شہر سے باہر ایک عمدہ اور خوب صورت خیمہ نصب کیا گیا۔ اس خیمہ کو خوب اچھی طرح سجایا گیا تھا اور خوب معطر کر دیا گیا تھا۔ پھر اس خیمے میں سجاح بنت الحرث سے ملنے کے لیے مسیلمہ بن کذاب اپنے شہر سے نکلا۔

دونوں نے تنہائی میں گفتگو کرنے کے لیے اپنے محافظوں کو بھی باہر نکال دیا تھا۔ دوران گفتگو جب سجاح بنت الحرث نے مسیلمہ بن کذاب سے چند مُرصع اور خوب صورت جملے سُنے تو سجاح نے اس کی نبوت کا اقرار کیا اور خود کو اس کی زوجیت میں دے دیا۔ تین روز تک یہ سجاح بنت الحرث، مسیلمہ بن کذاب کے ساتھ اس کے خیمے میں رہی۔ چوتھے روز جس وقت وہاں سے لوٹ کر وہ اپنے لشکر کے ساتھ اپنی قوم میں آئی تو اس کی قوم نے اس کو لعنت ملامت کی کہ بغیر کسی مہر کے مسیلمہ کذاب سے کیسے نکاح پڑھا لیا۔ سجاح بنت الحرث کو طعنے دیے۔ اس سے کہا کہ وہ واپس مسیلمہ کذاب کے پاس جائے اور اس سے مہر کا تقاضہ کرے۔

اپنی قوم کے کہنے پر سجاح بنت الحرث مسیلمہ کذاب کے پاس آئی۔ اس سے مہر کا تقاضہ کیا۔

مسیلمہ کذاب نے نہ صرف یہ کہ یمامہ کی نصف پیداوار سجاح بنت الحرث کو دی بلکہ اس سے کہا جا اپنے ہمراہیوں سے کہہ کہ مسیلمہ کذاب نے ایک نبی کی حیثیت سے دو نمازیں یعنی نماز فجر اور نماز عشاء معاف کر دیں۔ جن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تم پر فرض کر دیا تھا۔

یمامہ کی نصف آمدنی مسیلمہ کذاب سے وصول کرنے کے بعد اور اس کے ساتھ صلح کر کے سجاح بنت الحرث جزیرہ کی طرف واپس گئی۔ راستے میں اس کے لشکر کا سامنا خالد بن ولید کے ساتھ ہو گیا تھا۔ خالدؓ بن ولید نے اس سجاح بنت



الحرث کے لشکر کو اُدھیڑ کر رکھ دیا تھا۔

سجاح[1] بنت الحرث اپنے لشکر کی تباہی اور بربادی دیکھ کر اپنی جان بچا کر بھاگ نکلی اور بنو تغلب کی طرف چلی گئی تھی۔

---

[1] بعد میں سجاح ایمان لے آئی اور ایک مسلمہ کی حیثیت سے بہتر زندگی بسر کی۔

بوڑھا سورج اپنی وسعتوں کے آسمان پہ اُڑتا ہوا لاکھوں برسوں کی ساتھی اپنی زمین پہ بکھراں تیرگی پھیلاتا اپنی تقدیر کے اندھے گڑھوں کی طرف غروب ہو رہا تھا۔ آوارہ گرد طیور اُجڑے ہوئے ساحلوں کی نوحہ گری جیسے نغمے اور گیت گاتے ہوئے اپنے اپنے مسکنوں کو لوٹ رہے تھے۔

اُچھلتے چشمے، جوان ندیاں سُست دریا، سبز چولوں میں ملبوس ٹیلے سبزے سے ہم آغوش وادیاں، ہزاروں سلگتی ساعتیں اور ندیوں کے جھرمٹ میں مسرور دریا شفق کے عارض رنگوں میں کھو گئے تھے۔ ایسے میں دومۃ الجندل کا عدیم بن ساعدہ بڑی تیزی سے اپنی حویلی میں داخل ہوا اور زور زور سے اپنے غلام کو پکارنے لگا۔

"جریہ! تم کہاں ہو؟"

اتنے میں اصطبل کی طرف سے اس کا غلام بھاگتا ہوا آیا اور اس کے قریب رکتے ہوئے پوچھا۔ "اے آقا! آپ نے مجھے پکارا۔"

عدیم بن ساعدہ نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں اپنے غلام جریہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "جریہ! میں نے ہی تمہیں پکارا اور بلایا ہے۔ میں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا معرکہ سر کر لیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے ایسا کام سرانجام دیا ہے جس کا مجھے ہی نہیں کئی اور لوگوں کو بھی بڑی شدت کے ساتھ انتظار تھا۔"



عدیم بن ساعدہ کے یہ الفاظ سن کر اس کے غلام جریہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اے میرے آقا! آپ نے کون سا معرکہ سر کر لیا ہے۔"

اس پہ عدیم بن ساعدہ نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ اور نرم آواز میں اپنے غلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابن جریہ! میں نے عبیل بن جاثہ کو تلاش کر لیا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ صرف مجھے ہی اس عبیل بن جاثہ کی تلاش نہیں بلکہ قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل بھی اس عبیل بن جاثہ کے پیچھے سرگرداں ہیں۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ کیسے ہم سے چھپنے اور بھاگنے میں کامیاب ہوتا ہے۔"

عدیم بن ساعدہ جب خاموش ہوا تو اس کے غلام جریہ نے پوچھا۔ "اے آقا! آپ نے اس عبیل بن جاثہ کو کہاں دیکھا اور اس وقت وہ کہاں ہے۔"

اس پہ عدیم بن ساعدہ بولا اور اپنے غلام کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے جریہ میں دومۃ الجندل کے بازار سے گزر رہا تھا کہ میں نے عبیل بن جاثہ کو دیکھا وہ ایک اونٹ پہ سوار تھا اور اس کے اونٹ کے کجاوے کے ساتھ دو تین اور بھی اونٹ بندھے ہوئے چل رہے تھے اور جب کہ اس کے ساتھ بیس پچیس اور بھی جوان تھے جو اپنے اونٹوں پہ سامان لادے دومۃ الجندل شہر سے باہر نکل رہے تھے۔ مجھے شک ہوا کہ شاید یہ عبیل بن جاثہ ان ساتھیوں کے ساتھ تجارت کی غرض سے اس شہر میں داخل ہوا ہو گا اور اب واپس لوٹ رہا ہو گا۔

اسی بنا پر میں بھاگ کر اس کے ساتھیوں میں سے ایک کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ آپ لوگ کون سا مال لے کر اس شہر میں وارد ہوئے تھے۔ اس پہ اس جوان نے مجھے کہا کہ وہ سب اس شہر کے رہنے والے ہیں اور یہاں سے مال لے کر وہ تجارت کی غرض سے دوسرے شہروں کی طرف جا رہے ہیں۔ اس سے میں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ یہ عبیل بن جاثہ اسی شہر دومۃ الجندل میں رہتا ہے اور جس جوان سے یہ تفصیل میں نے حاصل کی اس سے میں نے یہ بھی پوچھ لیا کہ وہ کب تک واپس آئیں گے اور اس نے بتایا کہ وہ زیادہ سے زیادہ آٹھ دس دن تک لوٹ کر اپنے اس شہر

میں آجائیں گے۔

لہٰذا اب یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ اب عبیل بن جاثر اسی دومۃ الجندل شہر میں رہتا ہے اور اب اس کی اطلاع مجھے قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو کرنی ہے تاکہ وہ یہاں آئیں اور میرے ساتھ مل کر اس عبیل بن جاثر کے خلاف صف آرا ہوں اس لیے کہ اس نے میرے بھائی اور اس کے ساتھیوں کو دھوکہ دیا تھا اور ان کے قتل کے بعد یہ شخص خیبر سے نکل کر اور سلام بن ابی حقیق کی ساری دولت سمیٹ کر اس دومۃ الجندل شہر میں آباد ہوا تھا اور میرے خیال میں سلام بن ابی حقیق کی بہن خویلہ بھی اب تک اسی کے قبضے میں ہو گی۔

اے ابنِ جریر! اس موقع پر ایک ہتھیار سے میں دو شکار کرنا چاہتا ہوں۔ سنو میرے عزیز! یہ جو ابو زبیان کا نذار بن الیاس میرے پاس آتا رہا تھا اور اب بھی اکثر و بیشتر آتا رہتا ہے۔ میں اس کے متعلق بھی مشکوک ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ نذار بن الیاس سماک بن خرشہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ہماری خبریں اس تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ یہ مسلمان ہے اور یہ مجھے اس کے متعلق شک اس بنا پر ہوا کہ پہلی بار جب میں نے اسے اس کے دو ساتھیوں کے ہمراہ سماک بن خرشہ کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ کیا تھا اور ان کو تاکید کی تھی کہ راستے میں سماک بن خرشہ کا کام تمام کر دینا تو اس نذار بن الیاس کے دو ساتھی تو مارے گئے لیکن یہ خود بچ کر اپنے گھر چلا گیا۔

دوسری بار اس کے ساتھ ان دو مرنے والوں کے بھائی لگائے گئے تو دوسری بار بھی وہ سماک بن خرشہ کے ہاتھوں مارے گئے اور یہ نذار بن الیاس بچ گیا۔ لہٰذا اب مجھے شک نہیں بلکہ مجھے پختہ یقین ہو چکا ہے کہ یہ نذار بن الیاس حقیقت میں سماک بن خرشہ کا آدمی ہے اور ہماری ساری خبریں وہ اس تک پہنچاتا ہے۔ وہی ساری خبریں سن کر پھر سماک بن خرشہ ہمارے خلاف حرکت میں آتا ہے۔

اب میں نے یہ طریقہ کار وضع کیا ہے کہ تم ابھی اور اسی وقت ابو زبیان کی طرف روانہ ہو جاؤ گے اور وہاں سے تم نذار بن الیاس کو میرے پاس بلا کر لاؤ گے اور



اُسے یہ بھی کہنا کہ عدیم بن ساعدہ ایک معقول بلکہ بہت بڑی رقم کے عوض تم سے ایک بڑا سادہ اور بڑا آسان کام لینا چاہتا ہے مجھے اُمید ہے کہ وہ بھاگا بھاگا تمہارے ساتھ چلا آئے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عدیم بن ساعدہ تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر اپنا سلسلہ کلام دوبارہ جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔" اے جریر! میرے عزیز! جب وہ نذار بن الیاس میرے پاس یہاں آئے گا تو میں اُسے یہ پیغام دے کر قطمیر بن جابیل اور راس بن دعویل کی طرف خیبر کی طرف روانہ کر دوں گا کہ عبیل بن جاثر اور خویلہ کا پتہ مل گیا ہے۔ اگر تو یہ نذار بن الیاس خیبر میں قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو یہ خبر دینے کے بعد یہاں واپس لوٹ آیا تو میں سمجھوں گا اس کا سماک بن خرشہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اگر یہ خیبر سے دومۃ الجندل آنے کے بجائے مدینہ کی طرف چلا گیا تو پھر مجھے یقین ہو جائے گا کہ یہ سماک بن خرشہ کا آدمی ہے۔ اس لیے کہ یہ خبر خیبر میں دینے کے بعد وہ اسی خبر کو سماک بن خرشہ تک پہنچانے مدینہ کی طرف جائے گا۔

اس موقع پر عدیم بن ساعدہ کے غلام جریر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔" اے میرے آقا! ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ یہ نذار بن الیاس خیبر سے سیدھا دومۃ الجندل آیا ہے یا خیبر سے مدینہ یا مدینہ سے ہو کر دومۃ الجندل لوٹا ہے"۔

اس پر عدیم بن ساعدہ نے بغیر کسی توقف کے کہا۔" اے جریر! اس نذار بن الیاس کے ساتھ میں اپنا ایک آدمی روانہ کر دوں گا جو اس کے ساتھ خیبر تک جائے گا، اور اس نذار بن الیاس پر یہ ظاہر کرے گا کہ اس نے خیبر ہی میں قیام کرنا ہے اور نذار بن الیاس کو اکیلے ہی واپس دومۃ الجندل میں ہی آنا ہے۔ لہٰذا جب یہ نذار بن الیاس اس میرے آدمی کے ساتھ خیبر جائے گا تو خیبر میں یہ خبر پہنچانے کے بعد میرا وہ آدمی چوری چھپے اور گھات میں رہ کر اس کا تعاقب کرے گا۔

اگر یہ سیدھا خیبر سے دومۃ الجندل آ گیا تو وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے دومۃ الجندل لوٹ آئے گا اور اگر اس نے خیبر سے مدینہ کی طرف رُخ کیا تو پھر وہ اس کا تعاقب کریگا۔

اور راستے میں اس کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد واپس دومۃ الجندل آ جائے گا۔ اس پر عدیم بن ساعدہ کے غلام جریر نے کچھ سوچا اور پھر اپنے آقا کو مخاطب کرتے ہوئے وہ بولا اور کہا۔

"اے میرے آقا! میں ایک بڑی اچھی ترکیب آپ سے کہتا ہوں جس کے ذریعے سے ہم بڑی آسانی کے ساتھ اس نذار بن الیاس سے نپٹنے کے علاوہ سماک بن خرشہ پر بھی قابو پا سکتے ہیں۔ آپ اس سماک بن خرشہ کو ناقابلِ تسخیر اور بڑا خونخوار تسلیم کرتے ہیں اور اگر آپ میری ترکیب پر عمل کریں تو ہم لمحوں کے اندر سماک بن خرشہ کا خاتمہ کر کے رکھ سکتے ہیں۔"

اپنے اس غلام جریر کے اس انکشاف پر عدیم بن ساعدہ چونکا اور اپنے دونوں ہاتھ اس کے دونوں شانوں پر رکھتے ہوئے بڑی نرمی سے پوچھا۔ "اے جریر میرے عزیز! تیرے ذہن میں کون سا خیال ہے جس کے تحت تو یہ گمان کرتا ہے کہ سماک بن خرشہ کو ہم لمحوں کے اندر اپنے سامنے زیر کر کے رکھ سکتے ہیں۔"

اس پر عدیم بن ساعدہ کے غلام جریر نے تھوڑی دیر کے لیے سوچا کہ وہ کہہ رہا تھا۔

"اے میرے آقا! دومۃ الجندل شہر کی ایک وسطی سرائے کے سامنے ایک حویلی ہے اس حویلی کا مالک حرقوس نام کا ایک جوان ہے۔ یہ انتہائی اوباش اور خونخوار انسان ہے۔ اس حرقوس نے بدمعاش، بدچلن، آوارہ، عیاش و جنگجو اور انتہائی خونخوار قسم کے جوان پال رکھے ہیں جنہیں وہ لوگوں کو کرایہ پر مہیا کرتا ہے۔ یہ سارے جوان قاتل، جلاد، خونی، مہلک اور جان لیوا قسم کے انسان ہیں۔ جب بھی کسی کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے کسی سے کوئی دشمنی ہوتی ہے۔ یا کسی کو اپنے دشمن کو ٹھکانے لگانا ہوتا ہے تو وہ حرقوس نام کے جوان کی حویلی میں داخل ہوتے ہیں۔ اس سے اپنا سارا معاملہ کہتے ہیں اور اس کے اُسی کام کے مطابق وہ اپنے جوانوں میں سے کسی جوان کا انتخاب کرتا ہے اور رقم لے کر اس جوان کو ان کے ساتھ بھیج دیتا ہے۔ پس بھاری



رقموں کے عوض حرقوس کے یہ جوان دوسرے لوگوں کے دشمنوں کو قتل کرنے کے علاوہ کرایہ پر لوگوں کے لیے مار دھاڑ کرتے ہیں۔ رہزنی، چوری اور قتل و غارت کے کام سرانجام دیتے ہیں۔

اے میرے آقا! میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ بھی اس حرقوس نام کے جوان کے پاس جائیں اور اُسے کہیں کہ آپ کو ایسا خونخوار، جنگجو اور عمدہ قسم کا تیغ زن مہیا کرے جو لمحوں کے اندر اس سماک بن خرشہ پر جھپٹ کر اس کی گردن کاٹ کر رکھ دے میرے خیال میں اس طریقہ سے ہم بڑی آسانی کے ساتھ سماک بن خرشہ کو ٹھکانے لگا سکتے ہیں۔ ہاں اس کے لیے ہمیں کچھ رقم ضرور خرچ کرنا پڑے گی اور مجھے اُمید ہے کہ سماک بن خرشہ کے لیے آپ ضرور یہ رقم خرچ کریں گے۔"

اپنے غلام جریر کی گفتگو سُن کر عدیم بن ساعدہ بے حد خوش ہوا تھا اور اس نے اس کے دونوں شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"اے جریر! میرے عزیز! تم نے بے حد عمدہ اور قیمتی مشورہ دیا ہے۔ میں رقم کی ہرگز پرواہ نہیں کرتا۔ سماک بن خرشہ کے خاتمے کے لیے میں بڑی سے بڑی رقم بھی خرچ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تم ایسا کرو، اصطبل سے اپنے لیے ایک گھوڑا تیار کرواؤ اور میرے پاس آؤ، میں تمہیں نقدی بھی دیتا ہوں اور ابھی تم میرے ساتھ دومۃ الجندل شہر کی وسطی سرائے کے سامنے جس حویلی کا تم نے ذکر کیا ہے وہاں تک میرے ساتھ چلو۔ وہاں میں حرقوس نام کے جوان سے بات کروں گا جس کا تم نے ذکر کیا ہے اور اس سے سماک بن خرشہ سے نمٹنے کے لیے کوئی جوان حاصل کرنے کے لیے بات کروں گا اور جب حرقوس کے ساتھ میرا یہ معاملہ طے ہو جائے تو وہاں سے سیدھے تم بنو زبیان کی طرف روانہ ہو جانا اور نذار بن الیاس کو بُلا کر لانا پھر اس نذار بن الیاس کے ساتھ ہم اس جوان کو روانہ کر دیں گے جو حرقوس نے ہمیں مہیا کیا ہوگا اور پھر ہم دیکھیں گے کہ یہ نذار بن الیاس اور سماک بن خرشہ ہم سے کیسے بچ کر اِدھر اُدھر ہوتے ہیں۔"

عدیم بن ساعدہ کے اس فیصلے پر جریر مسکرا اٹھا تھا۔ پھر وہ بھاگتا ہوا اصطبل کی طرف گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک گھوڑے پر زین ڈال کر لے آیا تھا اور پھر عدیم بن ساعدہ اور اس کا غلام جریر حویلی سے نکل گئے تھے۔

○

عدیم بن ساعدہ اور جریر دونوں آقا اور غلام دومۃ الجندل کے وسطی حصے میں ایک سرائے کی سامنے والی حویلی میں داخل ہوئے۔

جریر عدیم بن ساعدہ کی رہنمائی کرتے ہوئے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے آگے آگے چل رہا تھا جب کہ عدیم بن ساعدہ اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

اس حویلی میں داخل ہونے کے بعد جریر نے ایک جگہ اپنے گھوڑے کو باندھ دیا پھر اس نے عدیم بن ساعدہ کو ایک کمرے کے آگے لا کھڑا کیا اور اس کمرے کی طرف اس نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

" اس کمرے کے اندر حرقوس نام کا وہ آدمی رہتا ہے جو کئی خونخوار اور مہلک جوانوں کو کرایے پر چلاتا ہے اور یہ کرایے کے لوگ ضرورت مندوں کے لیے مختلف فرائض انجام دیتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی جریر نے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد جب دروازہ کھلا تو عدیم بن ساعدہ نے دروازہ کھولنے والے سے کہا۔ " اگر میں غلطی پر نہیں تو تمہارا نام حرقوس ہے۔"

اس جوان نے کہا۔ " تمہارا اندازہ درست ہے، میرا ہی نام حرقوس ہے آؤ بیٹھو۔ تم کس کام کے سلسلے میں دونوں میرے پاس آئے ہو۔"

عدیم بن ساعدہ اور جریر دونوں آگے بڑھ کر ایک لمبی نشست پر بیٹھ گئے اتنی دیر تک حرقوس بھی دروازہ بند کر کے ان کے سامنے جم گیا۔ پھر عدیم بن ساعدہ نے مخاطب کرتے ہوئے اسے کہا۔

" اے حرقوس! مجھے ایک کام کو سرانجام دینے کے لیے تمہارے ایک جوان



کی ضرورت ہے جو ایک معقول رقم کے عوض میرا ایک کام کر گزرے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ جو جوان تم مہیا کرو وہ تیغ زنی، نیزہ بازی، شجاعت و مردانگی، جرأت و حوصلہ مندی اور شجاعت و بے خوفی میں اپنی مثال آپ ہو۔ اس لیے کہ اس کی مدد سے میں ایک ایسے جوان کو ٹھکانے لگانا چاہتا ہوں جو بیک وقت کئی جوانوں سے مقابلہ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔

اور اے حرقوس! یہ سماک بن خرشہ جس کا میں ذکر کر رہا ہوں، جسے میں ٹھکانے لگوانا چاہتا ہوں، یہ مدینہ کا رہنے والا ہے اور میرے بڑے بھائی کے علاوہ، یہ ہمارے کئی جوانوں اور ہمارے حمائتیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے۔ لہٰذا میں تم سے یہ گزارش کروں گا کہ مجھے کوئی ایسا جوان مہیا کرو جو اس سماک بن خرشہ سے بھی زیادہ خونخوار ہو اور جو بڑی آسانی کے ساتھ اس سماک بن خرشہ پر قابو پا کر اس کا خاتمہ کر دے۔ اس کے لیے میں تمہیں معقول رقم مہیا کروں گا۔"

اس کے ساتھ ہی عدیم بن ساعدہ نے اپنی کمر سے نقدی کی ایک تھیلی کھولی اور حرقوس کی طرف وہ تھیلی پھینکتے ہوئے کہا۔ " پہلے اس تھیلی کو کھول کر دیکھو، اے حرقوس! اور پھر اندازہ لگاؤ کہ جو رقم میں نے تمہیں دی ہے اس کے مطابق تمہیں مجھے کس قسم کا اور کیسا جوان مہیا کرنا چاہیے۔"

حرقوس نے پہلے وہ تھیلی کھولی۔ اس کے اندر سکوں کو اپنی جھولی میں الٹا کر ان کا اندازہ لگایا۔ پھر سکوں کو واپس اس نے تھیلی میں ڈالنے کے بعد تھیلی سنبھالتے ہوئے اس نے کسی قدر خوشی اور مسکراہٹ میں عدیم بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ " پہلے یہ کہو کہ تمہارا نام کیا ہے"؛

اس پر ابن ساعدہ بولا۔ " میرا نام عدیم بن ساعدہ ہے اور یہ میرا غلام جریر ہے۔" حرقوس دوبارہ بولا اور کہا۔

" اے عدیم بن ساعدہ! تم نے جو رقم دی ہے واقعی یہ بہت بڑی رقم ہے اور اس کے بدلے میں جو جوان تمہیں مہیا کروں گا وہ بھی بہت بڑا جوان ہے اور اس کے

لیے میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ کیسا بھی ہولناک تیغ زن کیوں نہ ہو جو جوان میں تمہیں مہیا کروں گا وہ تمہارے دشمنوں کو لمحوں کے اندر لپیٹ کر رکھ دے گا۔

اے ابن ساعدہ ویسے تو میرے پاس ان گنت جوان ہیں جنہیں میں لوگوں کو کرائے پر اور بڑی بڑی رقموں کے عوض مہیا کرتا ہوں اور وہ ان کے کام سرانجام دیتے ہیں۔ لیکن میرے پاس دو جوان ایسے ہیں جن کا کوئی ثانی اور جن کی کوئی مثال کہیں بھی نہیں ملے گی۔ ان میں سے ایک کا نام ابوحریف اور دوسرے کا نام ابوالبحر ہے۔ یہ دونوں سگے بھائی ہیں۔ ابوحریف بڑا اور ابوالبحر چھوٹا ہے۔ چھوٹا بڑے سے بھی زیادہ طاقتور اور ہولناک ہے اور اسی لیے اس نے اپنا نام ابوالبحر یعنی سمندروں کا باپ رکھا ہوا ہے اور یہ جوان طاقت اور قوت میں واقعی سمندروں جیسا ہے۔ اس کی ضرب، اس کا وار اور اس کا حملہ میرے ذاتی خیال کے مطابق کوئی بھی برداشت نہیں کرتا۔

اے عدیم بن ساعدہ! اب تم بولو، ابوحریف اور ابوالبحر میں سے کس کو اپنے کام پر لگانا چاہتے ہو۔

اس پر عدیم بن ساعدہ بولا اور کہا۔ "اے حرقوس! جیسا کہ تم نے کہا ہے کہ یہ ابوحریف اور ابوالبحر دونوں بھائی ہیں اور ابوالبحر اپنے بڑے بھائی سے بھی زیادہ طاقتور اور ہولناک ہے۔ لہذا میں اپنے اس کام کے لیے ابوالبحر کو ہی حاصل کرنا پسند کروں گا"

حرقوس نے اپنے قریب ہی لکڑی کے ایک چوکھٹے سے لٹکتے ہوئے تانبے کے ایک طشت پر لکڑی کی ایک چوبی ہتھوڑی سے ضرب لگائی اور اس کے ساتھ ہی اس ضرب سے ایک گہری گونج بلند ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک جوان اندر آیا جسے مخاطب کر کے اس حرقوس نے کہا۔ "ابوالبحر کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔

وہ جوان فوراً پلٹا اور کمرے سے نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک جوان اس کمرے میں داخل ہوا اور اس موقع پر حرقوس نے عدیم بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابن ساعدہ! یہ ابوالبحر ہے۔"

عدیم بن ساعدہ نے اٹھ کر ابوالبحر سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد جربہ اس سے



مصافحہ کر رہا تھا۔ پھر وہ ابوالبحر حرقوس کے پاس بیٹھ گیا۔ عدیم بن ساعدہ نے دیکھا وہ ابوالبحر اپنے قد کاٹھ اور اپنی جسمانی ساخت میں واقعی ایک عفریت اور ایک بلا تھا۔ اس کی نگاہوں میں ایسی ہلچل تھی جیسے سمندروں کی تہہ کے اندر طوفان اٹھ کھڑے ہوئے ہوں اور اس کے جسم کی نیلی رگوں کے اندر کھولتے خون کا ایک طوفان رواں دواں تھا۔

پھر اس حرقوس نے ابوالبحر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابوالبحر! یہ عدیم بن ساعدہ ہیں اور ان کے ساتھ ان کا غلام جربہ ہے۔ یہ تمہیں ایک شخص کو ٹھکانے لگانے کے لیے حاصل کرنا چاہتے ہیں" اور اس کے ساتھ ہی حرقوس نے تھیلی ہوا میں لہراتے ہوئے کہا۔" اور اس کام کی یہ بہت اچھی قیمت بھی چکا چکے ہیں۔"

اس پر ابوالبحر نے تھوڑی دیر کے لیے بڑی گہری نگاہوں سے عدیم بن ساعدہ کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے کہا۔ "اے ابن ساعدہ! وہ کون سا شخص ہے جس کا خاتمہ کرانے کے لیے تم میری خدمات حاصل کر رہے ہو۔"

عدیم بن ساعدہ نے بڑی رازداری سے کہا۔ "میں اپنے اس غلام جربہ کو ایک شخص کو بلانے کے لیے ابھی اور اسی وقت نوزبیان کی طرف روانہ کر رہا ہوں اور جب یہ اس شخص کو بلا کر لائے گا تو اس شخص کے ساتھ پھر میں تمہیں خیبر کی طرف روانہ کروں گا اور خیبر کی طرف تمہاری روانگی کے وقت میں تمہیں پوری تفصیل سمجھاؤں گا کہ تم نے میرے لیے کیا کام سرانجام دینا ہے اور کس جوان کو ٹھکانے لگانا ہے۔ بہرحال اس موقع پر تم سے میں یہ کہوں گا کہ تم کل صبح تک تیار رہنا۔ میں کسی بھی وقت تمہیں لینے یہاں آ سکتا ہوں۔ اس پر ابوالبحر نے چھاتی تانتے ہوئے کہا۔

"تم کسی بھی وقت آؤ، تم مجھے ہر وقت تیار پاؤ گے۔ اب جب کہ تم اپنے کام کے لیے رقم ادا کر چکے ہو تو تم کسی بھی وقت میری خدمات حاصل کر سکتے ہو۔ تم جب بھی آؤ گے میں تمہارے ساتھ اسی وقت روانہ ہو جاؤں گا"

اس کے ساتھ ہی عدیم بن ساعدہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ حرقوس اور ابوالبحر سے اس نے مصافحہ کیا۔ پھر وہ اپنے غلام کے ساتھ اس کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ باہر

جا کر جریر نے اپنا گھوڑا کھولا اور جب وہ دونوں حویلی سے نکلے تو عدیم بن ساعدہ نے جریر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے جریر! میرے عزیز! تم اب بنو زبیان کی طرف روانہ ہو جاؤ اور نذار بن الیاس کو اپنے ساتھ لے کر آؤ، تاکہ ہم اپنے کام کی ابتدا کر سکیں۔"
اس کے ساتھ ہی جریر اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا تھا جب کہ عدیم بن ساعدہ اپنی حویلی کی طرف جا رہا تھا۔

O

جریر نے اس رفتار کے ساتھ بنو زبیان کی طرف سفر کیا کہ وہ صبح صبح ہی بنو زبیان کی بستی میں داخل ہوا اور نذار بن الیاس کے دروازے پر اس نے دستک دی۔ جب دروازہ کھلا تو جریر نے دیکھا کہ ایک بوڑھے نے حویلی کا دروازہ کھولا تھا۔ جریر نے اسے مخاطب کر کے پوچھا "میں دومۃ الجندل سے آیا ہوں اور میں نذار بن الیاس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

اس پر اس بوڑھے نے جریر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میرا نام الیاس ہے اور میں نذار کا باپ ہوں۔ تم تھوڑی دیر رکو، میں مہمان خانے کا دروازہ کھول کر تمہیں بٹھاتا ہوں۔ اس کے بعد نذار کو بلا کر لاتا ہوں۔"

اس پر جریر نے اپنے گھوڑے کو وہاں باندھ دیا۔ تھوڑی دیر تک نذار بن الیاس کے باپ نے مہمان خانے کا دروازہ کھولا۔ جریر کو اس نے وہاں بٹھایا اور پھر حویلی کے سکونتی حصے کی طرف وہ چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد نذار بن الیاس اس مہمان خانے میں داخل ہوا۔ جریر اٹھ کھڑا ہوا اور آگے بڑھ کر اس نے نذار بن الیاس سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا "شاید آپ مجھے پہچان گئے ہوں گے۔"

نذار بن الیاس نے مسکراتے ہوئے اور جستجو سے بھری ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہاں میں تمہیں پہچان چکا ہوں۔ تم دومۃ الجندل کے عدیم بن ساعدہ کے غلام جریر ہو۔ کہو آج تم صبح ہی صبح کس کام کی غرض سے یہاں وارد ہوئے ہو۔"
اس پر جریر نے کہا "مجھے عدیم بن ساعدہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور اس



نے کہا ہے کہ میں تمہیں ساتھ لے کر دومۃ الجندل آؤں۔ اس لیے کہ عدیم بن ساعدہ نے عبیل بن جاثر اور خویلہ کا پتہ چلا لیا ہے۔"

اس پر نذار بن الیاس نے جریر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں ابھی اور اسی وقت کوچ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تم تھوڑی دیر بیٹھو، میں تمہارے لیے صبح کے کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ اس کے بعد یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔"
اس کے ساتھ ہی نذار بن الیاس باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جریر کے لیے کھانا لے آیا اور جب جریر کھانا کھا چکا تو نذار بن الیاس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم تھوڑی دیر بیٹھو، اتنی دیر میں میں تیار ہوتا ہوں، پھر یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔"
اس کے ساتھ ہی نذار بن الیاس نے خالی برتن اس کے سامنے سے اٹھا لیے اور حویلی کے دوسرے حصے میں چلا گیا تھا۔ پھر وہ اپنے باپ الیاس کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے اس نے کہا۔

"اے میرے باپ! یہ شخص جو مجھے بلانے آیا ہے اس کا نام جریر ہے اور یہ دومۃ الجندل کے عدیم بن ساعدہ کا غلام ہے۔ عدیم بن ساعدہ نے میری طرف یہ پیغام بھجوایا ہے کہ اس نے اس شخص عبیل بن جاثر اور ایک لڑکی خویلہ کو تلاش کر لیا ہے۔ میں آپ کو پہلے بھی تفصیل بتا چکا ہوں کہ اس عبیل بن جاثر اور خویلہ کی مدینہ کے سماک بن خرشہ کو تلاش ہے۔ اب آپ جانتے ہی ہیں کہ سماک بن خرشہ میرا بھائی بنا ہوا ہے اور اس کے لیے میں ہر کام سرانجام دینے کے لیے تیار ہوں۔ لہٰذا میں اس جریر کے ساتھ عدیم بن ساعدہ کی طرف دومۃ الجندل جاتا ہوں اور جو کام وہ مجھ سے لینا چاہتا ہے وہ کام سرانجام دینے کے بعد میں مدینہ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اور وہاں میں سماک بن خرشہ کو اطلاع کر دوں گا کہ عدیم بن ساعدہ نے اس عبیل بن جاثر اور خویلہ کو تلاش کر لیا ہے جس کی اسے تلاش ہے۔ لہٰذا میں اسے ساتھ لے کر آؤں گا اور عدیم بن ساعدہ سے کسی بہانے ان دونوں کا پتہ چلا کر میں اور سماک بن خرشہ ان دونوں کو ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کریں گے۔"

میں چونکہ یہ سفر مدینے تک کروں گا۔ لہٰذا مجھے اگر ایک دو دن کی تاخیر ہو جائے تو پریشان نہ ہونا کیوں کہ میں مدینہ سے سماک بن خرشہ کو لے کر دومۃ الجندل کی طرف آؤں گا۔" نذار بن الیاس کے باپ نے نذار کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اے میرے بیٹے! خداوند تجھے اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ تم جاؤ اور میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں کہ خدا تمہیں اور سماک بن خرشہ دونوں کو اپنے کام میں کامیاب اور سود مند رکھے۔"

اس کے ساتھ ہی نذار بن الیاس تیار ہوا اپنا جنگی لباس اس نے پہنا، کچھ فالتو کپڑے اس نے اپنے گھوڑے کی خرجین میں ڈال لیے تھے۔ اس کے بعد وہ اپنے گھوڑے کو تیار کر کے اپنی حویلی سے نکلا۔ گھوڑے کو اس نے باہر کھڑا کیا اور مہمان خانے کے دروازے پر آتے ہوئے اس نے عدیم بن ساعدہ کے غلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آؤ جریر! میں اب تیار ہوں یہاں سے کوچ کریں۔" اس کے ساتھ ہی وہاں سے جریر نکل آیا۔ دونوں اپنے گھوڑوں پر بیٹھے اور وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

شام سے کچھ پہلے نذار بن الیاس اور عدیم بن ساعدہ کا غلام جریر دومۃ الجندل میں داخل ہوئے اور جب وہ عدیم بن ساعدہ کی حویلی کے قریب گئے تو انہوں نے دیکھا کہ عدیم بن ساعدہ اپنے گھر سے باہر گلی میں کھڑا شاید ان دونوں کی راہ دیکھ رہا تھا۔ جب وہ نزدیک جا کر اپنے گھوڑوں سے اُترے تو عدیم بن ساعدہ نے آگے بڑھ کر بڑی گرم جوشی سے نذار بن الیاس سے مصافحہ کیا پھر اس نے جریر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

"اے جریر، میرے عزیز! تم دونوں گھوڑوں کو اندر اصطبل میں باندھو، اتنی دیر تک میں نذار بن الیاس کو مہمان خانے میں بٹھا کر اسے پوری بات سمجھاتا ہوں۔ تم دونوں گھوڑوں کو باندھ کر اور نذار بن الیاس کا کھانا لے کر مہمان خانے میں آؤ اس کے بعد میں حرقوس کے پاس جاؤں گا اور وہاں سے ابوالبحر کو لے کر آؤں گا تاکہ وہ نذار بن الیاس کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہو سکے۔"

عدیم بن ساعدہ کی طرف سے یہ ہدایت پا کر جریر اپنے اور نذار بن الیاس دونوں



کے گھوڑوں کو حویلی کے اصطبل میں لے گیا تھا جب کہ خود عدیم بن ساعدہ نذار بن الیاس کا ہاتھ پکڑ کر مہمان خانے میں داخل ہوا اور پھر نذار بن الیاس کو وہاں بٹھا کر اسے مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔" اے ابنِ الیاس! جانتے ہو میں نے تمہیں یہاں کیوں بلوایا ہے؟"

اس پر نذار بن الیاس بولا اور کہا۔" اے ابنِ ساعدہ! تمہارے غلام جریر نے تو مجھے یہ بتایا ہے کہ تمہیں عبیل بن جاثر اور خویلہ کا پتہ مل گیا ہے اور اسی سلسلے میں تم نے مجھے یہاں منگوایا ہے۔"

اس پر عدیم بن ساعدہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔" جریر نے تم سے ٹھیک ہی کہا ہے۔ دیکھو، یہ کل کی بات ہے۔ میں بازار سے گزر رہا تھا کہ میں نے عبیل بن جاثر کو دومۃ الجندل شہر سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ اس کے ساتھ بیس پچیس اور ساتھی بھی تھے جو اپنے ساتھ تاجرانہ مال و اسباب رکھتے تھے۔ میں نے پہلے یہ گمان کیا کہ شاید عبیل بن جاثر کسی اور شہر سے یہاں دومۃ الجندل میں تجارت کی غرض سے آیا ہو گا اور اب واپس جا رہا ہو گا۔ لہٰذا میں فکر مند ہوا کہ مجھے اس کا ٹھکانہ معلوم کرنا چاہیے۔ اسی جدوجہد اور جستجو میں میں نے اس کے ایک ساتھی سے پوچھا کہ وہ تجارت کی غرض سے کہاں سے آئے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ہم اسی دومۃ الجندل شہر کے رہنے والے ہیں اور تجارت کی غرض سے مختلف شہروں کو جا رہے ہیں۔ سو میں نے یہ اندازہ لگایا کہ عبیل بن جاثر اسی شہر میں کہیں رہتا ہے۔

اب تمہیں میں نے اس لیے بلایا ہے کہ تم میرے ایک دوسرے ساتھی کے ساتھ کہ جس کا نام ابوالبحر ہے خیبر کی طرف جاؤ اور وہاں قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو جا کر یہ بتاؤ کہ عبیل بن جاثر اور خویلہ کا پتہ معلوم ہو گیا ہے اور وہ دونوں اسی شہر دومۃ الجندل میں کہیں رہتے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں سے کہنا کہ وہ یہاں آئیں اور سب مل کر عبیل بن جاثر اور خویلہ کو تلاش کریں کہ وہ اس شہر میں کس جگہ اور کہاں رہتے ہیں۔

اور سنو نذار بن الیاس! یہ ابوالبحر نام کا میرا آدمی جو تمہارے ساتھ جائے گا۔ یہ میرا

ایک جاننے والا ہے اور آج یہ کسی کام کے سلسلے میں اپنے عزیزوں کے ہاں خیبر جانا چاہتا تھا پر میں نے اسے اس غرض سے روک رکھا ہے تاکہ تم بھی یہاں پہنچ جاؤ اور تم اور ابو البحر دونوں خیبر کی طرف جاؤ۔

یہ ابو البحر وہاں کئی روز تک اپنے رشتہ داروں کے ہاں قیام کرے گا۔ بس تمہارا یہ کام ہو گا کہ اس کے ساتھ تم خیبر جاؤ وہاں قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو یہ اطلاع دے کر پھر میرے پاس واپس لوٹ کر یہ بتاؤ کہ واقعی تم نے یہ اطلاع انہیں دے دی ہے۔ اور اے نذار بن الیاس! اس کام کا میں تمہیں معقول معاوضہ دوں گا۔"

پھر عدیم بن ساعدہ نے چھوٹی سی نقدی کی ایک تھیلی نکال کر نذار بن الیاس کی پیٹی کے گرد باندھتے ہوئے کہا۔" فی الحال تم یہ رقم اپنے پاس رکھ لو اور جب تم لوٹو گے تو میں اس سے بھی زیادہ بڑی رقم تمہیں دوں گا اور ہاں یہ میں تمہیں ابو البحر کے ساتھ اس لیے خیبر کی طرف روانہ کر رہا ہوں تاکہ کہیں سماک بن خرشہ راستے میں تمہاری گھات میں نہ بیٹھا ہو اور وہ تم پر حملہ آور نہ ہو جائے کیوں کہ ماضی میں اکثر میں دیکھ چکا ہوں کہ جب بھی میں نے اپنا آدمی کسی کام سے بھیجا تو سماک بن خرشہ اس پر حملہ آور ہو گیا وہ نہ جانے کس قسم کا انسان ہے کہ اسے ہماری سکنات و حرکات کا علم ہو جاتا ہے شاید ہم میں سے کوئی ایسا آدمی ہے جو اس تک ساری خبریں پہنچاتا ہے اور وہ ہماری گھات میں بیٹھ جاتا ہے۔

بہر حال اسی سماک بن خرشہ سے محفوظ رکھنے کے لیے میں تمہیں ابو البحر کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ کر رہا ہوں۔ بس تم یہ قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو اطلاع دے کر واپس لوٹ آنا اور یہی تمہارا کام ہے۔ تم اس ابو البحر کی واپسی کا انتظار نہ کرنا۔ اس لیے کہ شاید یہ تو کئی دن وہاں رکے گا۔

اب تم مہمان خانے میں بیٹھو، میں اس ابو البحر کے پاس جاتا ہوں اور اسے جا کر بتاتا ہوں کہ میرا وہ آدمی جس نے خیبر کی طرف جانا ہے وہ قبیلہ بنو زبیان سے یہاں پہنچ چکا ہے لہذا وہ بھی تیاری کرے اتنی دیر تک تم بھی کھانا کھا لو اور پھر تم



دونوں یہاں سے خیبر کی طرف کوچ کر جانا۔"

پھر عدیم بن ساعدہ اپنی جگہ سے اٹھا ہی تھا کہ کمرے میں اس کا غلام جریر داخل ہوا اس کے ہاتھ میں کھانے کے برتن تھے۔ پس عدیم بن ساعدہ نے جریر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" اے جریر! تم نذار بن الیاس کو کھانا کھلانے کے بعد یہیں اس کے پاس مہمان خانے میں بیٹھنا اتنی دیر تک میں ابو البحر کے پاس جاتا ہوں اور اسے تیاری کا کہتا ہوں تاکہ وہ نذار بن الیاس کے ساتھ ہی خیبر کی طرف کوچ کر سکے۔"

اس کے ساتھ ہی عدیم بن ساعدہ اپنے مہمان خانے میں سے نکل گیا تھا جب کہ اس کا غلام جریر نذار بن الیاس کے سامنے کھانے کے برتن لگانے لگا تھا۔

عدیم بن ساعدہ حرقوس کی حویلی میں داخل ہوا اور سیدھا اس کمرے کی طرف گیا۔ جس میں حرقوس رہتا تھا۔ جب وہ اس کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا اندر حرقوس اکیلا بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ عدیم بن ساعدہ کو دیکھتے ہی حرقوس نے بڑی انکساری اور تواضع سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" اے ابن ساعدہ! آؤ کھانا کھاؤ۔"

اس پر عدیم بن ساعدہ نے کہا۔" نہیں تم کھانا کھاؤ پھر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کس کام سے آیا ہوں۔"

اس پر حرقوس نے جلدی جلدی بڑے بڑے نوالے لے کر کھانا ختم کیا پھر اس نے عدیم بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" اب بولو کیا کہنا ہے؟"

عدیم بن ساعدہ بولا اور کہا۔" اے حرقوس! ذرا ابو البحر کو بلاؤ۔ مجھے جس آدمی کا انتظار تھا وہ ابو زبیان سے یہاں پہنچ چکا ہے اسی کے ساتھ میں نے اسے خیبر کی طرف روانہ کرنا تھا۔ پس اسے بلاؤ تاکہ میں اسے سمجھاؤں کہ میں اس سے کون سا کام لینا چاہتا ہوں اور جو کام ہے اس کی نوعیت اور تفصیل بھی یہاں بیٹھ کر سمجھا دوں گا۔"

اس کے جواب میں حرقوس نے پہلے کھانے کے برتن ایک طرف رکھے پھر لکڑی کی ہتھوڑی سے اس نے اپنے قریب ہی لٹکتے تانبے کے طشت پر ضرب لگائی۔ کمرے

اور اس کے نواح میں ایک گونج دار آواز بلند ہوئی اور اس کے جواب میں ایک نوجوان کمرے میں داخل ہُوا، جسے مخاطب کرتے ہوئے حرنوس نے فوراً کہا۔ "ذرا ابوالبحر کو میری طرف بھیجو۔"

اس کے ساتھ ہی وہ جوان اس کمرے سے نکل گیا تھا اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ عفریت نما انسان کمرے میں داخل ہوا اور عدیم بن ساعدہ سے مصافحہ کرنے کے بعد اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا پھر عدیم بن ساعدہ نے مخاطب کرتے ہوئے اسے کہا۔

"اے ابوالبحر! مجھے بنو زبیان کے جس جوان کا انتظار تھا وہ یہاں پہنچ گیا ہے۔ اسی کے ساتھ مَیں نے تمہیں خیبر کی طرف ابھی اور اسی وقت بھجوانا ہے۔ اب مَیں تمہیں اس کام کی تفصیل بتاتا ہوں جس کام کے لیے مَیں تمہیں رقم دے کر حاصل کر رہا ہوں۔

سنو میرے عزیز! مدینہ کے اندر ایک یہودی رہا کرتا تھا جس کا نام ابی حقیق تھا۔ اس کی ایک بیٹی تھی جس کا نام خولیہ تھا اور ایک اس کے رشتے کی عزیزہ کی بیٹی تھی جس کا نام ربطہ تھا۔ یہ دونوں لڑکیاں مدینہ میں ابی حقیق کے پاس رہا کرتی تھیں۔ جب کہ ابی حقیق کا بیٹا سلام بن ابی حقیق خیبر میں رہا کرتا تھا۔ اور یہ خیبر کے سب سے بڑے رئیسوں میں سے ایک تھا۔ جس کے خیبر میں باغات اور زمین تھی۔

مدینہ کے اس ابی حقیق نے بنو خزرج سے تعلق رکھنے والے ایک جوان سماک بن خرشہ کی بہادری، شجاعت اور اس کی دلیری سے متاثر ہو کر اپنی بیٹی خولیہ اور اپنے عزیز کی بیٹی ربطہ دونوں کی منگنی اس سماک بن خرشہ سے کر دی تھی۔ کیوں کہ خولیہ اور ربطہ نے آپس میں عہد کر رکھا تھا کہ وہ ایک ہی جوان سے دونوں شادی کریں گی۔ پس اس خولیہ اور ربطہ کی منگنی اس سماک بن خرشہ سے ہو گئی۔

اس دوران مکہ سے مدینہ میں بھی اسلام پھیلنا شروع ہو گیا جس سے یہ جوان سماک بن خرشہ بھی متاثر ہوا اور اس نے اسلام قبول کر لیا لیکن اس سے پہلے ربطہ کی شادی اس کے ساتھ ہو چکی تھی۔ جب کہ ابی حقیق خولیہ کی شادی اس سے ایک سال کے بعد کر دینا چاہتا تھا لیکن جب ابی حقیق کو یہ معلوم ہُوا کہ سماک بن خرشہ مسلمان ہو گیا ہے تو



تو اس نے اپنی بیٹی خولیہ کی شادی اس کے ساتھ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اسی دوران خیبر میں رہنے والے اس کے بیٹے سلام بن ابی حقیق کو جب یہ علم ہوا کہ اس کے باپ نے نہ صرف یہ کہ خولیہ اور ربطہ کی منگنی سماک بن خرشہ سے کر دی ہے بلکہ ربطہ کی شادی بھی اس نے کر دی ہے تو اسے بڑا دکھ ہوا۔ پس وہ اپنی حویلی، زمین اور باغات کا نظام ایک شخص عبیل بن جابر کے حوالے کر کے اپنے بال بچوں کے ساتھ مستقل طور پر مدینہ میں رہنے لگا۔

عدیم بن ساعدہ نے یہاں پر رُک کر تھوڑی دیر کے لیے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر وہ اپنا سلسلہ کلام دوبارہ جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اے ابوالبحر! تو مَیں کہہ رہا تھا کہ سلام بن ابی حقیق خیبر سے مدینہ چلا گیا۔ اس دوران خولیہ اپنے باپ ابی حقیق کو اس بات پر آمادہ کرتی رہی کہ وہ اس کی شادی بھی سماک بن خرشہ سے کر دے کیونکہ خولیہ نام کی لڑکی سماک بن خرشہ سے نہ صرف یہ کہ محبت کرتی تھی بلکہ یہ خولیہ اور ربطہ دونوں سماک بن خرشہ کی وجہ سے اسلام قبول کر چکی تھیں لیکن سلام بن ابی حقیق اس شادی کے سخت خلاف تھا۔ لیکن خولیہ نے اپنے باپ ابی حقیق کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ پہلے اسلام کے متعلق تحقیقات کی جائے اور اگر یہ دین سچا ثابت ہُوا تو نہ صرف یہ کہ ابی حقیق اسلام قبول کرے گا بلکہ خولیہ کی شادی بھی سماک بن خرشہ کے ساتھ کر دے گا۔

ابی حقیق نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ پس وہ دونوں باپ بیٹی اپنے غلام لمیس کو لے کر نکلے اور مختلف مقامات پر اسلام اور پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تحقیقات کرتے رہے۔ اس تحقیقات کے دوران آخری بار وہ یمن پہنچے اور یمن میں جا کر خولیہ کے ساتھ ساتھ ابی حقیق اور ان کے غلام لمیس نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔

ان کے اسلام قبول کرنے کی خبر سلام بن ابی حقیق کو بھی ہو گئی تھی لہٰذا سلام بن ابی حقیق مدینہ سے خیبر آیا۔ یہاں اس نے چھ جوانوں کو تیار کیا۔ تاکہ وہ یمن کی طرف جائیں اور جب ابی حقیق، خولیہ اور ان کا غلام لمیس یمن سے مدینہ جانے کے لیے لوٹ رہے

ہوں تو وہ ابی حقیق اور لمیس کو قتل کر دیں اور خویلہ کو اُٹھا کر خیبر لے آئیں۔ یہاں خویلہ کو اس کے بھائی کی حویلی کے تہہ خانے میں بند رکھیں اور اسے اس بات پر مجبور کریں کہ وہ اسلام ترک کر کے یہودیت اختیار کر لے۔

اِس سلام بن ابی حقیق نے عبیل بن جابر سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اس کی بہن خویلہ کو بھی متواتر تہہ خانے میں ڈالے رکھے، جب تک وہ اسلام ترک کرنے پر مجبور نہیں ہو جاتی اور جب وہ اسلام ترک کر کے یہودیت اختیار کر لے تو عبیل بن جابر اس سے نکاح کر لے لیکن یہ شرط بھی ساتھ رکھی گئی تھی کہ عبیل بن جابر اس وقت تک اس سے نکاح نہیں کرے گا جب تک وہ اسلام ترک کر کے دوبارہ یہودیت اختیار نہیں کر لے۔

پس خیبر سے چھ جوانوں کو تیار کیا گیا جنہوں نے ابی حقیق اور لمیس کے قتل کرنے کے علاوہ خویلہ کو اٹھا کر خیبر لانا تھا۔ ان چھ جوانوں میں میرا بھائی جبیر بن ساعدہ بھی تھا جو مجھ سے بڑا تھا۔ پس یہ چھ جوان جن میں عبیل بن جابر بھی شامل تھا حرکت میں آئے اور انہوں نے یمن کی طرف کُوچ کیا اور جس وقت ابی حقیق، خویلہ اور ان کا غلام یمن سے لوٹ رہے تھے تو راستے میں ان چھ جوانوں نے ان کی راہ روکی۔ انہوں نے ابی حقیق اور لمیس کو تو قتل کر دیا اور خویلہ کو اٹھا کر خیبر میں سلام بن ابی حقیق کی حویلی میں لے آئے۔ اب یہ خویلہ انتہائی خوب صورت اور نو عمر تھی اور یہ عبیل بن جابر اس کو پسند بھی کرنے لگا تھا لیکن یہ عبیل بن جابر سلام بن ابی حقیق کے بہترین دوستوں میں سے تھا۔ لہٰذا جو ہدایت اس نے دی تھی اس پر عمل بھی کرنا چاہتا تھا۔

اس عبیل بن جابر نے خویلہ کو سلام بن ابی حقیق کی حویلی کے تہہ خانے میں بند کر دیا اور اسے اسلام ترک کر کے یہودیت اختیار کرنے پر مجبور کرتا رہا اور اکساتا رہا لیکن خویلہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

اس دوران مدینہ سے جب یہودیوں کو نکال دیا گیا تو سلام بن ابی حقیق بھی اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ یہاں خیبر میں آ کر دوبارہ آباد ہو گیا لیکن اس کی بدقسمتی کہ کسی طرح سماک بن خرشہ کو یہ خبر ہو گئی کہ ان چھ جوانوں نے ابی حقیق کو قتل کیا ہے اور خویلہ کو اٹھا کر لے



گئے ہیں۔ لہٰذا یہ سماک بن خرشہ حرکت میں آیا۔ اس نے نہ صرف یہ کہ سلام بن ابی حقیق کو قتل کر دیا بلکہ جو چھ جوان ابی حقیق اور لمیس کو قتل کرنے کے بعد خویلہ کو اُٹھا کر لے گئے تھے ان میں سے بھی تین کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

اس کے ہاتھوں مرنے والے ان تین جوانوں میں میرا بھائی جبیر بن ساعدہ بھی تھا اس دوران ایسا ہوا کہ عبیل بن جابر پر سماک بن خرشہ کا ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو بتائے بغیر چوری چھپے خیبر سے نکل کر یہاں دومۃ الجندل میں آ کر آباد ہو گیا۔ اور سلام بن ابی حقیق کی جس قدر دولت اس کی حویلی میں تھی وہ بھی ساری ساتھ لے آیا اور خویلہ کو بھی خیبر سے یہاں لے آیا تھا۔ بظاہر اس نے اپنے ساتھیوں سے یہی کہا کہ ایک دُو دن کے لیے وادی القریٰ کی طرف جانا چاہتا ہے لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور یہاں دومۃ الجندل میں آ کر آباد ہو گیا۔"

"اے ابوالبحر! اس دوران خیبر پر مسلمانوں کے حملہ کی افواہ پھیلنے لگی تھی، لہٰذا ں بھی خیبر سے اُٹھ کر یہاں آباد ہو گیا لیکن میرا تعلق اور رابطہ عبیل بن جابر کے ان دُو ساتھیوں سے برابر رہا جو ابی حقیق اور لمیس کے قتل میں شامل تھے۔ ان دونوں جوانوں ے نام قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل ہیں۔ یہ دونوں جوان بھی عبیل بن جابر کی تلاش ں نکلے اور انہوں نے اسے بہتیرا تلاش کیا لیکن یہ عبیل بن جابر انہیں نہ ملا۔ اس ران میں نے کئی بار چند جوانوں کو سماک بن خرشہ کو قتل کرنے کے لیے مقرر کیا لیکن میری کوشش ناکام ہوئی اور سماک بن خرشہ نے ہر اس جوان کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جسے نے اس کے قتل پر مامور کیا تھا۔"

"اے ابوالبحر! میں نے کل عبیل بن جابر کو اس دومۃ الجندل شہر میں دیکھا ہے، کا مطلب یہ ہے کہ یہ خیبر سے اُٹھ کر یہاں دومۃ الجندل شہر میں آ کر آباد ہو گیا ہے۔ میں نے بنو زبیان کے ایک نوجوان نذار بن الیاس کو بلایا ہے۔ یہ نذار بن الیاس میرے خیال کے مطابق سماک بن خرشہ کا آدمی ہے اور یہ ساری خبریں اس کو پہنچاتا ہے لیے کہ اس نذار بن الیاس کو میں نے دو مرتبہ اس کے دُو دُو ساتھیوں کے ساتھ سماک

بن خرشہ کے پیچھے لگایا، تاکہ وہ اپنے ان دو ساتھیوں کے ساتھ مل کر سماک بن خرشہ کو قتل کر دیں لیکن دونوں ہی بار اس کے دونوں ساتھی تو قتل ہو گئے اور یہ دونوں ہی بار بچ گیا۔ اس کے علاوہ میں جو بھی سماک بن خرشہ کے خلاف عزم کرتا ہوں اس کی خبر اسے پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا اب مجھے شک نہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ نذار بن الیاس سماک بن خرشہ کو خبریں پہنچاتا ہے۔

اب میں تم سے یہ چاہتا ہوں کہ اس نذار بن الیاس کو جو میں نے یہاں منگوایا ہے تو میں اس سے یہ کہوں گا کہ یہ خیبر جائے وہاں قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو یہ پیغام دے کہ عبیل بن جاثر اور خویلہ کا پتہ مل گیا ہے اور وہ دونوں دومۃ الجندل میں رہتے ہیں۔

اگر تو یہ نذار بن الیاس سماک بن خرشہ کا آدمی ہے تو یہ خیبر میں قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو پیغام دینے کے بعد ضرور مدینہ کا رخ کرے گا اور وہاں جا کر سماک بن خرشہ کو بتائے گا کہ عبیل بن جاثر اور خویلہ دونوں دومۃ الجندل میں رہتے ہیں۔ یہ اطلاع پا کر سماک بن خرشہ ضرور دومۃ الجندل کا رُخ کرے گا، تاکہ یہاں اس شہر میں عبیل بن جاثر اور خویلہ کو تلاش کرے اب تم بنو زبیان کے اس جوان نذار بن الیاس کے ساتھ خیبر کی طرف جاؤ۔ میں نے نذار بن الیاس سے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ میرا ایک جاننے والا نوجوان ہے اس کا نام ابوالبحر ہے اس کے کچھ عزیز خیبر میں رہتے ہیں اور وہ بھی اپنے ان عزیزوں سے ملنے خیبر جانا چاہتا ہے۔ لہٰذا تم بھی اس کے ساتھ ہو لو۔ اس کے ذہن میں میں نے یہ بھی بات ڈال دی ہے کہ وہ وہاں چند دن رُکے گا اور جلدی واپس نہیں آئے گا۔ لہٰذا تم قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو پیغام دے لہٰذا تم ہی خیبر سے واپس دومۃ الجندل لوٹ آنا۔

اب تم اس پر نگاہ رکھنا کہ یہ قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو پیغام دینے کے بعد وہاں سے سیدھا دومۃ الجندل کی طرف لوٹتا ہے یا وہاں سے مدینہ کی طرف جاتا ہے اور اگر یہ مدینہ کی طرف جاتا ہے تو تم اس کا تعاقب کرنا اور اس کا کام تمام کر کے واپس دومۃ الجندل آجانا۔ اس کے بعد میں تمہیں سماک بن خرشہ کے پیچھے لگا دوں گا، تاکہ تم اس کا کام تمام کر سکو۔



عدیم بن ساعدہ کی ساری گفتگو سُننے کے بعد ابوالبحر تھوڑی دیر تک گردن جھکائے کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر وہ شاید کوئی فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس نے عدیم بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابن ساعدہ جو ساری داستان تم نے کہی ہے وہ میں سمجھ چکا ہوں اور میں یہ بھی جان چکا ہوں کہ اس سماک بن خرشہ سے تمہاری کیا دشمنی ہے اور عبیل بن جاثر سے تمہاری کیا دشمنی ہے لیکن یہ جو تم نے کہا ہے کہ جب یہ نذار بن الیاس خیبر سے دومۃ الجندل آنے کے بجائے مدینہ کا رُخ کرے تو میں اس کا تعاقب کر کے اسے قتل کر دوں تو میں تمہاری اس تجویز سے ہرگز اتفاق نہیں کرتا۔ اس لیے کہ اگر تم نے مجھے سماک بن خرشہ کے ہی پیچھے لگانا ہے تو میرے ہاتھوں اس نذار بن الیاس کو کیوں قتل کراتے ہو، اسے مدینہ کی طرف جانے دو اور اس کو چاہیے کہ یہ مدینہ میں جا کر یہی خبر سماک بن خرشہ کو بتائے اور جب سماک بن خرشہ مدینہ سے اُٹھ کر یہاں دومۃ الجندل آئے گا تو میں پھر اس کے پیچھے لگوں گا اور اس کا کام تمام کر کے رکھ دوں گا۔

اس پر عدیم بن ساعدہ نے ابوالبحر کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ "اے ابوالبحر! تمہاری یہ تجویز بڑی اچھی اور عمدہ ہے اور میں اس سے اتفاق کرتا ہوں لیکن اس طرح یہ نذار بن الیاس جو اب تک ہماری جاسوسی کرتا رہا ہے اور ہماری ساری خبریں سماک بن خرشہ کو پہنچاتا رہا ہے تو اسے بھی سزا ملنی چاہیے اس طرح تمہاری تجویز کے مطابق تو یہ نذار بن الیاس سزا اور ذلت سے بچ جائے گا۔"

اس پر ابوالبحر نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ "اے ابن ساعدہ! میں خیبر تک اس نذار بن الیاس کے ساتھ جاؤں گا اور جب یہ وہاں سے کُوچ کرنے لگے گا تو میں اس پہ نگاہ رکھوں گا۔ اگر اس نے خیبر سے نکل کر دومۃ الجندل کا رُخ کیا تو میں سمجھوں گا کہ یہ تمہارا دشمن نہیں دوست ہے۔ لہٰذا میں اس سے تعرض نہیں کروں گا اور اگر یہ خیبر سے نکل کر مدینہ گیا تو میں جانوں گا کہ یہ تمہارا دشمن اور عدو ہے۔ لہٰذا اس موقع پر میں نذار بن الیاس سے کچھ نہیں کہوں گا بلکہ میں خیبر سے سیدھا اس کے قبیلے زبیان کی طرف

جاؤں گا اور وہاں اس کے گھر میں داخل ہو کر اس کے گھر کے کسی فرد کو نقصان پہنچاؤں گا، گا۔ ابو البحر کی اس تجویز پر عدیم بن ساعدہ چونک اُٹھا اور اس نے کہا" اے ابو البحر! تم نے بہترین تجویز پیش کی ہے اگر تم نے ایسا کرنا ہے تو میری بات غور سے سنو۔ جب تم دیکھو کہ نذار بن الیاس خیبر سے نکل کر مدینہ کا رُخ کرتا ہے تو اس وقت تم بھی خیبر سے نکل کر بنوزبیان کی طرف روانہ ہو جانا۔

اور سنو ابو البحر اس نذار بن الیاس کا ایک چھوٹا بھائی ہے جس کا نام ولید بن الیاس ہے۔ تم ایسا کرنا۔ بنوزبیان میں داخل ہونے کے بعد اس نذار بن الیاس کا پوچھ کر اس کی حویلی کے دروازے پر دستک دینا اور گھر کا جو فرد بھی دروازہ کھولے تو اسے تم کہنا کہ میں دومۃ الجندل سے آیا ہوں اور مجھے نذار بن الیاس نے بھیجا ہے۔ وہ کسی کام کے سلسلے میں مدینہ کی طرف جانا چاہتا ہے اور اس کے پاس کچھ سامان اور نقدی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ نقدی اور سامان اس کا بھائی ولید بن الیاس اس سے لے کر گھر لے آئے تاکہ وہ سکون سے اور مطمئن ہو کر مدینہ کی طرف جا سکے۔

یہ نقدی اور سامان اُسے ایک شخص عدیم بن ساعدہ کی طرف سے ملے ہیں۔ شاید اس نے اس کے ذمے کوئی کام لگایا تھا، اس نے وہ کام سر انجام دے دیا ہے۔ لہٰذا اس کام کے سلسلے میں اس نے نذار بن الیاس کو نقدی اور سامان دیا ہے اور اب یہ نذار بن الیاس اپنے کسی ذاتی کام کے سلسلے میں مدینہ جانا چاہتا ہے لہٰذا اس کا خیال ہے کہ اس کا بھائی ولید بن الیاس دومۃ الجندل آئے اور سامان لے کر گھر لوٹ آئے۔ میں دومۃ الجندل میں تجارت کی غرض سے گیا تھا اور اب واپس ارضِ شام کی طرف جا رہا ہوں۔ بس میں یہی پیغام دینے یہاں آیا ہوں۔

اے ابو البحر! تم یہ پیغام دینے کے بعد اس شاہراہ کے قریب آ کر بیٹھ جانا، جو بنوزبیان سے دومۃ الجندل کی طرف آتی ہے اور جب تم دیکھو کہ نذار بن الیاس کا بھائی ولید بن الیاس اپنی بستی سے نکل کر دومۃ الجندل کی طرف آتا ہے تو تم اس کا کام تمام کر کے اس کی لاش گھوڑے پر لاد کر اس کی بستی کی طرف روانہ کر دینا، تاکہ اس کے گھر



والوں کو بھی خبر ہو جائے کہ اس کے بیٹے ولید بن الیاس کو اس کے بڑے بھائی نذار بن الیاس کے بُرے کاموں کے نتیجے میں قتل کر دیا گیا ہے اور ہاں اے ابو البحر! تم بنوزبیان میں نذار بن الیاس کے گھر جاؤ تو وہاں کسی طرح اس کے بھائی ولید بن الیاس کو بھی دیکھنے کی کوشش کرنا، تاکہ جب وہ بستی سے نکل کر دومۃ الجندل کی طرف آئے تو تم اسے پہچان کر اس پر حملہ آور ہو سکو۔

اس پر ابو البحر نے توصیفی انداز میں عدیم بن ساعدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا" اے ابنِ ساعدہ! تمہارا خیال بہت درست اور تمہاری تجویز بہت عمدہ ہے۔ سو میں اس نذار بن الیاس کے ساتھ آج ہی خیبر کی طرف کوچ کرنے کو تیار ہوں اور جب میں دیکھوں گا کہ خیبر سے دومۃ الجندل واپس آ جاتا ہے تو اس کے پیچھے پیچھے میں بھی واپس آ جاؤں گا اور اگر میں نے دیکھا کہ یہ مدینہ کی طرف جاتا ہے تو پھر میں بنوزبیان کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اور جو ترکیب تم نے بتائی ہے اسے استعمال کر کے اس کے چھوٹے بھائی کو قتل کر دوں گا اور واپس دومۃ الجندل لوٹ آؤں گا اور پھر جب یہ نذار بن الیاس، سماک بن خرشہ کو مدینہ سے لے کر دومۃ الجندل آئے گا تو میں نہ صرف یہ کہ سماک بن خرشہ کا کام تمام کر دوں گا بلکہ تمہاری خاطر میں اس نذار بن الیاس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ اب بولو مزید تم کیا چاہتے ہو"

ابو البحر کے خاموش ہونے پر عدیم بن ساعدہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر ابو البحر کی طرف اس نے دیکھتے ہوئے پوچھا" اے ابو البحر اگر یہ نذار بن الیاس خیبر سے مدینہ نہ گیا بلکہ دومۃ الجندل لوٹ آیا تو پھر اس سماک بن خرشہ کے خلاف ہم کیسے حرکت میں آئیں گے اور کیسے اس کا کام تمام کریں گے۔

میرے خیال میں تمہارا مدینہ جا کر اسے قتل کرنا اور اس پر حملہ آور ہونا مناسب نہیں ہے۔ اس لیے کہ مدینہ میں اس وقت سارے ہی مسلمان بستے ہیں اور اگر تم نے وہاں جا کر اس پر حملہ کیا تو میرے خیال میں تم بھی زندہ بچ کر نہ آؤ گے۔ اس لیے کہ اس سے نمٹنے کے لیے کوئی ایسا طریقہ استعمال کرنا چاہیے کہ اسے مدینہ سے باہر نکال کر

اس کا کام تمام کیا جائے تاکہ اس معاملہ میں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔

عدیم بن ساعدہ کی اس گفتگو پر ابوالبحر نے کچھ سوچا پھر ایک دم وہ چونکا جیسے اس کے ذہن میں کوئی بات آگئی ہو اور اس کے ساتھ ہی اس نے عدیم بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابن ساعدہ اگر تو یہ نذار بن الیاس خیبر سے نکل کر مدینہ کی طرف گیا تو یہ تمہارا دشمن ہے اور سماک بن خرشہ کی طرف گیا ہے تو ایسی صورت میں یہ خود ہی سماک بن خرشہ کو یہاں لے آئے گا اور ہم اس سے نمٹ لیں گے اور اگر یہ نذار بن الیاس خیبر سے نکل کر مدینہ کی طرف نہیں جاتا بلکہ یہاں دومۃ الجندل کا رخ کرتا ہے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ یہ نذار بن الیاس تمہارا دشمن نہیں بلکہ دوست ہے۔ ایسی صورت میں میں اس کے بھائی کو قتل کرنے کے بجائے اس کے پیچھے پیچھے دومۃ الجندل لوٹ آؤں گا۔

اور سنو اے عدیم بن ساعدہ! جب یہ نذار بن الیاس خیبر سے سیدھا یہاں دومۃ الجندل تمہارے پاس لوٹ کر آئے تو اس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ وہ تمہارا دوست ہے۔ لہٰذا تم اسے ایک معقول رقم دے کر سماک بن خرشہ کی طرف بھجوانا اور اسے کہنا کہ سماک بن خرشہ کو جا کر بتائے کہ عبیل بن جاثر اور خویلہ کا پتہ مل گیا ہے اور وہ دونوں اس وقت دومۃ الجندل شہر میں رہتے ہیں اور عدیم بن ساعدہ کو ان کے ٹھکانے کا بھی پتہ چل گیا ہے۔ یہ خبر سن کر اے ابن ساعدہ وہ سماک بن خرشہ اس نذار بن الیاس کے ساتھ دومۃ الجندل آئے گا اور یہاں آ کر وہ دو کاموں میں سے ایک کام ضرور کرے گا۔ اوّل یہ کہ وہ یا تو تمہارے ساتھ رابطہ قائم کرے گا اور تم سے عبیل بن جاثر اور خویلہ کا اتہ پتہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو عبیل بن جاثر اور خویلہ کا ٹھکانہ وہ تم سے اس نذار بن الیاس کے ذریعے جاننے کی کوشش کرے گا۔ اور جب وہ ایسا کرے گا تو تم دیکھو گے کہ میں اس پر وارد ہوں گا اور اس کا کام تمام پہلے ہی وار سے تمام کر کے رکھ دوں گا۔ اب بتاؤ تم مزید کیا چاہتے ہو۔"

ابوالبحر کے خاموش ہونے پر عدیم بن ساعدہ بولا اور ابوالبحر کو مخاطب کر کے



اس نے کہا۔ "اے ابوالبحر میرے دوست! جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ اب ایسا ہے کہ تم اپنے گھوڑے کو تیار کرو اور میرے ساتھ چلو، میں اس نذار بن الیاس کو اپنے مہمان خانے میں بٹھا کر آیا ہوں اور میرا غلام جریر اسے کھانا کھلا رہا ہے۔ لہٰذا تم بھی وہاں چلو اور ابھی اور اسی وقت اس نذار بن الیاس کے ساتھ تم خیبر کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ مجھے امید ہے کہ جو ہم نے لائحہ عمل تیار کیا ہے اس میں ہم مکمل طور پر کامیاب و کامران رہیں گے۔"

عدیم بن ساعدہ کی اس گفتگو کے جواب میں ابوالبحر اٹھ کھڑا ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہا۔ "اے ابن ساعدہ! تم تھوڑی دیر بیٹھو میں اپنا گھوڑا تیار کر کے تمہیں اطلاع دیتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ابوالبحر وہاں سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ لوٹا اور عدیم بن ساعدہ کو اس نے مخاطب کر کے کہا۔ "اے ابن ساعدہ! آؤ یہاں سے چلیں۔"

اس کے ساتھ ہی عدیم بن ساعدہ نے اس کا شکریہ ادا کیا پھر وہ ابوالبحر کے ساتھ اپنی حویلی کی طرف چل دیا تھا۔

ابوالبحر کو لے کر عدیم بن ساعدہ اپنی حویلی کے پاس آیا۔ ابوالبحر کا گھوڑا اس نے اپنے مہمان خانے سے باہر ہی باندھ دیا۔ پھر وہ ابوالبحر کو لے کر مہمان خانے میں داخل ہوا اندر نذار بن الیاس کھانا کھا کر فارغ ہو چکا تھا۔ اور وہ جریر کے ساتھ کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔

مہمان خانے میں داخل ہونے کے بعد نذار بن الیاس اور اپنے غلام جریر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عدیم بن ساعدہ نے ابوالبحر کو مخاطب کر کے کہا۔

"ابوالبحر یہ نذار بن الیاس ہے اور اس کے ساتھ میرا غلام جریر ہے۔ یہ نذار بن الیاس تمہارے ساتھ ابھی خیبر کی طرف روانہ ہو گا"

اور پھر عدیم بن ساعدہ نے نذار بن الیاس کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے ابن الیاس یہ ابوالبحر ہے جو تمہارے ساتھ خیبر تک سفر کرے گا اور اگر راستے میں کہیں تم پر سماک بن

خدشہ نے حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو یہ ابوالبحر تمہاری حفاظت کرے گا۔ یہ ایک پیشہ ور تیغ زن ہے اور بڑے بڑے ماہر تیغ بازوں کو اپنے سامنے زیر کر کے رکھ دینے کا فن خوب جانتا ہے۔ لہٰذا تم اپنی تیاری کرو تاکہ تم دونوں یہاں سے کوچ کر سکو۔"

اس کے ساتھ ہی نذار بن الیاس نے جریر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے جریر! میرا گھوڑا تو لا دو۔"

جریر فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور حویلی کے اندرونی حصے کی طرف وہ گیا اور نذار بن الیاس کا گھوڑا لے آیا۔ پھر نذار بن الیاس اور ابوالبحر دونوں مہمان خانے سے باہر نکلے۔ باری باری انہوں نے عدیم بن ساعدہ سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور خیبر کی طرف وہ کوچ کر گئے تھے۔

O

شام سے تھوڑی دیر پہلے نذار بن الیاس اور ابوالبحر خیبر شہر میں داخل ہوئے اور لوگوں سے قطمیر بن عابیل کے گھر کا پوچھتے ہوئے وہ خیبر کے مرکزی حصے کی طرف بڑھے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک حویلی کے دروازے پر دستک دی تھی۔ حویلی کا دروازہ ایک جوان نے کھولا اور ان دونوں کو اپنی حویلی کے دروازے پر اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑے دیکھ کر وہ کسی قدر حیرت زدہ سا ہو گیا تھا۔

قبل اس کے کہ وہ دونوں سے کچھ پوچھتا، نذار بن الیاس نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ "میرا نام نذار بن الیاس ہے اور میرے ساتھی کا نام ابوالبحر ہے۔ ہم دونوں دومۃ الجندل سے آئے ہیں۔ ہمیں عدیم بن ساعدہ نے بھیجا ہے اور ہم قطمیر بن عابیل سے ملنا چاہتے ہیں۔"

نذار بن الیاس کی یہ گفتگو سن کر وہ جوان خوش ہو گیا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے ان دونوں کے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں اور خوش طبعی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "میرا ہی نام قطمیر بن عابیل ہے اور میرا گمان ہے کہ عدیم بن ساعدہ نے ضرور تمہیں کوئی میرے حق میں اچھا پیغام دے کر بھیجا ہوگا۔ تم دونوں یہ سامنے والے کمرے میں بیٹھو



میں اتنی دیر میں تمہارے گھوڑے اپنے اصطبل میں باندھ کر ان کے چارے کا بندوبست کر کے لوٹتا ہوں۔"

ابوالبحر اور نذار بن الیاس خاموشی سے اس کمرے میں داخل ہوئے اور وہاں پر وہ دونوں آمنے سامنے کی نشستوں پر بیٹھ گئے جب کہ قطمیر بن عابیل ان دونوں کے گھوڑے اپنی حویلی کے اندرونی حصے کی طرف لے گیا تھا۔

کافی دیر تک نذار بن الیاس اور ابوالبحر اس کمرے میں بیٹھ کر انتظار کرتے رہے لیکن قطمیر بن عابیل وہاں لوٹ کر نہ آیا تھا۔ آخر ان کا انتظار ختم ہوا اور قطمیر بن عابیل اپنے ایک غلام کے ساتھ اس حویلی میں داخل ہوا اور وہ غلام کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھا۔ اس غلام نے کھانے کے برتن نذار بن الیاس اور ابوالبحر کے سامنے رکھ دیئے اور ساتھ ہی قطمیر بن عابیل نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا۔ تم دونوں پہلے کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد میں تم سے گفتگو کرتا ہوں۔

دونوں نے پہلے کھانا کھایا۔ اس کے بعد جب قطمیر بن عابیل کا غلام کھانے کے خالی برتن اٹھا کر لے گیا۔ تب قطمیر بن عابیل نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اب بتاؤ، عدیم بن ساعدہ نے کون سا پیغام دے کر تمہیں میری طرف بھیجا ہے۔"

اس پر نذار بن الیاس بولا اور کہا۔ "اے ابن عابیل! عدیم بن ساعدہ نے تمہارے اور راس دعویل کے لیے یہ پیغام بھیجا ہے کہ اس نے عبیل بن جاثر اور خویلہ کو تلاش کر لیا ہے۔ لہٰذا عدیم بن ساعدہ نے ہمیں تمہارے لیے یہ کہلا کر بھیجا ہے کہ تم دونوں دومۃ الجندل جاؤ۔ تاکہ عدیم بن ساعدہ تم دونوں کے ساتھ مل کر عبیل بن جاثر سے نمٹ سکے۔

اے قطمیر بن عابیل! کیا تم یہ زحمت نہ اٹھاؤ گے کہ تم راس بن دعویل کو بھی یہیں بلا لو۔ تاکہ ہم اسے بھی عدیم بن ساعدہ کا پیغام دے دیں۔ ورنہ تمہارے ہاں سے نکل کر ہمیں اس کے پاس جانا ہوگا اور اسے بھی عدیم بن ساعدہ کا یہ پیغام پہنچانا ہوگا۔"

اس پر قطمیر بن عابیل نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا۔ "اے میرے عزیزو! جو پیغام عدیم بن ساعدہ نے تمہیں ہماری طرف دے کر بھیجا تھا۔ اب یوں سمجھو کہ وہ پیغام مجھے

اور راس بن دعویل دونوں ہی کو مل گیا ہے۔ یہ پیغام میں راس بن دعویل کو خود ہی پہنچا دوں گا۔ اس سے متعلق تمہیں فکر مند اور جستجو میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی نذار بن الیاس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور قطمیر بن عابیل کو مخاطب کرتے ہوئے۔ ”اے ابن عابیل! اگر ایسا ہے تو پھر مجھے اجازت دو، میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے دومتہ الجندل کی طرف کوچ کروں گا اور وہاں جا کر عدیم بن ساعدہ کو اطلاع کروں گا کہ میں نے اس کا پیغام قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل تک پہنچا دیا ہے۔“

اس پر قطمیر بن عابیل نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اے ابنِ الیاس! کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم آج کی رات یہیں پر آرام کرو اور کل صبح ہی صبح تم ہمارے ساتھ دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہونا۔“

اس پر نذار بن الیاس نے معذرت طلب انداز میں کہا۔ ”اے ابنِ عابیل! ایسا ممکن نہیں۔ میں اور میرا یہ ساتھی ابوالبحر خیبر سے دُور ایک سرائے میں پہلے ہی قیام کر کے آرام کر چکے ہیں۔ لہٰذا میں اور میرا گھوڑا دونوں ہی تازہ دم ہیں۔ میں ابھی اور اسی وقت دومتہ الجندل کی طرف کُوچ کروں گا اور عدیم بن ساعدہ کو جا کر اس پیغام کے پہنچانے کی اطلاع کروں گا۔“

جب نذار بن الیاس خاموش ہوا تب ابوالبحر بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور قطمیر بن عابیل کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ ”اے ابن عابیل! میں عدیم بن ساعدہ کے کہنے پر اس نذار بن الیاس کے ساتھ اس لیے آیا تھا کہ کہیں وہ مدینہ کا سماک بن خرشہ اس پر حملہ آور ہو کر اسے نقصان نہ پہنچائے۔ میرے یہاں خیبر میں کچھ عزیز ہیں۔ میں چند یوم تک ان کے ہاں رہوں گا۔ اس کے بعد میں دومتہ الجندل کی طرف جاؤں گا۔ لہٰذا مجھے بھی اجازت دو میں بھی اس نذار بن الیاس کے ساتھ ہی تمہارے ہاں سے کُوچ کروں گا۔“

اس پر قطمیر بن عابیل نے تعجب میں اپنے کندھے اچکاتے ہوئے کہا ”میرا تو خیال تھا کہ تم دونوں رات بسر کر کے یہاں آرام کرتے۔ اگر تم ایسا نہیں کرنا چاہتے تو تمہاری مرضی



تھوڑی دیر رکو میں تم دونوں کے گھوڑے لے کر آتا ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی قطمیر اس کمرے سے نکل کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ دونوں کے گھوڑے لے آیا۔

نذار بن الیاس نے اس سے اپنا گھوڑا لیا اور پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے کُوچ کر گیا تھا۔ ابوالبحر نے بھی اپنا گھوڑا لیا۔ قطمیر بن عابیل سے مصافحہ کیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہ ایک دوسری گلی کا راستہ استعمال کرتے ہوئے خیبر شہر سے اس طرف نکلا تھا جہاں سے ایک شاہراہ دومتہ الجندل کو جاتی تھی۔ اصل میں وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ نذار بن الیاس خیبر کی طرف کُوچ کرتا ہے یا وہ مدینہ کی طرف جاتا ہے۔

نذار بن الیاس پہلے اس شاہراہ کی طرف نکلا جو دومتہ الجندل کی طرف جاتی تھی۔ ابوالبحر بھی اس سے دُور رہ کر اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ دومتہ الجندل جانے والی شاہراہ پر تھوڑی دُور جا کر نذار بن الیاس نے اپنا رُخ تبدیل کر لیا۔ پھر وہ دائیں طرف مڑا اور اپنے گھوڑے کو تیز دوڑا کر اس شاہراہ کی طرف بڑھا جو مدینہ کی طرف جاتی تھی۔ پھر وہ مدینہ کے رُخ پر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا رہا تھا۔

نذار بن الیاس کو مدینہ کی طرف جاتے دیکھ کر ابوالبحر مطمئن ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس نے بھی اپنا رُخ موڑا اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا نذار بن الیاس کی بستی کی طرف رُخ کر رہا تھا۔

سورج اپنے رب کی عظمت کے گیت گاتا ہوا دن سے اس کے بدن کا نور اور روشنی کا شعور چھینتے ہوئے غروب ہو رہا تھا اور غروب ہو رہا تھا اور غروب ہوتا ہوا یہ سورج اپنے پیچھے دھندلکوں میں اُبھرتی موجوں اور شوریدگی کے المناک سناٹوں کو دعوت دیتا ہوا زمین کی حالت یوں کرتا جا رہا تھا کہ جیسے تخیلات پر مکڑی کے جالے یا جیسے بھنور میں پھنسی کوئی کشتی، آفاق پر پھیلے ہوئے شفق رنگوں کے باعث فضاؤں کی حالت کچھ اس طرح ہو گئی تھی جیسے خرمن میں گرتی بجلی یا جیسے جنگل میں آگ لگ گئی ہو۔

ابوالبحر غروب مہر کا یہ حسین نظارہ دیکھتا ہوا انوز بیان کی بستی میں داخل ہوا اور لوگوں سے پوچھتے ہوئے اُس نے نذار بن الیاس کے دروازے پر دستک دی تھی تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھے نے دروازہ کھولا اور ابوالبحر نے اسے مخاطب ہو کر کہا۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ نذار بن الیاس کے باپ الیاس ہیں۔

اُس بوڑھے نے کہا۔ "تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں نذار کا باپ الیاس ہی ہوں۔"

اس پر ابوالبحر نے کہا۔ "مجھے نذار بن الیاس کے چھوٹے بھائی ولید بن الیاس سے ملنا ہے۔ میں دومۃ الجندل سے آیا ہوں۔ چند یوم پہلے نذار بن الیاس کو دومۃ الجندل کے عدیم بن ساعدہ نے وہاں بلایا تھا۔ وہ اس سے کوئی کام لینا چاہتا تھا۔ اب نذار بن الیاس اس کام کو سرانجام دے چکا ہے۔ لہٰذا عدیم بن ساعدہ کی طرف سے اُسے کچھ نقدی اور مال



ملا ہے۔ وہ دومۃ الجندل سے مدینہ کی طرف روانہ ہونا چاہتا ہے لہٰذا اس نے میرے ہاتھ یہ پیغام بھجوایا ہے کہ اس کا چھوٹا بھائی ولید بن الیاس دومۃ الجندل جائے اور اس سے نقدی اور مال لے کر گھر لے آئے تاکہ وہ مطمئن ہو کر مدینہ کی طرف کوچ کر سکے۔ میں دومۃ الجندل سے ارضِ شام کی طرف تجارت کی غرض سے جا رہا تھا کہ اس نے یہ پیغام میرے ہاتھ بھجوایا یہ عدیم بن ساعدہ میرا پُرانا جاننے والا ہے۔ لہٰذا میں تم سے یہ کہوں گا کہ اپنے بیٹے ولید بن الیاس کو دومۃ الجندل بھیجو۔ تمہارا بڑا بیٹا اِن دِنوں عدیم بن ساعدہ کی حویلی میں ٹھہرا ہوا ہے۔ لہٰذا یہ ولید بن الیاس عدیم بن ساعدہ کی حویلی میں جائے اور وہاں سے اپنے بھائی سے نقدی لے اور سامان لے کر اپنے گھر لے آئے۔"

اتنے میں ایک جوان بھی حویلی کے اندرونی حصے سے نکل کر دروازے کی طرف بڑھا اور بوڑھے الیاس نے اس جوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا بیٹا ولید بن الیاس ہے جس کے لیے تم یہ پیغام لے کر آئے ہو۔"

نوجوان ولید بن الیاس قریب آیا اور اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "اے میرے باپ! یہ اجنبی کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں"۔

اس پر بوڑھے الیاس نے ابوالبحر سے اس کا پورا تعارف کرایا اور اس کے آنے کا مقصد بھی اپنے بیٹے کو بتا دیا۔

ابوالبحر کا یہ پیغام اپنے باپ کی زبانی سُن کر ولید بن الیاس نے چھاتی تانتے ہوئے کہا۔ "میں ضرور اپنے بھائی کی طرف دومۃ الجندل جاؤں گا اور اس سے نقدی اور سامان لے کر گھر لے آؤں گا۔ پر بابا! آپ اس ابوالبحر نام کے مہمان کو مہمان خانے میں تو بٹھائیں اور کھانے کا بندوبست کریں۔"

اِس پر بوڑھے الیاس نے فوراً چہکتے ہوئے کہا۔ "تُو نے درست کہا میرے بیٹے! میں مہمان کو دیوان خانے میں بٹھاتا ہوں۔ اتنی دیر تک تم اس کے لیے کھانا لے کر آؤ۔ بوڑھے الیاس نے ابوالبحر کا گھوڑا لے کر باہر ہی باندھ دیا تھا۔ پھر وہ ابوالبحر کو لے کر اپنے دیوان خانے میں آیا۔ وہاں اسے بٹھا کر وہ اپنے بیٹے نذار بن الیاس سے متعلق گفتگو کرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر ہی بعد ولید بن الیاس کھانا لے آیا اور ابوالبحر اُن دونوں کی موجودگی میں خاموشی سے کھانا کھانے لگا تھا۔

جب ابوالبحر کھانا کھا چکا اور ولید بن الیاس اُس کے سامنے سے برتن سمیٹ رہا تھا تو ابوالبحر نے ولید بن الیاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے نذار کے بھائی! کیا تم نذار کے پاس جانے کے لیے دومۃ الجندل کی طرف کُوچ کرو گے؟"

ولید بن الیاس نے کہا: "ہاں، ہاں میں ضرور جاؤں گا"۔ اس کے بعد نذار بن الیاس کے باپ نے بھی بولتے ہوئے کہا: "یہ ولید بن الیاس اس سے پہلے دومۃ الجندل کبھی گیا تو نہیں لیکن چونکہ اس کے بڑے بھائی نے بُلایا ہے تو اسے دومۃ الجندل جانا ہی ہو گا"۔

اس پر ابوالبحر نے بات سے بات نکالتے ہوئے کہا: "اے ولید بن الیاس! اگر تم جانا ہی چاہتے ہو تو میرے ساتھ ہی یہاں سے کُوچ کرو۔ میں نے اپنا تجارتی سامان تمہارے قبیلے کی بستی سے باہر جنوب کی طرف ایک سرائے میں رکھا ہُوا ہے۔ وہاں تک میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ پھر تم آگے دومۃ الجندل کی طرف چلے جانا اور میں وہاں سے اپنا تجارتی مال جو میرے اونٹوں پر لدا ہُوا ہے وہ لے کر ارضِ شام کی طرف کُوچ کر جاؤں گا"۔

اس پر ولید بن الیاس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "اے میرے بھائی! پھر تم یہاں بیٹھو، میں کھانے کے یہ برتن رکھ کے اپنا گھوڑا تیار کرتا ہوں، پھر اکٹھے ہی یہاں سے کُوچ کرتے ہیں"۔

ولید بن الیاس کے باپ نے بھی ولید بن الیاس کے اس لائحہ عمل کو پسند کیا تھا۔ لہٰذا ولید بن الیاس خوشی خوشی برتن اٹھائے حویلی کے اندرونی حصّے کی طرف چلا گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے اپنی حویلی سے باہر نکلا اور ابوالبحر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے ابوالبحر! آؤ اب یہاں سے کُوچ کریں"۔

ابوالبحر نے بھی بوڑھے الیاس سے مصافحہ کیا۔ مہمان خانے سے وہ باہر نکلا پھر دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے جنوب کی طرف کُوچ کر گئے تھے۔



بستی سے ایک میل دُور جانے کے بعد ابوالبحر نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اور سخت آواز میں ولید بن الیاس کو مخاطب کر کے اُس نے اُسے بھی رُک جانے کو کہا۔ ولید بن الیاس نے فوراً اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ کر اُسے روک لیا۔ پھر تعجب سے اُس نے ابوالبحر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اے ابوالبحر! یہاں اس جگہ کیوں رُک رہے ہو۔ جس سرائے کے اندر تم نے سامان رکھا ہے وہ تو ابھی کافی دُور آگے ہے"۔

اس پر ابوالبحر بولا اور کہا: "اے ابنِ الیاس! تیری زندگی کے گیت یہاں بکھر گئے۔ تیرے اجالوں کی تازگی تمام ہوئی اور تیری آشاؤں کے آنگن میں بربادی اور خرابی ہی خرابی پھیل گئی ہے"۔

"سن اے ابن الیاس! یہ زمین تیرے لیے اب پیاسے صحرا میں تبدیل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ تیری زندگی ختم ہوئی اور تیری مہیب رات کا آغاز اور حشر ساماں رت کی ابتدا ہوتی ہے"۔

ابوالبحر کی یہ گفتگو سُن کر ولید بن الیاس جیسے طلسمِ خیال سے چونک اٹھا ہو۔ ایک ثانیہ بھر کی لے کر وہ سنبھلا اور پھر بڑی تیزی سے اس نے ابوالبحر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اے ابوالبحر! میں نہیں سمجھا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو"۔ پھر رات کی پھیلتی سیاہی کے اندر جب ولید بن الیاس نے غور سے ابوالبحر کی طرف دیکھا تو اُسے محسوس ہُوا جیسے ابوالبحر کی آنکھوں میں تیرگی کے طوفان اور وقت کی آندھیوں کا آشوب جوش مار رہا ہو۔ اس کی آنکھوں میں ہولناک آندھی تھی اور نفرت اس کے چہرے اور آنکھوں سے ایک کوندے کی طرح چمک رہی تھی اس کے ساتھ ہی ابوالبحر حرکت میں آیا۔ ایک دم ہی اس نے اپنی تلوار کھینچی اور قبل اس کے کہ ولید بن الیاس اس کی مکاری، اس کی عیاری کو سمجھ کر اپنا دفاع کرتا۔ ابوالبحر نے اپنی تلوار بلند کر کے اُس پر گرائی اور اس کی تلوار ولید بن الیاس کے پہلو کو کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی۔ فضا میں ولید بن الیاس کی چیخ ایک بار بلند ہوئی تھی پھر ٹوٹتی ہوئی زنجیر کی جھنکار کی طرح ڈوب ڈوب کر رہ گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ولید بن الیاس اپنے گھوڑے سے گر کر ختم ہو گیا تھا۔

ابوالبجر فوراً اپنے گھوڑے سے نیچے کود گیا۔ اپنی زین کے ساتھ لٹکتی ہوئی خرجین کے اندر سے اس نے ایک رسی نکالی۔ ولید بن الیاس کی لاش کو اس نے اس کے گھوڑے پر رکھ کر رسی سے باندھ دیا پھر اس کے گھوڑے کو اس نے بستی کی طرف ہانکا۔ دوبارہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر وہ اپنے گھوڑے کو دومۃ الجندل کے رُخ پر سرپٹ دوڑا رہا تھا۔

○

اگلے روز صبح ہی صبح ابوالبجر عدیم بن ساعدہ کی حویلی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد عدیم بن ساعدہ کے غلام جریر نے دروازہ کھولا اور ابوالبجر نے جریر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے جریر! ذرا اپنے آقا عدیم بن ساعدہ کو بھیجو، میں اس سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔"

جریر فوراً پلٹا اور تھوڑی دیر بعد عدیم بن ساعدہ کو اپنے ساتھ لے کر آیا۔ ابوالبجر کو اپنی حویلی کے دروازے پر دیکھ کر عدیم بن ساعدہ خوش ہو گیا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے بڑی شفقت اور بڑی ملائمت سے ابوالبجر کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے ابوالبجر! میرے عزیز! تم یوں اجنبی کی طرح میری حویلی سے باہر کیوں کھڑے ہو۔ اِدھر اندر آ کر مہمان خانے میں بیٹھو پھر میں تمہارے ساتھ تفصیل سے گفتگو کرتا ہوں۔"

اس پر ابوالبجر نے کہا۔ "اے ابن ساعدہ! میں بیٹھوں گا نہیں، میں رات کے پچھلے حصے میں دومۃ الجندل داخل ہوا تھا، میں اس وقت تمہاری حویلی کے دروازے پر دستک دے کر تمہارے آرام میں خلل نہ ڈالنا چاہتا تھا اور میں تمہیں یہ اطلاع کرتا ہوں۔ کہ تمہارا پیغام قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل تک پہنچا دیا گیا ہے۔

اور سنو اے ابن ساعدہ وہ نذار بن الیاس اخیبر میں یہ پیغام دینے کے بعد دومۃ الجندل کی طرف نہیں آیا بلکہ اس نے مجھے دھوکہ دینے کی خاطر تھوڑی دور تک دومۃ الجندل کی طرف سفر کیا۔ اس کے بعد وہ اپنے دائیں ہاتھ مڑا اور مدینہ کی طرف چلا گیا۔ اس کو مدینہ کی طرف جاتے دیکھ کر میں بھی اس کی بستی کی طرف گیا اور اس کے بھائی ولید بن الیاس کو میں قتل کر کے اس کی لاش اس کے گھوڑے پر رکھ کر اس کے گھر کی طرف اس کے گھوڑے کو ہانک دیا تھا۔"



یہاں تک کہنے کے بعد ابوالبجر رُک گیا پھر تھوڑی دیر بعد عدیم بن ساعدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابن ساعدہ! شاید آج یا کل قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل دونوں تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ یہ جو نذار بن الیاس مدینہ کی طرف گیا ہے تو مجھے خدشہ ہے کہ کل یا پرسوں تک وہ سماک بن خرشہ کو لے کر بھی یہاں آ جائے گا۔ لہٰذا تم اپنے اس غلام جریر کے ذمے یہ کام لگاؤ کہ یہ آج سے دومۃ الجندل کی جنوبی سرائے کے اندر قیام کرے اور وہاں ہر اس شخص پر نگاہ رکھے جو مدینہ کی طرف سے دومۃ الجندل شہر میں داخل ہو اور جونہی یہ نذار بن الیاس، سماک بن خرشہ کو لے کر دومۃ الجندل کی طرف آئے یہ ہمیں اطلاع کر دے اور اس کی اطلاع پر ہم اس سماک بن خرشہ پر وارد ہوں گے اور اس کا کام تمام کر کے رکھ دیں گے اور اس سماک بن خرشہ کے قتل کے بعد اے ابنِ ساعدہ! میرا وہ فرض پورا ہو جائے گا جو تم نے میرے ذمہ لگایا تھا۔ بس میں یہی تم سے کہنے آیا ہوں۔ اب میں جاتا ہوں کیوں کہ میں رات بھر جاگتا رہا ہوں۔ لہٰذا میں آرام کروں گا۔" اس کے ساتھ ہی ابوالبجر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے وہاں سے چلا گیا تھا۔

ابوالبجر کو گئے ہوئے ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی اور عدیم بن ساعدہ اپنی حویلی کے باہر ہی کھڑا تھا کہ اُسے قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل آتے ہوئے دکھائی دیے اُن دونوں کو آتے دیکھ کر عدیم بن ساعدہ خوش ہو گیا تھا۔ بھاگ کر وہ آگے بڑھا اور ان دونوں کے گھوڑوں کی باگیں اُس نے پکڑ لی تھیں۔ اتنی دیر تک قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل بھی اپنے گھوڑوں سے اُتر کر باری باری عدیم بن ساعدہ سے گلے ملے تھے۔

پھر عدیم بن ساعدہ انہیں لے کر اپنے مہمان خانے میں آیا۔ اتنی دیر تک اس کا غلام جریر بھی نکل آیا اور ان دونوں کے گھوڑوں کو پکڑ کر اپنے اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔ دیوان خانے میں بیٹھتے ہی قطمیر بن عابیل نے ابن ساعدہ کو مخاطب کر کے پوچھا۔

اے ابن ساعدہ ! یہ جو تم نے نذار بن الیاس اور ابو البحر کے ہاتھ ہمیں یہ پیغام بھیجا تھا کہ تم نے عبیل بن جاثر اور خویلہ کو تلاش کر لیا ہے تو اب بتاؤ یہ عبیل بن جاثر اور خویلہ کہاں ہیں تاکہ ہم ان پر نزول کریں۔ عبیل بن جاثر کا تو ہم کام تمام کر کے رکھ دیں گے اور خویلہ کو ہم خیبر میں اس کے بھائی سلام بن ابی حقیق کی حویلی میں آباد کریں گے"۔

اس پر عدیم بن ساعدہ نے قطمیر بن عابیل کی بات اُچکتے ہوئے کہا۔ "اے میرے بھائی جہاں تک عبیل بن جاثر کا کام تمام کرنے کا تعلق ہے اس سے تو میں اتفاق کرتا ہوں۔ یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ خویلہ کو خیبر میں سلام بن ابی حقیق کی حویلی میں آباد کرو گے تو وہ ایک مسلمان ہے اور تم ایک مسلمان لڑکی کو اس طرح کیوں وہاں آباد کرو گے"۔

اس پر قطمیر بن عابیل نے کہا۔ "میرے خیال میں اب تک خویلہ تکلیفیں، دُکھ اور اذیتیں برداشت کرتے کرتے اسلام سے منحرف ہو کر یہودیت اختیار کر چکی ہو گی۔ اور سنو اے ابن ساعدہ ! اگر خویلہ نے ابھی تک یہودیت اختیار نہیں کی اور اسلام پر ہی قائم دائم ہے تو عبیل بن جاثر کے ساتھ ساتھ ہم اس خویلہ کی بھی گردن کاٹ کر رکھ دیں گے"۔

قطمیر بن عابیل کے خاموش ہونے پر اس بار راس بن دعویل بولا اور عدیم بن ساعدہ کو مخاطب کر کے اس نے پوچھا۔ "اے ابن ساعدہ ! اب کہو یہ عبیل بن جاثر اور خویلہ کہاں ہیں"۔

اس پر عدیم بن ساعدہ بولا اور کہا۔ "اے میرے بھائیو ! میں ابھی تک عبیل بن جاثر کا ٹھکانہ تو معلوم نہیں کر سکا۔ جس روز میں نے نذار بن الیاس اور ابو البحر کو تمہاری طرف روانہ کیا تھا۔ اس سے ایک روز پہلے میں بازار کی طرف گیا تو وہاں میں نے عبیل بن جاثر کو دیکھا کہ وہ ایک اونٹ پر سوار تھا اور اس کے اونٹ کے کجاوے کے ساتھ تین چار اور اونٹوں کی نکیلیں بھی بندھی ہوئی تھیں اور اس کے ساتھ بیس پچیس اور بھی اس کے ساتھی تھے۔ وہ سب دومۃ الجندل شہر سے باہر نکل رہے تھے۔

اس موقع پر مجھے یہ گمان ہوا کہ شاید یہ عبیل بن جاثر کہیں اِدھر ہی آکر آباد ہو گیا ہے اور دومۃ الجندل شہر میں تجارت کی غرض سے آیا ہے۔ میں اپنے اس شک و شبہ



کو دُور کرنے کے لیے اُس کے ساتھی کی طرف لپکا اور اس سے پوچھا کہ کیا تم لوگ تجارت کی غرض سے اس شہر میں داخل ہوئے تھے۔

اس نے کہا کہ نہیں ہم دومۃ الجندل ہی کے رہنے والے ہیں اور تجارت کی غرض سے دوسرے شہروں کی طرف جا رہے ہیں۔ اس پر میں نے اندازہ لگا لیا کہ عبیل بن جاثر اسی شہر میں کہیں رہتا ہے۔ لہٰذا ہم تینوں مِل کر اُسے تلاش کر سکتے ہیں۔

عدیم بن ساعدہ کی یہ گفتگو سُن کر قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل تھوڑی دیر تک اپنے سر جھکائے کچھ سوچتے رہے پھر قطمیر بن عابیل نے عدیم بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے ابن ساعدہ ! تُو نے اچھا کیا، ہم دونوں کو یہاں بُلا لیا۔ اب ہم ضرور اس عبیل بن جاثر کو تلاش کر کے رہیں گے لیکن تم فی الوقت ہمیں یہ بتاؤ کہ تم نے اسے دومۃ الجندل سے کس سمت سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا"۔

اس پر عدیم بن ساعدہ نے کچھ سوچا اور پھر کہا۔ وہ دومۃ الجندل سے شمال مغرب کے رُخ پر نکل رہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ وہ دمشق کی طرف گئے ہیں اور مختلف شہروں میں تجارت کرنے کے بعد وہ ضرور واپس لوٹیں گے"۔

اس پر قطمیر بن عابیل نے عدیم بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے ابن ساعدہ پہلے تو تم میرے اور راس بن دعویل کے لیے کھانے کا بندوبست کرو اور سنو تمہارے ہاں سے کھانا کھانے کے بعد ہم دومۃ الجندل سے باہر شہر کی شمال مغرب کی کسی سرائے میں قیام کریں گے۔ اگر عبیل بن جاثر دومۃ الجندل کے شمال مغربی حصّے سے باہر نکلا تھا تو وہ ضرور مغرب کی طرف گیا ہو گا۔ لہٰذا ہم دومۃ الجندل شہر سے باہر کسی سرائے کے اندر ہی قیام کریں گے۔ اور وہاں رک کر اس عبیل بن جاثر کا انتظار کریں گے اور جب وہ لوٹ کر آئے گا، تو ہم اس کا تعاقب کریں گے اور ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ دومۃ الجندل کی کس حویلی اور کس گھر میں داخل ہوتا ہے۔ اس کا گھر جاننے کے بعد پھر ہم تمہارے پاس آئیں گے اور پھر تینوں مِل کر اس عبیل بن جاثر اور خویلہ سے نمٹ لیں گے۔ میری

یہ تجویز، میرا یہ مشورہ اور میرا یہ خیال کیسا ہے؟

عدیم بن ساعدہ نے مسکراتے ہوئے اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اے قطمیر بن عابیل! میرے بھائی! تمہارا یہ خیال اور یہ مشورہ انتہائی قیمتی اور مناسب ہے۔ لہٰذا تم دونوں بیٹھو اور میں تم دونوں کے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی عدیم بن ساعدہ اپنی حویلی کے اندرونی حصّے کی طرف گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ اُن دونوں کے لیے کھانا لے آیا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل تھوڑی دیر تک عدیم بن ساعدہ کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرتے رہے پھر وہ دونوں اُٹھ کر شہر کی کسی شمال مغربی سرائے میں قیام کرنے کے لیے عدیم بن ساعدہ کے ہاں سے اُٹھ کر اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے چلے گئے تھے۔

○

نذار بن الیاس ایک روز پھر سماک بن خرشہ کی حویلی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ دو تین دستک کے بعد سماک نے دروازہ کھولا اور نذار بن الیاس کو اپنی حویلی کے دروازہ پر کھڑا دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر گہرا تبسم بکھر گیا تھا۔ آگے بڑھ کر وہ نذار بن الیاس سے بغل گیر ہو کر ملا اور دعائیہ انداز میں نذار بن الیاس کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔ "اے میرے بھائی! تیرا آنا مبارک اور باسعادت ہو۔"

اس پر نذار بن الیاس نے کہا "اے ابن خرشہ! پہلے تم مجھے اپنے دیوان خانے میں بٹھاؤ اور میرے کھانے کا بندوبست کرو۔ اس لیے کہ میں تھکا ہوا ہونے کے ساتھ ساتھ بھوکا اور پیاسا بھی ہوں اور کھانا کھانے کے بعد میں تم سے وہ گفتگو کروں گا جو میں تم سے کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

اس پر سماک نے فوراً اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اسے اندر لے گیا اور مہمان خانے کا دروازہ کھول کر اس نے نذار بن الیاس کو وہاں بٹھایا۔ جلدی جلدی اس نے ربطیہ سے کھانا تیار کروایا۔ پھر کھانا نذار بن الیاس کے سامنے رکھتے ہوئے اس نے کہا۔



"اے نذار بن الیاس! پہلے کھانا کھاؤ اس کے بعد وہ مقصد کہو جس کے لیے تم میرے پاس آئے ہو۔" نذار بن الیاس شاید زیادہ ہی بھوک محسوس کر رہا تھا۔ اس لیے کہ اس نے جلدی جلدی نوالے توڑ کر کھانا شروع کر دیا تھا اور جب نذار بن الیاس کھانا کھا چکا اور خالی برتن سماک بن خرشہ اُٹھا کر رکھ آیا اور دوبارہ نذار بن الیاس کے پاس آکر بیٹھ گیا تب نذار بن الیاس نے سماک بن خرشہ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"اے ابنِ خرشہ! میں تمہارے لیے ایک خوشخبری اور تمہارے لیے ایک نوید لے کر آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ عبیل بن جاثر اور خویلہ کا پتہ لگا لیا گیا ہے۔"

نذار بن الیاس کی یہ گفتگو سن سماک بن خرشہ خوشی میں اپنی جگہ سے اچھل سا پڑا تھا اور پھر فوراً اپنے ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے نذار بن الیاس کو اس کے شانوں سے پکڑ کر ہلاتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے ابن الیاس جلدی بولو یہ عبیل بن جاثر اور خویلہ اس وقت کہاں ہیں۔"

اس پر نذار بن الیاس نے کہا۔ "میرے بھائی! چند روز پہلے کہیں عدیم بن ساعدہ نے عبیل بن جاثر کو اس کے چند ساتھی تاجروں کے ساتھ دومۃ الجندل شہر سے نکل کر دوسرے شہروں کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی اس نے مجھے بلایا اور مجھے یہ پیغام دے کر خیبر کی طرف بھجوایا کہ میں اس کی اطلاعات قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو کروں۔ لہٰذا عدیم بن ساعدہ کا یہ پیغام قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو پہنچانے کے بعد میں تمہاری طرف آیا ہوں اور تمہیں یہ اطلاع کرتا ہوں کہ یہ عبیل بن جاثر دومۃ الجندل شہر میں ہی کہیں رہتا ہے اور لازمی بات ہے کہ خویلہ بھی اس کے پاس ہی ہوگی۔ یہ عبیل بن جاثر کہیں تجارت کی غرض سے گیا ہوا ہے۔ بہرحال دو چار روز یا اس سے زیادہ میں وہ لوٹ کر دومۃ الجندل ہی کی طرف آئے گا۔

میرے خیال میں اب تک قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل بھی دومۃ الجندل جا چکے ہوں گے اور وہ عدیم بن ساعدہ کے ساتھ مل کر اس عبیل بن جاثر کی واپسی کا انتظار کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا ٹھکانہ اور گھر تلاش کرنے کی بھی کوشش کریں گے۔ لہٰذا

میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا کہ تم بھی میرے ساتھ دومتہ الجندل چلو تا کہ قطمیر بن عابیل، راس بن دعویل اور عدیم بن ساعدہ کے علاوہ عبیل بن جاثر سے بھی تم اپنا انتقام لے کر خویلہ کو اُن سے حاصل کر سکو۔"

نذار بن الیاس جب خاموش ہُوا تو سماک بن خرشہ نے بولتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ الیاس! واللہ تم میرے لیے کیسی خوشی کی خبر لے کر آئے ہو اور سنو میرے عزیز! تم آج کی رات تو یہاں آرام کرو۔ کل صبح ہی صبح میں تمہارے ساتھ کوچ کروں گا اور ہم دونوں بھائی دومتہ الجندل شہر کی طرف روانہ ہوں گے۔ اگر قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل بھی وہاں پہنچ چکے ہیں تو میرا کام آسان ہو جائے گا۔ اس لیے کہ میں ایک ہی شہر قطمیر بن عابیل، راس بن دعویل، عبیل بن جاثر اور عدیم بن ساعدہ سے نمٹ لوں گا اور پھر تُو دیکھنا اے ابنِ الیاس! میں کیسے ان چاروں بدمعاشوں اور اوباشوں سے نمٹتا ہوں اور کیسے میں ان کے حلقوم کاٹ کر ان سے خویلہ کو حاصل کرتا ہوں۔ اور اے ابن الیاس! اب تم آرام کرو۔ میں اپنے اہلِ خانہ کے پاس جاتا ہوں اور انہیں یہ خوشخبری سناتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی نذار بن الیاس مسہری پہ دراز ہو کر آرام کرنے لگا تھا جبکہ سماک بن خرشہ مہمان خانے سے باہر آیا اور ربیطہ کو مخاطب کر کے کہا۔

"ربیطہ! ربیطہ! میں تمہیں ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ یہ مہمان جو ابھی آیا ہے اور جسے میں نے اپنے مہمان خانے میں ٹھہرایا ہے۔ یہ نذار بن الیاس ہے۔ یہ ایک خوش خبری لے کر آیا ہے کہ دومتہ الجندل شہر میں عبیل بن جاثر اور خویلہ کا ٹھکانہ مل گیا ہے میرا خیال ہے کہ جب بنو خزرج کے جوانوں نے سلام بن ابی حقیق کو خیبر میں قتل کر دیا تھا تو اس قتل سے عبیل بن جاثر خوفزدہ ہو گیا تھا۔ لہٰذا وہ خویلہ کو خیبر سے نکال کر دومتہ الجندل کی طرف لے گیا ہوگا۔ اب عبیل بن جاثر کے ساتھی جبیر بن ساعدہ جسے میں قتل کر چکا ہوں، اس کے بھائی عدیم بن ساعدہ نے عبیل بن جاثر کو دومتہ الجندل میں تلاش کر لیا ہے۔ اب یہ نذار بن الیاس مجھے اسی کی اطلاع کرنے آیا ہے کہ عبیل بن جاثر کا اتہ پتہ مل گیا ہے۔



لہٰذا اے ربیطہ! میں کل یہاں سے اس نذار بن الیاس کے ساتھ کوچ کر دوں گا تا کہ قطمیر بن عابیل، راس بن دعویل اور عبیل بن جاثر اور عدیم بن ساعدہ سے نمٹ کر میں اُن سے خویلہ کو حاصل کر سکوں اور سنو ربیطہ! تم میرے لیے اور نذار بن الیاس کے لیے زادِ راہ بھی تیار کر دینا اور کل صبح جب میں یہاں سے کوچ کر جاؤں تو تم دن کے وقت تو گھر ہی رہنا لیکن رات کو تم ابوقیس کے ہاں چلی جانا اور مجھے اُمید ہے کہ میں زیادہ دن نہیں لگاؤں گا اور جلد ہی لوٹ آؤں گا۔

بہر حال تم فکر مند نہ ہونا میں اس کام کو نمٹا کر جلد ہی لوٹ آؤں گا۔ اب میں مہمان کے پاس جا کر بیٹھتا ہوں اور جب وہ سو جائے گا۔ تو پھر میں آکر کھانا کھاتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی سماک بن خرشہ دوبارہ مہمان خانے میں جا کر نذار بن الیاس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ جبکہ نذار بن الیاس اب گہری نیند سو رہا تھا۔

دوسرے روز سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس دومتہ الجندل جانے کے لیے مدینۂ نبیؐ سے کوچ کر گئے تھے۔

○

رات غیر مربوط لاوے کی طرح پھیل بکھر گئی تھی۔ مرمر کے کمروں کے اندر بلوری شمعیں روشن ہو گئی تھیں۔ رات کے سیاہ اندھیرے بیابانوں کے نفس نفس اور فضاؤں کے تن بدن کے اندر حلول کر گئے تھے۔

سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس دومتہ الجندل کی طرف ساری رات سفر کرتے رہے اور جب سلگتی رات اپنی زندگی کی انتہا کو پہنچی تو وہ اس وقت دومتہ الجندل شہر کے قریب پہنچ چکے تھے۔ پھر رات کے صدیوں جیسے لمحات تمام ہوئے اس لیے کہ فضاؤں کے اندر پرندوں کے نغمے الاپتے قافلے اور تجارتی کاروان کے جانوروں کی لرزتی گھنٹیوں کی سہانی صدائیں فضاؤں کے اندر بلند ہونے لگی تھیں۔ بگلے اور قازیں فضاؤں کے اندر اپنے پروں سے پھڑپھڑاہٹ پیدا کرتے ہوئے اعلانِ سحر کرنے لگے تھے۔ پھر مشرق سے سورج طلوع ہوا اور سورج کی کرنیں

بِکھرے بِکھرے دھاروں اور بجلی کے برستے کوندوں کی طرح فضاؤں کے اندر پھیل بکھر گئی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی دھرتی کہکشاں اور جھروکے روشن ہو گئے تھے۔ تمدّن کے غاروں میں روشنی بکھر گئی تھی اور ثقافت کی گھاٹی کے اندر ایک طرح کا چکا چوند پھیل کر رہ گیا تھا۔

ایسے میں سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس دومۃ الجندل شہر سے چار میل کے فاصلے پر پہنچ گئے تھے اور سورج کو طلوع ہوئے ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی اور وہ اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے دومۃ الجندل کی طرف جا رہے تھے کہ ناگہاں ایک گھاٹی کی اوٹ سے نذار بن الیاس کا بوڑھا باپ الیاس نمودار ہُوا اور ان کے سامنے شاہراہ پر کھڑے ہوتے ہوئے اپنے ہاتھ فضاؤں میں بلند کرکے اس نے اُن دونوں کو رکنے کا اشارہ کیا۔

نذار بن الیاس نے فوراً اپنے گھوڑے کو روک لیا تھا اور پھر سماک بن خرشہ کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ ”اے ابو دجانہ! میرے بھائی! یہ ہمیں روکنے والا بوڑھا میرا باپ ہے۔ خدا خیر کرے، میری غیر موجودگی میں نہ جانے میرے باپ پر کیا بیتی ہے جو یہ اپنی بستی سے نکل کر دومۃ الجندل سے تین چار میل باہر ہی ہمیں رکنے کا اشارہ کر رہا ہے۔ میرا دِل کہتا ہے کہ خیریت نہیں، ضرور کوئی حادثہ اور وہ بھی غیر معمولی حادثہ میری غیر موجودگی میں رونما ہُوا ہے۔

نذار بن الیاس کے یہ الفاظ سُن کر سماک بن خرشہ نے بھی اپنے گھوڑے کو روک لیا تھا۔ پھر دونوں اپنے گھوڑے سے اُتر کھڑے ہوئے اور بھاگتے ہوئے بوڑھے الیاس کے پاس آئے۔ نذار بن الیاس نے اپنے باپ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی ڈوبتی اور پھڑپھڑاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”اے میرے باپ! آپ اس وقت یہاں کیسے کیا معاملہ ہے کہ آپ دومۃ الجندل سے باہر مجھے رُکنے کا اشارہ کر رہے ہیں۔ آپ اپنی بستی سے اس طرف کیوں آئے؟“

اِس پر بوڑھے الیاس نے روتے ہوئے کہا۔ ”اے میرے بیٹے! مَیں لٹ گیا، مَیں تباہ و برباد ہو گیا۔ میرے گھر کو ویران اور مرقد بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔“



نذار بن الیاس نے اپنے باپ کو سہارا دے کر سنبھالا اور اُسے کہا۔ ”اے میرے باپ مجھے پُوری بات بتاؤ کہ میرے بعد تم پر کیا بیتی ہے جو یوں تم ان ویرانوں میں میری طرف آنے پر مجبور ہوئے ہو۔“

اپنے بیٹے کے کہنے پر بوڑھے الیاس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر وہ کہہ رہا تھا۔ ”اے میرے بیٹے! جب تو عُدیم بن ساعدہ کے بُلانے پر دومۃ الجندل کی طرف چلا آیا تو اس کے دو تین روز بعد ایک جوان ہمارے گھر پر وارد ہُوا اور اس جوان نے ہمارے دروازے پر دستک دی اور مَیں نے جب دروازہ کھولا تو اس نے مجھے بتایا کہ اسے نذار بن الیاس نے ادھر بھیجا ہے۔

اس کا کہنا تھا کہ عدیم بن ساعدہ نے ایک ضروری کام کے لیے نذار بن الیاس کو بلایا تھا۔ نذار بن الیاس نے وہ کام کر دیا ہے۔ لہٰذا عدیم بن ساعدہ نے اسے نقدی اور کچھ سامان دیا ہے۔ لہٰذا نذار بن الیاس کے چھوٹے بھائی ولید بن الیاس کو بھیجا جائے تا کہ وہ دومۃ الجندل سے اپنے بھائی نذار بن الیاس سے نقدی اور سامان لے آئے کیونکہ نذار بن الیاس دومۃ الجندل سے مدینہ کی طرف جانا چاہتا ہے۔

بس مَیں نے اور میرے بیٹے ولید نے اس شخص کی باتوں پر اعتبار کر لیا اور ولید اس کے ساتھ ہو لیا لیکن اس ظالم انسان نے راستے میں کہیں ولید پر حملہ آور ہو کر اسے قتل کر دیا اور پھر اس کی لاش کو اس کے گھوڑے کے ساتھ باندھ کر اسے بستی کی طرف ہانک دیا۔ سو گھوڑا میرے بیٹے کی لاش کو لے کر گھر میں داخل ہُوا پھر جو مجھ پر بیتی اے میرے بیٹے تم جانتے ہی ہو، مَیں نے اگلے روز تک تیرا انتظار کیا پھر مَیں نے تیرے بھائی کو دفن کر دیا۔

”اب تو ہی بتا ولید بن الیاس کے مارے جانے پر کیا وہ گھر اس قابل ہے کہ مَیں اس میں رہ سکوں کیا اس گھر کا ماحول ایسا ہے کہ مَیں اس کے اندر پرسکون زندگی بسر کر سکوں۔“ [illegible]اں تک کہنے کے بعد بوڑھا الیاس پھر بچوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر رونے

لگا تھا۔

نذار بن الیاس نے پھر اپنے باپ کو سنبھالا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے میرے باپ! تم اس جوان کا حلیہ تو بتاؤ جو ہمارے گھر میں داخل ہوا اور جس نے دھوکہ دہی سے کام لے کر میرے بھائی ولید بن الیاس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔"

بوڑھے الیاس نے ایک بار پھر اپنے آپ کو سنبھالا اور نذار کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے میرے بیٹے! وہ جوان خوب لمبے قد کا کڑیل اور سیاہ رنگ کا تھا۔ اس کے چہرے پر زخموں کے کئی ایک نشان تھے۔ اُس کے سر کے بال کافی لمبے اور اس کی مونچھیں بھی کافی طویل اور گھنی تھیں"۔

بوڑھا الیاس یہیں تک ہی کہنے پایا تھا کہ نذار بن الیاس نے اُسے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا۔ "اے میرے باپ! اب بس کرو، جو حلیہ تم نے بیان کیا ہے اس سے میں جان گیا ہوں کہ میرے بھائی کا قاتل کون ہے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب وہ ابوالبحر ہمارے قہر اور ہمارے غضب سے نہیں بچ سکے گا۔ مجھے ابوالبحر پہ پہلے ہی شک تھا۔ عدیم بن ساعدہ نے جو اسے میرے ساتھ خیبر کی طرف بھیجا تھا، تو یوں ہی اسے روانہ کیا تھا۔ شاید اس نے میرا تعاقب کیا ہوگا اور اس کام کے لیے اُسے عدیم بن ساعدہ نے لگایا ہوگا اور اُس نے جب دیکھا ہوگا کہ میں خیبر سے واپس دومۃ الجندل کی طرف نہیں گیا اور میں نے مدینہ کا رُخ کر لیا ہے تو وہ میری بستی کی طرف گیا ہوگا اور وہاں میرے بھائی کو قتل کر کے وہ عدیم بن ساعدہ کی طرف چلا گیا ہوگا۔"

نذار بن الیاس یہیں تک کہنے پایا تھا کہ سماک آگے بڑھا اور اپنے بائیں ہاتھ سے اس نے بوڑھے الیاس کو لپٹا کر اپنے ساتھ لگا لیا اور پھر اپنے دائیں ہاتھ سے اس نے نذار بن الیاس کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے ان دونوں کو ڈھارس اور تسلی دیتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

خداوند زندہ اور بیدار کی قسم یہ کام اگر ابوالبحر کا ہے تو وہ ہم سے بچ نہ سکے گا۔ اگر یہ ابوالبحر ولید بن الیاس کو قتل کرنے کے بعد زمین کی پاتال میں بھی اُتر جائے یا



سمندر کی تہہ میں بھی داخل ہو جائے تب بھی میں اُسے ڈھونڈ نکالوں گا اور اس پر ایسا وارد ہوں گا جیسے کسی شخص کو اجل کے بھیڑیوں نے آگھیرا ہو۔"

"اے میرے عزیزو! تم دونوں مطمئن رہو، میں سماک بن خرشہ تم دونوں کے ساتھ ہوں اور انشاء اللہ وہ وقت دُور نہیں جب میں ابوالبحر پر پَر سمیٹ کر زمین پہ اترنے والے بھوکے گدھوں، خوف کی کپکپی اور چیخوں کے کہرام کی طرح اس پہ نازل ہوں گا اور میرے اللہ نے چاہا تو میں اس کی حالت بچوں کی چیخوں، عورتوں کی آہوں، بیواؤں کے آنسوؤں اور بے صدا حروف جیسی بنا کر رکھ دوں گا۔ اے نذار بن الیاس! اب تم مجھے ذرا ابوالبحر کے متعلق تفصیل کے ساتھ بتاؤ"۔

سماک بن خرشہ کے اس استفسار کے جواب میں نذار بن الیاس نے روتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اے ابودجانہ، میرے بھائی، میرے محسن! یہ ابوالبحر وہی ہے جسے عدیم بن ساعدہ نے دومۃ الجندل سے میرے ساتھ خیبر کی طرف بھیجا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس کا کوئی رشتہ دار خیبر میں نہیں تھا بلکہ یہ عدیم بن ساعدہ کا خاص آدمی تھا جو صرف مجھ پر نگاہ رکھنے کے لیے میرے ساتھ بھیجا تھا تاکہ وہ یہ دیکھے کہ قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو پیغام پہنچانے کے بعد میں خیبر سے براہِ راست دومۃ الجندل واپس آتا ہوں یا مدینہ کا رُخ کرتا ہوں۔"

"میرے خیال میں اُسے میرے متعلق شک ہو گیا ہوگا کہ میں سماک بن خرشہ کا آدمی ہوں۔ اے میرے بھائی! میں نہیں جانتا کہ یہ ابوالبحر دومۃ الجندل میں کس جگہ رہتا ہے مجھے تو اپنے گھر سے بلانے کے بعد اس عدیم بن ساعدہ نے مہمان خانے میں بٹھایا تھا۔ پھر یہ اپنے غلام جریہ کو میرے پاس بٹھا کر اپنی حویلی سے چلا گیا۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد یہ ابوالبحر کو بلا کر لے آیا تھا اور پھر ابوالبحر اور مجھے اس نے قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو پیغام پہنچانے کے لیے خیبر کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ میرے خیال میں اس ابوالبحر نے اندازہ لگا لیا کہ میں خیبر سے نکل کر مدینہ کی طرف سماک بن خرشہ کی طرف گیا ہوں اور عدیم بن ساعدہ نے اسے پہلے سے کہہ رکھا ہوگا کہ اگر میں خیبر سے سماک بن خرشہ کی طرف

جاؤں تو یہ میری بستی میں داخل ہو کر میرے بھائی کو قتل کر دے۔ لہٰذا جب میں نے مدینہ کا رُخ کیا تو یہ ابوالبحر میری بستی کی طرف گیا ہو گا اور وہاں دھوکہ دہی سے کام لے کر اس نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہو گا۔

سماک بن خرشہ نے نذار بن الیاس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا ”اے ابن الیاس! تم اپنے بوڑھے باپ کو واپس اپنی بستی کی طرف بھیج دو جب کہ میں اور تم اب دومۃ الجندل شہر میں داخل ہوں گے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ نہ صرف یہ کہ عدیم بن ساعدہ قطمیر بن عابیل، راس بن دعویل اور عبیل بن جاثرہ کو ختم کر کے میں خویلہ کو اُن سے حاصل کروں گا بلکہ میں اس ابوالبحر کو بھی اس شہر میں تلاش کروں گا اور اسے تلاش کرنے کے بعد اسے تمہارے ساتھ تمہاری بستی میں لے کر چلوں گا اور اس قبرستان میں اسے لے جاؤں گا جہاں پر تمہارے باپ نے اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے دفن کیا ہے اس موقع پر تم اپنے باپ کو بھی قبرستان میں بُلا کر لے آنا اور پھر تمہارے باپ کی موجودگی میں میں اس ابوالبحر کو انتہائی بے چارگی اور بے کسی کی حالت میں قتل کر کے تمہارے مرنے والے بھائی کے قدموں کے پاس اس کی لاش کو دفن کر کے رکھ دوں گا۔“

”اے ابن الیاس مجھے بے حد دُکھ اور صدمہ ہے کہ میری طرف آنے کی وجہ سے اس ابوالبحر نے تمہارے بھائی کو قتل کر دیا۔ پر اب یہ بچ کر ہم سے نہ جائے گا۔ یہ کہیں بھی چلا جائے میں سائے کی طرح اس کا تعاقب کروں گا اور اس کے جسم سے اس کی روح کو ضرور نکال کر رہوں گا۔“

سماک بن خرشہ سے علیحدہ ہو کر نذار بن الیاس نے اپنے بوڑھے باپ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ پھر اُسے ڈھارس دیتے ہوئے کہا ”اے میرے باپ! تم اب اپنی بستی کی طرف چلے جاؤ۔ میں اور میرے ساتھ یہ سماک بن خرشہ اب دومۃ الجندل شہر کی طرف جائیں گے اور ابوالبحر کو تلاش کریں گے۔ اس ابوالبحر کو جس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔“



”اے میرے باپ! اسے ہم پکڑ کر تمہارے پاس بستی میں لائیں گے اور اسے تمہاری موجودگی میں قتل کرنے کے بعد اس کی لاش کو میں اپنے بھائی کے پاؤں تلے دفن کر کے رکھ دوں گا۔ اے میرے باپ! تم چلے جاؤ، تمہاری غیر موجودگی میں میری ماں ہلکان اور پریشان ہو رہی ہو گی۔“

اس پر بوڑھے الیاس نے بولتے ہوئے کہا۔ میں اب ضرور واپس اپنی بستی میں جاؤں گا۔ اس لیے کہ میری غیر حاضری میں تمہاری ماں واقعی پریشان ہو رہی ہو گی“ پھر بوڑھے الیاس نے سماک بن خرشہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”اے ابنِ خرشہ! میری تمہاری ملاقات بھی ہوئی تو کس موقع پر۔ میرا بیٹا نذار بن الیاس اکثر تمہاری تعریف کیا کرتا تھا“ اور میں بے چین تھا کہ کب کوئی موقع آئے اور میں تمہیں دیکھ سکوں۔ بہر حال خدا کو منظور یہی تھا کہ میری تمہاری ملاقات اس وقت ہونی تھی جب ان ظالموں نے میرے بیٹے کو قتل کرنا تھا۔ بہر حال میں اب اپنی بستی کی طرف جاتا ہوں اور بڑی بے چینی سے تم دونوں کے وہاں آنے کا انتظار کروں گا۔“

اس کے ساتھ ہی بوڑھا الیاس شاہراہ کے کنارے ٹیلے کے پیچھے گیا اور وہاں سے اپنا گھوڑا لے آیا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے گھوڑے کو دومۃ الجندل شہر سے مغرب کی طرف دوڑاتے ہوئے وہ اپنی بستی کی طرف چلا گیا تھا۔ اس موقع پر سماک بن خرشہ نے نذار بن الیاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”اے نذار بن الیاس میرے عزیز! میرے بھائی! اپنا چہرہ ڈھانپ لو اس لیے کہ اس دومۃ الجندل شہر میں اب تیرے اور میرے لیے خطرات ہی خطرات ہیں ہم نے یہاں ایک صرف ابوالبحر ہی سے نہیں اس کے علاوہ اور بہت سے دشمنوں سے بھی نمٹنا ہے۔ لہٰذا اپنا چہرہ ڈھانپ لو اور اپنے چہرے ڈھانپے ڈھانپے ہی ہم دومۃ الجندل کی کسی سرائے میں قیام کریں گے۔ اس کے بعد ہم اپنے دشمنوں کی تلاش میں نکلیں گے۔“

اس کے ساتھ ہی نذار بن الیاس نے اپنے چہرے پر اپنے عمامہ کا پلّو ڈال کر چہرہ ڈھانپ لیا تھا جب کہ دوسری طرف سماک بن خرشہ نے بھی اپنے عمامے کا پلّو ڈال کر اپنا چہرہ

ڈھانپ رکھا تھا۔ اس کے بعد وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور دوبارہ دومۃ الجندل شہر کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

○

سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس ابھی دومۃ الجندل شہر کی جنوبی سرائے کے قریب ہی پہنچے تھے کہ سرائے کے اندر سے عدیم بن ساعدہ کا غلام جریر اپنے گھوڑے پر سوار نکلا۔ اور گھوڑے کو اس نے نذار بن الیاس اور سماک بن خرشہ کی طرف بڑھا دیا تھا۔ چونکہ ان دونوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ رکھا تھا۔ اسی بنا پر شاید وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ صبح ہی صبح دومۃ الجندل شہر کی طرف آنے والے وہ لوگ کون ہیں۔

اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا عدیم بن ساعدہ کا غلام جریر، نذار بن الیاس اور سماک بن خرشہ کے پاس آیا۔ اپنے گھوڑے کو بھگاتے ہی بھگاتے اس نے ان دونوں پر گہری نگاہ ڈالی اور پھر وہ آگے بڑھ گیا تھا۔

جونہی وہ ان کے پاس سے گزرا نذار بن الیاس اسے دیکھ کر چونک پڑا اور سماک بن خرشہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ ”اے سماک میرے بھائی۔ یہ سوار جو ابھی ہمارے پاس سے ہماری الٹی سمت گزرا ہے، جانتے ہو یہ کون ہے؟“ اس پر سماک بن خرشہ نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا اور چونک کر پوچھا۔ ”اے ابن الیاس! میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ تم بتاؤ کون ہے یہ۔ اگر یہ ہمارے کام کا آدمی ہے تو اس کا تعاقب کریں اور اسے پکڑ کر اس سے اپنے لیے ضروری معلومات حاصل کریں۔“

اس پر نذار بن الیاس نے خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اے ابن خرشہ میرے بھائی! یہ شخص جو ہمارے پاس سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے نکلا ہے۔ اس کا نام جریر ہے یہ عدیم بن ساعدہ کا غلام ہے اور میرے خیال میں یہ نہ صرف قطمیر بن عابل اور راس بن دعویل بلکہ ابوالبحر کے متعلق بھی پوری تفصیل سے جانتا ہو گا۔“

نذار بن الیاس جب خاموش ہوا تو سماک بن خرشہ نے اسے ڈانٹنے کے انداز میں کہا ”جب وہ یہاں سے گزر رہا تھا تو اس وقت تم نے مجھے کیوں نہ اشارہ کر دیا کہ یہ شخص



ہمارے کام کا ہے۔ بہرحال اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اچھا ہوا یہ ہماری الٹی سمت گیا ہے آؤ اس کا تعاقب کریں۔ اسے پکڑ کر اس سے ضروری معلومات حاصل کرتے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی ان دونوں نے اپنے گھوڑوں کو موڑا اور جریر کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ دوسری طرف ان کے آگے آگے بھاگتے ہوئے جریر نے بھی دیکھ لیا تھا کہ وہ دونوں اس کے تعاقب میں لگ گئے ہیں۔ لہٰذا اس نے اپنے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی تھی۔ شاید وہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے اور ان کے درمیان فاصلہ کر کے پھر اپنے گھوڑے کو دائیں طرف موڑ کر شہر میں داخل ہو اور عدیم بن ساعدہ کو اطلاع کر دے کہ نذار بن الیاس سماک بن خرشہ کو لے کر دومۃ الجندل پہنچ گیا ہے۔

لیکن سماک اور نذار بن الیاس نے ایسی خون خواری سے اس کا تعاقب کیا تھا کہ جلد ہی ان دونوں نے اسے جا لیا۔ پھر اس کے قریب جا کر سماک بن خرشہ نے اپنا داہنا ہاتھ اس کی گردن پر ڈالا اور اس کو اس کے گھوڑے سے اچک کر اپنے سامنے اپنے گھوڑے پر ڈال لیا۔ پھر اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اس نے اپنے گھوڑے کو روکا اور پہلے وہ خود نیچے اترا۔ اس کے بعد اس نے جریر کو بھی جھپٹ کر نیچے اتار لیا تھا۔ اتنی دیر تک نذار بن الیاس نے بھی اپنے گھوڑے کو روک لیا تھا اور وہ بھی نیچے اتر کر سماک کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

سماک نے جریر کی گردن پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔ ”کیا تمہارا نام جریر ہے اور تم عدیم بن ساعدہ کے غلام ہو۔“

جریر شاید جھوٹ بولتا لیکن نذار بن الیاس نے چونکہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا تھا اور نذار بن الیاس کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے وہ جھوٹ نہ کہہ سکا تھا لہٰذا اسے سچ کہنا پڑا۔ اس نے کہا۔ ”ہاں میں عدیم بن ساعدہ کا غلام ہوں اور میرا نام جریر ہے۔“

جریر سے یہ جواب سن کر سماک بن خرشہ نے اپنی چرمی پیٹی سے اپنا چمکتا بھاری پھل کا خنجر نکال لیا۔ خنجر کی نوک کو اس نے جریر کی گردن پر چبھوتے ہوئے کہا۔ ”اے جریر! جو کچھ میں پوچھتا ہوں سچ بتانا اور اگر تم نے ہم سے کوئی چیز چھپائی اور تم نے ہم سے

جھوٹ کہا تو سُن رکھ، مَیں تیرا حلقوم کاٹ کر تمہیں اس شاہراہ کے کنارے دفن کر کے دومۃ الجندل شہر میں داخل ہو کر تیرے آقا عدیم بن ساعدہ کی بھی گردن کاٹ کر رکھ دوں گا۔"

اس پر جریر نے کانپتے اور لرزتے ہوئے کہا۔" پوچھو کیا پوچھتے ہو، مَیں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس نذار بن الیاس کی موجودگی میں تم سے جھوٹ نہ بولوں گا"۔

اس پر سماک بن خرشہ نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔" یہ بتاؤ ابوالبجر کون ہے ؟"

جریر بولا اور کہا۔" اس ابوالبجر کا تعلق بدمعاشوں کے ایک گروہ سے ہے۔ سنو دومۃ الجندل شہر کی وسطی سرائے کے سامنے ایک حویلی ہے۔ یہ حویلی ایک شخص حرقوس کی ہے اس حرقوس نے اپنی حویلی میں بہت سے اوباش بدمعاش اور خون خوار اور مہلک قسم کے جوان جمع کر رکھے ہیں اور ان جوانوں کو وہ لوگوں کو کرایے پر مہیا کرتا ہے ان جوانوں کے عوض وہ لوگوں سے بھاری رقمیں لیتا ہے۔ رقم ادا کر کے ان جوانوں کی مدد سے لوگ اپنے دشمنوں کو قتل کرواتے ہیں۔ ان سے ڈاکہ زنی اور چوری کا کام بھی لیتے ہیں۔ پس اس ابوالبجر کا تعلق بھی حرقوس کے گروہ سے ہے جو دومۃ الجندل کی وسطی سرائے کے سامنے والی حویلی میں رہتا ہے"۔

سماک بن خرشہ نے مطمئن انداز میں جریر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" اے جریر! مَیں تیرے اس جواب سے مطمئن ہوا ہوں۔ اب تو ہمیں یہ بتا کہ کیا قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل خیبر سے یہاں دومۃ الجندل پہنچ چکے ہیں اور اگر وہ پہنچ چکے ہیں تو کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں"۔

جریر پھر بولا اور کہا۔" یہ قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل دونوں ہی دومۃ الجندل پہنچ چکے ہیں اور اس وقت وہ دومۃ الجندل سے باہر شمال مغربی سرائے کے اندر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ عدیم بن ساعدہ نے انہیں بتایا تھا کہ عبیل بن جاثر تجارت کی غرض سے دمشق کی طرف گیا ہے اور دمشق سے جو شاہراہ دومۃ الجندل سے نکلتی ہے وہ شہر



کے شمال مغرب ہی سے نکلتی ہے۔ لہذا وہ شمال مغربی سرائے میں اس لیے ٹھہرے ہوئے ہیں کہ جب یہ عبیل بن جاثر دمشق سے لوٹے گا تو وہ اس کا تعاقب کر کے اس کا ٹھکانہ معلوم کریں گے اور اس کے بعد کسی مناسب وقت پر وہ عبیل بن جاثر پر حملہ آور ہوں گے اور اسے قتل کر کے اور خویلہ کو اس سے حاصل کر کے، اُسے اگر تو وہ مسلمان ہوئی تو اسے بھی قتل کر دیں گے اور اگر اس نے یہودیت اختیار کر لی ہوئی تو اسے خیبر میں اس کے بھائی سلام بن ابی حقیق کی حویلی میں لے جا کر آباد کر دیں گے"۔

یہاں تک کہنے کے بعد جریر خاموش ہو گیا تھا۔ جریر جب خاموش ہُوا تو سماک بن خرشہ نے اس کی گردن سے اپنا خنجر ہٹا کر اپنی پیٹی سے لٹکتے میان میں ڈال لیا۔ پھر اس نے اپنی تلوار کھینچی اور جریر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

" اے جریر! مجھے افسوس ہے کہ مَیں تمہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا اس لیے کہ تیرا زندہ رہ کر دومۃ الجندل شہر میں داخل ہونا ہمارے لیے بدبختی اور بربادیوں کے دروازے کھول دے گا۔ لہذا مَیں تجھے قتل کرتا ہوں۔ اس لیے کہ تو ایک گناہ گار کے گناہوں میں برابر کا شریک ہے اور جو کسی کے گناہ میں شریک ہوتا ہے وہ بھی اصل میں گناہ گار اور بدکار ہوتا ہے۔ لہذا مَیں تیری گردن کاٹتا ہوں"۔ اس کے ساتھ ہی سماک نے اپنی تلوار بلند کر کے جریر پر گرائی اور اس کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

پھر سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس نے شاہراہ کے کنارے جریر کی لاش کو دفن کر دیا تھا اس کے گھوڑے کو مار کر انھوں نے اُلٹی سمت سرپٹ دوڑا دیا تھا اور پھر وہ دوبارہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور دومۃ الجندل شہر کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

دومۃ الجندل شہر کی جنوبی سرائے کے پاس جانے کے بعد سماک نے باگیں کھینچتے ہوئے کہا۔" اے نذار بن الیاس، میرے بھائی! یہ جو میرے بائیں ہاتھ سرائے نظر آ رہی ہے۔ ہم دونوں اس میں قیام کریں گے۔ دونوں ٹھہرنے کے لیے ایک کمرہ لے لیتے ہیں۔ تم اس سرائے میں ہی قیام کرنا جب کہ مَیں اکیلا دومۃ الجندل شہر میں داخل ہوں گا اور مَیں شہر کی وسطی سرائے کے سامنے حرقوس کی حویلی میں داخل ہوں گا اور سنو مَیں اس کے گروہ میں

شامل ہو کر دیکھوں گا کہ ابوالبحر کون ہے اور پھر مَیں مناسب موقع جان کر اس ابوالبحر کو وہاں سے اغواہ کر کے یہاں سرائے کی طرف لاؤں گا اور پھر سرائے سے تمہیں لے کر ہم دونوں اس کے ساتھ تمہاری بستی کی طرف روانہ ہو جائیں گے ۔

میرا اس شہر میں داخل ہونا کسی خطرے کا باعث نہیں ہے اس لیے کہ مجھے سوائے عدیم بن ساعدہ کے کوئی بھی جانتا اور پہچانتا نہیں ہے ۔ جب کہ تمہیں اس شہر میں جاننے والے بہت ہیں ۔ لہٰذا تم اسی سرائے میں ہی قیام کرو گے اور مَیں اپنی ساری کارگزاری کی اطلاع ہر روز شام کو آ کر اس سرائے میں تمہیں دیا کروں گا ۔"

نذار بن الیاس نے سماک بن خرشہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا ۔ پھر وہ دونوں سرائے میں داخل ہوئے ۔ اپنے ٹھہرنے کے لیے دونوں نے اس سرائے میں ایک کمرہ حاصل کیا ۔ نذار بن الیاس اسی کمرے میں آرام کرنے لگا تھا جب کہ سماک بن خرشہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھ گیا تھا ۔



دومۃ الجندل شہر میں داخل ہونے کے بعد سماک بن خرشہ شہر کی وسطی سرائے کے سامنے والی حویلی میں داخل ہوا ۔ حویلی کے صحن میں اس نے اپنا گھوڑا باندھا اور وہاں سے گزرتے ہوئے ایک جوان کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھا ۔

"اے میرے بھائی ! مجھے اس حویلی کے مالک حرقوس سے ملنا ہے ۔"

اس جوان نے حویلی کے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔ "وہ سامنے والے کمرے میں چلے جاؤ ، حرقوس تمہیں وہاں بیٹھا ہوا ملے گا ۔"

سماک نے اپنے سر پر اپنے عمامے کے نیچے اپنا خود درست کیا ۔ اپنی عبا کے نیچے پہنی ہوئی زرہ کو نیچے سے کھینچ کر برابر کیا ۔ اس کے بعد وہ اپنی عبا کو درست کرتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھا اور آگے بڑھ کر اس نے اس کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی ۔ تھوڑی ہی دیر بعد اندر سے کسی نے پکارتے ہوئے کہا ۔ "اندر آ جاؤ ۔"

سماک دروازہ کھول کر جب اندر داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ کمرے کے وسط میں ایک گدی دار نشست پر حرقوس بیٹھا ہوا تھا ۔ سماک بن خرشہ اس کے سامنے جا بیٹھا اور اس کو مخاطب کر کے کہا ۔ "اگر مَیں غلطی پر نہیں تو تم ہی حرقوس ہو ۔"

حرقوس نے بڑی نرمی میں کہا ۔ "ہاں ، مَیں ہی حرقوس ہوں اور تم کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو ۔"

اس پر سماک بن خرشہ دوبارہ بولا اور کہا۔" میرا نام زوش بن قادس ہے میرا تعلق بنو تغلب سے ہے اور میں تمہارے گروہ میں شامل ہونے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

سماک بن خرشہ کے اس انکشاف پر اس حرقوس نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے سر سے لے کر پاؤں تک سماک کا جائزہ لیا۔ پھر اس نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے کہا۔" اے ابن قادس! تم اپنی جسمانی ساخت، اپنے قد کاٹھ، اپنے ڈیل ڈول سے ایک عمدہ تیغ زن تو لگتے ہو پھر بھی اپنے گروہ میں کسی کو شامل کرنے کے لیے میرا ایک قاعدہ اور کلیہ ہے۔"

سماک نے جھٹ پوچھ لیا۔" اے حرقوس اپنے گروہ میں شامل کرنے کے لیے تمہاری کیا شرط ہے۔ تمہارا کیا قاعدہ اور کلیہ ہے؟"

اس پر حرقوس پھر بولا اور کہا۔" جو کوئی بھی میرے گروہ میں شامل ہونا چاہے اُسے میرے ایک جوان کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور اگر کوئی بھی شخص اس جوان کا تھوڑی دیر تک مقابلہ کر جائے میں اُسے اپنے گروہ میں شامل کر لیتا ہوں اور جو جوان میرے اس خاص آدمی کے سامنے جم نہ سکے، میں اسے اپنے گروہ میں شامل نہیں کر سکتا۔"

اس پر سماک بن خرشہ نے پھر پوچھا۔" اے حرقوس! وہ جوان کون ہے جس سے تم ان جوانوں کا مقابلہ کراتے ہو جنہیں تمہیں اپنے گروہ میں شامل کرنا ہوتا ہے۔"

اس پر حرقوس بولا اور کہا۔" اے ابن قادس میرے پاس جس قدر بھی جوان ہیں جو میں لوگوں کو کرایہ پر مہیا کرتا ہوں۔ ان میں سب سے زیادہ مہلک اور خون خوار دو بھائی ہیں، ان میں سے بڑے بھائی کا نام ابوحریف اور چھوٹے بھائی کا نام ابوالبحر ہے۔ ان دونوں بھائیوں میں سے چھوٹا جو ابوالبحر ہے زیادہ خون خوار ہے۔ اس کے ساتھ میں کسی کا مقابلہ نہیں کراتا۔ اس لیے کہ جو بھی اس سے مقابلہ کرتا ہے وہ اسے قتل کر دیتا ہے اس سے پہلے دو جوان میرے گروہ میں شامل ہونے کے لیے آئے تھے انہوں نے ابوالبحر سے مقابلہ کرنے کی ضد کی تھی۔ پس ان دونوں کا مقابلہ ابوالبحر سے ہوا اور ابوالبحر نے ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا کیوں کہ یہ ابوالبحر ایک انتہائی خونخوار اور زوردار جوان ہے۔ یہ



جس کسی سے بھی مقابلہ کرتا ہے اسے اس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک موت بن کر اس پر وارد نہیں ہوتا۔ لہٰذا میں اس ابوالبحر کے ساتھ کسی کا مقابلہ نہیں کراتا۔ ہاں اس ابوالبحر کا بڑا بھائی ابوالحریف ذرا ٹھنڈی طبیعت کا ہے اور بڑے سنجیدہ مزاج کا انسان ہے جو شخص بھی میرے گروہ میں شامل ہونے کی نیت سے آئے، میں اس کا ابوحریف سے مقابلہ کراتا ہوں اور جو کوئی بھی تھوڑی دیر جم کر اس ابوحریف کا مقابلہ کر جائے میں اسے اپنے گروہ میں شامل کر لیتا ہوں۔"

اس پر سماک بن خرشہ حرقوس کے خاموش ہونے پر بولا اور پوچھا۔" اے حرقوس! اگر کوئی شخص اس ابوحریف کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کر جائے تو پھر؟"

حرقوس نے فوراً چونکتے ہوئے کہا۔" ایسا ممکن نہیں ہے۔ آج تک جتنے بھی جوان میرے گروہ میں شامل ہونے کے لیے آئے ان میں سے کوئی بھی ابوحریف کو زیر اور مغلوب نہیں کر سکا۔ ہاں اس کے سامنے تھوڑی دیر جم کر مقابلہ کرنا ممکن ہوا ہے ورنہ اس ابوحریف جیسے جوان کو زیر کرنا مشکل ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں یہ ایک ناممکن کام ہے۔

حرقوس جب خاموش ہوا تو سماک بن خرشہ دوبارہ بولا اور کہا۔" اے حرقوس! میں تمہارے گروہ میں شامل ہونے کی خواہش رکھتا ہوں اور میں اس ابوحریف سے بھی مقابلہ کرنے کا دعویٰ کرتا ہوں اور میں تم پر یہ بھی انکشاف کرتا ہوں کہ میں اس مقابلے میں اسے نہ صرف ذلیل و رسوا کروں گا بلکہ اس کو اپنے سامنے زیر کر کے ثابت کروں گا کہ میں تیغ زنی، طاقت اور قوت میں اس ابوحریف سے بالا و ارفع ہوں۔

سماک بن خرشہ جب خاموش ہوا تو حرقوس نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے۔

" اے ابن قادس! اگر کوئی یہ بات کہے کہ میں ابوحریف کو زیر کر لوں تو میں یہ خیال کرتا ہوں کہ وہ چھوٹا منہ اور بڑی بات کرتا ہے۔ یہ جو ابوحریف ہے سن رکھو کہ یہ تیز غراتی موجوں جیسا سبک رفتار جبیت کے ولولوں جیسا پُرجوش فرزمندی کے عزائم جیسا کامیاب۔ اڑتے وقت کی اُڑان جیسا رفعت والا اور رات کے جلتے پروں کی راکھ کی طرح ہولناک انسان ہے۔ یہ ابوحریف خلا کے پُراسرار سناٹے جیسا گھمبیر جوان ہے۔ اپنے مدمقابل

پر یہ عناصر کے طوفان کی طرح حملہ آور ہوتا ہے اور وقت کی دھول بن کر اس پر چھا جاتا ہے اور تنکوں کی مانند اُسے زخموں کی قبا بنا کر ہی نہیں رکھتا بلکہ اسے موت کی وادیوں کی طرف بھی ہانک لے جاتا ہے۔ لہٰذا اے ابنِ قادس میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تو اس ابوحریف کو اپنے سامنے زیر کرنے کا خیال اپنے دِل سے نکال دے ہاں اگر تُو میرے گروہ میں شامل ہونا ہی چاہتا ہے تو تُو اس سے مقابلہ کر دیکھ اگر تُو تھوڑی دیر کے لیے بھی اس کے سامنے جم گیا۔ تو میں سمجھوں گا کہ تو کامیاب ہے اور میں تجھے اپنے گروہ میں شامل کر لوں گا۔" اس پر سماک بن خرشہ نے حرقوس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔ "اے حرقوس! اگر میں نے اس مقابلے میں ابوحریف کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کر کے رکھ دیا تو پھر تمہارا کیا خیال ہے۔"

اس پر حرقوس نے شک وشبہ کی نگاہ سے سماک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اوّل تو یہ ہے ہی ناممکن کہ کوئی اپنے سامنے ابوحریف کو زیر کرے اور اگر بالفرض تم اس کو اپنے سامنے زیر ہی کر لو تو جس قدر میرے پاس جوان اس وقت کام کر رہے ہیں۔ اُن سب سے بڑھ کر تیری تکریم اور تیری عزت کروں گا۔ تجھے اپنا دایاں بازو بنا کر رکھوں گا اور میرے ہاں تیری حیثیت ایک بھائی جیسی اور ایک عزیز کی طرح ہوگی۔"

سماک بن خرشہ پھر بولا اور کہا۔ "اے حرقوس! تم نے میرے سامنے جو ابوحریف کی تعریف کی ہے تو اس کے جواب میں میں اس قدر ضرور کہوں گا کہ میں اپنے مدِمقابل کی نہاں قوتوں اور اس کی پنہاں طاقتوں کو اپنے سامنے زیر کرنے کا فن جانتا ہوں۔"

"اے حرقوس! میں نے اپنی زندگی میں سینکڑوں نمرود جھانک کر دیکھے ہیں۔ انسان کے بھیس میں اَن گنت شیطانوں سے میرا پالا پڑا ہے۔ پر میں نے اپنے سامنے بڑے بڑے فرعونوں اور بڑے بڑے ہامانوں کو زیر کر کے رکھ دیا ہے۔"

"اے حرقوس! میں جب اپنے کسی دشمن، اپنے کسی مدِمقابل پر حملہ آور ہوتا ہوں تو اس کی حالت ایسی کرتا ہوں جیسے کہ صبح کی کرنیں افق تا افق پھیلی تیرگیوں کی دھجیاں اُڑا کر رکھ دیتی ہیں، یا جیسے قطرے میں خورشید کی کرنوں کا اوّلین لمس اُتر کر رہ جاتا ہے۔



سو اے حرقوس! تو ایسا کر کہ میرا اور ابوحریف کے مقابلے کا انتظام کر پھر دیکھ میں تیری موجودگی میں اور تیرے ساتھ کام کرنے والے سب جوانوں کے سامنے اس ابوحریف کو کس طرح اپنے سامنے ذلیل اور شکست خوردہ کرتا ہوں۔

سماک بن خرشہ کی یہ گفتگو سننے کے بعد حرقوس نے اپنے قریب ہی پڑی ہوئی لکڑی کی ہتھوڑی اُٹھائی اور اسے اپنے دائیں پہلو میں لٹکتے ہوئے تانبے کے طشت پر دے مارا اس سے کمرے کے اندر ایک گہری آواز گونجی جس کے جواب میں تھوڑی ہی دیر بعد ایک جوان کمرے میں داخل ہُوا اور اس جوان کو مخاطب کرتے ہوئے حرقوس نے کہا۔ "سارے جوانوں سے کہو کہ ایک گول دائرے کی شکل میں حویلی کے صحن کے اندر جمع ہو جائیں اور حریف سے میرا یہ پیغام دو کہ زوش بن قادس نام کا ایک جوان ہمارے گروہ میں شامل ہونا چاہتا ہے اور وہ تم سے ابھی اور اسی وقت مقابلہ کرے گا۔" حرقوس جب خاموش ہُوا تو وہ جوان اپنے سر کو خم کرتا ہُوا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک حرقوس اور سماک بن خرشہ ایک دوسرے کے سامنے اس کمرے میں خاموش بیٹھے رہے۔ پھر وہی جوان دوبارہ اس کمرے میں داخل ہُوا اور حرقوس سے مخاطب ہوتے ہوئے اس نے کہا۔

"اے حرقوس! میرے آقا! سارے جوان اس وقت حویلی کے صحن میں گول دائرے کی شکل میں کھڑے ہیں۔ ابوحریف کو بھی آپ کا پیغام پہنچا دیا گیا ہے اور وہ بھی مسلح ہو کر صحن میں تیار کھڑا ہے اور اس کے ساتھ اس کا بھائی ابوالبحر بھی ہے لہٰذا وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جو جوان مقابلہ کر کے اس گروہ میں شامل ہونا چاہتا ہے اسے باہر لایا جائے تاکہ مقابلے کی ابتدا کی جائے۔"

اس پر حرقوس اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہُوا اور سماک بن خرشہ کی طرف اس نے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ قادس اُٹھ کھڑے ہو، تمہارے مقابلے کا وقت آگیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم اس ابوحریف کے مقابلے میں کیسی اور کس قسم کی کارگزاری کا مظاہرہ کرتے ہو۔" اس کے ساتھ ہی سماک بن خرشہ اس حرقوس کے ساتھ کمرے سے نکل کر حویلی کے صحن

کی طرف بڑھا تھا۔

حرقوس سماک بن خرشہ کو لے کر اُس جگہ آیا جہاں اس کے سارے آدمی جن کی تعداد ۵۰ ساٹھ کے قریب ہو گی ایک گول دائرے کی شکل میں کھڑے تھے اور اس دائرے کے ایک طرف ابوحریف اور اس کا چھوٹا بھائی ابوالبجر کھڑے تھے۔ حرقوس' سماک بن خرشہ کو لے کر اس جگہ آیا جہاں ابوحریف اور اس کا چھوٹا بھائی ابوالبجر کھڑے تھے۔ پہلے ان دونوں بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے حرقوس نے کہا۔" یہ جوان ہمارے گروہ میں شامل ہونے کی نیت سے آیا ہے۔ اور اے ابوحریف! تم سے مقابلے کا یہ خواہش مند ہے۔ اس کا تعلق بنو تغلب سے ہے اور نام اس کا زوش بن قادس ہے۔"

اور پھر حرقوس نے سماک بن خرشہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" اے ابنِ قادس! یہ جو تمہارے سامنے دو جوان کھڑے ہیں' ان میں سے بائیں طرف والا ابوحریف ہے اور دائیں طرف والا ابوالبجر۔ یہ دونوں سگے بھائی ہیں۔ ابوالبجر چھوٹا اور ابوحریف بڑا بھائی ہے اور جس قدر بھی میرے پاس جوان کام کر رہے ہیں ان میں سے یہ دونوں طاقت و قوت اور تیغ زنی میں سب سے اعلیٰ و ارفع ہیں۔

پھر حرقوس نے ابوحریف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" اے ابوحریف! آؤ' اب تم دونوں کے مقابلے کی ابتدا کی جائے"۔ ابوحریف فوراً حرکت میں آیا اور گول دائرے کی شکل میں کھڑے اپنے ساتھیوں کو چیرتا ہوا گول دائرے کے وسط میں آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر حرقوس نے سماک بن خرشہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔" اے ابن قادس! کیا تم اس مقابلے کے لیے اپنی تلوار اور ڈھال استعمال کرو گے یا ہم تمہیں تلوار اور ڈھال مہیا کریں۔

سماک بن خرشہ نے کہا۔" میں تیرا شکر گزار ہوں' پر اس مقابلے کے لیے میں اپنی ہی تلوار اور ڈھال استعمال کروں گا"۔ اس کے ساتھ ہی سماک نے اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی اور پشت پر لٹکتی ہوئی اپنی ڈھال بھی اس نے سنبھال لی تھی۔ دوسری طرف ابوحریف بھی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی حرقوس نے فیصلہ کن انداز میں کہا اگر ایسا ہے تو پھر تم دونوں مقابلہ شروع کر دو۔ اس کے ساتھ



حرقوس کے دوسرے ساتھی جو ایک گول دائرے کی شکل میں کھڑے تھے وہ اور زیادہ پھیل کر پیچھے ہٹ گئے اور مقابلے کے میدان کو انہوں نے اور زیادہ کھلا اور وسیع کر دیا تھا اور پھر سماک بن خرشہ اور ابوحریف کا مقابلہ شروع ہو گیا تھا۔

شروع میں دونوں ایک دوسرے پر سوچ سمجھ کر اور ٹھہر ٹھہر کر حملہ آور ہو رہے تھے۔ شاید وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ ان کے حملوں میں تیزی اور کاٹ بڑھتی چلی گئی تھی۔ ابوحریف کا خیال تھا کہ وہ مقابلے کو طول دے کر اور اس طرح وہ سماک کو تھکا کر اپنے سامنے زیر کر دے گا۔ اسی لیے وہ کافی دیر تک سست رفتاری سے اپنا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ سماک پر چھوٹے چھوٹے وار کرتا رہا تھا لیکن سماک بھی اس کی ساری نیت اور سارے ارادوں کو جانچ اور بھانپ رہا تھا اور پھر جوں جوں ابوحریف اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرتا جا رہا تھا۔ سماک نے اپنے حملوں میں اس سے بھی زیادہ تیزی اور قوت پیدا کر کے رکھ دی تھی اور سماک کی طرف سے یہ ردِ عمل دیکھ کر ابوحریف کو مایوسی ہوئی تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ شاید سماک پر تھکاوٹ اور سستی پیدا ہو گئی ہو گی لیکن سماک ایسے ہی تازہ دم تھا جس طرح وہ مقابلہ شروع کرتے وقت تھا اور پھر جب تھوڑی دیر مقابلے نے اور طول پکڑا تو سماک کی طوفانی حیثیت اور زیادہ غالب ہونے لگی تھی۔

اب ابوحریف پر تھکاوٹ کے آثار واضح ہونے لگے تھے جب کہ سماک بن خرشہ خوب بڑھ چڑھ کر قاتل لہروں' لمحوں کے آشوب اور ریت کے ویرانوں میں بدبختی کی سیاہی بن کر ابوحریف پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ وہ سنگ دِل وقت کی نفرت کی طرح اور آثارِ غم بن کر ابوحریف پر چھا رہا تھا اور اس کے حملوں سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے تیز حملوں سے ابوحریف کا چہرہ لہولہو اور اس کا بدن پارہ پارہ کر دینے کا عزم کر چکا ہو۔

سماک بن خرشہ کے اِن تیز حملوں کے سامنے ابوحریف کی حالت اب خزاں کی پیاس' گرد آلود الفاظ' غضب ناک وحشت اور لہو کی وخونخوار لہروں کی طرح ہوتی

جارہی تھی۔ اس کی حالت سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے تن کی ساری شریانیں تن کر رہ گئی ہوں۔ اس کی زندگی کا ساز شکستہ ہو گیا ہو اور اس کی سانسوں کا الاؤ بجھنے کے قریب جا پہنچا ہو۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اس کی حالت ایسی ہو گئی ہے۔ جیسے صداؤں کے شہر خاموشی کی زد میں آ گئے ہوں۔ یا نغموں کے قافلے چتاؤں کے شہر میں غروب ہونے لگے ہوں۔

بہر حال مجموعی طور پر سماک بن خرشہ کے خوفناک حملوں کے سامنے ابو حریف کی حالت کسی بچھڑے ہوئے گیت بلکہ اس سے بھی بدتر اور عبرت خیز ہو رہی تھی۔

ابو حریف اب بڑی مشکل سے سماک کے حملوں کے سامنے اپنا دفاع کر رہا تھا اور اب وہ اپنے بچاؤ کے لیے سماک کے آگے آگے الٹے پاؤں میدان کے گرد چکر لگانے لگا تھا۔ سماک تھوڑی دیر تک اُسے اپنے سامنے میدان کے گرد چکر لگواتا رہا اور سماک بن خرشہ کے سامنے ابو حریف کی یہ حالت دیکھ کر حرقوس بڑا خوش ہو رہا تھا۔ پھر اچانک سماک بن خرشہ نے بلند آواز میں ابو حریف کو پکارتے ہوئے کہا "اے ابو حریف اپنی تلوار سنبھالنا میں اسے کاٹنے لگا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی سماک بن خرشہ نے اپنی پوری آواز سے تکبیر بلند کی اور ساتھ ہی اپنی تلوار کچھ اس زور اور قوت سے لہرا کر ابو حریف کی تلوار کے دستے کے قریب ماری کہ ابو حریف کی تلوار کٹ کر دو حصّوں میں ہو گئی تھی۔ ایک حصّہ جو دستہ پر مشتمل تھا وہ ابو حریف کے ہاتھ میں پکڑا رہ گیا تھا۔ جب کہ دوسرا حصّہ زمین پر گر گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سماک بن خرشہ نے اپنے ہاتھ کا اُلٹا طمانچہ اس زور سے ابو حریف کے مُنہ پر مارا کہ ابو حریف زمین پر گر گیا۔

سماک بن خرشہ آگے بڑھا اُس نے اپنا ایک پاؤں زمین پر گرے ہوئے ابو حریف کی چھاتی پر رکھا اور اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے اس نے حرقوص کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اے حرقوس! کیا یہ مقابلہ میں جیت چکا ہوں؟"

قبل اس کے کہ سماک بن خرشہ کے اس استفسار کا جواب حرقوس دیتا' ابو حریف



کا چھوٹا بھائی ابو البجر بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور سماک بن خرشہ کے پیچھے سے ہوتے ہوئے اس نے سماک بن خرشہ کی گردن پر اپنے دائیں ہاتھ کی گرفت ڈال کر اُسے اپنے بھائی کے اُوپر سے پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "تجھے یہ کیسے جرأت ہوئی کہ میرے بھائی کو اپنے سامنے زیر کرنے کے بعد تو اس کی چھاتی پر اپنا پاؤں رکھ کر اور اپنی تلوار فضا میں بلند کر کے حرقوس سے یہ پوچھے کہ تُو جیت چکا ہے یا نہیں"۔

سماک بن خرشہ نے ابو البجر کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی گردن ابو البجر سے چھڑا لی اور پھر اپنے اُلٹے ہاتھ کا ایک طمانچہ اس نے ابو البجر کے مُنہ پر ایسے زور اور ایسی قوت سے مارا تھا کہ ابو البجر دوہرا ہوتا ہُوا زمین پر گر گیا تھا۔ پھر سماک بن خرشہ اس کی طرف بڑھا۔ اس کا گریبان اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑ کر اُوپر اٹھایا۔ اور اپنی تلوار کا دستہ اس نے ابو البجر کی گردن پر ایسے زور سے مارا کہ ابو البجر تکلیف کی شدت سے سامان لدتے اُونٹ کی طرح بلبلا اٹھا تھا اور پھر اس کے بعد سماک نے ایک دو تین طمانچے لگاتار ابو البجر کے منہ پر دے مارے اور پھر اس کا گریبان پکڑ کر غراتے ہوئے اس نے کہا۔

"تم نے کیا سمجھ رکھا ہے کہ میں ایک کمزور اور لاغر انسان ہوں جو تمہارے گروہ میں شامل ہونے کے لیے آیا ہوں۔ قسم مجھے اپنے خداوند زندہ و بیدار کی۔ اگر تم دونوں بھائی ایک ساتھ بھی میرے مقابلے پر آؤ تو میں تم دونوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دوں گا"۔

اس کے ساتھ ہی سماک نے اپنا دایاں ہاتھ ابو البجر کی گردن پر ڈالا اور اسے اپنے ایک ہاتھ پر اُوپر اٹھاتے ہوئے فضا کے اندر معلق کیا اور پھر دوبارہ اس نے اپنا دایاں پاؤں زمین پر پڑے ہوئے ابو حریف کی چھاتی پر رکھتے ہوئے اور اپنے دائیں ہاتھ پر اس کے چھوٹے بھائی ابو البجر کو فضا کے اندر بلند کرتے ہوئے۔ حرقوس کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "اے حرقوس میں یہ مقابلہ جیت چکا ہوں یا نہیں؟"

اس پر حرقوس آگے بڑھا اور سماک بن خرشہ کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اس نے اپنا فیصلہ دیا اور کہا "اے ابن قادس! یہ مقابلہ واقعی تو جیت چکا ہے' اب

تو اس ابوالبحر کو بھی معاف کر دے "۔ اور ابوحریف کو اپنے پاؤں تلے سے اُٹھنے دے "۔

اِس کے ساتھ ہی سماک بن خرشہ نے ابوالبحر کو زمین پر ڈال دیا اور زمین پر لیٹے ہوئے ابوحریف کی چھاتی سے اپنا پاؤں ہٹا لیا تھا۔

زمین پر لیٹا ہُوا ابوحریف اب اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر ابوالبحر کو نہ جانے کیا ہُوا کہ وہ سماک بن خرشہ کے سامنے اپنے سر کو ذرا سا خم کرتے ہوئے بولا۔ " اے زوش بن قادس! مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ اس مقابلے میں تم میرے بھائی ابوحریف کو بُری طرح زیر اور مغلوب کر چکے ہو۔ مَیں نے اپنی زندگی میں تیرے جیسا تیغ زن اور زور آور جوان نہیں دیکھا۔ تُو نے جس قوت سے میرے منہ پر طمانچہ مارا اور مَیں لہرا کر زمین پر گِر گیا۔ ایسا کام ہر جوان کے بس کا روگ نہیں ہے اور نہ میں ہر کسی سے مغلوب ہونے والا ہوں "۔

" بہر حال اپنے بھائی کو تیرے سامنے مغلوب دیکھ کر مَیں آپے سے باہر ہو کر جو حرکت کر گیا ہوں اور تیرے ساتھ جو یہ بدتمیزی کی ہے اس کا مَیں تجھ سے معافی کا خواستگار ہوں۔ اب چونکہ تُو نے ہمارے اس گروہ میں رہنا ہے اس لیے تیری میری عداوت اچھی نہیں۔ کیوں کہ اب تو ہم نے آپس میں مِل کر ہی اس حرقوس کے ساتھ کام کرنا ہے۔ لہٰذا مَیں تم سے اپنے غلط رویّے کی معافی مانگتا ہوں۔ اور مجھے اُمید ہے کہ تم مجھے معاف کرتے ہوئے اپنا دل صاف کر لوگے "۔

ابوالبحر کی یہ گفتگو سُن کر سماک بن خرشہ نے بھی فوراً اپنے چہرے کے تاثرات بدل لیے اور اپنی ننگی تلوار ہاتھ میں پکڑے ہی پکڑے اس نے آگے بڑھ کر ابوالبحر کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کہا اے ابوالبحر! میرا دِل اب تمہاری طرف سے صاف ہے "۔

" بہر حال جو کچھ تم نے کیا۔ وہ ایک بھائی کی ہمدردی میں تم ایسا کرنے پر مجبور اور بے بس تھے۔ لہٰذا مَیں تمہاری اس حرکت کو معاف کرتا ہوں "۔

سماک بن خرشہ اور ابوالبحر کی یہ گفتگو سُن کر حرقوس بھی خوش ہو گیا تھا۔ پھر حرقوس سماک بن خرشہ کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہا۔ " اے ابن قادس! تم میرے ساتھ



" آؤ مَیں تمہیں تمہارا کمرہ بتاتا ہوں جس میں تم نے آج سے یہاں رہنا ہے "۔ اس کے ساتھ ہی سماک بن خرشہ نے اپنی تلوار نیام میں کر کے اور اپنی ڈھال کو اپنی پشت پر باندھ کر حرقوس کے ساتھ ہو لیا تھا۔ حرقوس اُسے ایک ایسے کمرے میں لے گیا۔ جس کے اندر ایک مسہری اور بستر کے علاوہ ضروریات کا سارا سامان تھا۔

حرقوس نے اس کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ " اے ابنِ قادس! یہ کمرہ آج سے تیری رہائش گاہ ہے "۔ پھر سامنے والی الماری سے اس نے ایک تالا نِکالا جس میں اندر چابی بھی لگی ہوئی تھی اور وہ تالا اور چابی اس نے سماک کو تھماتے ہوئے کہا۔ " یہ تالا اور چابی سنبھالو۔ جب تم نے کہیں باہر جانا ہو تو اپنے اس کمرے کو قفل لگا کر چلے جایا کرو اب مَیں سمجھتا ہوں کہ اس مقابلے کے بعد تم تھک چکے ہو گے لہٰذا تم آرام کرو اور سنو تم اپنے گھوڑے کی طرف سے فکر مند نہ ہوتا، مَیں ایک جوان کو تمہارے گھوڑے کے لیے مقرر کرتا ہوں وہ نہ صرف یہ کہ تمہارے گھوڑے کے لیے چارے کا انتظام کرے گا بلکہ تمہارے گھوڑے کو کھریرا بھی کرے گا۔ اور اس حویلی کے پچھواڑے میں ایک اصطبل ہے اس اصطبل میں سارے جوانوں کے گھوڑے باندھے جاتے ہیں، تمہارا گھوڑا بھی وہیں پہنچا دیا جائے گا۔ مَیں سمجھتا ہوں اب تم آرام کرو "۔

اس کے ساتھ ہی حرقوس وہاں سے ہٹ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ جب کہ سماک بن خرشہ اس کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے مسہری پر بیٹھ گیا تھا۔

حرقوس جب اپنے کمرے میں واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ کمرے میں ابوالبحر اور اس کا بڑا بھائی ابوحریف بیٹھے ہوئے تھے۔ جوں ہی حرقوس اپنی نشست پر آ کر بیٹھا تو ابوالبحر نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

" اے حرقوس! تو نے دیکھا اس نئے آنے والے جوان زوش بن قادس نے ہم دونوں بھائیوں کو سارے جوانوں کے سامنے کیسا بدنام اور کس طرح ہیچ اور پست کیا ہے "۔

اس پر حرقوس نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا۔ " یہ تو ٹھیک ہے، پر تم نے اس

کے حملہ آور ہونے کا انداز بھی دیکھا وہ لپکتی جھپکتی جھومتی برق کی طرح حملہ آور ہوتا تھا۔ اور اس کے بازو میں نیلے سمندر جیسے پانیوں کا زور اور قوت تھی۔ تم نے دیکھا وہ ابو حریف پر بَل کھاتی آندھیوں اور راستوں میں جہنم سجاتی ہوئی حرارت کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ مَیں نے تو اس کے حملوں اور اُس کی طاقت اور قوت سے اندازہ لگایا ہے کہ یہ وہ نوجوان ہے جو اپنی ذات سے خزاں کو بہاروں میں اور بے دست و پا جذبوں کو حقیقت میں بدل کر رکھ دے۔

حرقوس سے سماک بن خرشہ کی یہ تعریف سُن کر ابوالبحر نے انتہائی خوفناک انداز میں حرقوس کو گھورا اور بھیڑیے کی طرح غراتے ہوئے اس نے کہا "اے حرقوس! میں یہاں تم سے اُس ابن قادس کی تعریف سُننے نہیں آیا۔ مَیں اُس کے معاملے میں تم سے ایک معاہدہ کرنے آیا ہوں اور اگر تم نے میرے ساتھ وہ معاہدہ کرنے سے انکار کیا تو پھر سُن رکھو اے حرقوس! اگر ہم زندہ نہ رہیں گے تو اس حویلی میں تم بھی زندہ نہ رہو گے تمہارے جسم کو مَیں دو حصّوں میں کاٹ کر تمہارے کمرے کی چھت کے ساتھ لٹکا دوں گا۔

ابوالبحر کے یہ الفاظ سن کر حرقوس پر خوف اور کپکپی طاری ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر اس نے لرزتی کانپتی آواز میں پوچھا "تُو ناراض کیوں ہوتا ہے۔ بتا تُو اس ابن قادس کے سلسلے میں مجھ سے کیا کہنا چاہتا ہے۔ حرقوس کی بدلتی ہوئی حالت کو دیکھ کر ابوالبحر خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے حرقوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے حرقوس! تم دیکھ چکے ہو اور ہم نے بھی اندازہ لگا لیا ہے کہ یہ زوش بن قادس تیغ زنی میں اور طاقت و قوت میں ہم دونوں بھائیوں سے بالا و ارفع ہے۔ لہٰذا جب تک ہم دونوں اس گروہ میں شامل ہیں۔ یہ زوش بن قادس اس گروہ میں نہیں رہ سکتا اس کے یہاں رہنے سے ہمارے سارے ساتھی جوانوں کے اندر ہماری ایک پائی کی عزت نہ رہے گی۔ اور سارے ہی جوان اُس زوش بن قادس کی رضامندی اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا مَیں تم سے یہ معاہدہ کرنے کے لیے آیا ہوں کہ ابھی تھوڑی دیر تک مَیں یہاں سے چلا جاؤں گا تم اس ابن قادس کو یہاں اپنے



کمرے میں بُلانا اور اسے سمجھانا کہ بنو زبیان کا ایک شخص ہمارے پاس آیا ہے کہ اس نے ہمیں ایک بہت بڑی رقم دی ہے اور وہ دو اشخاص کے قتل کا کام ہم سے لینا چاہتا ہے۔ لہٰذا تم اس زوش بن قادس سے کہنا کہ تم اور ابوالبحر دونوں اس مہم پر کل صبح ہی صبح یہاں سے بنو زبیان کی طرف روانہ ہو جاؤ اور یہ زوش بن قادس میرے ساتھ بنو زبیان کی طرف جائے گا تو مَیں اسے شہر سے پانچ چھ میل دُور لے جا کر اچانک اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دوں گا۔ پھر اُسے وہیں ریت میں دفن کرنے کے بعد مَیں واپس آ جاؤں گا"

اے حرقوس! اس عفریت اور اس بلا سے نجات حاصل کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے اور اگر تم ایسا کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو سن رکھو، نہ تمہارا یہ اڈا چلے گا نہ تم زندہ رہو گے۔ اور نہ ہی ہم زندہ رہیں گے۔ یہ جوان جہاں ہماری گردنیں کاٹے گا وہاں تمہیں بھی یہ اژدھا کی طرح نگل کر رکھ دے گا۔

ابوالبحر کی یہ تجویز اور اس پیش کش پر حرقوس تھوڑی دیر تک گردن جُھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر شاید وہ کوئی آخری فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس لیے کہ اس نے تھوڑی دیر تک باری باری ابوالبحر اور اس کے بھائی ابوحریف کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے کہا۔

"اے ابوالبحر! تم ٹھیک ہی کہتے ہو، جو تجویز تم نے پیش کی ہے مَیں اس کے مطابق ہی عمل کروں گا۔ مَیں ابھی زوش بن قادس کو اپنے کمرے میں بلاتا ہوں اور اُسے کہتا ہوں کہ بنو زبیان کا ایک شخص ہمارے پاس آیا ہے۔ اس نے ہمیں ایک بڑی رقم دی ہے کہ وہ ہم سے دو آدمیوں کے قتل کا کام لینا چاہتا ہے۔ لہٰذا کل صبح ہی صبح تم اور ابوالبحر بنو زبیان کی طرف جاؤ اور بنو زبیان میں اس شخص سے مِل کر تم جن دو اشخاص کی طرف وہ اشارہ کرتا ہے انہیں قتل کر کے واپس آ جاؤ"

اس پر ابوالبحر اور اس کا بھائی ابوحریف دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر ابوالبحر نے آگے بڑھ کر حرقوس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا "اے حرقوس! تم نے زندگی میں پہلی بار میرے مطلب اور میرے کام کی بات کی ہے۔ اَب مَیں جاتا ہوں، تم اس ابن قادس کو

بلاکر ساری بات سمجھا دو، تاکہ کل صبح کے کھانے کے بعد وہ میرے ساتھ بنو زبیان کی طرف روانہ ہو سکے۔" اس کے ساتھ ہی ابوالبحر اور اس کا بھائی ابو حریف دونوں حرقوس کے کمرے سے نکل کر چلے گئے تھے۔

ابوالبحر اور اس کے بڑے بھائی ابو حریف کے کمرے سے نکلتے ہی حرقوس نے اپنے قریب پڑی ہوئی لکڑی کی ہتھوڑی اٹھائی اور دائیں پہلو میں لٹکتے ہوئے طشت پر ایک زوردار ضرب لگائی جس سے کمرے کے اندر اور باہر ایک گہری گونج لہرا اُٹھی تھی۔ پھر ایک جوان بھاگا بھاگا حرقوس کے سامنے آیا اور اپنے سر کو خم کر کے کھڑا ہو گیا۔ حرقوس نے کچھ سوچا پھر اس جوان کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہمارے گروہ میں نئے شامل ہونے والے زوش بن قادس کو میرے پاس بلا کر لاؤ، اُسے کہو کہ تمہارے لیے ایک ضروری کام آن پڑا ہے۔ لہٰذا تم حرقوس سے جا کر ملو۔"

حرقوس کا یہ حکم سُن کر وہ جوان اپنے سر کو خم کیے ہوئے واپس مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد سماک بن خرشہ حرقوس کے کمرے میں داخل ہوا۔ اور اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔" اے ابنِ قادس! بیٹھو، تم خوش قسمت ہو۔ تم آج ہی ہمارے گروہ میں داخل ہوئے ہو اور آج ہی تمہارے لیے ایک کام نکل آیا ہے۔"

اس پر سماک نے بڑی خوش دلی اور بڑی ملائمت سے حرقوس کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔" اے حرقوس! تم نے میرے لیے کیسا اور کون سا کام نکالا ہے۔ تم مجھے اس کی نوعیت بتاؤ۔ میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہارے کسی بھی کام سے انکار نہ کروں گا۔"

سماک بن خرشہ کے اس جواب پر حرقوس خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ اُٹھ کر اپنے کمرے کے دروازے پر آیا۔ ایک دفعہ اس نے باہر جھانک کر عمارت کے بیرونی حصے کا جائزہ لیا پھر کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے وہ سماک بن خرشہ کے قریب بیٹھا اور رازداری



میں اُس سے گفتگو کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"اے ابن قادس! تم اپنی تیغ زنی اور اپنی طاقت اور قوت میں ایک آفاق گیر انسان ہو، جو کچھ میں نے تمہارے مقابلے کے دوران دیکھا ہے اس سے میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ تم کن عناصر کی یلغار اور اس کارگاہِ زیست کی ہنگامہ آرائی میں انقلاب کی ایک ایسی ترک تاز ہو جو کارواں در کارواں اور قافلہ در قافلہ ایک تغیر و تبدل اور ایک تبدیلی نمایاں کر کے رکھ دے۔"

"اے میرے عزیز! اے میرے بھائی! تم جیسے جوانوں کو میں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز اور اپنے بھائیوں کی طرح سمجھتا ہوں لیکن یہ تمہارا مقابلہ جیتنے سے مجھ پر بھی ایک طوفان اور ایک افتاد آن پڑی ہے۔" پھر اس کے بعد حرقوس نے اپنا لہجہ دھیما کر لیا اور رازداری میں اس نے سماک بن خرشہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابنِ قادس! یہ ابوالبحر اور ابو حریف دونوں بھائی شعلوں کا انبار، تشنگی کا سراب اور دل کا فانوس بجھانے والے انسان ہیں۔ یہ دونوں انتہائی خود غرض اور لالچی بلکہ کمینے اور منتقم المزاج ہیں۔ تمہارے یہاں آنے سے تھوڑی دیر پہلے دونوں بھائی میرے پاس سے اُٹھ کر گئے ہیں اور مجھے انہوں نے کہا ہے کہ اگر یہ زوش بن قادس یہاں ہم سے مقابلے میں جیت کر اس حویلی میں رہتا ہے تو یہاں رہنے والے جوانوں میں اس کی عزت ہو گی اور ہم سب کو یہاں لوگ حقیر سمجھیں گے لہٰذا اس نے مجھے دھمکی دے کر یہ تجویز پیش کی ہے کہ تم ہمارے جانے کے بعد زوش بن قادس کو اپنے کمرے میں بُلا کر کہو کہ بنو زبیان کا ایک شخص ابھی ابھی آیا ہے اور وہ دو آدمیوں کو قتل کرانے کے لیے ہمارے خدمات حاصل کرنا چاہتا ہے لہٰذا تم اور ابوالبحر کل صبح ہی صبح بنو زبیان کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اس ابوالبحر کا یہ خیال ہے کہ کل جب تم اس کے ساتھ بنو زبیان کی طرف روانہ ہو گے تو شہر سے پانچ چھ میل باہر جا کر وہ تم پر اچانک حملہ آور ہو کر تمہارا خاتمہ کر دے گا اور تمہیں وہاں دفن کر کے واپس آ جائے گا۔"

"اے ابنِ قادس! ان دونوں بھائیوں کے جو ارادے ہیں میں نے ان سے پہلے

ہی تمہیں آگاہ کر دیا ہے تاکہ تم ان دونوں کی طرف سے محتاط رہو۔ اس لیے کہ میں تمہیں پہلے ہی آگاہ کر چکا ہوں میں بہادروں اور عمدہ قسم کے تیغ زنوں پر جان چھڑکتا ہوں اور انہیں اپنے بھائیوں جیسا عزیز اور مہربان رکھتا ہوں۔ لہٰذا کل تم اس ابوالبحر کے ساتھ بنوزبیان کی طرف ضرور روانہ ہو لیکن راستے میں محتاط رہنا کہ کہیں وہ تم پر اچانک حملہ آور ہو کر تمہارا خاتمہ نہ کر دے اور تم اگر اس کا خاتمہ کر کے اسے وہاں دفن کر آؤ تو بخدا مجھے بڑی خوشی ہو گی۔ اس لیے کہ یہ دونوں بھائی میرے لیے بھی مصیبت اور اذیت کا باعث بنے ہوئے ہیں اور اگر میں تمہیں کل ابوالبحر کے ساتھ بنوزبیان کی طرف نہیں بھیجتا پھر بھی وہ دونوں بھائی میرے متعلق مشکوک ہو جائیں گے اور ہو سکتا ہے کسی رات اچانک مجھ پر حملہ آور ہو کر میرا ہی خاتمہ کر دیں۔ لہٰذا کل تم یہاں سے ابوالبحر کے ساتھ بنوزبیان کی طرف روانہ ہونا اور راستے میں اس کا خاتمہ کر کے واپس لوٹ آنا۔"

حرقوس کی گفتگو سننے کے بعد سماک بن خرشہ تھوڑی دیر کے لیے بڑی ممنونیت سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے دوستی کے جذبوں سے بھرپور آواز میں کہا۔

"اے حرقوس! میں تیرا ممنون ہوں کہ تو مجھے ابوالبحر اور اس کے بھائی کی سازش سے پہلے ہی مطلع کر رہا ہے۔ سنو! میں کل صبح اس ابوالبحر کے ساتھ ضرور بنوزبیان روانہ ہوں گا اور تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں راستے میں اس ابوالبحر کا خاتمہ کر کے رکھ دوں گا۔ اب تم مطمئن ہو کر سو جاؤ۔ میں اپنے کمرے میں جاتا ہوں اور صبح میں اس ابوالبحر کے ساتھ ضرور روانہ ہوں گا اور سنو اے حرقوس! میں تھوڑی دیر کے لیے اپنے ایک جاننے والے کے ہاں شہر میں جاؤں گا اور اس کے بعد جلدی واپس آ جاؤں گا۔"

اس پر حرقوس نے بڑی ملائمت اور شفقت سے کہا۔ "تم ضرور جاؤ۔ تم نے اگر کہیں جانا ہے تو اس کے لیے مجھے پوچھنے اور بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج کے بعد تم میرے بھائی ہو۔ تم اس حویلی میں رہتے ہوئے ہر کام اپنی مرضی اور منشا کے مطابق کر سکتے ہو۔" اس کے ساتھ ہی سماک اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ آگے بڑھ کر اس نے حرقوس سے مصافحہ کیا۔ پھر وہ اس کے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔



○

سماک بن خرشہ شام تک اپنے اس کمرے میں آرام کرتا رہا تھا اور جب سورج غروب ہو گیا اور فضاؤں کے اندر تاریکیاں پھیل گئیں تب وہ اپنے کمرے سے نکلا۔ اس حویلی کے پچھواڑے میں اصطبل کی طرف آیا وہاں اس نے اپنے گھوڑے پر زین ڈال کر اسے تیار کیا اور پھر گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے حویلی سے نکلا اور سوار ہو کر دومۃ الجندل شہر کی جنوبی سرائے کی طرف جا رہا تھا۔

جوں ہی سماک بن خرشہ اس سرائے کے بیرونی دروازے کی طرف آیا، اندر سے نذار بن الیاس بھاگتا ہوا نکلا اور اس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے اس نے بڑی بے تابی اور بے چینی میں پوچھا۔ "اے ابنِ خرشہ! میرے بھائی تم کیا کر آئے ہو۔" اس پر سماک اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ ایک ہاتھ سے اس نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی اور دوسرے ہاتھ سے اس نے نذار بن الیاس کا بازو تھامتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ الیاس! میری بات غور سے سنو، قدرت پوری طرح ہمارا ساتھ دے رہی ہے اور جس کام کے لیے میں ایک لائحہ عمل تیار کرنا چاہتا تھا وہ کام میرے اللہ نے آپ ہی سیدھا کر کے رکھ دیا ہے۔"

پھر سماک بن خرشہ نذار بن الیاس کا ہاتھ پکڑ کر سرائے سے باہر لے گیا۔ دونوں اس شاہراہ کے کنارے آ کھڑے ہوئے جو سرائے کی طرف سے گزرتی ہوئی جنوب کی طرف جاتی تھی۔ وہاں کھڑے ہو کر سماک نے پھر نذار بن الیاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابنِ الیاس! میرا دل کہتا ہے کہ اب ہمیں یہاں زیادہ دن انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ میرے خداوند نے میرے سارے ہی کام سیدھے کر دیئے ہیں۔" اس کے بعد سماک بن خرشہ نے حرقوس کی حویلی میں داخل ہونے، وہاں ابو حریف سے اپنے مقابلے اور پھر ابوالبحر سے جھگڑے کی تفصیل سنانے کے بعد اسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ کس طرح ابوالبحر ایک دھوکہ دہی کے ساتھ کل صبح اسے بنوزبیان کی طرف لے

جانا چاہتا ہے اور راستے میں اس کا خاتمہ کر دینا چاہتا ہے۔

یہ سارے حالات سُننے کے بعد نذار بن الیاس نے بڑی بے چینی سے سماک کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔" اس کے جواب میں اے میرے بھائی! تم نے کیا لائحہ عمل اختیار کیا ہے۔"

سماک بن خرشہ نے بغیر کسی توقف کے کہا۔" اے ابن الیاس! میرے بھائی! مَیں بھی اپنا لائحہ عمل اس ابوالبحر کے خلاف مکمل طور پر تیار کر چکا ہوں۔ سنو میرے عزیز! میرے بھائی!"

" تم آج کی رات اس سرائے کے اندر قیام کرو اور کل سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی تم سرائے سے نکل کر دومۃ الجندل سے پانچ میل اپنے قبیلے کی طرف جانا کل صبح جب ابوالبحر بنو زبیان کی طرف مجھے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے نکلے گا تو شہر سے نکلتے ہی مَیں اس کے ساتھ گھڑ دوڑ لگا دوں گا اور یہ دوڑ مَیں پانچ میل تک جاری رکھوں گا جہاں تم شاہراہ کے قریب کھڑے میرا انتظار کر رہے ہو گے اور پھر وہاں پر ہم اس ابوالبحر پر قابو پانے کے بعد اور اسے رسیوں میں جکڑ کر تمہاری بستی کے قبرستان میں لے جائیں گے۔ مَیں اس کے ساتھ قبرستان میں ہی کھڑا رہوں گا جب کہ تم گھر جا کر اپنے باپ کو بُلا لانا تاکہ وہ ہمیں تمہارے بھائی کی قبر کی نشان دہی کرے۔ اس کے علاوہ ہم اس کی موجودگی میں اس ابوالبحر کی گردن کاٹ کر اسے تمہارے مرنے والے بھائی کے پاؤں کے پاس دفن کر کے رکھ دیں گے۔

سماک بن خرشہ تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر اس نے دوبارہ نذار بن الیاس کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔" اے ابنِ الیاس! میرے بھائی! یہ تو میرا لائحہ عمل ہے جو مَیں نے تیار کیا ہے۔ تمہارے ذہن میں اگر اس سے بہتر کوئی تجویز ہو تو کہو۔"

نذار بن الیاس نے آگے بڑھ کر بڑے جوش اور بڑے جذبے اور بڑی محبت اور بڑی چاہت میں سماک بن خرشہ کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا۔" اے میرے بھائی! اے میرے عزیز! قسم خداوند کی اس سے بہتر تجویز کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ سنو مَیں کل



صبح ہی صبح اس سرائے سے نکل کر شہر سے پانچ میل دُور اپنے قبیلے کی طرف چلا جاؤں گا۔ اور وہاں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کروں گا۔"

اس کے ساتھ ہی سماک نے اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔" اب تم سرائے کے اندر جاؤ اور جا کر آرام کرو۔ مَیں بھی اب واپس جاؤں گا۔"

اس پر نذار بن الیاس نے سماک بن خرشہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" اے میرے بھائی! مَیں نے تو ابھی تک کھانا بھی نہیں کھایا آؤ دونوں بھائی اس سرائے کے مطبخ ہی میں بیٹھ کر کھانا کھا لیتے ہیں۔"

سماک بن خرشہ نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔" اے ابن الیاس! تمہاری تجویز بہت اچھی ہے۔ مَیں بھی بھوک محسوس کر رہا ہوں۔"

اس کے بعد دونوں دوبارہ سرائے میں داخل ہوئے۔ سماک نے اپنا گھوڑا سرائے کے اصطبل میں باندھ دیا۔ پھر وہ کھانا کھانے کے لیے سرائے کے مطبخ میں داخل ہوئے اور وہاں کام کرنے والے لڑکوں میں سے ایک کو کھانا لانے کے لیے کہا۔ جلد ہی وہ لڑکا گرم تنور کی کوکھ سے نکلی ہوئی گرم گرم روٹیاں ایک سنہری چنگیر میں رکھ کر لے آیا تھا اور سُرخ مٹی کی ڈھکا بیل میں وہ ان کے لیے سالن بھی لایا تھا۔ ان دونوں نے وہیں بیٹھ کر کھانا کھایا پھر سماک بن خرشہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی طرف چلا گیا تھا۔ جب کہ نذار بن الیاس اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

O

دوسرے روز سماک بن خرشہ اور ابوالبحر بنو زبیان کی طرف جانے کے لیے دومۃ الجندل شہر سے نکلے۔ شہر سے نکلنے کے ساتھ ہی سماک نے ابوالبحر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" اے ابوالبحر! میرے عزیز آؤ، گھڑ دوڑ لگاتے ہیں اور اس دوڑ کو کم از کم پانچ میل طویل کرتے ہیں۔ اس طرح ہمارا سفر بھی اچھی طرح کٹ جائے گا اور ہمیں یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کس کا گھوڑا سُبک رفتار ہے۔"

ابوالبحر فوراً اس کے لیے تیار ہو گیا لہٰذا دونوں نے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے

ہوئے ایڑ لگا دی تھی۔ سماک نے لمحوں کے اندر اپنے گھوڑے کو آگے کر لیا تھا اور پھر لمحہ بہ لمحہ اس کا گھوڑا ابو البحر کو پیچھے چھوڑتا ہوا چلا گیا تھا۔ یہاں تک کہ پانچ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد سماک اس جگہ آ رکا جہاں نذار بن الیاس کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

سماک نے پیچھے مڑ کر دیکھا، ابو البحر بھی اپنے گھوڑے کو پیچھے بھگاتا آ رہا تھا۔ اس پر سماک نے فوراً اپنے گھوڑے کو موڑا اور ابو البحر کی راہ روک کر کھڑا ہو اور ساتھ ہی اس نے اپنی تلوار اپنی ڈھال بھی سنبھال لی تھی۔ جب ابو البحر اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا نزدیک آیا تو سماک نے اپنی تلوار اور ڈھال فضا میں بلند کی اور غضبناک آواز میں ابو البحر کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"اے ابو البحر! تیری میری گھڑ دوڑ بھی ختم ہوئی اور اس مقام پر تیری زندگی کا سفر بھی تمام ہو گیا۔"

اس پر ابو البحر نے تیز نگاہوں سے سماک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ قادس! میں تیری بات سمجھا نہیں"۔

پھر ابو البحر نے قریب کھڑے نذار بن الیاس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور یہ تو کس جوان کے پاس آ رکا ہے کیا یہ پہلے سے تیرا جاننے والا ہے"۔

سماک نے غور سے ابو البحر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اے ابو البحر! دھوکے اور عیاری سے کام نہ لو کیا تم اس نذار بن الیاس کو نہیں جانتے ہو"۔

اس پر ابو البحر نے کہا۔ "اس میں دھوکے اور عیاری کی کون سی بات ہے۔ ابنِ قادس! میں اس نذار بن الیاس کو ضرور جانتا ہوں کیوں کہ ایک شخص عدیم بن ساعدہ نے مجھے اور اسے خیبر کی طرف ایک مہم پر روانہ کیا تھا"۔

ابو البحر جب خاموش ہوا تو سماک نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے ابو البحر! سن رکھ، میں زوش بن قادس نہیں بلکہ مدینہ کا سماک بن خرشہ ہوں۔ میں اپنا نام بدل کر تمہارے گروہ میں شامل ہوا تھا اور میں صرف تیری تلاش میں اِدھر



آیا ہوں۔ تو جانتا ہے کہ جب تو اور یہ نذار بن الیاس خیبر کی طرف گئے تھے اور خیبر سے جب نذار بن الیاس میری طرف مدینہ گیا تو تم اس کے قبیلے بنو زبیان کی طرف گئے اور وہاں تم نے دھوکے اور عیاری سے کام لے کر اس کے بھائی ولید بن الیاس کو قتل کر کے اور اس کی لاش اس کے گھوڑے پہ باندھ کر گھر کی طرف بھجوا دی تھی۔

"اے ابو البحر! اب اس تنہائی زدہ صحرا کے اندر میں تیری زندگی کا بھی خاتمہ کروں گا اور سن تجھے رسیوں میں جکڑ دوں گا۔ تجھے باندھ کر میں بنو زبیان کے قبرستان لے کے جاؤں گا۔ وہاں اس نذار بن الیاس کے باپ کی موجودگی میں تیرا تن ٹکڑوں میں بانٹوں گا اور تجھے نذار بن الیاس کے مرنے والے بھائی ولید بن الیاس کے قدموں کے پاس دفن کر دوں گا۔ اس پہ ابو البحر انتہائی غضب ناک آواز میں اور اپنے لہجے میں تشدد کا پورا فروغ بھرتے ہوئے کہا۔ "اے سماک بن خرشہ! یہ گمان نہ کر کہ تو اس نذار بن الیاس کو اپنے ساتھ ملا کر صحراؤں کے اندر مجھ پر قابو پا لے گا۔ تو نے حرقوس کی حویلی میں بے شک مجھے طمانچے مار کر زمین پر گرا دیا تھا لیکن یہاں تیرا میرا تیغ زنی کا مقابلہ ہوگا اور پھر میں تجھے بتاؤں گا کہ کسی کو طمانچہ مار کے اپنی قوت کا اظہار کرتے ہوئے گرانا اور بات ہے اور کسی کی تلوار اور کسی کی ڈھال کا سامنا کرتے ہوئے اپنے آپ کو بچانا اور معاملہ ہے۔

"سن اے ابنِ خرشہ! اپنی پستی میں اپنی بلندی کا دھوکہ نہ کھا ورنہ ان صحراؤں کے اندر میں تجھے ملبے کا ایک انبار اور شب زدہ چٹانوں کا مقدر بنا کر رکھ دوں گا"۔

"اے ابن خرشہ! میں تم پر سورج کی تپش بے جان ساعتوں کی آگ اور خون کی اوس بن کر دوں گا۔ تیرے شعور پر بے چین خیالوں کی تھکن، تیرے دل پر غبارِ راہ اور تیرے ضمیر پر میں صحرائی دھوپ طاری کر کے رکھ دوں گا۔ میری خوابیدہ مشیت کو تابندہ حقیقت میں بدل دینے والی شمشیرِ جگر دار جب تم پر برسے گی تو اے ابنِ خرشہ تیری حالت اس دریا جیسی ہو گی جو اچانک ہی صحرا کی پیاس بجھاتے بجھاتے خود ہی کھو جاتا ہے۔

جواب میں سماک نے بھی کھولتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اے ابو البحر! تو کہ جو اس کرتا ہے قسم مجھے اپنے اس رب کی جو فرش کو عرش کا جمال عطا کر دیتا ہے۔ تیری دُور

اڑانوں کی خواہشوں کو کاٹوں گا۔ تیرے جسم و جان کا شعور ختم کروں گا اور تیری آہنی قوتوں کے جنون کو مسمار اور برباد کر کے رکھ دوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی سماک نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ابوالبحر پر حملہ آور ہونے کے لیے وہ آگے بڑھا تھا۔ ابوالبحر بھی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر تیار ہو گیا تھا۔ پھر اپنے گھوڑے کو آگے بڑھاتے ہوئے سماک امنڈتی آندھیوں اور پھیلتی بکھرتی شفق کی طرح ابوالبحر پر حملہ آور ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے مقابلے کے بعد ہی ابوالبحر پر یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ سماک بن خرشہ قوت اور طاقت میں ہی اس سے بالاتر نہیں بلکہ تیغ زنی میں بھی وہ شعبدوں کا آئینہ دار اور کسی شاعر کا فنِ کمال ہے۔ اس لیے کہ سماک بن خرشہ نے اس پر ایسے خطرناک اور ہولناک حملے کیے تھے کہ ابوالبحر کو ہر لمحہ اپنی موت اپنے سامنے فضاؤں کی رقاصہ کی طرح رقص کرتی دکھائی دینے لگی تھی۔

تھوڑی دیر تک دونوں جم کر مقابلہ کرتے رہے۔ پھر اچانک سماک بن خرشہ نے ہاتھ میں پکڑی ڈھال پوری قوت سے ابوالبحر کی کن پٹی پر دے ماری۔ ابوالبحر کی آنکھوں کے سامنے ان گنت ستارے لہرا گئے تھے۔ وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھا بیٹھا اپنا توازن کھو بیٹھا تھا اور لہرا کر نیچے گر گیا تھا۔ اسی لمحہ سماک نے بھی اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور آگے بڑھ کر اپنی تلوار کی نوک ابوالبحر کی گردن پر رکھ دی تھی۔

ابوالبحر کو جب ہوش آئی تو اس نے دیکھا کہ سماک کی تلوار کی نوک اس کی گردن پر تھی اور اس کے ساتھ ہی سماک کی غراتی ہوئی اور کھولتی ہوئی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ "اے ابوالبحر! اپنی تلوار اور ڈھال پھینک دو۔ ورنہ میں یہاں لیٹے ہی لیٹے کی گردن کاٹ کر رکھ دوں گا۔"

ابوالبحر فوراً حرکت میں آیا اور اس نے اپنی تلوار اور ڈھال ایک طرف رکھ دی۔ پھر سماک نے نذار بن الیاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے نذار بن الیاس! اس ابوالبحر کے دونوں بازو اس کی پشت پر باندھ دو۔" نذار بن الیاس فوراً حرکت میں آیا۔ اور اپنے گھوڑے کی خرجین سے اس نے ایک رسی نکالی۔ ابوالبحر کو بالوں سے پکڑ کر بٹھایا۔



پھر اس کے دونوں بازو خوب کس کر اس نے اس کی پشت پر باندھ دیئے تھے اور جب وہ ایسا کر چکا تو سماک پھر بولا۔ اور کہا "اے نذار بن الیاس! اس کی تلوار اور ڈھال پر بھی قبضہ کر لو۔" ابن الیاس نے جب ابوالبحر کی تلوار اور ڈھال سنبھال لی تو سماک نے ابوالبحر کو اپنے گھوڑے کے آگے لاد لیا۔ پھر وہ خود بھی گھوڑے پر سوار ہوا اور نذار بن الیاس کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے نذار بن الیاس! اپنے گھوڑے پر بیٹھو اور تمہارے قبیلے کی طرف کوچ کریں۔"

نذار بھاگ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ پھر وہ دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگانے کے بعد بنو زبیان کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

بنو زبیان کے قبرستان میں داخل ہونے کے بعد سماک بن خرشہ نے نذار بن الیاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے نذار بن الیاس! تم اپنے گھوڑے کو تیزی سے بھگاتے ہوئے اپنے گھر کی طرف جاؤ۔ وہاں سے اپنے باپ کو بلا کر لاؤ۔"

نذار بن الیاس جواب میں کچھ کہے بغیر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ جب کہ سماک بن خرشہ ابوالبحر کے ساتھ قبرستان میں اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا تھا۔

سماک کو وہاں کھڑا دیکھ کر قبرستان کا گورکن وہاں آ گیا اور سماک کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "اے اجنبی! تم یہاں کیوں کھڑے ہو اور کیا تم ——"

سماک نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اے گورکن! میں یہاں ایک آدمی کے دفن کا انتظام کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تو مجھے بتا سکتا ہے کہ اس قبرستان میں ولید بن الیاس کی قبر کون سی ہے؟"

اس گورکن نے بڑی نرمی اور ملائمت میں کہا۔ "ہاں میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ ولید بن الیاس کی قبر کون سی ہے اس لیے کہ اسے یہاں دفن کیے ہوئے چند دن ہی ہوئے ہیں۔ تم میرے ساتھ آؤ، میں اس کی قبر کی نشان دہی کرتا ہوں۔"

سماک بن خرشہ نے اپنے گھوڑے کو اس کے پیچھے پیچھے لگا دیا۔ پھر وہ گورکن

ایک قبر کے پاس کھڑا ہو گیا اور سماک کو مخاطب کر کے اس نے کہا یہ ولید بن الیاس کی قبر ہے۔"

اس پر سماک بن خرشہ نے اپنے لباس کی جیب سے چند سکے نکالے اور وہ سکے اس نے گورکن کو تھماتے ہوئے کہا۔ "اے میرے عزیز! اس ولید بن الیاس کے پاؤں کی طرف ایک گڑھا کھودو اور یہ سکے تمہارے اس گڑھا کھودنے کا معاوضہ اور انعام ہیں۔" اس پر وہ گورکن بھاگا بھاگا گیا اور ایک کدال اور بیلچہ اٹھا لایا اور اس نے لمحوں کے اندر وہاں ایک گڑھا کھود دیا تھا۔ اتنی دیر تک نذار بن الیاس بھی اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا قبرستان میں داخل ہوا۔ وہ اپنے پیچھے اپنے باپ الیاس کو بٹھائے ہوئے تھا۔ سماک بن خرشہ کے قریب آ کر وہ دونوں اپنے گھوڑے سے اترے۔ پھر سماک نے نذار بن الیاس کے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"اے نذار کے باپ! کیا تمہارے بیٹے ولید بن الیاس کی یہی قبر ہے جس کے پاؤں کی طرف میں نے ایک گڑھا کھدوایا ہے؟"

بوڑھے الیاس نے کہا۔ "ہاں اس گورکن نے تمہیں صحیح قبر کی نشاندہی کی جس قبر کے پاؤں کی طرف گڑھا کھدا ہے۔ یہی میرے بیٹے ولید کی قبر ہے۔"

سماک بن خرشہ نے اس بار اپنے گھوڑے پر اپنے آگے بٹھائے ابوالبحر کو پکڑ کر اپنے گھوڑے سے نیچے گرایا۔ پھر وہ خود بھی نیچے اترا اور ابوالبحر کی طرف اشارہ کر کے اس نے بوڑھے الیاس سے پوچھا۔

"اے میرے بزرگ! کیا یہی وہ جوان ہے جو تیرے بیٹے ولید بن الیاس کو بلانے آیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد تیرے بیٹے کی لاش گھر پہنچ گئی تھی؟"

بوڑھے الیاس نے تھوڑی دیر تک ابوالبحر کو دیکھا پھر اس نے چلاتے ہوئے کہا۔ "واللہ! میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتیں یہی وہ جوان ہے جو میرے بیٹے کو دھوکہ دہی سے بلانے آیا تھا اور اس کا خاتمہ کر کے چلا گیا۔"

اس بار سماک بن خرشہ اور زیادہ حرکت میں آیا اور ابوالبحر کو اٹھا کر اس نے



گڑھے میں ڈالا، جو اس نے گورکن سے کھدوایا تھا پھر اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور بلند کر کے اس زور سے گرائی کہ ابوالبحر کو درمیان سے اس نے دو حصوں میں کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

ابوالبحر کا خاتمہ کرنے کے بعد سماک بن خرشہ نے قریب ہی کھڑے گورکن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اے گورکن! یہ شخص قاتل تھا سو میں نے قاتل کو مقتول کے پاؤں کے قریب ہی دفن کر دیا ہے۔ اب تو اس کے گڑھے میں مٹی ڈال کر اس کو دفن کر دینا۔"

گورکن آگے بڑھا اور بیلچے کی مدد سے وہ اس گڑھے میں مٹی ڈالنے لگا تھا جس میں ابوالبحر کو ختم کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سماک نے نذار بن الیاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے نذار بن الیاس! تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ میں اب دومۃ الجندل کی طرف جاؤں گا اور وہاں شہر کے ہر گھر کے دروازے پر دستک دوں گا اور یہ جاننے کی کوشش کروں گا کہ عبیل بن جابر کس حویلی اور کس مکان میں رہتا ہے اور جب وہ مجھے مل گیا تو اس سے انتقام لے کر میں خویلہ کو اس سے حاصل کر کے مدینۃ النبیؐ کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔" اس پر نذار بن الیاس نے کہا۔

"اے ابن خرشہ! میرے بھائی! اب تم اکیلے نہ جاؤ گے۔ خویلہ اب میری بہن ہے اور اپنی بہن کی تلاش میں میں تمہارے ساتھ ضرور حصہ لوں گا۔ تم قبرستان میں رک کر میرا انتظار کرو۔ میں اپنے باپ کو چھوڑ کر پھر واپس آتا ہوں اور پھر دونوں بھائی اکٹھے دومۃ الجندل کی طرف کوچ کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ ابھی تک تمہیں میری ضرورت ہے اور جب تک میری تمہیں ضرورت ہے میں تمہارا ساتھ دیتا رہوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی نذار بن الیاس نے سہارا دے کر اپنے باپ کو گھوڑے پر بٹھایا پھر وہ خود بھی بیٹھا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر اپنی بستی کی طرف دوڑا دیا تھا جبکہ سماک بن خرشہ وہیں کھڑے ہو کر اس کا انتظار کرنے لگا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد نذار بن الیاس لوٹ آیا۔ پھر وہ دونوں اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے واپس دومۃ الجندل کی طرف جا رہے تھے۔

○

سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس دومۃ الجندل شہر میں حرقوس کی حویلی میں داخل ہوئے تو ابوالبحر کا بڑا بھائی ابو حریف ان کی طرف بھاگتا ہوا آیا اور سماک بن خرشہ کے نزدیک آتے ہوئے اس نے پوچھا ۔ "اے ابنِ قادس! کیا تُو نے میرے چھوٹے بھائی ابوالبحر کو قتل کر دیا ہے ۔ اس لیے کہ اس کا گھوڑا خالی پیٹھ واپس اس حویلی میں آ گیا ہے ۔"

اس پر سماک بن خرشہ نے ابو حریف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ "اے ابو حریف! تیرے بھائی ابوالبحر نے مجھے دھوکہ دے کر شہر سے باہر قتل کر دینے کا ارادہ کیا تھا ۔ اس کا ارادہ الٹا ہی اس پر پڑا ۔ اس نے عیاری سے کام لے کر مجھے شہر سے دُور لے جا کر میرا خاتمہ کرنا چاہا ۔ پر میں اس پر موسلا دھار بارش کی طرح وارد ہوا اور اس کا خاتمہ کر کے اسے دفن کر دیا ۔"

اس پر ابو حریف نے افسوس اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے کہا ۔ "آہ ابوالبحر! میں نے اسے سمجھایا بھی تھا کہ ابنِ قادس کے معاملہ میں دھوکہ دہی اور عیاری سے کام نہ لے لیکن اس نے میری ایک بات بھی نہ مانی ۔ آخر وہ اپنی عیاری اور دھوکہ دہی کا خود ہی شکار ہو گیا ۔ کاش اس نے میری بات مانی ہوتی ، کاش اس نے میری نصیحت کو سنا ہوتا اور اس پر عمل کیا ہوتا ۔" اس کے ساتھ ابو حریف وہاں سے ہٹ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا ۔

سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس اپنے گھوڑوں سے اُترے ، دونوں نے اپنے گھوڑوں کو حویلی کے صحن میں باندھا ۔ حویلی کے مالک حرقوس کے کمرے میں داخل ہوئے ۔ اس وقت حرقوس اپنے کمرے میں اکیلا ہی بیٹھا ہوا تھا ۔ سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس دونوں ہی اس کے سامنے بیٹھ گئے ۔ پھر حرقوس نے سماک بن خرشہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ۔ "اے ابنِ قادس! تیرا اور ابوالبحر کا معاملہ کیا ہوا ؟"

اس پر سماک بن خرشہ نے حرقوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ "اے حرقوس! میں نے ابوالبحر کا کام تو تمام کر دیا ہے اُسے میں نے وہیں قتل کر کے زمین میں دفن کر



دیا ہے ۔ پر اے حرقوس! جو کام تُو نے شروع کر رکھا ہے ، یہ بھی ناپسندیدہ ہے ۔ سو ابوالبحر کے بعد میں تجھے بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔"

اس پر حرقوس نے بڑی عاجزی اور انکساری کی حالت میں سماک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ "اے ابنِ قادس! کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو ، میں تمہاری باتیں غور سے سنوں گا اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ان پر عمل کرنے کی بھی کوشش کروں گا ۔"

اس کے ساتھ ہی سماک بن خرشہ پھر بولا اور وہ حرقوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا ۔ "اے حرقوس! یہ جو تم نے اپنی حویلی میں اوباش اور ناپسندیدہ جوانوں کو جمع کر رکھا ہے اور ان سے رقمیں لے کر کرائے پر مہیا کرتے ہو اور تمہارے یہ جوان لوگوں کے لیے ان کے دشمنوں اور ذاتی عناد رکھنے والوں کو قتل کرتے پھرتے ہیں تو یہ ایک انتہائی گھناؤنا اور انتہائی بُرا فعل ہے جو اس اللہ کو ہرگز پسند نہیں جو ساری کائنات کا مالک اور خالق ہے ۔"

پھر سماک بن خرشہ نے سوالیہ انداز میں حرقوس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ۔ "اے حرقوس! کیا تو اللہ کو مانتا ہے ؟"

اس پر حرقوس نے کہا ۔ "ہاں میں اللہ کو مانتا ہوں اور اس پر ایمان رکھتا ہوں ۔"

اس پر سماک بن خرشہ نے پھر مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ "اگر تو اللہ کو مانتا ہے تو پھر سنو وہ اللہ اپنے بندوں کی روزمرّہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ایک ایک معاملے میں اتنا گہرا اور قریبی واسطہ رکھتا ہے کہ انہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی روکتا اور ٹوکتا ہے ۔ مختلف سرگرمیوں کے بھلے اور بُرے پہلو نمایاں کرتا ہے ۔ قدم قدم پر ہدایت کا سامان کرتا ہے ۔ وہ کہیں اگر احسان اور اقربا سے محبت کی نصیحت کرتا ہے کہیں نفاق اور بُزدلی اور مفاد پرستی سے روکتا ہے ۔"

کہیں وہ مرد و زن کو پاکیزہ فضا قائم رکھنے کا سبق دیتا ہے ۔ کہیں رضاعت اور میراث کے معاملے میں پریشانی سے نکالتا ہے ۔ کہیں آدابِ مجلس سکھاتا ہے کہیں حدود اور تعزیرات قوانین متعین کرتا ہے ۔ الغرض دکھ درد میں ساتھی اور مشکلات میں

شفیق ترین استاد ہے وہ اپنے بندوں کو کبھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ ایسے خدا کو ماننے سے جو اعتماد، یقین اور پختہ شعور حاصل ہوتا ہے وہ کہیں اور نہیں ملتا۔

اور سنو اے حرقوس! اللہ تو ایک ہی ہے وہ بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں سب اس کے محتاج ہیں۔ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا ہے۔ نہ کوئی اس کے برابر ہے۔ وہ لاشریک ہے۔ بے نظیر، ہر نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔ اس کے لیے نہ تھکن ہے، نہ زوال، نہ فنا، نہ موت، نہ ہلاکت۔ وہ حیّ قیّوم بزرگ و برتر ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے، سب کا تھامنے والا ہے۔ اسے نہ اونگھ آتی ہے، نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے۔ ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کرے۔ وہ جانتا ہے جو خلقت کے رُوبرو ہے۔ جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ کوئی اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتا مگر جتنا کہ وہ چاہے اس کا علم زمین اور آسمانوں پر محیط ہے اور اسے اس کا تھامنا کوئی گراں نہیں گزرتا، وہی ہے سب سے برتر اور عظمت والا۔

سنو اے حرقوس! وہ ہر شے کا رب ہے جو چاہے پیدا کرے اور جسے چاہے موت عطا کرے۔ سب اس کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ کوئی نہیں جو اس کی بندگی سے آزاد ہو۔ اس کے ہاتھ میں ہر شے کی حکومت ہے۔ اس لیے کہ وہ اللہ ہے اور رب برحق ہے۔ اس کے لیے ساری تعریفیں ہیں۔ وہی اوّل ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے۔ اسی کے لیے اسمائے حسنیٰ ہیں اسے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن اس کے سارے ہی نام اچھے ہیں اور سارے ہی قابلِ تعریف ہیں۔

اے حرقوس! یہ کام جو تم نے شروع کر رکھا ہے یہ نہ صرف انسانوں کے لیے ناپسندیدہ ہے بلکہ یہ تیرا کام اللہ کے ہاں بھی ناپسندیدہ ہے اور تو اللہ کے غضب اور اس کے عذاب سے بچ نہ سکے گا۔"

سماک بن خرشہ کی اس گفتگو کا حرقوس پر خاطر خواہ اثر ہوا اور اس نے بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ سماک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابنِ قادس!



میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ میں عنقریب اس کام کو بند کر دوں گا اور لعنت اور دفع کر دوں گا۔ اس کام پر میں چند دن تک یہاں کام کرنے والے سارے جوانوں کو چھٹی کروا دوں گا اور یہ ساری حویلی بیچ کر کوئی باعزت اور شریفانہ دھندا کروں گا اور اس کے ساتھ ہی سماک اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور آگے بڑھ کر اس نے حرقوس سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد نذار بن الیاس نے بھی اس سے ہاتھ ملایا۔

پھر سماک بن خرشہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے حرقوس! تیرا شکریہ، تیری مہربانی کہ تُو نے میرے ساتھ تعاون کیا۔ اب میں جاتا ہوں، خدا تمہیں سنبھلنے اور یہ کاروبار بند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔" اس کے ساتھ ہی سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس باہر آ کر دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور حویلی سے باہر نکل گئے تھے۔

دونوں شہر کی جنوبی سرائے کے پاس آئے اور سرائے میں داخل ہونے سے پہلے سماک نے نذار بن الیاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے نذار بن الیاس! اب ہم دونوں بھائی اس سرائے میں قیام کرتے ہیں۔ روزانہ ہم صبح سے لے کر شام تک دومۃ الجندل شہر کے ہر گھر ہر دروازے پر دستک دیں گے۔ آخر کسی نہ کسی دروازے کے کھلنے پر ہمیں یہ تو معلوم ہو ہی جائے گا کہ کس گھر کس حویلی میں عبیل بن جاثر رہتا ہے۔ پھر میں اس سے ایسا نمٹوں گا کہ اس کی آنے والی نسلیں جو ہیں وہ بھی یاد رکھیں گی کہ کسی نے اس سے دشمنی، کسی نے اس سے انتقام لیا تھا۔"

اس کے ساتھ ہی وہ دونوں سرائے میں داخل ہوئے اور اسی دن سے انہوں نے دومۃ الجندل شہر میں عبیل بن جاثر کی گھر گھر تلاش شروع کر دی تھی۔

○

قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل نے عبیل بن جاثر کے انتظار میں لگاتار ایک ماہ تک دومۃ الجندل شہر کی شمال مغربی سرائے میں قیام کیے رکھا۔ یہاں تک کہ ایک روز عبیل بن جاثر اپنے تجارتی کاروان میں لوٹ کر دومۃ الجندل شہر کی طرف لوٹ آیا اور جب وہ سرائے کے پاس سے گزرا تو قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل نے اسے دیکھ لیا۔ دوسری

طرف عبیل بن جاثر نے بھی ان دونوں کو دیکھ لیا تھا۔ تاہم وہ اپنے تجارتی کاروان کے وسط میں رہا۔ تاکہ قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل دونوں اچانک اس پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ اور اپنے کاروان کے بیچوں بیچ ہی رہتے ہوئے شہر میں داخل ہوا جب کہ قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل دونوں دور رہ کر اس کا تعاقب کرنے لگے تھے۔

جب دومۃ الجندل شہر کے وسطی حصے میں سارے کاروان کے ارکان اپنے اپنے گھروں میں داخل ہونے لگے اور عبیل بن جاثر بھی اپنی حویلی میں داخل ہو گیا تو قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل نے جس حویلی میں وہ داخل ہوا تھا اسے اچھی طرح جان پہچان لیا۔ پھر قطمیر بن عابیل نے اپنے ساتھی راس بن دعویل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابن دعویل آؤ اب عدیم بن ساعدہ کی طرف چلتے ہیں اور اسے اطلاع کرتے ہیں کہ ہم نے عبیل بن جاثر کی حویلی کو دیکھ لیا ہے لہذا ہم تینوں اس عبیل بن جاثر کی حویلی کے پاس پہرہ دیں گے۔ اس لیے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ عبیل بن جاثر نے بھی ہمیں دیکھ لیا ہے اور وہ ضرور اب یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرے گا۔ لہذا میں تم اور عدیم بن ساعدہ تینوں اس کی حویلی کے اردگرد پہرہ دیں گے۔ تاکہ یہ کہیں بھاگنے نہ پائے اور رات کے وقت اس پر حملہ آور ہو کر اس کا کام تمام کر کے رکھ دیں گے۔

راس بن دعویل نے قطمیر بن عابیل کی اس رائے اور تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر وہ دونوں واپس جا رہے تھے۔

اپنی حویلی میں داخل ہوتے ہی عبیل بن جاثر اس تہہ خانے کی طرف گیا جس کے اندر اس نے خولہ کو بند کر رکھا تھا اور اس کی دیکھ بھال اور اس کی نگرانی کے لیے ایک عورت کو مقرر کیے ہوئے تھا۔ تہہ خانے میں خولہ بے چاری انتہائی مغموم اور سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ عبیل بن جاثر نے آگے بڑھ کر اس تہہ خانے کے آہنی دروازے کا قفل کھولا۔ پھر دروازہ اس نے کھولنے کے بعد باہر ہی کھڑے ہو کر خولہ کو پکارتے ہوئے کہا۔

"اے خولہ! میری بہن! آج سے تو آزاد ہے۔ اُٹھ کر اس تہہ خانے سے باہر آ کہ تیرے اور میرے دونوں کے لیے خطراتِ منڈلا رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ابھی اور اسی وقت تمہیں لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو جاؤں اور تمہیں سماک بن خرشہ کے حوالے کرنے کے بعد میں اپنے آپ کو سرخرو بنانا چاہتا ہوں۔"



"اے میری عزیز بہن! میں ابھی اور اسی وقت اپنے تجارتی کاروان کے ساتھ لوٹا ہوں۔ میں تقریباً ایک ماہ تک باہر رہا ہوں اور اس ایک ماہ کے دوران میں مسلمانوں کے ایک تجارتی کاروان کے ساتھ لین دین کرتا رہا ہوں۔ ان کے اندر میں نے ایک ماہ گزارا ہے۔ اس دوران میں ان کے کام سے ایسا متاثر ہوا ہوں کہ میں نے یہودیت چھوڑ کے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب میں یہودی نہیں، مسلمان ہوں۔"

"میں اب تیرا دشمن نہیں تیرا دینی بھائی ہوں۔ میں اب تم سے شادی کا خواہشمند نہیں بلکہ اب تو تُو میری بہن ہے۔ بہن جس کی عظمت اور جس کی سربلندی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ سو اے میری بہن! تُو اُٹھ اور تہہ خانے سے باہر آ۔ اس لیے کہ قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل اور ان کے ساتھی عدیم بن ساعدہ کو پتہ چل گیا ہے کہ میں تمہیں لے کر کہاں رہ رہا ہوں۔ لہذا میرا خیال ہے کہ اب وہ تینوں ہم پر حملہ آور ہوں گے اور ہمیں کاٹ کر رکھ دیں گے۔"

"یہ قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل دونوں وہ ہیں جو تمہارے باپ اور تمہارے غلام کو قتل کرنے میں شامل ہوئے تھے۔ لہذا تو تہہ خانے سے باہر آ۔ میں اپنے غلام کو تیرا اور اپنا گھوڑا تیار کرنے کے لیے کہہ آیا ہوں۔ میں ابھی اور اسی وقت لے کر تمہیں کُوچ کر جانا چاہتا ہوں۔ تم نے دیر کی تو سن رکھو کہ قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل اپنے تیسرے ساتھی عدیم بن ساعدہ کو لے کر ہم پر ٹوٹ پڑیں گے اور یہیں اس حویلی کے اندر ہم دونوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ لہذا اٹھو کہ یہاں سے مدینہ کی طرف کُوچ کر جائیں۔"

عبیل بن جاثر کی یہ گفتگو سن کر پھولوں جیسی حسین شیشے کے جام جیسی نازک سنہرے عکس جیسی دِل کش، قرب جیسی دِل کش، حنائی دست نازک جیسی پُرکشش شبنموں کے نگر جیسی شکیلہ اور پیار میں لکھے حروف کے عکس جیسی حسین خولہ کی حالت ایسی ہو گئی تھی

جیسے وہ نیند کے گہرے سمندروں کی ہزاروں برسوں کی گھنی نیند سے اچانک بیدار ہو گئی ہو۔ عبیل بن جاثر کی گفتگو سُن کر وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہلال ابرو اور کمان پلکوں پرستاروں کے گیت تھے۔ اس کی آنکھوں کے اندر ایک انوکھی چکا چوند تھی اور اس چکا چوند کے اندر گونج سے لبریز مسکراہٹوں کے نغمات اور دوڑتے پاؤں کی پازیب جیسی جھنک تھی۔ اس کی حالت زمین کی روشن ہتھیلی، چمبیلی کی خوشبو میں ڈھلی سانسوں کی دھڑکن، مرمر کی ہتھیلی، گلابوں کی بکھری مہک، وصل کی اُڑتی خواہشوں، ریشمی اجالوں کے حسن، شہنائیوں کے الہڑپن اور انگڑائیوں کے پیراہن جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر اس نے بہتی لہر اور دہری ہوتی کمان کے سے انداز میں عبیل بن جاثر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے ابن عبیل بن جاثر! جو کچھ تم نے کہا ہے کیا وہ سچ ہے۔ کیا تم مجھے ایک اور دھوکہ اور فریب دینا چاہتے ہو"

اس پر عبیل بن جاثر نے کہا۔ "اے میری بہن! قسم مجھے اس خداوند کی جس نے محمدؐ بن عبداللہ کو اپنا آخری رسول بنا کر بھیجا اور جس پر میں سچے دل سے ایمان لایا ہوں۔ جو کچھ میں نے کہا ہے یہ سچ ہے تو میری دینی بہن ہے اور میں تیرا بھائی ہوں، اور تیرا بھائی یہ چاہتا ہے کہ تجھے یہاں سے نکال کر فوراً مدینہ کی طرف روانہ ہو جاؤں، کہ تجھے سماک بن خرشہ کے پاس پہنچا دوں کہ تو اُس کی امانت ہے۔ اس کے بعد میں قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل دونوں ہی سے نمٹ لوں گا۔"

عبیل بن جاثر کی یہ گفتگو سُن کر خویلہ کسی سرگوشی کی طرح چلتی اور پھول کی پتی کی طرح مڑتی ہوئی تہہ خانے کے دروازے کی طرف آئی پھر وہ باہر نکلی اور عبیل بن جاثر کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔

"جو کچھ تم نے کہا وہ حقیقت ہے تو پھر جلدی کرو، ورنہ دشمن ہمارے سروں پر آ چڑھیں گے اور ان کے آنے سے پہلے پہلے ہم دونوں کو یہاں سے کُوچ کر جانا چاہیے۔"



عبیل بن جاثر نے تہہ خانے کو کھلا ہی چھوڑ دیا اور خویلہ کے آگے آگے بھاگتے اس نے کہا۔ "جلدی آؤ میری بہن! میرے خیال میں میرے ملازم اب تک ہم دونوں کے لیے گھوڑے تیار کر چکے ہوں گے۔ لہٰذا ہم حویلی کے پچھواڑے کے راستے سے نکل کر مدینہ کی طرف کوچ کر جاتے ہیں۔"

دونوں بھاگتے ہوئے اپنے اصطبل کی طرف آئے۔ وہاں عبیل بن جاثر کے دونوں ملازموں نے اِن دونوں کے لیے گھوڑے تیار کر رکھے تھے۔ لہٰذا وہ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور پھر وہ حویلی کے پچھواڑے والے راستے سے نکل کر مدینہ کے لیے کوچ کر گئے تھے۔

○

عبیل بن جاثر اور خویلہ کے کُوچ کرنے کے تھوڑی ہی دیر بعد قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل اور عدیم بن ساعدہ تینوں عبیل بن جاثر کی حویلی کے قریب آئے، اور اس موقع پر عدیم بن ساعدہ نے قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے میرے ساتھیو! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا کہ ہمیں عبیل بن جاثر کی حویلی کے باہر بیٹھ کر پہرہ دینا چاہیے کہ کہیں وہ بھاگ ہی نہ جائے، بلکہ ہمیں حویلی کے اندر داخل ہونا چاہیے۔ آخر وہ ماضی میں ہمارا دوست رہا ہے۔ آخر اس سے پوچھنا چاہیے کہ کیوں وہ ہم سب کو دھوکہ دے کر خیبر سے دومۃ الجندل شہر کی طرف بھاگ آیا۔ جب کہ اس نے اپنے سارے جاننے والوں سے کہا تھا کہ تھوڑے دنوں کے لیے خیبر سے وادی القریٰ کی طرف جا رہا ہے۔"

اس پر قطمیر بن عابیل نے عدیم بن ساعدہ کی بات مانتے ہوئے کہا۔ "تم ایسے ہی چاہتے ہو تو آؤ پھر عبیل بن جاثر کی حویلی میں داخل ہوتے ہیں۔"

اور اس کے ساتھ ہی قطمیر بن عابیل نے آگے بڑھ کر عبیل بن جاثر کی حویلی پر دستک دی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد عبیل بن جاثر کے غلام نے دروازہ کھولا تو قطمیر بن عابیل نے اپنی تلوار فوراً بے نیام کر کے اس کی نوک اس غلام کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ میں پوچھوں سچ بتانا اور اگر تم نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو میں تمہارے یہاں کھڑے ہی کھڑے کی گردن کاٹ کر رکھ دوں گا۔ یہ بتاؤ تمہارا آقا عبیل بن جاثر اس وقت کہاں ہے؟"

وہ غلام تھوڑی دیر تک ہکلاتا رہا اور کچھ چھپانے کی کوشش کی لیکن جب قطمیر بن عابیل نے اس کی گردن پر رکھی اپنی تلوار کی نوک پر اور زیادہ بوجھ اور زور ڈالا تو وہ غلام بول اٹھا اور اس نے کہا۔

"میں نہیں جانتا تم تینوں کون ہو پر میں تم سے یہ کہوں کہ عبیل بن جاثر اور خویلہ تھوڑی دیر ہوئی حویلی کے پچھلے راستے سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ اور اگر تمہیں میری بات پر شک ہو تو تینوں حویلی میں آجاؤ اور ساری حویلی کی تلاشی لے لو اور اگر یہاں کہیں عبیل بن جاثر ملے تو تمہیں حق ہو گا کہ یہیں اس حویلی میں میری گردن کاٹ کر رکھ دو۔"

اس پر قطمیر بن عابیل، راس بن دعویل اور عدیم بن ساعدہ تینوں حویلی میں داخل ہوئے۔ وہ حویلی میں اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے ہر کمرے ہر کونے کھدرے کی تلاشی لینے لگے تھے۔ لیکن جب کہیں بھی انہیں عبیل بن جاثر اور خویلہ نہ ملے تب وہ تینوں بھاگتے ہوئے حویلی سے نکلے اور اپنے گھوڑوں پر بیٹھتے ہوئے قطمیر بن عابیل نے اپنے دونوں ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے میرے دونوں ساتھیو! بے شک وہی ہوا جس کا میں خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ آخر اس عبیل بن جاثر نے ہمیں دیکھ لیا اور اب وہ احتیاط کے طور پر خویلہ کو لے کر مدینہ کی طرف کوچ کر گیا ہے۔

شاید وہ وہاں جا کر ہمارے خلاف سماک بن خرشہ کی مدد اور اس کا تعاون حاصل کرنا چاہتا ہو لیکن ہم اسے بھاگ کر مدینہ نہیں پہنچنے دیں گے۔ آؤ میرے ساتھیو! اپنی



پوری قوت اور اپنی پوری خون خواری کے ساتھ اس عبیل بن جاثر کا تعاقب کریں اور اسے راستے ہی میں جا لیں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ شہر سے باہر نکل کر عبیل بن جاثر اور خویلہ کا تعاقب کرنے لگے تھے۔

○

نذار بن الیاس نے عدیم بن ساعدہ، راس بن دعویل اور قطمیر بن عابیل کو اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑا کر دومۃ الجندل شہر کی جنوبی سرائے کے سامنے سے گزرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا وہ بھاگتا ہوا سرائے میں بیٹھے سماک کی طرف گیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے سماک میرے بھائی! میں نے ابھی ابھی سرائے کے سامنے سے عدیم بن ساعدہ راس بن دعویل اور قطمیر بن عابیل کو اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے جنوب کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ یہ تینوں کسی کے تعاقب میں نکلے ہیں۔"

اس پر سماک بن خرشہ اپنی جگہ سے چونک کر اٹھا کھڑا ہوا اور نذار بن الیاس کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے ابن الیاس میرے بھائی! کہیں ایسا تو نہیں کہ ان تینوں نے عبیل بن جاثر کو تلاش کر لیا ہے۔ کہیں عبیل بن جاثر ان کے آگے آگے بھاگا ہو اور یہ تینوں ان کے تعاقب میں بھاگ کھڑے ہوئے ہوں اور اگر ایسا ہے تو آؤ ہم بھی ان تینوں کا تعاقب کریں اور پھر دیکھیں کہ اصل معاملہ کیا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ دونوں اصطبل کی طرف گئے۔ وہاں پر وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور پھر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہ سرائے کے سامنے سے گزرنے والی اور جنوب کی طرف جانے والی شاہراہ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

آخر قطمیر بن عابیل، راس بن دعویل اور عدیم بن ساعدہ نے عبیل بن جاثر اور خویلہ کو جا لیا اور ان کے قریب جا کر انھوں نے ان پر تیروں کی بارش کر دی تھی۔ عبیل بن جاثر چونکہ اپنی پیٹھ پر اپنی ڈھال باندھے ہوئے تھا۔ لہٰذا وہ ان تینوں کے

تیروں سے محفوظ رہا جب کہ خویلہ بے چاری ان تینوں کے تیروں سے چھلنی اور زخمی ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر ایک کوہستانی سلسلے کے پاس جب وہ تینوں عبیل بن جاثر اور خویلہ کے نزدیک پہنچ گئے تو پیچھے سے سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس بھی ان کے سروں پر پہنچ گئے تھے۔

پھر کوہستانی سلسلے میں داخل ہونے کے بعد اچانک خویلہ اپنے گھوڑے سے گر پڑی تھی اور اس کو گرتے دیکھ کر عبیل بن جاثر بھی بے چارہ اپنے گھوڑے سے کود گیا اور اس کو سنبھال کر اس نے ایک چٹان کے ساتھ اس کی ٹیک لگا دی تھی۔

اتنی دیر تک قطمیر بن عابیل، راس بن دعویل اور عدیم بن ساعدہ بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔

قبل اس کے کہ وہ عبیل بن جاثر کو مخاطب کر کے اس سے کوئی باز پرس کرتے یا اس پر حملہ آور ہوتے سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس بھی وہاں پہنچ گئے۔ اس موقع پر سماک بن خرشہ نے عدیم بن ساعدہ کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے ابنِ ساعدہ! میں سماک بن خرشہ تیرے سر پر پہنچ گیا ہوں اور میرے ساتھ نذار بن الیاس ہے جس کے خلاف تو سازشیں کرتا رہا ہے اور جانتا ہوں کہ تیرے ساتھ یہ دونوں ساتھی قطمیر بن عابیل اور راس بن دعویل ہیں۔ بس تم تینوں یوں سمجھو کہ یہ کوہستانی سلسلہ تم تینوں کا قبرستان بنے گا۔ مجھے پہلے ہی شک تھا کہ عبیل بن جاثر خویلہ کو لے کر دومتہ الجندل سے بھاگا ہو گا اور تم نے ان دونوں کا تعاقب کیا ہو گا۔ میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ چٹان سے ٹیک لگائے خویلہ بری طرح تمہارے تیروں سے زخمی ہو چکی ہے اور اس کو سنبھال کر چٹان کی ٹیک لگانے والا عبیل بن جاثر ہے۔ اب تم تینوں اپنا حساب اور اپنا قرض چکانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس نے آگے بڑھ کر قطمیر بن عابیل، راس بن دعویل اور عدیم بن ساعدہ پر حملہ کر دیا تھا۔ جب کہ عبیل بن جاثر اس منظر کو دیکھ کر ایسا خوفزدہ ہوا کہ خویلہ کو ایک چٹان کی ٹیک لگانے کے بعد وہ چٹان کے



قریب ہی ایک قدرے ہموار جگہ پر کھڑا ہوا اور اس نے وہاں عصر کی نماز پڑھنی شروع کر دی تھی۔

سماک بن خرشہ اور نذار بن الیاس لمحوں کے اندر دہکتی ریت کا صحرا بن کر ان تینوں پر چھا گئے تھے اور تھوڑی ہی دیر کے مقابلے کے بعد ان دونوں نے ان تینوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں۔

ان تینوں کے قتلِ عام کے بعد سماک عبیل بن جاثر کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے دیکھا عبیل بن جاثر عصر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ اس سے توجہ ہٹا کر سماک خویلہ کی طرف بڑھا۔ سماک بن خرشہ کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی جونہی آگے بڑھ کر سماک نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لینا چاہے تو خویلہ نے کچھ کہنا چاہا۔ پر اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی اور وہ دم توڑ گئی تھی۔

اتنی دیر تک عبیل بن جاثر عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہو چکا تھا۔ پھر وہ سماک بن خرشہ کے قریب آیا۔ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا اور اس کے سامنے اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے اس نے بلند مگر روتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اے سماک بن خرشہ! گو میں مسلمان ہوں اور اسلام قبول کر چکا ہوں۔ مگر میں تیرا پرانا مجرم، تیرا قدیم گناہگار ہوں۔ لہٰذا میں اپنی گردن کو تیرے سامنے پیش کرتا ہوں اور تجھے اجازت دیتا ہوں کہ تلوار مار کر میری گردن کاٹ کر رکھ دے۔ اس لیے کہ میں وہ عبیل بن جاثر ہوں جس نے ابی حقیق اور اس کے غلام لمیس کو قتل کرنے میں حصہ لیا۔ میں وہ عبیل بن جاثر ہوں جس نے ناحق اپنی بہن خویلہ کو زندان کی ایک طویل قید میں ڈالے رکھا لہٰذا اے سماک بن خرشہ! میری غلطی، میرے گناہوں اور میرے جرموں کی یہی سزا ہے کہ اپنی تلوار بلند کر اور اس سے میری اس گردن کو کاٹ دے۔"

عبیل بن جاثر کی یہ حالت دیکھ کر سماک بن خرشہ کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ نکلے تھے۔ ایسے آنسو جن کی کوئی قیمت کوئی مول نہیں لگا۔ آنسو جن کا کوئی مرتبہ کوئی نرخ نہیں لگا سکتا۔ آنسو جن کا کوئی دام کوئی بھاؤ نہیں لگا سکتا۔

تھوڑی دیر تک سماک بن خرشہ یونہی کھڑا رہا اور اس کی آنکھوں سے لگاتار آنسو

بہتے رہے اور وہ بڑی مشکلوں سے اپنی سسکیوں پر قابو پاتا رہا۔ پھر ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے جھکے ہوئے عبیل بن جاثر کو اُوپر اُٹھایا اور گلے لگاتے ہوئے اس نے کہا۔

"اے عبیل بن جاثر! اسلام قبول کرنے کے بعد میں کیسے اپنی تلوار تم پر اٹھا سکتا ہوں۔ اب تو تو میرا بھائی ہے اور دُنیا بھر کے مسلمان خواہ وہ کسی بھی خطۂ زمین پر رہتے ہوں اور کیسی ہی زبان کیوں نہ بولتے ہوں وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ لہٰذا اے میرے بھائی! میں کیسے تم پر ہاتھ اُٹھا سکتا ہوں کہ دنیا بھر کے مسلمان بلا امتیاز و زبان و نسل سب ایک ملت اور ایک قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔"

سماک بن خرشہ کی اس فراخ دل گفتگو پر عبیل بن جاثر بھی رو پڑا تھا۔ دوسری طرف ان کی حالت دیکھتے ہوئے نذار بن الیاس کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے

پھر عبیل بن جاثر نے ڈوبتی آواز اور بہتے آنسوؤں میں کہا۔ "اے سماک بن خرشہ! یہ دین کیسا دین ہے کہ جو اس میں داخل ہوتا ہے اس کے ماننے والے اپنے قدیم اور پرانے دشمنوں اور قاتلوں تک کو بھائی بنا کر گلے سے لگا لیتا ہیں۔"

سماک بن خرشہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔ "اے عبیل بن جاثر! یہ دین اللہ کا دین ہے۔ یہ دین صلح و امان، سلامتی اور امن اور اطاعت اور فرمانبرداری کا دین ہے۔"

"اے عبیل بن جاثر! تجھے کوئی باز پُرس نہیں کہ اب تُو میرا بھائی ہے اور آزاد ہے۔"

سماک بن خرشہ کے ان الفاظ پر عبیل بن جاثر نے اپنی پُوری قوت کے ساتھ سماک بن خرشہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔

پھر سماک بن خرشہ اور عبیل بن جاثر علیحدہ ہوئے۔ تینوں نے پہلے مل کر خویلہ کے لیے ایک قبر کھودی۔ پھر اس کوہستانی سلسلے میں ان تینوں نے خویلہ کی نمازِ جنازہ ادا کی اس کے بعد ان تینوں نے مل کر خویلہ کو وہاں دفن کر دیا تھا۔ پھر سماک بن خرشہ ان دونوں سے باری باری گلے ملا اور روتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اے میرے ساتھیو! اے میرے بھائیو!



اب تم دونوں دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ جب کہ میں مدینہ کا رُخ کر دوں گا۔"

پھر نذار بن الیاس اور عبیل بن جاثر دونوں نے سماک بن خرشہ سے مصافحہ کیا اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

سماک بن خرشہ وہاں کھڑا ہو کر انہیں اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ دونوں اسے دکھائی دیتے رہے۔ جب وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو وہ بھی بڑی بددلی سے چلتا ہوا اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ ایک الوداعی اور آخری نگاہ اس نے خویلہ کی قبر پر ڈالی تھی پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ہانک دیا تھا۔

سورج اب غروب ہو رہا تھا۔ فضاؤں کے اندر تاریکیاں پھیلنے لگی تھیں بستیوں کے اطراف کی سرزمین دھواں دھواں ہو کر رہ گئی تھی۔ ایسے میں سماک بن خرشہ اپنے گھوڑے پر سوار اور اپنے سر کو جھکائے اس شاہراہ پر جا رہا تھا جو دومۃ الجندل سے مدینہ کی طرف جاتی تھی۔

تمت بالخیر

اسلم راہی ایم اے
منیجر "اے بی مرزا اینڈ کمپنی"
پاک چیمبرز، ویسٹ وہارف روڈ
کراچی